اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَّاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

اِس کتاب مین
ایشیا کے نامی شعرا کا کلام منتخب کرکے اور اُنکے کچھ مختصر حالات لکھکر
علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی
مولف و مصنف
ترجمہ قرآن مجید۔ پارہ عم۔ تاریخ الاسلام۔ الاسلام۔ زاہدہ۔ المجاہد۔ محسنہ۔ فسانہ دلپذیر
نشتر سخن۔ فکر دنیا۔ حکماے یونان۔ زبان اُردو۔ و دیگر کتب قانونی و ملکی زبان انگریزی۔
نے
یہ دکھایا ہے کہ
ایشیائی شاعری یعنی عربی اور سنسکرت کی شاعری بہترین شاعری ہے اور اسکی خوشہ چینی نے اردو
شاعری کو معراج کمال تک پہونچا دیا ہے اور اس اعتبار سے کہ اسمین چیدہ کلام جو اصطلاح شاعری مین
نشتر کہے جاتے ہین مسلسل شمار کیے گئے ہین

نشتر سخن

اِس کا نام رکھا ہے

منشی سیتلا بخش شایق لکھنوی ثم خیرآبادی ثم گورکھپوری مصنف "دفتر حکمت" (زیر ترتیب) نے
سنہ ۱۹۱۱ع
مین
تہیوڈ سٹ پبلشنگ ہوس لکھنؤ اور اول اختر مطبع حکیم برہم گورکھپور مین چھپواکر
گورکھپور سے شایع کیا

قیمت فی جلد دو روپیہ (عہ)　　طبع اوّل (۱۲۵۰) جلد

۷۸۶

إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

اس کتاب مین

ایشیا کے نامی شعرا کا کلام منتخب کرکے اور اُنکے کچھ مختصر حالات لکھکر

علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

مولف و مصنف

ترجمۂ قرآن مجید - پارہ عم - تاریخ الاسلام - الاسلام - زاہدہ - المجاہد - نشتر سخن - فکر دنیا - حکمائے یونان - زبان اردو - و دیگر کتب قانونی و ملکی زبان انگریزی -

نے

یہ دکھایا ہے کہ

ایشیائی شاعری یعنی عربی اور سنسکرت کی شاعری بہترین شاعری ہی اور اسکی خوشہ چینی نے اردو شاعری کو معراج کمال تک پہونچا دیا ہی اور اس اعتبار سے کہ اسمین چند کلام جو اصطلاح شاعری مین نشتر کہے جاتے ہین مسلسل شمار کیے گئے ہین

نشتر سخن

اس کا نام رکھا ہے

منشی سیتلا بخش شایق لکھنوی ثم خیرآبادی ثم گورکھپوری مصنف دفتر حکمت (زیر ترتیب) نے

سنہ ۱۹۱۱ع

مین

نیشنل پبلشنگ ہوس لکھنؤ اور اول و آخر مطبع حکیم برہم گورکھپور مین چھپواکر

گورکھپور سے شایع کیا

طبع اوّل (۱۲۵۰) جلد

قیمت فی جلد دو روپیہ (عہ)

دیباچہ از شایع کنندہ

اصل مقصد اس کتاب مین نشترون کا جمع کرنا تھا۔ لیکن جو کتاب اس طرح مرتب ہوتی وہ مقبول نہوتی۔ اس لیے ابیات غزل بھی اسکے ساتھ شامل کیے گئے اور حتی الوسع کوشش کی گئی کہ غزلیات۔ قصائد۔ قطعات۔ رباعیات۔ مثنویات۔ مرثیے وغیرہ اس طرح مختصر اور منتخب کر کے درج کیے جائین کہ صرف چوٹی کے اشعار اُنمین رہین۔ اساتذہ کا کلام جدا جدا بترتیب حروف تہجی اس طرح درج کیا گیا۔ کہ ۱۹ کلیات کے انتخاب الگ الگ نظر آتے ہین ہر اُستاد کے کلام کے ساتھ کچھ مختصر حالات لکھ دیے گئے ہین۔ یہ کتاب اپنی نوعیت مین خاص قسم کی ہے اور مولف کی بیس سالہ محنت کا نتیجہ ہے۔ زائد تر اسمین اُردو کلام کا انتخاب ہے مولف نے فارسی شعرا کا کلام بھی منتخب کیا گیا تھا اور اُسکی اشاعت جدا مقصود تھی۔ لیکن اس خیال سے کہ فارسی جاننے والے ہندوستان مین کم ہوتے جاتے ہین۔ سردست اُسکی اشاعت کا خیال بدل گیا۔ اگر موقع ہوا تو اہل ایران کے سامنے یہ تحفہ پھر کبھی پیش کیا جائیگا۔ پھر بھی چند شعرا ے فارسی کا کلام اس خیال سے کہ اُردو شاعری کا وہی ماخذ ہے۔ تبرکاً اس کتاب مین بھی جگہ پاتا ہے۔ دل نے یہ قبول نہ کیا کہ جس شاعری کی خوشہ چینی ہندوستان کی شاعری کے لیے مایۂ ناز ہے وہ بالکل نظر انداز کر دی جائے۔

یہ کتاب اپنے رنگ مین نرالی ہے۔ غزلین صرف ابیات غزل سے پوری کی گئی ہین۔ نہ ایک ہی ولے مین کئی غزلین مختلف مقام پر تھین تو وہ سب یکجا کر دی گئی ہین۔ قصائد اور مثنویات سے اس طرح اشعار لیے گئے ہین کہ سلسلہ قائم رہے۔ مرثیون کے انتخاب مین تو کمال ہی کیا گیا ہے۔ نشترون کے چننے مین مولف نے ذرا سختی کی ہے مثلاً میر کے ۷۲ نشتر مشہور ہین مولف نے ۴۲ ہی لیے ہین لیکن وہ مواد جمع کر دیا ہے کہ جس سے ۷۲ نشتر پورے کر دیے جائین۔ مفصلۂ ذیل شعرا کا کلام اس کتاب مین ہے۔

جانتے ہین تو بیشک سمجھ مین اور آپ مین فیصلہ ہونا مشکل ہے۔

اُس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ ایسے غلط خیالات اورون کے دماغ مین بھی ہین۔ جنکو رفع کرنے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ اساتذہ کا منتخب کلام ایک جا کرکے شایع کیا جاے اور وہ میرے دعوے کی پوری دلیل ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔ اور اُسی وقت یہ بھی ارادہ ہوا کہ ایشیائی شاعری پر جو غلط اعتراضات غیر قومون کے ہین وہ دور کیے جائین تو اور بھی اچھا ہے۔ کام تو بڑا مشکل تھا لیکن میرے لیے اس لیے آسان تھا کہ مین نے بدا شعور سے جتنا کلام دیکھا تھا سب پر میرے نشانات موجود تھے جو میری نگرانی مین باسانی فراہم ہو سکتا تھا ارادہ تو مین نے فوراً قائم کیا اور کام اُسکے بعد ہی شروع ہو گیا۔ کتاب بھی تھوڑے دنون کے بعد زیر طبع مشتہر کر دی گئی لیکن نمونۂ طبع دو مرتبہ ناپسند آیا اور اسلیے کام مین تعویق ہوئی۔ بالآخر منشی مبتلا بخش شائق لکھنوی میرے مہربان قدیم پھر پھرا کر جب میرے پاس دوبارہ آئے تو کام مستعدی سے شروع ہوا اور اتمام کو پہونچا

(ایشیائی شاعری)

انسان شاعر پیدا ہوتا ہے۔ اکتساب سے کوئی شاعر نہین ہوتا۔ شاعر کو جب مبدا فیاض سے الہام شروع ہوتا ہے تو پھر اُسکی نخوت کی حد نہین رہتی لیکن یہ نخوت ایسی ہوتی ہے کہ کسی کو نقصان نہین پہونچاتی۔ خود شاعر کو نقصان پہونچاتی ہے۔ وہ خود کو سب سے بڑا فرض کر لیتا ہے اور کسی طرح اپنے آپ کو کسی سے چھوٹا نہین سمجھتا۔ شعر گوئی کو وہ ایسا ہی مہتم بالشان جانتا ہے۔ جیسا کہ بادشاہ وقت نفاذ اصول جہانداری کو اپنے بقا کے لیے ضروری تصور کرتا ہے۔ شاعر جب گوشۂ تنہائی مین بیٹھکر فانوس خیال کے اندر اپنی شمع تخیلات روشن کرتا ہے تو زبان حال سے وہ کہتا ہے کہ مین وہ کام کر رہا ہون کہ جسکے لیے مین پیدا ہوا ہون۔

عالم و جاہل مین شعر گوئی کا مذاق یکسان ہے۔ شعرا مشاعرے مین جو لطف پاتے ہین اُس سے کہین زیادہ مزا چورن بیچنے والے شارع عام پر یا میلے یا تماشے کے موقع پر اکٹھا ہو کر حاصل کر لیتے ہین۔ آلھا اودن کی لڑائی کی داستان پڑھنے والے چارپائی یا ٹاٹ پر بیٹھے ہوے خود کو

میدان جنگ کے رجز خوانون سے کہین بڑھا چڑھا ہوا پاتے ہین - مویشیون کے چرواہے
سنسان جنگلون مین معشوق خیالی کو مخاطب کرکے اصلی مضمون مین غزل خوانیان کرتے ہین -
اور تمام دیوان کی غزلین جنمین تیا پھر کے حشو وزوائد بھرے ہوتے ہین اُنکے سامنے مہندی کی
جواہر کا درجہ رکھتی ہین - شاعری کیا ہی؟ جذبات دل کا مناسب لفاظ اور خوش گوار پیرایہ مین
ایک خوش اسلوب سلسلہ سے بیان کرنا شاعری ہے - یورپ کی شاعری تو بالکل یہی ہی - عربی
اشعار اور سنسکرت کے اشعار یورپ کے اشعار سے بدرجہا اچھے ہین حتیٰ کہ ہندی بھاشا کی شاعری
نے سنسکرت کی شاعری کے تتبع سے ایک خاص درجہ پایا ہی - عوام الناس کے گیتون مین بھی ایک
رنگ نرالا ہی لیکن ایران کی شاعری جسکا چربہ اردو زبان کی شاعری نے اُتارا ہی - اُسمین وزن
قوافی کے قیود بڑھا کر اور زبان کی شیرینی شامل حال کرکے کچھ اور ہی رنگت پیدا کرتی ہی اور یہ
کہنا پڑتا ہی کہ ایران اور ہندوستان کے ساتھ قسام ازل نے اُسی طرح شاعری کو مختص کیا جس
طرح عربون کو بہادری دی اور چینیون کو رنگ آمیزیان سکھائین - لہذا اس کے ماننے والے جسطرح
کشمیر اور گجرات سے حسن کا دعوی نہین کرسکتے اُسی طرح دنیا کے پردہ کی کوئی قوم نہین
کہہ سکتی کہ شعر گوئی مین وہ ایران اور ہندوستان پر فوق لے جاسکتی ہی - اور اگر کوئی ایسا کہے تو
سمجھنا چاہیے کہ وہ ایشیائی شاعری کے کمال سے واقف نہین ہی - عربی اور سنسکرت زبان
شعرا بھی ایشیائی شعرا مین شمار کیے جاتے ہین اور دیگر ممالک سے نسبتاً بہت اچھے ہین شاعری
کا لفظ خصوصیت کے ساتھ عربی - فارسی - سنسکرت - اور اردو شاعری پر بولا جاتا ہی میرے
خیال مین شاعری انہین چار زبانون کے لیے مخصوص ہی جسمین اردو زبان کی شاعری بقیہ تین
زبانون کے تخیل مین عجب معجون مرکب ہوگئی ہی - انکے علاوہ شاعری کے خیالات جو دوسری
زبانون مین ہین وہ محض دلی جذبات کا اظہار کرتے ہین اشعار نہین ہین - مین جس زمانہ مین علی گڈھ
مین پڑھتا تھا مسٹر سڈن ہیڈ ماسٹر جو وہان تازہ وارد تھے - ایک روز لڑکون کو وہ پوئٹری پڑھاتے
تھے - ایک لڑکا مرادآباد کا جو مدارج سے بیفکری بہت کچھ طے کرکے گھر سے چلا تھا اور شاعرانہ

ایشیائی شاعری کی وجہ سے مزاج مین یکسوئی پیدا ہوتی ہو اور اُس کا اثر اخلاق پر اچھا نہین پڑتا
تو مین تسلیم کرنے کو تیار ہون لیکن اِس سے بھی میرے کلام کی تائید ہوتی ہو کہ ایشیائی شاعری
مین جو دل آویزی اور دلفریبی ہو وہ کہین اور جگہ نہین ہے - یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ایشیائی شاعری
مین سوائے مرد وزن کے راز ونیاز کے اور کچھ نہین ہو - میرا تجربہ تو یہ ہو کہ اخلاق سے متعلق بھی
جسقدر مفید باتین ایشیائی شاعری مین ہین - دوسرے ملکون کی شاعری مین نہین ہین - واقعہ
نگاری مین بھی ایشیائی شاعر یورپین شاعرون سے بڑھے ہوے ہین - مین نے انتخاب کلام مین
حُسن وعشق کے مضامین بہت کم رکھے ہین - زیادہتر واقعہ نگاری اور تعلیم اخلاق کا خیال
رکھا ہو - تاکہ معترضین کی غلط فہمیان رفع ہون اور وہ سمجھین کہ ایشیا کے شعرا ہر قسم کے خریدارون
کو خوش کرسکتے ہین اور مبدا فیاض نے جو چیز خصوصیت کے ساتھ اُنھین دی ہو - اُسے
ہر پہلو سے خوشنما دکھانے کو تیار ہین بعض کم فہم بدتہذیبی کا الزام فارسی اور اُردو شعرا پر
دیتے ہین لیکن وہ غور نہین کرتے کہ بدتہذیب کلام کس گروہ کا ہو - ایسے موقع پر مستند
شعرا کا کلام قابل ذکر ہو - نہ کہ عوام کا -

رسم پردہ نے بھی شاعری پر اپنا اثر کیا ہو - شعرائے فارسی اور اُسکے متبع سے زیادہتر
شعرائے اُردو اپنے معشوق کو مونث نہین باندھتے - زنِ بازاری کو مخاطب کرتے تو خلاف
شرع ہوتا - اور گھر کی عورت مخاطب ہوتی تو خلاف حمیت اسلام ہوتا - اسکا نتیجہ یہ ہوا
کہ شعرائے فارسی اُردو معشوق خیالی مذکر لکھنے لگے اور اُسے قومی تہذیب کا مقتضا سمجھے
اُنکے کلام سے پتہ نہین چلتا کہ محبت کے مدارج جو اوپر بیان ہوئے ہین اُن مین سے محبت
کرنے والا خود کو کس درجہ مین رکھتا ہو - مثلاً جب ایک لڑکے کا سبزہ آغاز ہوا تو مان باپ کی
نظرون مین اُسکی بھولی بھولی صورت کی جگہ امید دلانے والی جوانی قائم ہوکر محبت فرزندی
نئے جذبات کی صورت مین ظاہر ہوئی - اور یہی عنفوان شباب اُسکی بی بی کے لیے
ایک دوسرے عالم کی خبر دیتا ہو - بہرحال معشوق کو مذکر باندھنا مسلمانون کی اعلی تہذیب

ہی کا نمونہ نہین ہی بلکہ فن شاعری مین ایک جدت ہی

یورپ کے شعرا مبالغہ گوئی کا الزام ایشیائی شاعرون پر لگاتے ہین - مبالغہ کو وہ غلط بیانی سمجھکر معترض ہین - حالانکہ تمثیل استعارات و تشبیہات کو کوئی بھی غلط نہین کہہ سکتا مثلاً ؎

جس خدا نے یہ تجھے چاند سی صورت دی ہی — اُسی اللہ نے مجھکو تری الفت دی ہی

روے معشوق کو چاند سے تشبیہ دینا اورون کے نزدیک جھوٹ ہو لیکن عاشق کے دل سے کوئی پوچھے کہ اُس نے اپنے خیال مین معشوق کے حُسن کو گھٹا کر یہ تشبیہہ مجبوری دی ہی - ورنہ وہ حُسن معشوق کو چاند کے حُسن سے بدرجہا اچھا سمجھتا ہی - کسی نے اگر کہا کہ باران رحمت سے زائد تر فیض بادشاہ کے کرم مین ہی - تو کیا یہ جھوٹ ہوا ؟ - کثرت باران سے کتنے گھر برباد ہوجاتے ہین - ملک تباہ ہوجاتا ہی - قحط پڑتا ہی لیکن کثرت دولت سے کسی کو کبھی مالی نقصان نہین پہونچتا - کبھی کبھی شعرا صریح جھوٹ بھی بولتے ہین - لیکن وہ جھوٹ نہین ہی تفنن ہی - جب سُننے والے جھوٹ کو جھوٹ سمجھتے ہین - تو وہ جھوٹ نہین رہا ؟ - ناول کے قصے جھوٹ ہین - اپریل فول کی خبرین جھوٹ ہین - شاعرون کا مبالغہ عیب سے پاک ہی - ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ مین — تڑپے ہی مرغ قبلہ نما آشیانہ مین

اس شعر کا ترجمہ شعراے یورپ کے سامنے پیش ہو تو وہ بول اُٹھین گے کہ یہ مبالغہ شاعری نہین ہی - اعجاز کلام ہی -

(زبان اُردو اور اُسکی شاعری)

آرین فاتحین سنسکرت زبان اپنے ساتھ ہندوستان مین لائے - یا ایسی زبان لائے جو کچھ عرصہ مین مہذب اور باقاعدہ ہوکر سنسکرت کے نام سے موسوم ہوئی - اور عوام سے دور رکھکر عالمون کی زبان قرار دی گئی - یہان تک کہ عوام کو اُسکے سیکھنے اور بولنے تک کی اجازت نہ دی - قدیم زبان ہند کا پتہ لگنا آسان نہین ہی - لیکن اس قدر بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ ہند کے زمانہ عروج مین بگڑی ہوئی سنسکرت جو عوام کے لیے مخصوص کردی گئی تھی

یا عوام نے خود اختیار کر لی تھی۔ پراکرت کے نام سے موسوم تھی۔ اور مختلف حصص ہند
مین مختلف پراکرت زبانین پیدا ہو گئی تھین۔ مگدھ دیس مین یعنی فیض آباد سے مونگیر تک ماگدھی
(پالی) تھی۔ سواحل مغربی کی طرف مہاراشٹری تھی۔ سواحل مشرقی کی جانب سوسینی تھی
انگریزی یا اُردو ناولون مین دیکھیے تو دہقانی یا بازاری آدمی جب شہری آدمی سے گفتگو کرتا
ہے تو زبان بدلی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی طرح راجہ بھوج کے عہد کے ناٹکون مین درباری زبان
سنسکرت ہے۔ اور علما جہان عوام سے باتین کرتے ہین۔ پراکرت زبان بولتے ہین۔

شاکی منی بلا تعصب بودھ نے جب پند و عظ ہندوستان مین شروع کیا تو وہ اپنے ملک
یعنی مگدھ دیس کی پراکرت یعنی ماگدھی (پالی) بولتا تھا۔ اِس لئے بودھ مذہب کے عروج
کے ساتھ سنسکرت کی بھی کساد بازاری شروع ہوئی۔ دربار۔ دفتر اور مذہب کی کتابین
پالی زبان مین جاری ہوئین۔ شنکراچارج کی برکت سے جب برہمنون کے دن پھرے تو
سنسکرت از سر نو زندہ ہوئی۔ لیکن اب وہ علما اور دربار کی بول چال مین نہ آسکی۔ صرف
کتابون مین رہ گئی۔ زبانون پر پالی بدستور جاری رہی۔ اور وہ رفتہ رفتہ اُن زبانون کے
پیدا کرنے کا سبب ہوئی۔ جو اِس وقت پنجابی۔ ہندی۔ بنگالی۔ مرہٹی۔ تلنگی وغیرہ
وغیرہ نامون سے موسوم ہین۔

گیارھوین صدی عیسوی مین جو پراکرت پنجاب اور بنگال کے درمیان مین بولی
جاتی تھی وہ ہندی بھاشا۔ یا باعتبار اسکے کہ متھرا ایک باا ثر مقام تھا اور اُسکے قریب برج
جائے پیدایش سری کرشن جی ہے۔ برج بھاشا کے نام سے موسوم ہوئی۔ اور یہی زبان پورب
بہار کے قریب اسقدر متغیر ہو گئی کہ ایک ضمنی تقسیم سے اسکا نام پوربی بھاشا یا پوربی زبان
ہو گیا مسلمانون نے جب سنہ ۶۰۲ھ (۱۲۰۶ع) مین دہلی کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ تو
برج بھاشا مین عربی۔ ترکی اور فارسی الفاظ کا میل جول شروع ہوا۔ اور یہی زبان آیندہ
چلکر خوب سُدھری اور اُردو زبان سے موسوم ہو کر کُل ہندوستان کی زبان قرار پائی جیسا کہ

آیندہ بیان کیا جائیگا۔ اسی اُردو زبان کو اصطلاح شعرا مین ریختہ اور کبھی کبھی ریختی کہتے ہین اِس لیے کہ مختلف زبانون سے اسے ریختہ کیا ہی۔ یا اِس لیے کہ گری پڑی چیزون کو ریختہ کہتے ہین۔ اور اسمین بہت سے الفاظ پریشان مختلف زبانون کے شامل ہین۔

غرضکہ مسلمانون کی آمد کے ساتھہ ہی برج بھاشا مین عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ الفاظ داخل ہونا شروع ہوگئے تھے۔ حتی کہ ہندوؤن کے مذہبی گیت بھی اس اثر سے خالی نہ رہے۔ مذہبی پیشوا الگ تھلگ رہنا پسند کرتے تھے۔ لیکن زمانہ کے اثر سے مجبور تھے۔ ہندوؤن اور مسلمانون کے میل جول کی ابتدا اغراض زبان ہندی کے لیے اول جنوب ہند مین ہوئی۔ جیسا کہ آیندہ ذکر کیا جائیگا۔ شمال ہند مین سکندر لودی کا عہد وہ زمانہ ہی جسمین اول اول کایستھ فارسی پڑھ کر شاہی دفترون مین داخل ہونا شروع ہوے اور اِس ذریعہ سے شمال ہند کی زبان برج بھاشا مین غیر زبانون کو داخل ہونے کا خوب موقع ملا۔ مثلاً سکندر لودی (سال جلوس سنہ ۸۹۴ھ مطابق سنہ ۱۴۸۸ع) کے زمانہ مین ایک ہندی شاعر کبیرداس گزرا ہی۔ اس کا شاگرد گرونانک شاہ متوفی سنہ ۹۰۰ھ بھی ہندی شاعر تھا۔ سترھوین صدی عیسوی مین بابا تلسی داس ضلع باندہ کا مشہور شاعر تھا اُسی زمانہ مین سورداس بھی ایک مشہور شاعر گذرا ہی۔ ان سب کے مذہبی گیتون مین فارسی۔ عربی اور ترکی الفاظ پاے جاتے ہین۔ اثر صحبت سے جو اثر زبان پر پڑا اس سے شعرا مبرا نہ رہ سکے۔ یہان پر یہ لکھنا بے موقع نہین ہی۔ کہ صحبت نے صرف ہندوؤن پر اثر نہین ڈالا۔ مسلمانون پر بھی اثر پہونچایا۔ شیر شاہ متوفی (سنہ ۹۰۶ھ مطابق سنہ ۱۵۵۳ع) کے عہد مین ملک محمد ساکن جائس ضلع راے بریلی نے جو کتاب پدماوت لکھی وہ اُسوقت کے ہندی شاعرون کی زبان مین ہی۔

بعضون کا خیال ہی کہ امیر خسرو پہلا شاعر اُردو زبان کا ہی لیکن یہ صحیح نہین ہی۔ یہ کہہ سکتے ہین۔ کہ وہ پہلا مسلمان شاعر ہی جس نے ہندی بھاشا مین بہت کچھ کہا ہی۔

امیر خسرو یا اُسکا باپ غیاث الدین بلبن کے عہد مین ہندوستان آیا تھا۔ اور محمد تغلق کے سال جلوس یعنی ۷۲۵ھ تک خسرو زندہ رہا۔ بہت سے اُسکے تصانیف اُردو بھاشا مین ہین۔ اسکی طبّاعی اور ذہانت قابل داد ہی۔ کہ اسنے غیر زبان پر پورا قابو حاصل کیا تھا۔ اسکی پہیلیان اور مُکرنیان بہت مشہور ہین۔ خالق باری جو بچّون کو پڑھائی جاتی ہی۔ اُس کی تصنیف ہی۔ اور ایک بڑی کتاب کا انتخاب ہی۔ خسرو کا ایک مطلع یہان لکھا ہی جس سے معلوم ہوگا کہ اُسوقت مین کیا عام زبان دہلی کی تھی ؎

سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری رتیان
کسے پڑی ہی جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیان

رتیان کو راتین بتیان کو باتین کر دیجیے تو اِسوقت کی زبان ہو جاتی ہی۔ ایک لفظ اِس مین عربی یا فارسی کا نہین ہی۔ اُسوقت تک یہ میل شروع نہین ہوا تھا۔

امیر خسرو کے مرنے پر تعمیر زبان اُردو کی بنیاد سلطان علاءالدین حسن بانی سلطنت بہمنی دکن کے عہد ۷۴۸ھ ہجری مین قائم ہوئی۔ محمد تغلق کے زمانہ مین جب اسکی بیعنوانیون کی وجہ سے سلطنت دہلی تباہ ہو رہی تھی اُسوقت جا بجا ہندوستان مین خود مختار ریاستین اُسی طرح قائم ہو چلی تھین جس طرح مغلون کی سلطنت کی تباہی پر اودھ۔ بنگال اور دکن مین مسلمانون اور گجرات مین مرہٹون اور پنجاب مین سکھون کی سلطنتین قائم ہوئین۔ دکن کی خود مختار ریاست جو محمد تغلق کے آخر عہد مین قائم ہوئی تھی۔ اِسکا بانی سلطان علاءالدین حسن نامی ایک پٹھان تھا۔ محمد تغلق کا ایک منجم گنگوہ برہمن تھا۔ اُسکے تقرب سے علاءالدین حسن نے عروج پکڑا۔ زمانہ نے موافقت کی اور اُسے دکن کا خود سر رئیس بنا دیا۔ اسنے جب سلطنت کی بنا ڈالی۔ تو اپنے قدیم محسن کو سلطنت کا محاسب مقرر کیا۔ اِس برہمن نے تمام ریاست مین اپنے ہمقوم ملازم بھر دیے۔ اور اِس طرح ہندوؤن اور مسلمانون مین اختلاط بڑھا۔ اور مسلمانون کی فارسی اور ہندوؤن کی ہندی ملکر ایک نئی زبان کا قوام تیار ہونے لگا۔ ورنہ اسکے قبل مسلمان یا تو فوج کے افسر اور سپاہی ہوتے تھے یا بڑی بڑی ذمہ داریون کے عہدون پر

مامور ہوتے تھے ۔ہندی زبان سے وہ اسی طرح بے تعلق رہتے تھے جس طرح اسوقت
فوجی انگریز یا ہائیکورٹ کے بعض تازہ وارد یورپین ۔بیرسٹر ۔جج اور بہت سے عہدہ داران
جنکو دیسیون سے بات چیت کرنے کی ضرورت نہین ہوتی ۔بعض ہندو اُردو زبان سے
اس لیے نفرت کرتے ہین کہ اُسے مسلمانون نے قائم کی ہی۔جب اُنکو معلوم ہوگا کہ گنگو برہمن
کے ساتھ جو عقیدت علاء الدین کو تھی ۔ وہی اس زبان کی بانی ہوئی ۔تو اُن کو اپنے تعصب کا
افسوس ہوگا ۔

اُردو زبان مین ہمیشہ تراش خراش ہوتی رہی ۔ پہلے یہ خیال ہوا کہ اِس مین ہندی
الفاظ بکثرت لیے جائین ۔ پھر یہ خیال ہوا کہ عربی اور فارسی الفاظ جتنے ہی زیادہ ہون گے
اُتنی زبان فصیح سمجھی جائے گی ۔ اب اُردو کی فصاحت عربی اور فارسی کے غیر مانوس الفاظ
کے ترک کرنے پر منحصر ہی ۔بلکہ بعضون کا یہان تک اصرار ہی کہ عربی الفاظ کو تلفظ یا املا مین وہ
ہندی سانچے مین ڈھالنا پسند کرتے ہین ۔ "فاحش غلطی" کو "فاش غلطی" کہتے ہین ۔تیاری کو
ت سے لکھنا صحیح جانتے ہین ۔

ہندی بھاشا مین عربی ۔فارسی اور ترکی الفاظ شامل کر کے بخط فارسی اول اول
ایک کتاب خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز نے سلطان احمد شاہ بہمنی (متوفی ۱۴۲۲ء
مطابق ۸۳۱ھ) کے زمانہ مین لکھی تھی ۔یہی وقت زبان اُردو کے آغاز کا ہی لیکن اُس
وقت تک اُردو شاعری نے رواج نہین پایا تھا ۔ ۹۳۴ھ (۱۵۲۶ء) مین سلطنت
بہمنیہ کے ختم ہونے پر جو پانچ اسلامی سلطنتین دکن مین قائم ہوئین ۔ اُنمین سے ایک سلطنت
کا بانی یوسف عادل شاہ ترک پسر سلطان مراد سلطان ٹرکی تھا ۔جو کسی طرح انقلاب زمانہ سے
ہندوستان مین آگیا تھا اور بیجاپور مین اُس نے ایک مستقل خود مختار حکومت قائم کی تھی
اسی خاندان مین ابراہیم عادل شاہ اول متوفی ۱۵۵۷ء (۹۵۶ھ) نے اپنے عہد مین اُردو
کو درباری زبان قرار دیا ۔اور اُسمین دفتر کر دیے ۔ اور پھر علی عادل شاہ ثانی متوفی ۹۸۷ء کے

عہد مین اُردو زبان کو بہت ترقی ہوئی۔ اور شاعری کا خوب چرچا پھیلا۔

ابراہیم عادل شاہ اول کے عہد مین اُردو زبان کا پہلا مشہور شاعر سعدی تھا۔ اسی سعدی کو ریختہ گوئی کا اُستاد کہتے ہین۔ اور اسی کو بعضون نے سعدی شیرازی سمجھ لیا ہی جو فارسی مین غزل لکھنے کا موجد خیال کیا جاتا ہی۔ اسکی ایک غزل کے چند اشعار یہ ہین۔

قشقہ چو دیدم بر رخش گفتم کہ یہ کیا دیت ہی ‎‎ ‎ گفتا درا بے باورے اس ملک کی یہ ریت ہی

ہمنا لمن کو دل دیا۔ تم دل لیا اور دُکھ دیا ‎ ‎ ہم یہ کیا تم وہ کیا۔ ایسی بھلی یہ پیت ہی

سعدی بگفتا ریختہ در ریختہ دُر ریختہ ‎ ‎ شیر و شکر آمیختہ ہم شعر ہی ہم گیت ہی

سلطان علی عادل شاہ ثانی کے زمانہ مین نصرتی ملک الشعرا تھا۔ نظم مین اسکے تصانیف بہت ہین۔ جو رتبہ فارسی شاعری مین رودکی کا ہی۔ عربی مین مہلل کا اور انگریزی انگریزی مین چاسر کا ہی وہی درجہ نصرتی کا اُردو شاعری مین سمجھا جاسے تو بیجا نہین ہی۔ ایک شعر اُسکا یہان لکھا جاتا ہی تاکہ معلوم ہو کہ اُردو کا اُس زمانہ مین کیا درجہ تھا۔ ؎

ہوا جب سے یار اُس کی خوبی کا باغ ‎ ‎ پڑیا جب سے چندر کی چھاتی پو داغ

پڑا کی جگہ پڑیا اور چاند کی جگہ چندر اور پر کی جگہ پو۔ اُس زمانہ مین بولتے تھے۔

اُسی زمانہ کا ایک شاعر ہاشمی تھا۔ اُسکے شعرون مین سے ایک آسان شعر چُن کر لکھتا ہون۔ اسمین مانگتا کی جگہ منگتا۔ گناہین کی جگہ گناہان ہی ؎

دن رات ایمان و حیا منگتا ہون عاجز ہوکے مین ‎ ‎ یعنی گناہان بخش دے۔ ہی آسرا غفار کا

غرضکہ اُردو شاعری دکن مین سلطان مغلیہ کے زمانہ سے پہلے رائج تھی۔ مغلون کے فتوحات نے اسے دبا دیا تھا۔ مغلون کے عروج کے زمانہ مین پھر فارسی شاعری نے زور پکڑا۔ اکبر اور اُسکے اُمرا۔ جہانگیر اور اُسکے امرا کے دربار کی قدردانی نے ایران کے تمام نامی شاعرون کو ہند مین بھر دیا۔ فیضی اور ابوالفضل پسران شیخ مبارک ہندی نژاد تھے مگر فارسی کلام انکا ایرانیون کے کلام پر سبقت لیجاتا تھا۔ مغلون کی سلطنت کا زوال جب شروع ہوا

تو پھر اُردو شاعری نے دکن میں زور پکڑا اور یہیں کے فیض صحبت سے جب ولی اپنا اُردو دیوان مرتب کر کے دہلی لایا تو بڑی قدر ہوئی۔ اسباب کچھ ایسے جمع ہوے کہ روز بروز اسکے پیرو بڑھتے گئے اور پھر اُردو زبان نے وہ ترقی کی کہ ہر دور کے شعرا دور ماقبل پر سبقت لے گئے۔ میر و سودا۔ آتش و ناسخ۔ غالب و ذوق۔ انیس و دبیر۔ داغ و امیر ایسے مقلدین نے ولی کو اُردو شاعرون کا باوا آدم مشہور کرا دیا۔ ورنہ فی الواقع نصرتی کے لیے یہ خطاب زیادہ ترموزون تھا۔ یا سعدی کے لیے۔

اُردو کی وجہ تسمیہ بیان کرنا لطف سے خالی نہین ہی۔ اردو ایک ترکی لفظ ہی یعنی لشکر۔ لشکر کے قریب جو بازار ہوتا تھا اُسے اُردو بازار کہتے تھے۔ اُردو بازار قریب قریب تمام چھاؤنیون مین تھے۔ اکبر کے وقت مین یہ چھاؤنیان قائم ہوئین اور پورا عروج ان کا شاہجہان کے وقت مین ہوا۔ فوج مین ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی تھے۔ اور اہل بازار زائد تر ہندو تھے۔ اُنکے باہمی میل جول نے ایک لشکری زبان کشمیر سے اُڑیسہ تک اور ہمالیہ سے میسور تک قائم کر دی۔ لشکر کا ردوبدل لگا رہتا تھا۔ اِس لیے کل لشکری بازار یعنی اُردو بازار کی زبان ایک ہوگئی۔ اِس بازار کی ترقی شاہجہان کے وقت مین ہوئی تھی۔ اِس لیے شاہجہان کے عہد سے اس زبان کی ابتدا منسوب کی گئی۔ ان بازارون مین صرف زبان ہی کی ٹکسال نہین قائم ہوئی۔ بلکہ لب ولہجہ بھی ایک خاص قسم کا پیدا ہوا۔ فوج شاہی کو دکن مین رہنے کا زیادہ تر اتفاق ہوتا تھا۔ اور اِس لیے جو اُردو زبان یا دیسی بھاشا سلطنت بہمنی کے وقت مین وہان قائم ہوئی تھی۔ وہ بھی معین حال ہوئی۔ یہی وجہ ہی کہ دہلی سے پچاس کوس پچھم کے رہنے والے ایسی اچھی اُردو نہین بولتے جیسی کہ دہلی سے تین چار سو کوس کے فاصلہ پر اہل دکن بولتے ہین۔ محمد شاہ بادشاہ کے بعد جب زوال سلطنت مغلیہ کا وقت آیا۔ اور شحنۂ معزول کی طرح تمام اہل قلم اور اہل فوجی چھاؤنیان چھوڑ کر دہلی مین آنے لگے۔ اور دربار شاہی کی وقعت بھی محض بازارون

اور لشکریون کی آمد و رفت پر منحصر رہ گئی - تو عوام اور خواص شاعری کی چاٹ سے خاص طور پر اُس لڑکے کی تربیت پر متوجہ ہوے - جو اب اپنے پاؤن سے چلنے کے قابل ہو گیا تھا - اور پھر دہلی کو جب مرہٹون نے تباہ کیا تو لکھنؤ اس لڑکے کا جولان گاہ قرار پایا - جہان اسنے حیرت افزا ترقی کی - ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسے ۱۸۳۵ء مین بجاے فارسی کے درباری زبان قرار دیکر اسکے ساتھ بیحد احسان کیا -

میرے خیال مین بجاے شاہجہان کے ملکہ وکٹوریا قیصر ہند آنجہانی کے عہد سے اس زبان کو منسوب کرنا بھی بے موقع نہ ہوگا - اول الذکر کے عہد مین فوجی چھاونیون کے سپاہی جب ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہوتے تھے تو صرف زبان ہی ساتھ نہین لے جاتے تھے لب و لہجہ بھی ساتھ ساتھ لے جاتے تھے - اور اس طرح تمام ہندوستان کے اُردو بازارون کا لب و لہجہ ایک سانچے مین ڈھل گیا - اور ثانی الذکر کے عہد مین مدارس کی تعلیم کے لیے قواعد بنے اور زبان کی تکمیل ہوئی -

تمام اُردو بازارون مین لب و لہجہ گفتگو کا ایک ہونا کچھ اور تصریح سے مین بیان کرنا چاہتا ہون - ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۰ء تک مین علیگڈھ مین پڑھتا تھا - وہان مراد آباد - آگرے - دہلی - شاہجہانپور اور بریلی کے لڑکے پڑھنے آتے تھے اور اُنکے بزرگ بھی کبھی کبھی ساتھ آتے تھے - اُسوقت مین نے دہلی کے معمر آدمیون کی زبان میر و سودا کی زبان سے ملتی ہوئی پائی اور اُنکے لہجہ مین ایک خاص قسم کی دلاویزی اور زور پایا - پھر بہت عرصہ کے بعد ۱۹۰۲ء مین ایک مرتبہ مین دربار دہلی سے واپس آتا ہوا الہ آباد اُترا - اور وہان ایک معمر شخص کوئی سو برس کی عمر کا ملا - جس کا لب و لہجہ مین نے بالکل اُن معمر اشخاص کا سا پایا جو دہلی سے میری طالب علمی کے زمانہ مین علیگڈھ آتے تھے - مجھے اُسکی باتین بہت پیاری معلوم ہوئین - دریافت سے معلوم ہوا کہ اُس نے اسکے قبل کبھی دہلی دیکھی نہ تھی اُسکا باپ احاطۂ مدراس کے کسی لشکر مین پیدا ہوا - اور پھر سلطنت مغلیہ کے ضعف پر وہ ٹیپو

سلطان کا ملازم ہوا۔ ٹیپو سلطان کی ہزیمت کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت ہاتھ آئی۔ اب ایک پنشن خوار ملازم کی حیثیت سے وہ دربار میں طلب ہوا ہی۔ ایک شخص دہلی مین پیدا ہوا اور دوسرا مدراس مین پیدا ہوا۔ دونون کی زبان ہی یکسان نہین۔ بلکہ لب و لہجہ بھی یکسان ہین یہ صرف لشکری بازارون کا اثر ہو سکتا ہی۔ یہین یہ بھی سمجھ مین آ سکتا ہی کہ ان تمام بازارون کی زبان جب یکسان تھی اور دوسرے قرب و جوار کے رہنے والون کی زبانون سے ممتاز تھی تو خود بخود اُردو زبان ہی اُسے موسوم ہونا چاہیے تھا اور ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح مین نے ۱۹۰۸ء مین کلکتے کا ایک ایسا گھر دیکھا جسمین چھوٹے بڑے سب صحیح اُردو بولتے تھے اور لب و لہجہ بھی دہلی والون کا سا رکھتے تھے۔ مجھے اُنکی صورتون سے حیرت ہوئی کہ اگر یہ اہل دہلی کی نسل سے ہین تو آبنوسی رنگت کیسی؟ اور اگر صحبت کا اثر ہی تو زبان پر اثر پڑ سکتا ہی نہ کہ لب و لہجہ پر اور وہ بھی تمام گھر والون کے لب و لہجہ پر۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ خاص بنگال کے رہنے والے ہین اور زبان پر جو اثر ہی وہ اُردو بازار کا ہی۔

زبان اُردو کو مسلمانون کی زبان سمجھنا غلطی ہی۔ مسلمانون کے میل جول نے اسپر ضرور اثر ڈالا۔ لیکن وہ اثر مسلمانون تک محدود نہین رہا۔ بڑے بڑے شہر جیسے دہلی۔ آگرہ۔ لکھنؤ بریلی اور مرادآباد وغیرہ وغیرہ مین ہندو اور مسلمان یکسان طور پر صحیح اُردو بولتے ہین۔ اور چھوٹے چھوٹے شہرون مین ہندو اور مسلمان دونون غلط اُردو بولتے ہین۔ اور اُسی غلط اُردو کو اور دور جا کر ہندی پنجابی۔ بنگالی وغیرہ مختلف نام سے پکارتے ہین۔ کلکتہ۔ مدراس۔ بمبئی مسلمانون نے آباد نہین کیے۔ اسلامی سلطنت کے وقت انکا وجود بھی نہ تھا۔ یہان نسبتًا مسلمان بہت کم آباد ہین لیکن ان شہرون مین بازار کی زبان اُردو ہی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اُردو ایک ایسی زبان ہے کہ وہ خود بخود ہندوستان مین پھیل گئی ہی۔ جتنے لوگ براہ خشکی ہندوستان مین آتے ہین وہ اُردو بولنا آسانی سے سیکھتے ہین۔ انگریز بھی ہندوستان مین آکر اُردو بولنے کی طرف پہلے رغبت کرتے ہین۔ دوسری قومون کے تجار ہندوستان کی بندرگاہون پر اُردو بولنے کی

خواہش رکھتے ہین۔ ہماری ہر دلعزیز ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند آنجہانی نے بھی ہندوستان کی زبانون مین اُردو ہی منتخب کی تھی۔ بنگالی پنجابی۔ مرہٹی وغیرہ وغیرہ کہنے کو تو مختلف زبانین ہین۔ لیکن اگر کوئی اُردو جاننے والا ان زبانون کو جانتا ہو تو وہ ایک ہفتہ مین دوسرون کو بہ قدر ضرورت بنگالی۔ پنجابی۔ مرہٹی سمجھا سکتا ہی۔ سو پچاس الفاظ سے زیادہ الفاظ نہ ہون گے جنکے سمجھنے کے بعد اُردو والفاظ کو پنجابی یا بنگالی زبان مین ڈھالنا یا بنگلہ اور پنجابی زبان کو اُردو زبان کر دینا رفع ضرورت کے لیے کافی ہوتا ہی۔ جس طرح دہلی کے گرد نواح کے گانوُن مین اُردو زبان غلط بولی جاتی ہی اُسی طرح دہلی سے بہت دور پنجاب اور بنگال مین جاکر اُس غلط اُردو کے مختلف نام رکھ دیے گئے ہین۔ لیکن جو ترقی اُردو زبان مین ہی اُس سے یہ امید کی جاتی ہی کہ ہندوستان کے تمام حصون مین اُردو ہی قائم ہو جائے گی۔ اُردو اُسی وقت تک اُردو ہی۔ جب تک فارسی حرفون کے لباس مین ہی۔ اِس لیے فارسی حرفون کا بھی کچھ بیان ہونا چاہیے۔ تاریخون سے یہ پتہ لگانا آسان نہین ہی کہ حروف فارسی کس زمانہ مین ایجاد ہوے۔ میرے نزدیک یہ صورت قرین قیاس ہی کہ ایرانیون کے پاس پہلے لکھنے پڑھنے کے حروف مثل ناگری کے تھے۔ یورپین۔ ہندو۔ ایرانی ایک نسل سے ہین۔ تینون کی زبانین باہم ملتی جلتی ہین۔ انگریزون اور ہندوؤن کی تحریر کی کشش بائین سے داہنی جانب ہی تو قیاس چاہتا ہی کہ ایرانیون کی تحریر کی روش بھی یہی ہوگی۔ اپنی ترقی کے زمانہ مین اُنھون نے موجودہ فارسی تحریر ایجاد کی اور یہ فارسی تحریر اِس درجہ مرغوب اور آسان نظر آئی۔ کہ پچھلے طریقے ایران سے بالکل مسدود ہو گئے۔ ہم اپنے اِس خیال کی تائید مین انگریزی طریقہ شارٹ ہینڈ رائٹنگ پر نظر کرتے ہین۔ موجودہ انگریزی طرز تحریر جب زود نویسی کے لیے کافی سمجھا گیا تو مختصر نویسی کا ایک قاعدہ نکالا گیا۔ یعنی علامات سے تھوڑا تھوڑا اپیونڈ لیکر الفاظ کے بنائے جانے کا ڈھنگ ڈالا گیا۔ جو طریقہ اس طرح نکالا اُسمین پورے طور پر کامیابی نہ ہوئی۔ ورنہ موجودہ طرز تحریر انگریزی بالکل معدوم ہو جاتا۔ ایرانیون کے طریقہ

مختصر نویسی کو سراہیے کہ وہ اتنا معقول اور پاکیزہ نکلا کہ عام طور پر مقبول ہوا اور گزشتہ صورت
معدوم ہوگئی - چین اور جاپان مین دیکھیے کہ وہان ہر لفظ یا ہر جزو لفظ کے لیے جدا جدا صورتین
ہین - انگریزی اور ناگری مین ہر آواز کے لیے ایک حرف ہی اور ہر حرف کو پورا لکھنا پڑتا ہی
فارسی کا یہ اعجاز ہی کہ ہر آواز کے لیے حروف اور ہر لفظ پیدا کرنے کے لیے حروف کے شوشے
کافی ہوتے ہین - مثلاً معتبر پانچ حروف کا لفظ ہی مگر اُسکے لکھنے مین اتنی جگہ نہین گھرتی ہی -
جتنی کہ انگریزی کے M یا ہندی म سے لکھنے مین - ایران کو جس ایجاد پر ہزارون برس
سے ناز تھا اور جس کا نظیر دنیا مین نہ تھا - آج بعض حضرات اُس کو مٹانے کی
کوشش کرتے ہین اور اس ترقی معکوس کو سعی مشکور سمجھتے ہین - اور یہ نہین سمجھتے کہ فارسی
حروف جس نے ایجاد کیے اُسنے لٹریچر پر بڑا احسان کیا ہی -

مسلمانون کے عہد سلطنت مین فارسی زبان مین خط و کتابت ہوتی تھی - لکھے پڑھے
لوگ اُردو زبان مین خط و کتابت کرنا ننگ سمجھتے تھے - کوئی خصوصیت مسلمانون کے ساتھ نہ تھی
ہندوؤن مین کایستھ اسپر زیادہ سختی سے پابند تھے - مسلمانون مین اہل سیف - اہل قلم -
تجارت پیشہ - مزدوری پیشہ - گدائی پیشہ - سبھی طرح کے لوگ تھے - اور کایستھون مین بجز لکھنے
پڑھنے کے اور کوئی پیشہ نہ تھا - اور اِس لیے کایستھون کو فارسی زبان سے بہت زیادہ مناسبت
تھی - اُردو زبان جاری ہونے پر ایک عرصہ تک اُردو زبان مین فارسی الفاظ کا مسرفانہ
استعمال کایستھون نے قائم رکھا - آج کایستھون مین جو حالت فارغ البالی ہی وہ اِس لیے
بھی ہی کہ عدالتی زبان سے اُنکو زیادہ مناسبت تھی - اور اگر فارغ البالی مین اب کوئی کمی
آچلی ہی تو صرف اِس لیے کہ انگریزی اور اُردو کی اشاعت سے اُنکے رزق مین اور بھی
حصہ دار ہوگئے ہین اور ناگری حرفون کی ترقی سے اغلب ہی کہ اُن حصہ دارون مین اور بھی
اضافہ ہو -

جس طرح دنیا مین سیکڑون زبانین خود بخود معدوم ہوگئین اور سیکڑون خود بخود قائم ہوگئین

اُسی طرح ہندوستان مین اُردو زبان خودبخود قائم ہوئی۔ مسلمانون نے کوئی مداخلت نہ کی۔ بلکہ مسلمانون کے زوال کے ساتھ اسکی ترقی شروع ہوئی۔ مسلمانون کا اُردو زبان کا سرپرست ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ انگریزون کے عہد مین مرزا نوشہ غالب پہلا وہ شخص ہوا ہے جس نے اُردو مین خط و کتابت کرنا ایجاد کیا اور دوسرون نے اُسکا تتبع کیا۔ جناب میور صاحب لفٹنٹ گورنر نے اُردو کتابون کے لکھنے پر انعام دیے۔ اور مرزا نوشہ کو وقتاً فوقتاً سراہا۔ انگریزی اسکولون کے لیے اُردو زبان کے قاعدے تصنیف ہوے۔ علمی کتابین بھی اُردو مین ترجمہ ہوئین۔ ہم جناب منشی نولکشور صاحب مرحوم کی ذات کو بھی نہین بھول سکتے کہ اُنکی وجہ سے بہت سی اخلاقی اور مذہبی کتابین عربی۔ فارسی اور سنسکرت سے اُردو مین ترجمہ ہوئین۔ پھر کیا تھا لوگون کی توجہ ادھر ہوئی۔ اب دیکھیے سیکڑون اخبار۔ ناول۔ گلدستہ۔ دیوان چھپنے لگے اور اُردو بھی ایک مستند زبان ہو گئی۔ آج وہ کونسا خیال ہے جو اُردو زبان مین ادا نہین ہوسکتا۔ آج اُردو دانون کو اپنی نظم و نثر لکھنے مین وہی دعوی ہے جو اور مہذب ملکون کے فصحا اور بلغا کو ہے ہماری قوم کے لکچرار لاکھون ہزارون آدمیون کے سامنے اظہار مدعا عمدہ سے عمدہ پیرایہ مین کرسکتے ہین۔

دلی اور لکھنؤ کے شعرا

محمد شاہ کے زمانہ مین جب سلطنت تباہ ہونے لگی تو بیکاری کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ تلوار کمر سے کھل گئی اور قلم کے معمولی مشاغل جاتے رہے۔ جو شخص جہان تھا بیکار تھا۔ جو کوئی گھبرا کر دلی چلا آیا وہ وہان کے بیفکرون کی جماعت مین اضافہ کرنے کے سوا اور کچھ نکرسکا وہان ہنسی مذاق گانے بجانے کے سوا اور کوئی شغل کسی کا نہ تھا حتی کہ مذہبی پیرایہ مین بھی اسی شغل کو زائد تر رونق تھی۔ رندون مین ڈوم اور ڈومنون کی عزت تھی۔ اور مذہبی گروہ مین قوالون کی چاہ تھی۔ اُس وقت تک صرف فارسی کے کلام اور بھاشا کے گیت قوالون اور رنڈیون کی زبان پر تھے۔ اسی زمانہ مین شمس ولی اللہ متخلص بہ ولی اپنا دیوان ساتھ لیکر

دکن سے دہلی آیا۔ اس دیوان نے صرف ہندی بھاشاکی بیخ کنی نہین کی بلکہ فارسی کی بھی کساد بازاری کا یہ سبب ہوا۔ اِس نے اُردو کلام مین فارسی کا مزاد کھایا۔ عوام کو اِس کے سمجھنے مین آسانی ہوئی۔ اور اُردو شاعری نے دفعتًا اپنا نقشہ دہلی مین جمالیا۔ ہر شخص اُردو شعر کہنے کی طرف مائل ہوا۔ حتیٰ کہ دہلی کے پادشاہون نے بھی جو نام کے پادشاہ رہ گئے تھے یہی شغل اختیار کیا۔ جب مشاعرون مین بادشاہ کی غزلین پڑھی گئین تو مشاعرہ مین شریک ہونا تمغۂ شرافت ہوگیا۔

محمد شاہ کے وقت سے شاہ عالم بادشاہ کے عہد تک یعنی ۱۱۳۱ھ سے ۱۲۲۱ھ تک (۱۷۱۹ء سے ۱۸۰۶ تک) آرزو۔ فغان۔ مظہر جانجاجان وغیرہ وغیرہ بہت سے نامی شعرا دہلی مین گزرے ہین۔ مگر انکے کلام نے فارسی شاعری کی برابری نہ کی۔ البتہ حاتم کے شاگرد سودا کے کلام کو یہ رتبہ ملا کہ اہل مذاق بھی فارسی کلام کی طرح اُردو زبان مین لطف پانے لگے۔ اور میر نے تو گویا فارسی کی بنیاد ہی ہلادی۔ سودا کے قبل کسی کا کلام اس قابل نہین ہے کہ اہل مذاق کے سامنے پیش کیا جاے۔ لیکن اِس خیال سے کہ ولی نظم اُردو کی نسل کا آدم ہے۔ اُسکی ایک غزل تبرکًا یہان نقل کردی جاتی ہے۔ اسکا دیوان لندن اور پیرس مین بھی چھپا ہے۔

بیوفائی نہ کر خدا سے ڈر — جگ ہنسائی نہ کر خدا سے ڈر
ہے جدائی مین زندگی مشکل — آجدائی نہ کر خدا سے ڈر
آرسی دیکھکر نہ ہو مغرور — خودنمائی نہ کر خدا سے ڈر
اے ولی غیر آستانۂ یار — جبہ سائی نہ کر خدا سے ڈر

اِس غزل مین مین نے اتنا ہی تصرف کیا ہے کہ "خدا سون" کو خدا سے کردیا۔ میر۔ سودا اور انشا کی زبان ولی کی زبان سے کہین اچھی ہے۔ لیکن اسوقت کے بعض الفاظ بھی اب متروک ہوگئے ہین۔ انکا کلام نقل کرنے مین بھی مین نے ایسے تصرفات جائز رکھے ہین۔

مفصلۂ بالا باتین اُردو شاعری کی بنیاد قائم ہونے کا سبب ظاہر کرنے کو کافی ہین۔ لیکن اسکی ترقی کے اسباب کا بیان کسی قدر وضاحت سے لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہی۔ یعنی کہ شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ مین جب سلطنت مرہٹون سکھون۔ انگریزون اور فرانسیسون کے ہاتھ مین آئی تو شرفاے ہند جہان تھے بیکار تھے۔ تلوار ہاتھ سے جاتی رہی۔ نظم مملکت مین انکو کوئی دخل نہ تھا اور نہ انکو دنیا کا کوئی کام تھا۔ تجارت سے کوئی مناسبت نہ تھی کہ اُسمین اوقات گذاری کرتے۔ صرف بے شغلی اور بیکاری رہ گئی اور اُسکے ساتھ کچھ دنون تک فارغ البالی سے بسر کرنے کا ذریعہ بزرگون کے وقت کی دولت اور اثاثہ خانہ رہ گیا تھا۔ ہان ایک چیز اور بھی قائم رہی۔ یعنی قومی اعزاز۔ یہان تک کہ دہلی کا شاہ معزول بھی کئی پشت تک غیرقون کے طفیل مین خود کو شہنشاہ ہند سمجھتا رہا۔ اس اعزاز نے مسلمانون کو دنیاوی ترقی سے اور بھی باز رکھا اور میرے لفظون مین اُنکی بے فکری کا یہ بھی ایک سبب تھا۔

غرضکہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک ایک ہی رنگ کے بھکرے لکھے پڑھے مسلمان ہوشیار طبّاع دفعتاً شحنۂ معزول کی صورت مین آ گئے۔ ہنسی۔ مذاق دل لگی۔ عیش پسندی کے سوا اور کوئی کام اُنکو نہ تھا۔ دفعتہً تمام ترجحان اُنکا اسباب ترقی دماغ جمع کرنے کی طرف ہوا۔ اور اس بیکاری مین جتنے مشاغل اُنکے تھے۔ یا فطرتاً ہو سکتے تھے۔ اُنکی مثال دنیا کی تاریخ مین مشکل سے ملے گی۔ صرف شاعری اُس وقت کی یادگار یا ایک نمونہ باقی رہ گیا ہی۔ شاعری کی یہ کیفیت تھی کہ جسکی طبیعت اِس سے زائد تر مناسب ہوئی۔ وہ اُستاد گنا جاتا تھا۔ سیکڑون ہزارون اُسکے شاگرد ہوتے تھے۔ مکتب سے نکلکر نوجوانون کا یہی مشغلہ تھا۔ نہ گھوڑا دوڑانے کا شوق تھا۔ نہ ہتھیار چلانے کا مشغلہ تھا۔ کھانے پینے یا دیگر اسباب تعیش سے جسے ذرا فرصت ملتی تھی ایک ہاتھ مین قلم اور دوسرے مین کاغذ لیکر سرنگون فکر سخن مین مشغول رہتا تھا۔ ہفتہ وار مشاعرے ہوتے تھے

بڑے بڑے شہرون اور چھوٹے چھوٹے قصبات مین بھی اپنی اپنی ٹکڑیان جدا ہوتی تھین جب اُستاد کسی مشاعرے مین جاتا تو سیکڑون شاگرد پیچھے پیچھے ساتھ ہوتے تھے۔ ہر ایک شاگرد کو یہ خیال رہتا تھا کہ اُسکا اُستاد مشاعرے مین بالا رہے۔ اُستاد کے مُنھ سے ایک مصرع نکلا نہین کہ شاگردون نے واہ واکی صدا بلند کی۔ یہ واہ وا رفتہ رفتہ ایک قومی مذاق ہو گیا۔ اور اُسکے ذریعے سے دل توڑ توڑ کر ایسے مضامین اساتذہ پیدا کرنے لگے کہ بڑے بڑے دور سابق مین بھی یہ صورت ترغیب کی پیدا نہین ہوئی تھی۔ فوجی جنرلون کو اپنے سپاہیون پر وہ حکومت نصیب نہین ہوئی تھی۔ جو ان اساتذہ کو اپنے شاگردون پر نصیب تھی۔ جب باہر سے اساتذہ دہلی کی طرف رجوع ہوے تو دہلی والون نے اُنکا خیر مقدم اس جوش و خروش سے کیا کہ بادشاہون کو بھی رشک آیا۔ دہلی مین اساتذہ پہونچے نہین کہ ہزارون شاگرد اُنکے گرد جمع ہو گئے۔ اس طرح دہلی اُردو شاعری کا مرکز بن گیا۔ خود شاہان دہلی بھی شاگردون کے زمرہ مین داخل ہوے اور شاہی رجحان دیکھکر اور بھی عوام کو رغبت ہوئی اور شعر گوئی نہایت شریف فن اور بہترین مشغلہ سمجھا گیا لیکن رفتہ رفتہ بادشاہون کو بھی اُن اساتذہ کی عام مقبولیت پر رشک آیا اور یہ رشک دہلی کے افلاس کے ساتھ ملکر اُن اساتذہ کے پھر نقل مکان اور لکھنؤ کو ایک دوسرا مرکز شاعری قرار دینے کا سبب ہوا۔ زمانۂ حال مین مرثیہ گوئی نے اُس عام مقبولیت کو ایک دوسرے رنگ مین نمایان کیا ہی اور اب شاعرون کا اعزاز اُنکے شاگردون تک محدود نہین ہی۔ بلکہ اس دائرے کی وسعت نے مرثیہ گو شاعرون کے لیے وہ تحریک زبردست پیش کی جسکا نمونہ سلاطین اسلام کے عہد مین بھی پایا نہین جاتا۔ عام خلقت کی واہ وا کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاقہ مست شاعرون کے کلام صدی دو صدی کے اندر اتنے جمع ہوے کہ گزشتہ صدیون کے تمام بلاد اسلام کے کلام ایک جا کیے جائین تو یہ شاید اُن سے کم نہ ہون گے۔ لیکن زمانہ اپنا اثر سب پر غالب رکھتا ہی۔ رفتہ رفتہ زمانہ نے یہ تعلیم دی کہ دنیا مین کوئی قوم بے فکر نہین رہ سکتی۔ فکر معاش اور فکر سخن دو متضاد باتین یکجا نہین ہو سکتین۔ اب اُمرا سکے جی بہلانے کے لیے شعرا محدود

ہوتے جاتے ہین۔ لیکن اِس تھوڑے سے زمانہ مین اُردو شاعری نے اپنا درجہ کمال حاصل کرلیا۔ میرا خیال یہ ہی کہ امیر و داغ پر اردو شاعری کا خاتمہ ہوگیا۔ وہ اسباب جو اسکی ترقی کے سبب تھے زائل اور معدوم ہوے ہین۔ مگر جو شاعری مرثیہ گوئی کے پیرایہ مین پچھلے زمانہ مین قائم ہوئی اُسکی بابت کوئی پیشینگوئی نہین کی جاسکتی ہی۔

زبان فارسی اور اُسکی شاعری

اُردو اگر سنسکرت کا پسر صلبی ہی تو فارسی کا پسر متبنیٰ ہی۔ بظاہر اُسے فارسی کی خو بو سے زائد تر مناسبت ہی۔ اِس لیے کچھ حال زبان فارسی کا بیان کرنا نامناسب نہوگا۔

تاریخون سے پتہ لگتا ہی کہ قدیم زمانہ مین جن لوگون نے ہندوستان فتح کیا انھین کے بھائی بندون نے ایران بھی فتح کیا۔ فاتحان ایران کی تہذیب اور شائستگی کے زمانہ مین جو زبان مہذب اور باقاعدہ ہوکر ایران مین ملکی زبان قرار پائی اُسے ژند اوستا کہنے لگے۔ سنسکرت اور ژند کا مخرج ایک ہی لیکن تغیرات زمانہ سے سنسکرت اور ژند دو زبانین ہوگئین۔ آج سے ۲۴ برس پہلے یونانیون کی چڑھائی سے ایران مین ژند پر ویسا ہی اثر پڑا جیسا کہ بودھ مذہب کے عروج کا سنسکرت پر پڑا۔ اور چھ سو برس کے بعد ساسانیون نے ایرانیون سے اثر دور کرنے مین وہی کام ایران مین کیا جو شنکر اچارج نے ہندوستان سے بودھ مذہب کا اثر مٹانے مین کیا تھا۔ ژند تو واپس نہ آسکی۔ لیکن ساسانیون کی کوشش سے اسکی جگہ پہلوی قائم ہوگئی اور مسلمانون کی چڑھائی تک تھوڑے سے بہت تغیرات کے ساتھ قائم رہی۔ خلیفہ دوم نے ایران فتح کرکے کاغذات سرکاری ملکی زبان مین رہنے دیے اور ولید کے شروع عہد تک ایسا ہی رہا۔ ولید کے زمانہ مین حجاج گورنر خراسان نے عربی زبان مین دفتر قائم کیا۔ جو محمود غزنوی کے عہد تک قائم رہا۔ خلفاے عباسیہ کے زمانہ عروج مین کل کاغذات سرکاری عربی زبان مین تھے۔ باوجود اسکے کہ خلیفہ دوم کے عہد سے ولید بن عبد الملک کے زمانہ تک ملکی زبان مین کوئی دست اندازی نہین ہوئی تھی۔ لیکن اس زمانہ کے شعراء عربی لٹریچر کی

طرف مائل تھے اور ایران کے اہل کمال بھی عربی ہی مین اشعار کہتے تھے۔ خراسان کے قیام سے مامون رشید زبان فارسی سمجھنے لگا تھا۔ اسکے لیے ابوالعباس مروزی نے کچھ اشعار فارسی مین تصنیف کیے تھے لیکن اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ فارسی اشعار مامون رشید کے زمانہ مین رواج پذیر ہوے۔ ابوالعباس مروزی کا کلام فارسی مین وہی درجہ رکھتا ہی جو خسرو کا کلام اُردو یا ہندی مین رکھتا ہی۔ اسلام کے قبل زبان پہلوی کے بڑے بڑے شاعر موجود تھے لیکن زمانۂ اسلام مین شعرائے زبان عربی کے مقابلہ مین اُنکا کہین پتہ نہ تھا۔

تیسری صدی ہجری مین سلطنت عباسیہ کی کمزوری کے ساتھ ملکی زبان نے زور پکڑا لیکن عربی اور ترکی زبان کے میل نے اسمین بڑا تغیر پیدا کیا اور اب یہ زبان فارسی زبان مشہور ہوئی۔ سلاطین طاہریہ اور صفاریہ نے فارسی شاعری کو اسی طرح زندہ کیا جس طرح بہمنی اور عادل شاہی سلطنتون نے اُردو شاعری کی بنیاد دکن مین ڈالی تھی۔ اسکے بعد سامانیون نے فارسی شاعری کو خاص طور پر رواج دیا۔ نصر بن احمد سامانی کے وقت مین بہت سے فارسی شعرا دربار شاہی مین رسوخ رکھتے تھے۔ انمین رودکی خاص طور پر قابل ذکر ہی۔ اسکو فارسی شاعری کا باوا آدم اسی طرح کہتے ہین جس طرح ولی کو اُردو شاعری کا رواج دینے والا ہندین سمجھتے ہین۔ اسکے بعد جب محمود غزنوی نے ملکی دفتر فارسی زبان مین قائم کیا اور فردوسی سے شاہان ایران کا تذکرہ فارسی نظم مین لکھوایا۔ اُس وقت پورے طور پر فارسی زبان عربی کی قید سے آزاد ہوئی۔ گو اُسکے احسانات سے سبکدوش نہ ہوسکی۔ فارسی شاعری مین اوّل عربی شاعری کا رنگ تھا۔ اشعار جوشیلے ہوتے تھے۔ اور شاعرون کو خودداری کا پاس ہوتا تھا۔ لیکن کفار مغل کے زمانہ مین جو تباہی مسلمانون پر آئی اُسکے اثر سے شعرا کے دل بجھ گئے اور اُسکے بعد شاعرون مین جوشیلے مضامین کی قابلیت نہ رہی اور پھر متاخرین نے انھین کا تتبع کیا۔ اور ایک نئے طرز کی شاعری جاری ہوئی۔ جسکا نمونہ اُردو شاعری مین موجود ہی۔

شاعری کی بھلائیان اور برائیان

ہر قوم اور ہر زمانے مین شاعری کا رواج پایا جاتا ہی۔ ہر سخن مین اثر سحر اسی طرح مخفی رہتا ہی جس طرح ہوا مین برق چھپی رہتی ہی اور جب وہ موزون ہوتا ہی تو اُس کا اثر قوی تر ہوجاتا ہی۔ شاعری نے دنیا مین بڑے بڑے کارہاے نمایان کیے ہین۔ تمام کارنامون کا بیان کرنا یہان مقصود نہین ہی۔ اُسکے لیے ایک جدا کتاب درکار ہی۔ صرف چند واقعات کے تذکرے سے ناظرین پر یہ ظاہر کیا جاتا ہی کہ شاعری جس حالت سے سردست ہندستان مین ہی اِس سے کہین بلند تر مقام اُسکا پہلے تھا۔

یورپ کے پولٹیکل معاملات مین بھی شاعری نے مداخلت کی ہی۔ مثلاً زمانۂ قدیم مین یونانیون نے جزیرہ سیلمس کے لیے مگارا کے مقابلہ مین اتنی شکستین کھائین کہ دل چھوٹ گیا اور آیندہ محرک جنگ کے لیے قتل سزا تجویز کی۔ اُس وقت یونان کے مشہور مقنن شاعر سولن نے تحریک جنگ پیش کرنے کے لیے خود کو دیوانہ مشہور کیا۔ اور ایک روز پُرانے کپڑے پہن کر گلے مین رسی ڈال کر اور اوپر سے ایک بوسیدہ چادر اوڑھ کر اِس طرح گھر سے برآمد ہوا کہ بہت سے لوگ براہ ہمدردی جمع ہوگئے۔ جب اُس نے مجمع کثیر اپنے گرد دیکھا تو ایک نظم جو اُسی موقع کے لیے اُسنے کہی تھی نہایت پر درد لہجہ مین پڑھی۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ اس وقت تمام دنیا کے علم اور حکمت سے سراسیمہ پُر ہی۔ لیکن پیشانی پر یہ لکھا ہوا ہی کہ سیلمس کی لڑائی سے بھاگنے والا اور اتھینز کا رہنے والا سولن یہی ہے۔ اِس نظم نے اس درجہ جوش پیدا کیا کہ تمام لوگ چلا اُٹھے کہ ہم قوم کی پیشانی کا داغ دور کرین گے۔ اور پھر فوراً ماہی گیرون کی کشتیون پر سوار ہوے۔ اور سیلمس پہونچکر ایسی زبردست لڑائی لڑے کہ ہمیشہ کے لیے سیلمس یونان کے زیر حکومت ہوگیا۔

اُنیسوین صدی عیسوی مین لارڈ بائرن کی ایک نظم نے فرانس۔ انگلستان۔ اٹلی۔ آسٹریا اور روس کو اس درجہ یونان کا ہمدرد اور ترکون کا مخالف بنادیا۔ کہ ۱۸۲۷ء مین یورپ کی متفقہ قوت سے ترک شکست پاکر یونان کے آزاد کرنے پر مجبور ہوے۔

عرب کے زمانۂ جاہلیت مین فن حرب سے واقف ہونے کی طرح شاعر ہونا بھی لوازم سرداری مین داخل تھا۔ چنانچہ کفار عرب پیغمبر خدا کو اُنکی کامیابیان دیکھکر شاعر کہتے تھے اور قرآن شریف کی نسبت یہ خیال کرتے تھے کہ آنحضرت کی کامیابی اسی نظم کی بدولت ہی مسلمانون کی ابتدائی لڑائیان کتب سیر مین دیکھی جائین تو مسلمانون اور کافرون دونون کی جانب عورتون کا گلا بانسری اور اُنکا دف جنگی باجون کا کام دیتا تھا اور شعار جو عورتین جوش دلانے کے لیے پڑھتی تھین یا مرد میدان خود رجز خوانی کرتی تھی۔ اُس سے بعینہ وہی غرض حاصل ہوتی تھی جو اسوقت یورپ کی فوجون مین الکوہل پلانے سے حاصل ہوتی ہی۔ یہ اشعار دوران خون تیز کرنے اور دل مین جوش پیدا کرنے مین برانڈی سے بڑھکر با اثر تھے۔ اسلام پھیلنے پر بھی عرب کے شعرا عموماً فنون رزم سے واقف ہوتے تھے متنبی کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مصر۔ شام۔ اور عراق کے تمام امرا کے پاس تلاش روزگار مین یہ چکر لگاتا رہا لیکن صورت ملازمت پیدا نہ ہوئی۔ اُمرا بڑی قدر و منزلت سے آؤبھگت کرتے تھے لیکن دے دلاکر بہت جلد رخصت کر دیتے تھے۔ ٹھہرنے نہ دیتے تھے کہ مبادا اسکے مقابلے مین امیر کا رنگ پھیکا پڑجا پہلے شعرا دلیر ہوتے تھے۔ خودداری کا شوق رکھتے تھے۔ امیرون کی بیجا تعریف سے احتراز کرتے تھے مسلمانون مین شاعرون کی بیقدری چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوئی جب اُنھون نے دربارشاہی مین رسوخ حاصل کرنے کے لیے شعرگوئی اختیار کی اور پھر رفتہ رفتہ شاعرون کی حالت جس حدتک پہونچی ہی ظاہر ہی۔

اسلامی نظر سے شاعری دیکھی جاے۔ تو سب کے پہلے آیہ قرآنی والشعراء یتبعھم الغاون (گمراہ لوگ شعرا کی تبعیت کرتے ہین۔) پر نظر پڑے گی۔ زمانۂ جاہلیت مین شاعری کی بدولت ہجوگوئی اور ہجوگوئی کے ذریعے سے نفاق قومی قائم تھا۔ تعشق کے ناجائز خیالات کو بھی اِس سے ترقی تھی پیغمبر خدا نے اُن بُرائیون کی وجہ سے یا اس خیال سے کہ قوم کو ایک دوسری راہ پر لیجانا تھا۔ شاعری کی کبھی طرفداری نہ کی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی وہ قصیدہ جو حسان بن

ثابت نے پیغمبر خدا کی تعریف اور اسلام کی خوبیون کے بابت لکھا تھا۔ اس خیال سے کہ اشاعت اسلام مین وہ معین تھا پسند کیا ہا اور ایک قول بھی آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہی۔ "ان من الشعر لحکمتہ وان من البیان لسحرا" (بعض شعر حکمت ہی اور بعض بیان جادو ہی) حضرت عمر فاروق رض کو مذاق شاعری صحیح تھا۔ گو اُنھون نے شاعرون کی بہت عزت نہ کی ما حصل یہ ہوا کہ شاعری مین عموماً لغویات ہوتے ہین لیکن اگر عمدہ باتین اُسمین بیان کیجائین تو عیب نہین ہنر ہی۔

بلاد اسلام مین عرصہ تک شاعری اور مردانگی کا ساتھ رہا۔ لیکن قومی زوال کے ساتھ شاعری کی بُرائیان بڑھتی گئین اور دنیاوی کام سے شاعری انسان کو باز رکھنے لگی اس لیے دنیا کے بڑے بڑے کام کرنے والے باوجود مذاق شاعری رکھنے کے لوگون کو شعر گوئی سے نفرت دلانے لگے۔ اور ہندوستان مین اُنیسوین صدی عیسوی خصوصیت کے ساتھ اُن بُرائیون کی یادگار رہی جو شاعری سے پیدا ہوسکتی ہین۔ آخر آخر محض بیکارون کا مشغلہ شاعری تھا۔ مجھے اپنی طالب علمی کا زمانہ یاد ہی۔ کہ جتنے ذہین اور طباع لڑکے علی گڈھ مین دہلی۔ مرادآباد۔ اور آگرہ سے آتے تھے وہ سب شعر کہتے تھے۔ شعر موزون کرنے سے اُنھین فرصت نہین ملتی تھی کہ ریاضی کے سوالات حل کرین۔ شاعری کی بدولت وہ اُردو نثر تو بہت صحیح لکھتے تھے۔ اور اس طرح لٹریچر کا مذاق عام اُنھین انگریزی لٹریچر مین بھی بُرا نہین رکھتا تھا لیکن علم ریاضی کی کمی اکثر امتحان کے بعد اُنھین مفتون مایوس رکھتی تھی۔ ممالک متحدہ جو علم و فن مین تمام ہندوستان پر فائق۔ اخیر اخیر اس شعر گوئی کی بدولت علم مغربی سے محروم رہا اور اہل ملک کے سامنے اُسے نیچا دیکھنا پڑا۔ شروع شروع انگریزی سے مسلمانون کا تنفر بھی کچھ سد راہ تھا۔ لیکن بہت بڑا مرض شاعری اور شاعرون کی صحبت تھی جو سِن رشد کے بعد ذہین اور طباع لڑکون کو وارستہ مزاجی کی طرف مائل کردیتی تھی اور اسکے ساتھ ہی استغنا کا سبق دیتی تھی۔ اور اس طرح دنیا کے جولان گاہ مین وہ پیچھے رہتے تھے۔

شاعری کے عیب و صواب جانچنے کے لیے محض زمانۂ موجودہ پر غور کرنا مناسب نہین ہے۔ گزشتہ زمانہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔ یہ شریف فن ہر زمانہ مین شریف رہا ہے۔ ابتدائے اسلام مین بیشک شعرا کی قدردانی جیسا کہ چاہیے نہین ہوئی۔ خالد ابن ولید کا واقعہ مشہور ہے کہ اُن کے معاتب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایک شاعر کو اُنھون نے حیثیت سے زیادہ انعام دیا تھا۔ اُسوقت مقتضائے حکمت یہی تھا۔ تمام عرب شاعر تھے اور اُن کی دلبستگی سب سے زیادہ شعرگوئی مین تھی۔ اُنکو ایک دوسرے کلام کی طرف رجوع کرنیوالے اصحاب اگر شعرگوئی سے اُنکے دل نہ پھیرتے تو وہ اہم امور جو اُس زمانہ مین پیش نظر تھے اور جنکی نظیر دنیا مین اُسکے قبل یا اُسکے بعد نہین ملتی۔ انجام نہ پاتے۔ اسلامی سلطنت کے مستحکم ہونے اور اسلامی تہذیب کے پھیلنے کے بعد کوئی ایسا دور نہین آیا جس مین شعرا باعزت نہ ہون اور شعرگوئی ایک شریف فن نہ سمجھا گیا ہو۔ کسی دور کا کوئی حکمران یا کوئی امیر اس شریف فن سے بے بہرہ نہ تھا۔ بادشاہون کے دربار مین ندیمون کا ایک خاص جلسہ ہوتا تھا جسمین شعرائے نامی صدرنشین ہوتے تھے۔ اس فن کے جاننے والے دنیاوی ترقی مین کسی کی سفارش کے محتاج نہ تھے۔ بنوامیہ اور بنوعباس اور اُنکے بعد بھی جتنے خاندان عجم یا عرب کے حکمران ہوئے۔ سب نے شاعرون کی قدر کی۔ شاعرون کے ذریعہ سے اخلاق حسنہ ملک مین پھیلے۔ مذہبی کتابون کے بعد کلام شعرا موعظت حسنہ تعلیم کرتے رہے۔

اسلام کے ساتھ کوئی خصوصیت نہین ہے۔ اور اقالیم مین بھی شعرا نے بڑی بڑی قومی خدمتین کی ہین انگلستان مین شکسپیر کا کلام بائبل کے بعد اپنا درجہ رکھتا ہے۔ مسلمانون مین قرآن اور حدیث کے بعد بہت سے شاعرون کے کلام کا درجہ ہے۔ فردوسی نے تمام ایران کے بڑے بڑے لوگون کے نام اس طرح روشن کردیے کہ کسی تاریخی کتاب نے دنیا کی کسی گزشتہ قوم کے ساتھ یہ سلوک نہین کیا۔ ہندوستان مین سنسکرت اور بھاشا کے شعرا نے عوام پر جس قدر اچھے اثر ڈالے وہ یہان کی مذہبی کتابون سے بھی نہ پڑسکے۔

شاہ عالم کے زمانہ سے شعرا مفلس ہونے لگے۔ اور اسی لیے فن شاعری منحوس مشہور ہوگیا۔ یہ نحوست شاعری کی بدولت نہ تھی پچھلی غفلتون اور بدکاریون کا نتیجہ تھی۔ پھر بھی حالت افلاس کو وہ شعرا جس خوبصورتی سے نباہتے تھے وہ محض شعر گوئی کی برکت تھی۔ دہلی کے برائے نام بادشاہون یا اودھ کے کم اختیار بادشاہون کی مصاحبت سے شاعری ذلیل نہین ہوسکتی۔ اِن بادشاہون کے دربار کی عزت حرمت۔ شایستگی انھین شاعرون کی بدولت تھی۔ جو وقت اُنکا شاعرون کی صحبت مین گزرتا تھا وہ اُن وقتون سے کہین اچھا ہوتا تھا جو وہ دیگر مزخرفات مین صرف کرتے تھے۔ بیشک اُس زمانے کے تمام شعرا قابل تحسین نہین ہین۔ لیکن قوم کی حالت انقلاب زمانہ نے جس حد تک پہونچا دی تھی۔ اُسپر لحاظ کیا جائے تو شاعرون کی حالت بہت غنیمت تھی۔ شاعری خاندان مغلیہ کے عروج کے زمانہ مین بھی تھی۔ لیکن اُس وقت زمانہ موافق تھا تو اُسکی حالت بھی اچھی تھی۔ واجد علی شاہ اور محمد شاہ کے دربار مین اُتنے شاعر نہ تھے۔ جتنے اکبر اور جہانگیر کے زمانہ مین تھے۔ اکبر اُمّی محض تھا۔ لیکن کبھی کبھی شاعرون کے کلام پر تنقید کرتا تھا۔ جہانگیر شعرا کے ایک ایک لفظ پر ایسی غامض نظر ڈالتا تھا کہ شعرا اُسے اُستاد سمجھتے تھے جس وقت امور ملکی سے بادشاہان سلف کے دماغ تھک جاتے تھے تو بزم شعرا اُنکے دماغ کے لیے مفرحات جالینوسی کا کام دیتی تھی۔

محمود جس کا زمانہ زائد تر لوٹ مار کے لیے مشہور ہے۔ اُسکا دربار بھی شاعرون سے خالی نہین تھا۔ بلکہ اُسی کے عہد مین فارسی شاعری کی نشو و نما ہوئی ہے۔ اور اُسکے عہد کے شعرا سے اگر برابری کر سکتے ہین۔ تو دربار اکبری و جہانگیری یا شاہان صفویہ کے شعرا۔

خلاصہ یہ کہ ہر قرن مین جذبات انسانی پر شاعری کی حکومت رہی ہے۔ واجد علی شاہ اور اُسکے ماقبل اور مابعد زمانہ کی شاعری بدنام ہے۔ لیکن اُس زمانہ مین بھی شرفا نے شاعری سے امتیاز قائم رکھا۔ جو شاعر نہ تھے وہ کمینون مین ملکر نعمۂ شرافت کھو بیٹھے۔ متاخرین مین

... اور انہین کی شاعری نے گو اُسمین کتنا ہی مبالغہ تھا۔قومی حالت سنبھالنے مین وہ کام
اُسوقت کے ... ون سے ممکن نہ تھا۔

معذرت

سب جانتے ہین کہ مین شاعر نہین ہون محض کلام موزون کرلینا شاعری نہین ہی
میرے قلم سے کبھی ایک مصرعہ بھی ایسا نہ نکلا۔کہ قلم سے نکلتا اور زبانون پر روان ہوجاتا۔
لیکن اسکے ساتھ ہی مذاق سخن رکھتا ہون۔ اسی نے تمام عمر مجھ سے اچھے اشعار پر نشانات
بنوائے اور اسی نے مجھ سے یہ کتاب لکھوائی۔ اگر میرے انتخاب مین کوئی لغزش ہو تو
شعرا سے امید ہی کہ چشم پوشی کرینگے۔ مین نے اشعار منتخب کرنے مین ہر مذاق کا خیال
رکھا ہی۔گو نشترون پر نمبر لگاتے وقت صرف اپنا ہی مذاق مدنظر رکھا ہی۔

اختلاف مذاق ایک ایسی چیز ہی کہ اس سے کوئی ہدف ملامت نہین ہوسکتا مثلاً
کلیات غالب فارسی مین ایک بہترین رباعی میری نظر سے گذری۔لیکن اسکا مطلب
صحیح اگر وہ ہی جو مولف یادگار غالب نے لکھا ہی تو وہ بدترین رباعی ٹھہرتی ہی۔یادگار
غالب مین جو معنی درج ہین غلط نہین ہین۔ لیکن اختلاف مذاق نے دو معنی پیدا
کردیے۔ ناظرین اول وہ معنی پڑھین جو یادگار غالب مین درج ہین۔ اسکے بعد میرے
مطالب پر غور کرین۔ اور پھر اختلاف مذاق کا فرق دیکھین۔

غالب نے ایک گدائے مے کی تصویر بیان مین کھینچی ہی۔گدائے مے وہی ہوگا جسنے
ابتدائے عمر عیش مین گذاری ہے۔ جب وہ در میکدہ پر جائیگا تو پیر خرابات اُسے دور
ہی سے رخصت کرنا چاہیگا۔گدائے میخانہ طالب زر نہین ہی۔اُسے ٹالنے کے لیے
ساقی دُرد تہ جام لیکر جائیگا اور کہیگا "اوک لگاؤ مین ڈھالتا ہون" گدا اس خیال
مین ہی کہ وہ انگلیان باہم چپکا کر تکلف کے ساتھ ہونٹھ تک لائے۔ اور آہستہ آہستہ
آب انگور حلق کے نیچے اُتارے۔ساقی کو اس قدر اعتنا اور فرصت کہان؟ گدا ہونٹھ تک

ہاتھ لایا - اُنگلی سے اُنگلی ملنے نہ پائی تھی کہ ساقی نے ایکدم سے سب کی سب ڈھالدی
شراب مُنھ مین نہین گئی - اُنگلیون کے جوف سے گدڑی (خرقہ) پر گر پڑی - گدا کا حلق تر
نہ ہوا - اور اُسکی رسوائی کے سامان جمع ہوگئے - گدا اپنی اُنگلیون کو الزام نہ دیگا - ساقی
ہی پر تمام الزام رکھ کر کہے گا "پیالے مین لائے تھے یا غربال (چلنی) مین؟" رباعی یہ ہی

آنرا کہ ز دست بے زری پامال است　　رسوائی نیز لازمِ احوال است
من تشنہ لبم و خرقہ آلودہ بہ مے　　ساقی نگرست پیالہ از غربال است

اِس رباعی مین نہ کوئی استعارہ ہی اور نہ کوئی تشبیہ ہی محض واقعات کی مصوری ہی -
بہت سے نامی اساتذہ کا کلام اس کتاب مین نہین ہی - کوئی یہ خیال نہ کرے - کہ
مجھے اُن سے عقیدت نہین ہی - جتنے شاعرون کے کلام پر پہلے میری نظر پڑ چکی تھی - انھین
کا یہ انتخاب ہی - اس کتاب کے لیے مین نے جدید محنت گوارا نہین کی -

محمد احسان اللہ عباسی

گورکھپور　　۱۲ - دسمبر ۱۹۱۰ء

انتخاب

از

کلیاتِ آتش

دیوان اوّل و دوم

و ۳۹ نشتر

آتش

حیدر علی نام - اور آتش تخلص - باپ کا نام خواجہ علی بخش - دہلی وطن - کچھ عرصے تک فیض آباد مین بھی قیام رہا - پھر وہان سے یہ لکھنؤ آئے اور یہین رہ گئے - ۱۲۶۳ھ مین انتقال کیا -

اِنھون نے مسندِ فقیری چھوڑ کر شاعری مین قدم رکھا تھا اسلیے خیالاتِ فقر دماغ مین تھے - یہ رند مشرب - آزاد - بے تکلف اور منکسر المزاج تھے - عوام مین انکی بڑی قدر تھی اور انکے شاگردون کی تعداد بھی زائد تھی -

دربار لکھنؤ سے اسّی روپیہ مہینہ انکو ملتا تھا - مگر خرچ کو کافی نہین ہوتا تھا شاگرد مدد کرتے تھے پھر بھی عسرت سے بسر ہوتی تھی -

شیخ امام بخش ناسخ انکے ہمعصر تھے - انکا سا علم اِنکے پاس نہ تھا اور نہ انکی سی تمکنت اِنکے مزاج مین تھی - انکے کلام مین بول چال کا مزہ زیادہ تھا اور اخلاق انکا بہت بڑھا ہوا تھا - اسیلیے یہ کہا جاتا ہے کہ باوجود اپنے علم و فضل کے انکو ناسخ دبا نہ سکے -

غزلیات وابیات

غبارِ راہ ہو کر چشمِ مردم میں محل پایا — نہالِ خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا
گھڑی بھر رُک کے کوئے یار میں یوں تنگ دل کھویا — کہ کپڑا جیسے مفلس نے کھڑے گھاٹ آ کے کل پایا
غمِ فرقت سے عمرِ رفتہ گزری بیقراری میں — تری امداد سے آرام ہم نے اے اجل پایا
شکستہ دل نہ ہو انساں، عوض ہر شے کا ملتا ہے — ہوا فرزند گر تو داغِ دل، نعم البدل پایا
ہمیشہ جوشِ گریہ سے رہا پانی میں اے آتش! — کبھی تازہ نہ لیکن اپنے اس دل کا کنول پایا

دل چھوٹ کے جان سے گور کی منزل میں رہ گیا — کیسا رفیق ساتھ سے مشکل میں رہ گیا
آئے بھی لوگ، بیٹھے بھی، اُٹھ بھی کھڑے ہوئے — میں جا ہی ڈھونڈھتا تری محفل میں رہ گیا
آتش کو دستِ تیغ سے ممکن ہوا نہ زخم — بیچارہ مر کے حسرتِ قاتل میں رہ گیا

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا؟ — کہتی ہے تجھکو خلقِ خدا غائبانہ کیا؟
زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف — قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا؟
چاروں طرف سے صورتِ جاناں ہو جلوہ گر — دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا؟
طبل و علم ہے پاس نہ اپنے نہ ملک و مال — ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا؟
آتی ہے کس طرح سے مرے قبضِ موت کو — دیکھوں تو موت ڈھونڈھ رہی ہے بہانہ کیا؟
یوں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے — آتش غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا؟

جگر کو داغ میں مانندِ لالہ کیا کرتا؟ — لبالب اپنے لہو کا پیالہ کیا کرتا؟
ملا نہ سرو کو کچھ اپنی راستی سے پھل — کلاہ کج جو نہ کرتا تو لالہ کیا کرتا؟
کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا — کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا؟
مہِ دو ہفتہ بھی ہوتا تو لطف تھا آتش — اکیلے پی کے شرابِ دو سالہ کیا کرتا؟

دم نکلتا ہی نہیں اے حسرتِ دیدارِ یار — کاش، عزرائیل ہی تیری سی صورت مانگتا

یار کے دل مین کدورت آئی ہی ملتی تو مین
دو گھڑی دل کھول کر ملنے کی فرصت مانگتا

کام کرتی رہی وہ چشم فسون ساز اپنا
لب جان بخش دکھایا کیے اعجاز اپنا

روٹھ کر ملنے جو جاتا ہون، تو کہتا ہی وہ شوخ
کل خفا تم تھے، مزاج آج ہی ناساز اپنا

خبر اوّل و آخر نہین مطلق ہمکو
نہ تو انجام ہی معلوم نہ آغاز اپنا

ادب تا چند، اے دست ہوس قاتل کے دامن کا
سنبھل سکتا نہین اب دوش سے بوجھ اپنی گردن کا

غضب ہی جان کو پہلو مین رہنا دل سے دشمن کا
محل خوف ہی ہمسایہ قصاب و برہمن کا

جو سویا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیان رکھکر
ہمارے اُسکے پردہ رہگیا دیوار آہن کا

اندھیری مین جو ڈر کر مجھسے وہ خورشید رو لپٹا
شب تاریک مین ہاتھ آیا مضمون روز روشن کا

کیا اک آن مین تیغ قضا نے صاف دو ٹکڑے
گمان ہی رہگیا دشمن کو آتش اپنے جوشن کا

حشر کو بھی دیکھنے کا اُسکے ارمان رہ گیا
دن ہوا پر آفتاب آنکھون سے پنہان رہ گیا

دوستی نبھتی نہین ہرگز فرومایہ کے ساتھ
روح جنت کو گئی جسم گلی یان رہ گیا

چال ہی مجھ ناتوان کی مرغ بسمل کی تڑپ
ہر قدم پر ہی یقین، یان رہ گیا، وان رہ گیا

کر کے آرایش جو دیکھی اُس صنم نے اپنی شکل
بند آنکھین ہو گئین، آئینہ حیران رہ گیا

کھینچ کر تلوار قاتل نے کیا مجھکو نہ قتل
شکر ہی گردن تک آتے آتے احسان رہ گیا

شام ہجران صبح بھی کر کے نہ دیکھا روز وصل
سانپ کو کچلا پر آتش، گنج پنہان رہ گیا

رتبہ پہنچا ہی خموشی سے یہ مجھ دلگیر کا
جو کوئی دیکھے، اُسے شک ہوگا تصویر کا

زندۂ جاوید ہین قربانیان تیغ عشق
سر کا کٹنا جانتے ہین پھوٹنا نکسیر کا

برہنہ آیا تھا یان عدم سے، برہنہ یان سے چلا عدم کو
نہ بوے کافور مین نے سونگھی، نہ داغ مجھکو لگا کفن کا

خراب ہٹی نہو کسی کی، نہ کوئی مردود دوستان ہو
جدا ہوا خاک سے جو پتّا، غبار خاطر ہوا چمن کا

کرم کیا جو صنم نے، ستم زیاد کیا
شب فراق مین مین نے خدا کو یاد کیا

کہون جو حالت دل یار سے تو کہتا ہی
جو کچھ کہ تو نے کہا مین نے اعتماد کیا

یہی کہونگا خدا سے مین روزِ محشر کو — فراقِ یار نے ناشاد و نامراد کیا
گردن مین شکرِ الٰہی کہان تلک آتش — درون صاف دیا پاک اعتقاد کیا

اگرچہ پاسِ محبت سے ترک شیون تھا — برنگِ شمع خموشی مین حال روشن تھا
جسے مین نیک سمجھتا تھا مجھ سے بدظن تھا — یقین خضر تھا جسپر مجھے وہ رہزن تھا
یقینِ مرگ جو عشقِ بتان مین تھا آتش — ہر اک صنم مری آنکھون مین سنگِ مدفن تھا

۴ تن سے بارِ سرِ آمادۂ سودا اُترا — شکر ہے خنجرِ قاتل کا تقاضا اُترا
درد سر مین جو ہوا وان، تو بدن یان ٹوٹا — تپ چڑھی مجکو اگر یار کا چہرا اُترا
شاخِ گل کو کبھی نہ آتش نے چھوا اٹھا سہر — خون تری آنکھون مین اے بلبلِ شیدا اُترا

فریبِ حسن سے گبر و مسلمان کا چلن بگڑا — خدا کی یاد بھولا شیخ، بُت سے برہمن بگڑا
امانت کی طرح رکھا زمین نے روزِ محشر تک — نہ اک مُو کم ہوا اپنا نہ اک تارِ کفن بگڑا
۵ لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب — زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا
بناوٹ کیفِ مے سے کھل گئی اس شوخ کی آتش — لگا کر منہ سے پیمانے کو وہ پیمان شکن بگڑا

نہ چھوٹے گا چھڑا کر اسکو اے قاتل نہ بن لڑکا — وفادارون کے خون کا داغ کیا دھبا ہے کیچڑ کا
۶ زوالِ حسن ہے عاشق کنارہ کرتے جاتے ہین — بہارِ باغ ہوتی ہے خزان موسم ہے پت جھڑ کا
روا رکھ کلفتِ ایام مین بھی قدر نیکون کی — پھٹے کپڑون مین بھی انکو سمجھ لے لعل گودڑ کا
سمجھ لیتے ہین مطلب اپنے اپنے طور پر سامع — اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا

اُن انکھڑیون مین اگر نشۂ شراب آیا — سلام جھک کے کرونگا، جو پھر حجاب آیا
۷ عدم مین ہستی سے جا کر یہی کہون گا مین — ہزارون حسرتِ زندہ کو گاڑ داب آیا
محبتِ مو و معشوق ترک کر آتش — سفید بال ہوئے، موسمِ خضاب آیا

کوچۂ یار مین کس روز مین نالان نہ گیا؟ — بلبل مست سے سودا سے گلستان نہ گیا
واہ رے لوہے کبھی سان کے اوپر چڑھنے — تیغِ ابرو نہ گئی خنجرِ مژگان نہ گیا

پھوٹ کر آبلون نے خشک زبانیں تر کین　　تم سے شرمندہ ہین اسے خار مغیلان نہ گیا
عاشق اُس غیرت بلقیس کا ہون ای آتش　　بام تک جسکے کبھی مرغ سلیمان نہ گیا

عذاب گور سے واعظ نہایت ہی ڈراتا ہی　　ہمارے ساتھہ پیوند زمین کیا آسمان ہوگا؟
ہوائے دہر اگر انصاف پر آئے تو سن لینا　　گل و بلبل چمن مین ہونگے باہر باغبان ہوگا
فرو غصہ کیا جس نے پچھاڑا دیو کو اُس نے　　اُسے رستم کہین گے ہم جو ایسا پہلوان ہوگا
نہین اسرار سے آتش یہ پتلا خاک کا خالی　　یہی وہ گرد ہی جس سے سوار آخر عیان ہوگا

کمر یار سے کھنچ کر ہوئی تلوار جدا　　بے گنا ہون سے کھڑے ہو وین گنہگار جدا
یہی رونا ہی جو ان خانہ خراب آنکھون کا　　بام سے در ہی جدا در سے ہی دیوار جدا
زندے کو قتل کیا مُردے کو زندہ آتش　　فتنۂ محشر سے ہی یار کی رفتار جدا

خدا سرِ دے تو سودا دے تری زلف پریشان کا　　جو آنکھین دے تو نظارہ ہوا ایسے مغیلستان کا
دل صد پارہ کو سودا ہی اک گیسوے پیچان کا　　نگہبان انکی مشکین ہی اس گنج شہیدان کا
بہار آئی ہی سائل ساغر مے کا ہو ساقی سے　　چمن سرسبز ہین آتش کرم ہی ابر باران کا

بلبل کو سازوار ہی موسم بہار کا　　عہد شباب مجھکو مبارک ہو یار کا
گیسو نے قرب آئینۂ روے یار سے　　ڈانڈا ملا دیا ہی حلب سے تتار کا
آتش نہ پوچھ ہجر مین اک نونہال کے　　سوز درون سے حال ہی کہنہ چنار کا

گیا ہون بعد مدت کے جو مین دیوانہ صحرا مین　　پڑی ہی آبلون کی آنکھہ نوک خار پر کیا کیا
شب فرقت مین اُس کان ملاحت کے تصور نے　　نمک چھڑکا ہی زخم دیدۂ بیدار پر کیا کیا
مٹانے یادگارون کو ترے خنجر کی آیا تھا　　مرے زخمون نے تھو کا مرہم زنگار پر کیا کیا
ہوا جو گوش زد افسانہ حسن یار کا آتش　　ہماری رال ٹپکی شربت دیدار پر کیا کیا

ناز و ادا کو ترک مرے یار نے کیا　　غمزہ نیا یہ ترک ستمگار نے کیا
ہکلا کے مجھ سے بات جو اُس لربا نے کی　　کس حسن سے ادا اُسے تکرار نے کیا

دیوانِ حسنِ یار کی آتش جو سیر کی
دیوانہ بیتِ ابروے خمدار نے کیا

ہشیار ہی رنج دیتی ہی قیدِ فرنگ کا
دیوانگی نشانہ بناتی ہی سنگ کا

غیرت کا کوے عشق وجنون مین گزر نہین
ہوتا ہی تنگ حوصلہ یان عار ننگ کا

صوفی ہین، دورِ جام ہی، جوشِ بہار ہی
خرقے ہین اور داغ مے لالہ رنگ کا

زورِ کمان ہی ابروے خمدار یار مین
موے مژہ مین توڑ ہی تیرِ خدنگ کا

اس گنبدِ سپہر کو مین کیا کرون گا یاد
آتش ہمیشہ رنج رہا گور تنگ کا

باغ مین، مین بلبلون کو جو اڑا کر رہ گیا
خندہ زن گل ہوکے غنچہ مسکرا کر رہ گیا

ٹوٹ چکے تھے دستِ گستاخ اس کمر کے درمیان
شوقِ وصلِ یار دل کو گدگدا کر رہ گیا

شہرِ خوبان مین رہا کرتا ہون مین خانہ بدوش
شب ہوئی جس کوچے مین بستر لگا کر رہ گیا

شمع سان اظہار کا یارا نہ آتش کو ہوا
سرگذشت اپنی زبان تک اپنی لا کر رہ گیا

سنبل مین تری زلف کا عالم نہین ہوتا
یہ پیچ نہین ہوتے ہین، یہ خم نہین ہوتا

اک جام مین کھلتا ہی طلسمات جہان کا
مستی مین کسے مرتبۂ جم نہین ہوتا؟

تا چند، بہار آتی نہین، دیکھیے آتش
کب تک شرفِ نیرِ اعظم نہین ہوتا

طریقِ عشق مین مارا پڑا جو دل بھٹکا
یہی وہ راہ ہی جسمین ہی جان کا کھٹکا

نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو
ہمیشہ خواب ہی دیکھا کیے چھپر کھٹ کا

شبِ فراق مین اس غیرتِ مسیح بغیر
اٹھا اٹھا کے مجھے دردِ دل نے دے ٹپکا

پری سے چہرہ کو اپنے وہ نازنین دکھلاے
حجاب دور ہو ٹوٹے طلسم گھونگھٹ کا

شراب پینے کا کیا ذکر، یاربے تیرے
پیا جو پانی بھی ہم نے تو حلق مین اٹکا

چمن کی سیر مین سنبل سے پہلوانی کی
چڑھا کے پیچ پہ ان گیسوون نے دے پٹکا

کبھی تو ہوگا ہمارے بھی یار پہلو مین
کبھی تو قصد کرے گا زمانہ کروٹ کا

بس اپنی مستی کو گردش ہی چشمِ ساقی کی
ہمارا پیٹ نہین ہی شراب کا مٹکا

نہ پھول بیٹھ کے بالائے سرو اے قمری — چڑھے جو بانس کے اوپر یہ کام ہے نٹ کا
عجب نہیں ہے جو سودا ہو شعر گوئی سے — خراب کرتا ہے آتش زبان کا چسکا

رعد کا شور ہو، موروں کی صدا سے پیدا — جھومتا ابر بہاری ہو، ہوا سے پیدا
اے جنون! خار ہون صحرا کی ہوا سے پیدا — آبلے ہوتے ہین اپنے کف پا سے پیدا
نہ تو بھوکے ہوئے تھے ہم نہ پیاسے پیدا — ہو گئے روگ یہ دنیا کی ہوا سے پیدا
چاہیے اشک بھی ہون نالے کے پیچھے پیچھے — آمد قافلہ ہے بانگ درا سے پیدا
غور ہو موسم سرما ہے قریب اے آتش — کیجیے ربط کسی مہر لقا سے پیدا

بیمار عشق رنج و محن سے نکل گیا — بیچارہ منہ چھپا کے کفن سے نکل گیا

لحد تیرہ مین مجھ پہ جو لگا ہونے عذاب — پھر گیا آنکھوں مین عالم شب تنہائی کا

ہنر سے نیاریوں کے حال یہ ظاہر ہوا ہمکو — مقدر مین جو دولت ہو تو ہو زر خاک سے پیدا

آہ و نالہ سے سوا چرچا خموشی کا ہوا — پاس رسوائی نے ہم کو اور رسوا کر دیا

مین جو روتا ہون مرے زخم جگر ہنستے ہین — شادی و غم سے کیا ہے مجھے توام پیدا

دوستون سے اسقدر صدمے ہوئے ہین جان پر — دل سے دشمن کی عداوت کا گلہ جاتا رہا

بڑا شور سنتے تھے پہلو مین دل کا ۹ — جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

آتش، نہ پوچھ حال تو مجھ دردمند کا — سینے مین داغ، داغ مین ناسور پڑ گیا

تختۂ میت فراق یار مین معراج ہے — جی آتا جاتا ہون موت کے پیغام کا

خوشی ہوتے ہین ناداں پہنکر کمخواب کا جوڑا ۱۰ — کفن ہے عاقبت، اس عالم اسباب کا جوڑا

آنکھین عاشق کو نہ تو اے گل رعنا دکھلا — پتلیون کا کسی ناداں کو تماشا دکھلا

نزع مین یار نے صورت نہ دکھائی مجکو — دشمن و دوست کو ہنگام سفر دیکھ لیا

رونے کے بدلے حال پہ اپنے ہنسا کیے — پیدا ہوا نہ فاش ہمارے ملال کا

راحت سے ایک دن نہ ہوا عشق مین بسر — غم پر غم، اپنے دل کو، الم پر الم ہوا

چل نہین سکنے کا ہرگز تیری اٹھکیلی کی چال — پاؤن مین موچ آئے گی کبھی ایسی ٹھوکر کھائیگا

صندل کو سول لیکر کس کی بلا رگڑتی؟ — مین دردسر کی خاطر یہ دردسر نہ کرتا

آنکھون سے جائے اشک ٹپکنے لگا لہو — آتش جگر کو دل کی مصیبت نے خون کیا

کہون کیا، ہوئی عمر کیون کر بسر؟ ۱۱ — مین جاگا کیا، بخت سویا کیا

اے پری پیکر! نہ جب تک مین ترا دیوانہ تھا — یہ جو روشن ہے چراغ حسن سب پروانہ تھا

پیری مین جوانی کے کہان جیسے آتش — اب اپنی غزلخوانی ہے گلبرگ خزان کا

تری مستانہ آنکھون کی نہ گردش کا اثر دیکھا ۱۲ — مئے گلرنگ سے سو طرح پیمانہ پھر دیکھا

رہا بہار و خزان مین یہ حال سوئے کا — بڑھا تو زلف ہوا، گھٹ گیا تو خار ہوا

وحشت نے ہمین جبکہ گلستان سے نکالا — غیرت نے قدم پھر نہ بیابان سے نکالا

ظلم سے اپنے پشیمان وہ ستمگر ہو گیا — دل ہمارا صبر کرتے کرتے پتھر ہو گیا

گاہ گریان، گاہ خندان، گاہ نالان گہ خموش — عشق کے نیرنگ سے حال اپنا گوناگون ہوا

بوسہ جب مانگون تو منہ کو پھیر لیتے ہین یہ بت — صورت انکی ہے سخی کی دل مگر منحوس کا

ہو سر بازار پھر کر ہو نہ رسوا اے صنم — توڑنا اچھا نہین ہے شیشہ ناموس کا

احسان مانو حسن خدا داد کا ہتو — پتھر تھے تم کو شیشے سے نازک بنا دیا

اسقدر اہل جہان کو ہے محبت زر سے ۱۳ — پیٹ مین مارتے سونے کا جو تعویذ ہوتا

کام رہنے کا نہین بند اپنا ۱۴ — بندہ پرور ہے خداوند اپنا

ساقی نہ لال درد جو توفیق ہو سو دے — مستون کو تیر سے ہوش کہان امتیاز کا؟

عشق نہفتہ ہوویگا اشکون سے آشکار — یہ طفل کھیل کھیلین گے افشائے راز کا

بہار گل مین پیالہ لگا لیا منہ سے — شراب پینے کو مین استخارہ کیا کرتا؟

ساقی ہون تمہیں روز سے مشتاق دید کا — دکھلا دے جام مے مین مجھے چاند عید کا

لبون پہ آئی ہوئی بات پی گئے سو بار — زبان کو دل نے نہ اذن بیان حال دیا

بہت مرے دلِ صد چاک سے اُلجھی تھی ۱۵ تمھاری زلف کا شانے نے بل نکال دیا

گل پھولے سماتے نہیں ہیں جامہ میں اپنے — ادنیٰ یہ شگوفہ ہے نسیمِ سحری کا

موسم ہوا بہارِ چمن سے سرور کا — آیا زمانہ داغِ جنون کے ظہور کا

شب کو دم دے دے کے لیجاتا ہے کوے یار میں — میں تو تھا ہی مجھ سے بھی مرشد مرا دل ہو گیا

تو ہی دماغ رہے بلبلِ خوش الحان کا — قفس میں بھی ہے وہی چہچہا گلستان کا

آمدِ یار کی کانون سے سُنی ہے جو خبر — چھپ کے پہلو سے ہے آنکھوں کی طرف دل جاتا

باران کی طرح لطف و کرم عام کیے جا — آیا ہے جو دنیا میں تو کچھ نام کیے جا

صحراے مغیلان کا مگر مرحلہ آیا ۱۶ پھوٹی ہوئی قسمت کو لیے آبلہ آیا

مدِ خط اُس نے پھاڑ کر پھینکا — ہم نے جب کھول کر لکھا مطلب

قطع ہو جاے اگر سلسلۂ مہر و وفا ۱۷ پھر گرفتار نہیں ہے کوئی آزاد ہیں سب

مژگانِ چشمِ یار کی تعریف کیا کرون — جانکاہ، جانخراش، دل آزار دلفریب

بل کھائیں گے نہ صورتِ گیسوے یار سانپ — توڑے مروڑے اپنے بدن کو ہزار سانپ

تا صبح نیند آئی نہ دم بھر تمام رات — تو چکیاں چلیں مرے سر پہ تمام رات

اللہ رے صبحِ عید کی اُس حور کی خوشی — شانہ تھا اور زلفِ معنبر تمام رات

کھولے بغل کہیں لحدِ تیرہ روزگار — سویا نہیں کبھی میں لپٹ کر تمام رات

کنڈی چڑھا کے شام سے وہ شوخ سو رہا — ٹپکا کیا میں سر کو پسِ در تمام رات

راحت کا ہوش ہے کسے آتش بغیرِ یار — بالیں ہیں خشتِ خاک ہے بستر تمام رات

روز و شب ہنگامہ برپا ہے میانِ کوے دوست — ہڈیوں پر میری لڑتے ہیں سگانِ کوے دوست

حور کی تعریف گویا یار کی تعریف تھی — ذکر کو جنت کے میں سمجھا بیانِ کوے دوست

ہمنشیں کہتے ہیں افسانہ تو آجاتی ہے نیند — ہجر کی شب میں سنونگا داستانِ کوے دوست

قاصدوں کے پاؤں توڑے بدگمانی نے مری — خط دیا لیکن نہ بتلایا نشانِ کوے دوست

فرشِ گل بستر تھا اپنا سوتے ہیں اب خاک پر ۱۸
خشت زیرِ سر نہیں یا تکیہ تھا زانوے دوست

دو دم نہ لگے زخمِ کاری سے تو حسرت سے ہزار
چار تلواروں میں شل ہو جائیگا بازوے دوست

اس بلائے جان سے آتش دیکھیے کیونکر بنے
دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوے دوست

آئے بہار جائے خزاں ہو چمن درست
بیمار سال بھر کے نظر آئیں تندرست

حالِ شکستہ کا جو کبھی کچھ بیان کیا
نکلا نہ ایک اپنی زبان سے سخن درست

رکھتے ہیں آپ پاؤں کہیں پڑتے ہیں کہیں
رفتار کا تمھاری نہیں ہے چلن درست

جو پہنے اُسکو جامۂ عریانی ٹھیک ہو
اندام پر ہر اک کے ہے یہ پیرہن درست

آرائشِ جمال کو مشاطہ چاہیے
بے باغبان کے رہ نہیں سکتا چمن درست

آئینہ سے بنے گا رُخِ یار کا بناؤ
شانے سے ہو گی زلفِ شکن در شکن درست

کم شاعری بھی نسخۂ اکسیر سے نہیں
مستغنی ہو گیا جسے آیا یہ فن درست

آتش! وہی بہار کا عالم ہے باغ میں
تا حال ہے دماغ ہوائے چمن درست

دہنِ یار میں نہ آئی بات
شاعروں نے بہت بنائی بات

دولتِ حسن کی بھی ہے کیا لوٹ؟
آنکھوں کو پڑ گئی ہے لوٹا لوٹ

صفِ مژگاں سے کہہ رہی ہے وہ چشم
دل میں جتنے ہے بے تحاشا لوٹ

کام مردوں کا ہے یہ اے آتش
رکھتی ہے جان کا بھی کھٹکا لوٹ

بادشاہِ وقت ہے اپنا دلِ دیوانہ آج
داغِ سودا ہم کو دیتا ہے جنون نذرانہ آج

بلا اُس زلفِ پیچاں کا ہے ہر پیچ
خم اندر خم ہے ہر مو پیچ در پیچ

الٰہی خیر کیجو کھا رہی ہے
اُدھر وہ زلف، اُدھر نازک کمر پیچ

جوابِ خط خبرداری سے لانا
نہ پڑنے پائے کچھ اے نامہ بر پیچ

رہا کرتی ہے فکرِ شعر گوئی
کیا کرتے ہیں ہم خونِ جگر خرچ

چمن کی سیر کو مرپی کے چلیے
بہار آئی، لدی پھولوں سے ہر شاخ

قدم سے تیرے اے ابرِ کرامت ۔۔۔ پھلے پھولے برابر خشک و تر شاخ
جوانی کو غنیمت جان، غافل! ۔۔۔ ہری ہوتی نہین پھر سوکھ کر شاخ

پری پسند طبیعت نہ ہو، نہ حور پسند، ۔۔۔ تمھارے بندے ہین ہم، ہمکو ہین حضور پسند
نہ طفل ہین، نہ دلا محوِ حُسنِ صورت ہو، ۔۔۔ کھلونے ہٹی کے کرتے ہین بے شعور پسند
دل اک نگاہ کے اوپر ہی بیچتا آتش ۔۔۔ کرین جو آپ اسے بے حرف و بے قصور پسند

ساری رونق ہے یہ دیوانوں کے دم کی آتش ۔۔۔ طوق و زنجیر سے ہوتا نہین زندان آباد

کون سی شام نہین صبح ہوئی اے مغرور ۔۔۔ ایک دن ہوتی ہے یہ زلفِ سیہ فام سفید

تمام رات ہوئی کر گیا کنارا چاند ۔۔۔ لو اُترو بام سے، تم جیتے اور ہارا چاند

گوشِ عارف سے سُنے تو ہر اک قبر سے ہے ۔۔۔ نعرۂ "فاعتبروا یا اولی الابصار" بلند

جذبۂ دل سے پری رویون کو تسخیر کیا ۔۔۔ نہ تو گاڑا، نہ جلایا، نہ بسایا تعویذ

اے جنون رکھیو بیابان کو سواری تیار ۔۔۔ آج کل چلنے کو ہے بادِ بہاری تیار
دل کو کہتا تھا نکل چلنے کو پر چلتے وقت ۔۔۔ پیشتر دل سے ہوئی جان ہماری تیار
سرمہ اندھیر، حنا قہر، قیامت مسّی ۔۔۔ فتنہ انگیزی کی ترکیبین ہین ساری تیار
تختِ تابوت کہان بنکے غبار اُڑ جاؤن ۔۔۔ بادکے گھوڑے کی آتش ہے سواری تیار

باغ مین آ کر کہان جاتا ہے، اے رشکِ بہار ۔۔۔ گل کو خندان چھوڑ کر، بلبل کو نالان چھوڑ کر

شاخِ گلبن پر یہ طفلِ غنچہ سے ظاہر ہوا ۔۔۔ نے سوارانِ چمن ہین مردِ میدانِ بہار
کیا سمجھ کر روندتے ہین مجھکو سیّارِ چمین ۱۹ ۔۔۔ سبزۂ بیگانہ ہون لیکن ہون مہمانِ بہار

وہ رنگ و بوِ بدنِ یار مین جو ہے سو کہان ۔۔۔ شگوفے ایسے کھلایا کرے ہزار بہار

پابوس کو ہر روز گیا یار کے گھر مین ۔۔۔ ٹپکا کیے سر کو پسِ دیوار در انداز

مجھکو دربانی کی خدمت ہو تو اے خانۂ یار ۔۔۔ سایہ کو آنے نہ دون مین تری دیوار کے پاس
فکرِ مرغانِ چمن کی ہے بہار آئی ہے ۔۔۔ چھوڑ ڈالا ہے صیاد نے گلزار کے پاس

نہین قرار زمانے کو ایک حالت پر
جو دو پہر ہون مین نالان تو دو پہر خاموش

چمن مین کون سا غنچہ نہین شگفتہ ہوا
ہمارا غنچہ دہن کیون ہی اسقدر خاموش

سخت گوئی سے تجھے چاہیے ای یار لحاظ
بات بڑھ جاتی ہی کھو دیتی ہی تکرار لحاظ

محبت کوڑیون کے ہو اگر مول ۲۰
بنی آدم نہ لے یہ دردِ سر مول

عجب دولت ہی یہ احسان اس سے
بشر کو بھی ہی لے لیتا بشر مول

بھروسا زندگانی کا نہین کچھ
کفن سے لے رکھے اے آتش بیشتر مول

باہر نہ پائینچے سے ہون اس گلبدن کے پاؤن
بچھیرین چھری نہ پنجۂ قصاب بن کے پاؤن

یک سالہ راہ سے چلی آئی ہی باغ مین
شبنم دھلا رہی ہی بہارِ چمن کے پاؤن

کوشش سے راہِ عشق کی باز آئینگے نہ ہم
ہرچند سوج سکے ہون لاکھ من کے پاؤن

صحرا مین خاک چھانتا پھرتا ہون ہر طرف
چھلنی ہوئے ہین خارِ مغیلان سے جن کے پاؤن

آتش زمین شعر ہو ہر چند سنگلاخ
لغزش سے آشنا نہین اہلِ سخن کے پاؤن

موسمِ گل ہی جنون ہی شور و شر پر اندنون
جن چڑھا رہتا ہی دیوانون کے سر پر اندنون

موم آہن کرتی تھی یا دل پگھل سکتا نہین
آہ کیا پتھر پڑے تیرے اثر پر اندنون

کون فصلِ گل مین ای آتش نہین پیتا شراب
بھیڑ سی ہی بھیڑ میخانہ کے در پر اندنون

بہارِ لالہ و گل سے لگی ہی آگ گلشن مین
گریبان پھاڑ کر چل بیٹھیے صحرا کے دامن مین

خزان مین بلبلون سے رکھیے صحبت نالۂ گلشن
شراکت کیجیے ماتم زدون کی چل کے شیون مین

نہین روزن جو قصرِ یار مین پروا نہین ہمکو
نگاہِ شوخ رخنہ کرتی ہی دیوارِ آہن مین

شریفِ کعبہ کو کعبہ مبارک ہم تو ای آتش
بتون کے گھورنے کو جاتے ہین دیرِ برہمن مین

رہا کرتا ہی درد اک رات دن ای یار پہلو مین
دلِ نالان ہوا ہی خانۂ بیمار پہلو مین

گزارہ کر جو مین حسرت سے در و دیوار کو تکتا ہون
اٹھا لیتی ہی قصرِ یار کی دیوار پہلو مین

بدن سا شہر نہین دل سا بادشاہ نہین ۲۱
حواسِ خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہین

موت کے آتے ہی ہمکو خود بخود نیند آگئی ۲۲ کیا اسی کی یاد مین کرتے تھے شب بیداریان

مری ضد سے ہوا ہی مہربان دوست — مرے احسان ہین دشمن پر ہزارون

خار مطلوب جو ہووے، تو گلستان مانگون — بجلی گرنے کو جی چاہے تو باران مانگون

روے گل پر دیکھ کر شبنم کو کہتا ہی وہ گل — کیا ہی پھبتی ہی یہ کیڑا لگ گیا بادام مین

رہا کرتا ہی نظم شعر کا سودا مرے سر مین — عروس فکر ان روزون لدی رہتی ہی زیور مین

کیا بادۂ گلگون سے مسرور کیا دل کو — آباد رکھے داتا ساقی، تری محفل کو

بے طرح پھنسا ہی تو اس زلف کے پھندے مین — اللہ کرے آسان اے دل، تری مشکل کو

جو چاہے سو مانگ آتش بارگاہ الٰہی سے — محروم کبھی پھرتے دیکھا نہین سائل کو

دلایا یاد شب اُسنے جو تیری ساق سیمین کو — رُولایا صبح تک ہنس ہنس کے مین نے شمع بالین کو

ہزار افسوس ہی اے بیمروت تو نہین آتا — غش آجاتا ہی اکثر تیرے بیمارون کی تسکین کو

پری سے چہرہ پر لہراکے تسو تسو بار آتی ہی — ہوا ہی آجکل سودا تمھاری زلف مشکین کو

بشر کو بعد نعمت کے ہی ہوتی قدر نعمت کی ۲۳ غنیمت جانتا ہی لنگ اپنے پاے چوبین کو

ہماری یار کی رہتی ہی جنگ زرگری آتش — نہین کچھ دخل اس قصہ مین عقل مصلحت بین کو

صورت کوئی صفائی کی اب اے صنم ! نہین — جب تک ہمارے تیرے خدا درمیان نہو

صاف دل خاک ہو اُس کافر کینہ جُو سے — نکلے جب صلح کی باتون مین بھی شر کا پہلو

اونچا ہوا کہ تاڑ سے بھی سر و چار ہاتھ — رتبہ بلند ہے ترے قد کا ہزار ہاتھ

کوچۂ دلبر مین مین، بلبل چمن مین مست ہی ۲۴ ہر کوئی یان اپنے پیراہن مین مست ہی

دور گردون ہی خداوندا کہ یہ دور شراب؟ ۲۵ دیکھتا ہون جسکو مین اس انجمن مین مست ہی

وحشت مجنون اور آتش مین ہی بس اتنا فرق — کوئی بن مین مست ہی کوئی وطن مین مست ہی

کون سے دل مین محبت نہین جانی تیری؟ — جسکو سنتا ہون وہ کہتا ہی کہانی تیری

شیشۂ مے سے کوئی میری زبانی کہدے — خوش نہین آتی ہی یہ پنبہ دہانی تیری

کیا تری شان ہی قربان ہون ای عفوِ کریم ۲۶ آس رکھتا ہی ہر اک فاسق و زانی تیری
مثلِ گل ہنس کے کسی روز تو دل کو خوش کر — خون رلاتی ہی ہمین غنچہ دہانی تیری
مصرعِ تیغ ہی ہر مصرعِ موزون آتش — دیکھ لی یار مرے سیف زبانی تیری

صدمہ ہی دوش پہ سرو گردن کے بوجھ سے — ہر اک گناہ بھاری ہی نسلوں کے بوجھ سے
ہوش و خرد ہی باعثِ تکلیف آدمی ۲۷ دیوانہ آشنا نہین دامن کے بوجھ سے
آتش یہ سارے رنج ہین اس زندگی کے ساتھ — مُردے کو کیا خبر گلِ مدفن کے بوجھ سے

غم نہین، کوے بتان مین جو نہین جا خالی — باغِ فردوس مین ہی پہلوے حورا خالی
شکر کس منھ سے کرون گوشۂ تنہائی کا — مجھکو دل کھول کے رونے کو ملی جا خالی
سمجھے آتش نہ کوئی آدمِ خاکی کو حقیر ۲۸ نہین اسرار سے یہ خاک کا پتلا خالی

موت مانگون تو رہے آرزوئے خواب مجھے — ڈوبنے جاؤن تو دریا ملے پایاب مجھے
وہمِ گرگ سے جیتا جو بچون صحرا مین — ذبح کرنے کے لیے ہول سے قصاب مجھے
اے فلک رہنے دے عریان ہی پس از مرگ بھی تو — سونپتا کیا ہی کفن دزد کا اسباب مجھے؟
دل غنی چاہیے، گو مین ہون فقیر اے آتش — شیر کی کھال ہی ہی قاقم و سنجاب مجھے

دلِ پُر داغ کو مدفونِ بیابان کرتے — کسی ویرانے مین اس گنج کو پنہان کرتے
اور کوئی طلبِ ابناے زمانہ سے نہین — مجھپر احسان نکرتے، تو یہ احسان کرتے
بے وفائی کا اگر عیب نہ ہوتا تم مین، — اسے بتو سجدہ خدا کو نہ مسلمان کرتے
دمِ فنا کرتے چمک اپنی دکھا کر آتش، — کارِ الماس، وہ الماس سے دندان کرتے

وہی چتون کی خونخواری جو آگے تھی سو اب بھی ہی — تری آنکھون کی بیماری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
وہی سر کا پٹکنا ہی وہی رونا ہی دن بھر کا — وہی راتون کی بیداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
رواجِ عشق کے آئین وہی ہین کشورِ دل مین — رہ و رسمِ وفاداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
وہی بازارِ گرمی ہی محبت کی ہنوز، آتش — وہ یوسف کی خریداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی

اے صنم جس نے تجھے چاند سی صورت دی ہے ۲۹ اسی اللہ نے مجکو بھی محبت دی ہے
فرقتِ یار مین رو رو کے بسر کرتا ہون ۳۰ زندگانی مجھے کیا دی ہے، مصیبت دی ہے
کمرِ یار کے مضمون کو باندھو آتش! زلفِ خوبان سی رسا تمکو طبیعت دی ہے

کوئی اچھا نہین ہوتا ہے، بُری چالون سے لب بام آ کے کھڑے ہو، نہ کھلے بالون سے
کچھ تو ہلکا کرین خارِ رہِ صحرائے جنون بوجھ لنگر کا ہوئے ہین کفِ پا چھالون سے
آتشِ بوسون کی تمنّا ہے لبون کو آتش آئینہ کسبِ صفا کرتی ہین جن گالون سے

یہ کس رشکِ مسیحا کا مکان ہے؟ زمین یان کی، چہارم آسمان ہے
تکلّف سے بری ہے حسنِ ذاتی ۳۱ قبائے گل مین گل بوٹہ کہان ہے
شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ، ۳۲ قناعت بھی بہارِ بے خزان ہے
الٰہی! ایک دل کس کس کو دون مین ہزارون بُت ہین یان، ہندوستان ہے
سعادتمند قسمت پر ہین شاکر ہما کو مغزِ بادام استخوان ہے
قدِ محبوب کو شاعر کہین سرو، قیامت کا، یہ اے آتش نشان ہے

موت کو سمجھے رہین گبر و مسلمان آئی، ۳۳ روح قالب مین ہے دو روز کو مہمان آئی
آئینہ نے رُخِ انور پہ اجارہ باندھا، شانہ کے حصّے مین وہ زلفِ پریشان آئی
گلشنِ دہر بھی ہے کوئی سرائے ماتم شبنم اس باغ مین جب آئی تو گریان آئی
عشقِ بلبل مین اثر ہے، تو قفس مین آتش بوئے گل پھاند کے دیوارِ گلستان آئی

شیشئہ شراب کے رہین آٹھون پہر کھلے ایسا گھرے کہ پھر نہ کبھی ابرِ تر کھلے
کوتہ ہے اس قدر مرے قد پر ردائے عیش ڈھانکون جو پاؤن کو تو یقین ہے کہ سر کھلے
قاتل جزائے خیر ملے تیری تیغ کو زخمون کے منھ کھلے ہین، جنت کے در کھلے
مطلب نہ سرنوشت کا سمجھا، تو شکر کر دیوانہ ہو، جو حالِ قضا و قدر کھلے
چلنا پڑے گا یار کی خدمت مین سر کے بل سمجھے ہو کیا جو بیٹھے ہو، آتش کمر کھلے

دل بہت تنگ رہا کرتا ہے　　رنگ بے رنگ رہا کرتا ہے
عار سے عار ہے مجھ مجنوں کو　　ننگ سے ننگ رہا کرتا ہے
عالم وجد ترے مستوں کو　　بے دف و چنگ رہا کرتا ہے
بندشِ چست سے تیری آتشؔ　　قافیہ تنگ رہا کرتا ہے

چمنستان کی، گئی نشوونما، پھرتی ہے　　رُت بدلتی ہے کوئی دن میں ہوا پھرتی ہے
خاک چھنوا رہی ہے کوچۂ قاتل کی تلاش　　ساتھ ساتھ اپنے خراب اپنی قضا پھرتی ہے
صبحِ محشر کے سوا صبح شبِ ہجر نہیں　　یہ بلا وہ نہیں آتشؔ جو بلا پھرتی ہے

جبیں سائی کو سنگِ آستانِ یار بہتر ہے　　کہ ٹکّر لیجیے تو قصرِ دوست کی دیوار بہتر ہے
اطبّا دیکھ کر بیمار کو تیرے یہ کہتے ہیں　　ہم پہنچے تو اسکو شربتِ دیدار بہتر ہے
سوالِ بوسہ پہ ہنس کر وہ بت کہتا ہے اے آتشؔ　　خیالِ بد اگر گزرے تو استغفار بہتر ہے

عتابِ لب کا اپنے مزہ کچھ نہ پوچھیے　　کس درد کی ہیں آپ دوا کچھ نہ پوچھیے
ناز و نیازِ عاشق و معشوق کیا کہوں　　عجز و غرورِ شاہ و گدا کچھ نہ پوچھیے
آتشؔ گناہِ عشق کی تعزیر کیا کہوں　　شلق جو کچھ ہے اس کی سزا کچھ نہ پوچھیے

کہتے ہیں! ذکرِ لیلی و مجنوں جو چھیڑیے　　چپ رہیے بس، نہ گور کے مُردے اکھیڑیے
تدبیر سے تو کام نہ تقدیر کا ہوا　　تکیہ خدا پہ کیجیے دروازہ بھیڑیے
آتشؔ قمارِ عشق میں تیرے حضورِ یار　　چالوں کو اپنی بھول گئے ہیں کھلاڑیے

مگر اسکو فریبِ نرگسِ مستانہ آتا ہے　　الٹتی ہیں صفیں، گردش میں جب پیمانہ آتا ہے
خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہیں سکتی　　گریباں پھاڑتا ہے، تنگ جب دیوانہ آتا ہے
فراقِ یار میں دل پر نہیں معلوم کیا گزری　　جو اشک آنکھوں میں آتا ہے سو بیتابانہ آتا ہے
سمجھتے ہیں مرے دل کی وہ کیا نافہم نادان ہیں　　حضورِ شمع بے مطلب نہیں پروانہ آتا ہے
ہمیشہ فکر سے یاں عاشقانہ شعر ڈھلتے ہیں　　زباں کو اپنی بس اک حسن کا افسانہ آتا ہے

خدا کا گھر ہے محبت خانۂ ہمارا گھر نہیں آتش
مقام آشنا ہے یاں نہیں بیگانہ آتا ہے

دہن پہ ہیں اُنکے گماں کیسے کیسے
کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے

زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

بہار آئی ہے، نشہ میں جھومتے ہیں
مریدانِ پیرِ مغاں کیسے کیسے

نہ مڑ کر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا
تڑپتے رہے نیم جاں کیسے کیسے

نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرماں
ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

تری کلکِ قدرت کے قربان آنکھیں
دکھائے ہیں خوش رو جواں کیسے کیسے

چلا وہ راہ جو سالک کے پیشِ پا آئی
ٹھہر گیا، جو کہیں بوے آشنا آئی

بہارِ گل میں ہیں دیوانے جامے سے باہر
پری کا عکس ہے پردے ہوئے بلا آئی

لیا جو بوسہ تو ہنس کر یہ اس صنم نے کہا
خدا سے شرم نہ اے بندۂ خدا آئی

گدا نواز کوئی شہسوار راہ میں ہے
بلند آج نہایت غبار راہ میں ہے

شباب تک نہیں پہنچا ہے عالمِ طفلی
ہنوز حسنِ جوانیِ یار راہ میں ہے

عدم کے کوچ کی لازم ہے فکر ہستی میں
نہ کوئی شہر، نہ کوئی دیار راہ میں ہے

نہ بدرقہ ہے، نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے
فقط عنایتِ پروردگار راہ میں ہے

نہ جائیں آپ ابھی دوپہر ہے، گرمی ہے
بہت سی گرد، بہت سا غبار راہ میں ہے

جنوں میں خاک اُڑاتا ہے ساتھ ساتھ اپنے
شریکِ حال ہمارا غبار راہ میں ہے

کوئی تو دوش سے بارِ سفر اُتارے گا
ہزار راہزن امیدوار راہ میں ہے

پیادہ پا ہوں رواں سوئے کوئے قاتل
اجل مری مرے سر پہ سوار راہ میں ہے

تھکے جو پاؤں تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتش
گُلِ مراد ہے منزل میں، خار راہ میں ہے

گیسوے مشکیں جو رخِ محبوب تک آنے لگے
چشمۂ خورشید میں بھی سانپ لہرانے لگے

رنگ جو جو کچھ کہ چاہیں لاکھوں بتانِ چین سے لیے پاسے لوہی کو ترستے تھے وطن میں آ کے لیے

باغِ عالم میں نہیں کوئی کسی کی سنتا ۴۴ شور داغ اپنا کرے مرغِ خوش الحان خالی

وہ دہقانِ غریبِ سرزمینِ عشقبازی ہوں عوض باران کے میری کشت پر آتش برستی ہے

آدمی کے واسطے کچھ اور ہو دست یا نہ ہو ۴۵ ساقی دمِ سبزہ و آبِ روان درکار ہے

شہر و صحرا میں پھرا کرتا ہوں اے امیدِ [illegible] وہ جہان دیکھوں جہان ہستی مری درکار ہے

یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے ۴۶ ہم اور بلبلِ بیتاب گفتگو کرتے

آرزو ہے یہی آتش کی خدایا اے زاہد تجھکو غم نوش کرے مجھکو قدح نوش کرے

الٰہی! طولِ عمرِ خضر دے بادِ بہاری کو ہزار احسان ہیں پھولوں کی ہوا اور چڑھائی ہے

کوچۂ تنگ میں ملتا ہے تو کہتا ہے وہ شوخ مرد ہے وہ کہ جو ہم کو سرِ میدان روکے

راحتِ مرگ کو نہ پوچھ آتش ۴۷ نہ رہی قدر زندگانی کی

پڑھ سکتا سرنوشت کا مطلب کوئی نہیں معلوم کچھ نہیں کہ یہ خط کس زبان میں ہے

فصلِ گل ہے شیشہ و پیمانہ کا ہے دور دور خانقاہیں بند ہیں مے خانہ کا دربار ہے

آبلے پاؤں کے کیا تو نے ہمارے توڑے خارِ صحرائے جنون [illegible] توڑے

نہ لاتے شراب سے دل کو کوئی گھڑی لہرا رہا ہے سبزہ، روان جوئے آب ہے

ہم کیا کہیں کسی سے، کیا ہے طریق اپنا؟ مذہب نہیں ہے کوئی، ملت نہیں ہے کوئی

تماشۂ گوشہ گیری، دشتِ غربت کا دکھاتی ہے وطن میں ہوں، مگر مجھکو ہیں یارانِ وطن بھولے

آسمان امر کے تو راحت کہیں تھوڑی سی پاؤں پھیلانے کو ہاتھ آئے زمین تھوڑی سی

مری تعظیم نے مجلس سے نکالا مجھکو اُٹھتے اُٹھتے نہ رہی بیٹھنے کی جا باقی

حاجت نہیں بناؤ کی اے نازنین تجھے زیور ہے سادگی ترے رخسار کے لیے

نکہتِ گل سے مجھے یار کی بو آتی ہے خلوت یاد اُسے [illegible] کی خو آتی ہے

بولی یہ روح پھینک کے پشتارۂ جسم کا ۴۸ بھاری ہے بوجھ کون یہ بیگار لے چلے

صبح بہار ہی مجھے ساقی! پلا شراب — سب جانتے ہین عید کا روزہ حرام ہی

دیکھیے کرتا ہی کیونکر پایہ سے گشتا خیابان — شوق کے بھی حوصلے کو آزمایا چاہیے

زاہدِ سالوس کے ماتھے کے گھٹے سے کھلا — لگ ہی رہتا ہی جو تقدیر مین داغ ہی

وہ صیدِ سخت جان ہون جسپر ہزار بار — خالی ہوئے ہین تیرون کے ترکش بھرے ہوئے

دینے مین جام کے ہی تامل کا کیا سبب — ساقی! شراب سے ہین قرابے بھرے ہوئے

لڑانے آئے تھے آنکھین غزالِ چین و ختن — شکست اُنکو تری چشمِ سرمہ سانے دی

گھورتی ہی تمکو نرگس، آنکھ پھوڑا چاہیے — گل بہت ہنستے ہین کان اُنکے مروڑا چاہیے

فصلِ بہار آئی پیو صوفیو، شراب — بس ہو چکی نماز مصلا اُٹھائیے

تجھ سا حسین ہو یار، تو کیونکر نہ اُسکے پھر — نازِ بیجا و غمزۂ بیجا اُٹھائیے

چپ ہو کیون کچھ منھ سے فرماؤ خدا کیواسطے — آدمی سے بُت نہ بنجاؤ خدا کے واسطے

ٹھیک آئی تن پر اپنے قبائے برہنگی — ۳۹ باقی لباس چھوٹے ہوئے یا بڑے ہوئے

عدم سے جانبِ ہستی تلاشِ یار مین آئے — ہوائے گل مین، ہم کس وادیِ پُرخار مین آئے

انتخاب

ہردو

دیوانِ امیر

(صنمخانۂ عشق)

و

(مراۃ الغیب)

۳۰۹ نشتر

امیر

امیر احمد نام۔ امیر تخلص۔ شاہ مینا لکھنوی کی نسل مین ہونے سے امیر مینائی مشہور ہوئے۔ متاخرین مین یہ بڑے نامور گزرے ہین۔ شاگردون کی کثرت پر لحاظ کرکے جگت اُستاد کا لفظ انکے لیے موزون معلوم ہوتا ہو۔ لکھنؤ انکا مسکن تھا لیکن زیادہ تر یہ رام پور مین رہے۔ نواب کلب علی خان والی رام پور انکو اپنے شعر دکھاتے تھے۔ اخیر عمر مین خاک گور نے انکو حیدر آباد دکن کھینچا۔ نظام نے بڑے اصرار سے بلایا تھا مگر موت نے جلدی کی۔ وفات ۱۳۱۸ھ۔

انکا پایہ شاعری مین کیا ہو؟ یہ سوال مجھ سے کیا جائے تو مین جواب دونگا کہ جس طرح شعرائے فارس مین حافظ اور سعدی کے درمیان محاکمہ کرنا مشکل ہو اُسی طرح شعرائے ہند مین اسد اللہ خان غالب کو امیر مینائی پر فوق دینا یا امیر مینائی کو اسد اللہ خان غالب سے بڑھا ہوا سمجھنا مشکل ہو۔ غالب کی جدت سخن ایک طرف پکار رہی ہو کہ اسپر اُردو شاعری ختم ہوگئی۔ دوسری طرف امیر کا کلام کہتا ہو کہ یہ تراش خراش اور شیرینی سخن غالب کو کہان نصیب تھی۔ ہان اسقدر مین کہسکتا ہون کہ غالب کا کلام عام پسند ہو اور امیر کے کلام سمجھنے کے لیے خاص مذاق کی ضرورت ہو۔ ناظرین امیر کے نشترون کا غالب کے نشترون سے مقابلہ کرکے خود فیصلہ کرلین۔ مین صرف اتنا ہی جانتا ہون کہ ایشیا مین صرف چار شاعر ہوئے ہین۔ سعدی، حافظ، غالب اور امیر۔ امیر کی خصوصیات سے یہ ہو کہ گو وہ بڑے ثقہ اور باشرع آدمی تھے لیکن اُنکے کلام مین رندانہ اور عاشقانہ مضامین بھی ہوتے تھے۔ انکا کلام سننے کے بعد جو لوگ ملنے جاتا تھا وہ اُنکی صورت دیکھکر اور اُنکے اوقات سے واقف ہوکر متحیر ہوتا تھا۔

غزلیات وابیات

یہ آفتاب ہی گرم، اُسکی کبریائی کا — کہ ذرہ ذرہ ہی آئینہ خودنمائی کا
پکارتا ہی یہ اندازِ نازِ توبہ شکن — کہ آئے وہ، جسے دعویٰ ہو پارسائی کا
دِکھا کے تیغ وہ نا آشنا یہ کہتا ہے — یہ گھاٹ ہی مرے دریاسے آشنائی کا
سمجھ رہا ہی جسے حشر و نشر، تو زاہد — کرشمہ وہ بھی ہی ایک اُسکی خودنمائی کا
جو بندہ ہی، تو مزہ بندگی مین پیدا کر — نہین وہ بندہ جسے ذوق ہو رہائی کا
بشر سے حمدِ الٰہی، امیر کیا ممکن، — پہاڑ اُٹھائے کہان حوصلہ یہ رائی کا

۱

دل کا حاکم جان کا مالک غمِ جانانہ تھا — میہمان جسکو مین سمجھا تھا، وہ صاحب خانہ تھا
بے تعلق کیا ہمین اُسکے تصور نے کیا — جب جھکایا سر گریبان اپنا خلوت خانہ تھا
باغِ عالم کا تماشا، باعثِ غفلت ہوا — دیکھنا آنکھون کا، کانون کے لیے افسانہ تھا
ہم غلط فہمی سے سمجھے قتل کرنے کو عتاب — اور وہان اک چھیڑ تھی اک نازِ معشوقانہ تھا
وعظ کی مجلس مین بھی آئے تو یون آئے عشق — مے کی بوتل تھی بغل مین، ہاتھ مین پیمانہ تھا
جھگڑے لیلیٰ دشون کے دیکھنے تھے شہر مین — جا کے جنگل مین بسا مجنون، بڑا دیوانہ تھا
یار اُدھر بدمست، مین بیخود، تکلف برطرف — ایسی صحبت مین جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا؟
نیند کے جھونکے چلے آتے تھے کیون ہنگامِ ذبح — تیغِ قاتل کی زبان پر کونسا افسانہ تھا
آج جس دل کا کوئی گاہک نہین، کل تک یہی — حور کا آئینہ تھا، زلفِ پری کا شانہ تھا
حال میرا سُنکے وہ بولے کہ جی دُکھنے لگا — ہائے کس کمبخت کس بیدرد کا افسانہ تھا
آزما دیکھا اُسے سو بار ہم نے، اے امیر — آشنا سے آشنا، بیگانے سے بیگانہ تھا

۲

ترے بندون سے کرتے ہین یہ بت دعوےٰ خدائی کا — تماشا دیکھتا ہون تیری شانِ کبریائی کا
یہ شکوہ بیوفائی کا یہ رونا کج ادائی کا — مزا ہی دل لگانے کی مزہ ہی آشنائی کا

نیا افسانہ کہہ واعظ، تو شاید گرم مجلس ہو — قیامت تو پرانا حال ہو روزِ جدائی کا
الٰہی کون سے مجرم کی آمد ہو قیامت مین — ہوا ہو حکم رحمت کو، یہ کسکی پیشوائی کا
قفس مین ہون مگر سارا چمن آنکھون مین آگیا ہو — رہائی کے برابر اب تصوّر ہو رہائی کا
امیر اک بات بھی واعظ نہین کہتا خدا لگتی — خدا جانے بکا کرتا ہو کیا جھوٹا خدائی کا

اِن شوخ حسینون پہ جو مائل نہین ہوتا ۳ — کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ، دل نہین ہوتا
آتا ہو جو کچھ منھ مین وہ کہہ جاتا ہو واعظ — اور اُسپہ یہ طرّہ ہے کہ قائل نہین ہوتا
جب دردِ محبت مین یہ لذّت ہو تجھے یارب ۴ — ہر عضو مین، ہر جوڑ مین کیون دل نہین ہوتا
دیوانہ ہو دنیا مین جو دیوانہ نہین ہے — عاقل وہی ہوتا ہو جو عاقل نہین ہوتا
تمکو تو مین کہتا نہین کچھ، حضرتِ ناصح — پر جسکو ہو تب ایسی وہ عاقل نہین ہوتا
یہ شعر وہ فن ہو کہ امیر اسکو جو برتو — حاصل یہی ہوتا ہو کہ حاصل نہین ہوتا

دامنون کا نہ پتا ہو، نہ گریبانون کا — حشر کہتے ہین جسے شہر ہو عریانون کا
خاطرِ رنج و غم و درد سے فرصت ہی نہین — میزبان ہوگئے ہوا ہین انھین مہمانون کا
قحط روزی یہ جہان مین ہو کہ کہتے ہین ہنود — رمضان خوب مہینہ ہے مسلمانون کا

روبرو آئینے کے، تو جو مری جان ہوگا — آئینہ ایک طرف، عکس بھی حیران ہوگا
اے جوانی، یہ ترے دم کے ہین سارے جھگڑے ۵ — تو نہ ہوگی، تو نہ یہ دل، نہ یہ ارمان ہوگا
دستِ وحشت تو سلامت ہو، رفو ہونے دو — ایک جھٹکے مین نہ دامن نہ گریبان ہوگا
آگ دل مین جو لگی تھی، وہ بجھائی نہ گئی — اور کیا تجھ سے، بھلا اے دیدۂ گریان ہوگا
اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہین، یہ غم ہو امیر — چارہ گر مفت مین بیچارہ پشیمان ہوگا

میرے بس مین، یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا — یہ نہ تھا، تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا
وہ مزہ دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہو یارب — مرے دونون پہلوؤن مین، دل بیقرار ہوتا
جو نگاہ کی تھی ظالم، تو پھر آنکھ کیون چرائی — وہی تیر کیون نہ مارا، جو جگر کے پار ہوتا

مین زبان سے تمکو سچا، کہو، لاکھ بار کہدون — اسے کیا کرون، کہ دل کو نہین اعتبار ہوتا
مری خاک بھی لحد مین، نہ رہی امیر باقی — انھین مرنے ہی کا اب تک، نہین اعتبار ہوتا

جھونکا اِدھر نہ آئے نسیم بہار کا — نازک بہت ہی پھول چراغِ مزار کا
آئین وہ یا نہ آئین، ترس کھائین یا نہ کھائین — کیا اختیار گریۂ بے اختیار کا
شاخون سے برگِ گل نہین جھڑتے ہین باغ مین — زیور اُتر رہا ہی عروسِ بہار کا
مری لگی بجھانے کو آتا ہے بار بار — ممنون ہون مین گریۂ بے اختیار کا
ہلتی نہین ہوا سے چمن مین یہ ڈالیان — مُنھ چومتے ہین پھول عروسِ بہار کا
پھولون سے، فرشِ خاک پہ تارے چھٹک گئے — دھاگا کبھی جو ٹوٹ گیا اُنکے ہار کا
اُٹھتا ہی نزع مین وہ سرہانے سے ای امیر — مٹتا ہی آسرا، دلِ امیدوار کا

جمالِ یار کو کہتے ہو تم، کہ ہان دیکھا — کلیم ہوش مین آؤ، ابھی کہان دیکھا
وہی چراغ، وہی گل، وہی قمر، وہی برق — نئے لباس مین دیکھا اُسے جہان دیکھا
نہین ہی دخترِ رز سا بھی کوئی حسن پرست — ٹپک پڑی یہ جہان کوئی نوجوان دیکھا
کہین تو دیکھ چکے ہین، یقین ہی دل کو — مگر یہ یاد نہین ہی، تمھین کہان دیکھا
فنا ہی حسن کو، دولت کو، زندگانی کو — جہان مین نہ کوئی باغ، بےخزان دیکھا
پھنسی جو دام مین بلبل تو کن نگاہون سے — کبھی چمن کو، کبھی سوے آشیان دیکھا
نکیلی چتونین، آنکھون مین کیا جگر مین چبھین — امیر آج عجب نوک کا جوان دیکھا

ایک دلِ ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا — سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا
سب کرشمے تھے جوانی کے جوانی کیا گئی — وہ اُمنگین مِٹ گئین وہ ولولا جاتا رہا
درد باقی، غم سلامت ہی، مگر اب دل کہان — ہاے وہ غمِ دوست وہ درد آشنا جاتا رہا
آنے والا، جانے والا، بیکسی مین کون تھا — ہان مگر اک دم غریب آتا رہا جاتا رہا
آنکھ کیا ہی سو جتی ہی، سحر ہی، اعجاز ہے — اک نگاہِ لطف مین سارا گلا جاتا رہا

جب تلک تم تھے کشیدہ، دل تھا شکوے سے بھرا — تم گلے سے مل گئے سارا گلا جاتا رہا

کھو گیا دل کھو گیا، رہتا تو کیا ہوتا، امیر — جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

پرسش کو مرے، کون، مرے گھر نہیں آتا — تیور نہیں آتے ہیں، کہ چکر نہیں آتا؟

تم لاکھ قسم کھاتے ہو ملنے کی عدو سے — ایمان سے کہہ دوں؟ مجھے باور نہیں آتا

قاتل ہی کے کھنچنے کی شکایت نہیں ہم کو — خنجر بھی تو پہلو کے برابر نہیں آتا

کہتے ہیں یہ اچھی ہے تڑپ دل کی تمہاری — سینے سے تڑپ کر کبھی باہر نہیں آتا

دشمن کو بھی ہوتی ہے مرے حال پہ رقت — پر دل یہ ترا ہے کہ کبھی بھر نہیں آتا

غیروں سے اشارے ہیں مرے آگے سرِ محفل — پھر آپ کہیں گے کہ مجھے شر نہیں آتا

کب آنکھ اٹھاتا ہوں کہ آتے نہیں تیور؟ — کب بیٹھ کے اٹھتا ہوں کہ چکر نہیں آتا؟

غربتکدۂ دہر میں، صدمے سہے ہیں صدمے — امیر بھی کبھی یاد وہاں گھر نہیں آتا

ہم جسکی ہوس میں ہیں امیر آپ سے باہر — وہ پردہ نشیں گھر سے کبھی باہر نہیں آتا

ناوکِ ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا — درد اٹھ اٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا ۸

آج اس شوق سے پیکان مرے دل میں آیا — آگیا یاد کسی شوخ پہ آنا دل کا

جی لگے آپ کا ایسا کہ کبھی جی نہ بھرے — دل لگا کر جو سنیں آپ فسانا دل کا

دل مرا لیکے دکھادی مجھے مٹھی خالی — پھر کہا، دیکھ لیا ہاتھ سے جانا دل کا؟

ہر نگہ وصل میں، اُس شوخ کی، کہتی ہے امیر — ہو جسے حکم، اڑا دے وہ نشانا دل کا

دردِ الفت نے دہاں سے بھی نکالا ہوتا — قید اگر عرش کی زنجیر میں نالا ہوتا

اور ساماں، جنوں میں ہمیں درکار نہیں — کوئی نشتر، کوئی کانٹا، کوئی چھالا ہوتا

منحصر ساغرِ جم ہی پہ نہیں بادہ کشی — ٹوٹا پھوٹا کوئی مٹی کا پیالا ہوتا

مجھ پہ آنکھیں جو نکالیں، تو ہوا کیا قاتل — کوئی ارمان مرے دل کا نکالا ہوتا

فکر دوزخ میں مجھے کھانے نہیں عدم کو کیا تھا — آگے محشر، ایک میں کس کس کا نوالا ہوتا

لطف حسرت کی نگاہون کا تو جب تھا کہ امیر ان نگاہون کا کوئی دیکھنے والا ہوتا

جی ہی لے گا غم جانان میرا مجھکو کھا جائے گا ارمان میرا

تجھ سے دامن ہی ترا چین جبین تنگ ہی مجھ سے گریبان میرا

رحم کر رحم کر اے وحشت جنون پاؤن پڑتا ہی گریبان میرا

کیا دورنگی ہی زمانے کی امیر مین حزین ہون زخم ہی خندان میرا

میری تربت پہ اگر آئیے گا ۹ عمر رفتہ کو کبھی بلوائیے گا

سب کی نظرون پہ نہ چڑھیے اتنا دیکھیے دل سے اتر جائیے گا

آئیے نزع مین بالین پہ مری کوئی دم بیٹھ کے اٹھ جائیے گا

وصل مین بوسۂ لب دیکے کہا منھ سے کچھ اور نہ فرمائیے گا

ہاتھ مین نے جو بڑھایا تو کہا لیجیے بس پاؤن نہ پھیلائیے گا

زہر کھانے کو کہا تو بولے ہم جلا لین گے جو مر جائیے گا

حسرتین نزع مین بولین تجھ سے چھوڑ کر ہم کو کہان جائیے گا

آپ سنیے تو کہانی دل کی ۱۰ نیند آ جائے گی سو جائیے گا

اتنی گھر جانے کی جلدی کیا ہی بیٹھیے جائیے گا جائیے گا

کہتے ہین کہہ تو دیا آئین گے اسپہ ہی کیا چپ ہی کہ کب آئیے گا

ڈبڈبائے جو مرے آنسو تو کہا روئیے گا تو ہنسے جائیے گا

رات اپنی ہی ٹھہر جئے تو زرا آئیے بیٹھیے گھر جائیے گا

جس طرح عمر گزرتی ہی امیر آپ بھی یونہین گزر جائیے گا

اٹھو گلے سے لگا لو مٹے گلہ دل کا ذرا سی بات مین ہوتا ہی فیصلہ دل کا

دم آ گیا آنکھون مین اسکے تو کچھ نہین کھٹکا اٹک نہ جائے الٰہی معاملہ دل کا

تمھارے غمزون نے کھو دیے ہین ہوش و قرار انھین لٹیرون نے لوٹا ہی قافلہ دل کا

خدا ہی ہو جو کڑی چتونون سے جان بچے ہی آج دلشکنون سے مقابلہ دل کا
امیر بھول بھلیان ہی کوچۂ گیسو تباہ کیون نہ پھرے اس مین قافلہ دل کا

میری طرح نہ اک دن ابر بہار رویا وہ ایک بار رویا مین لاکھ بار رویا
مجنون سے مین نے پوچھا کل حال بیخودی کا کچھ کہہ سکا نہ منہہ سے پر زار زار رویا
پوچھی امیر سے کل مین نے جو دل کی حالت سینے پہ ہاتھ رکھ کر بے اختیار رویا

لائے ساقی کو کبھی متوالی گھٹا کچھ مزا دیتی نہین خالی گھٹا
دخترِ رز کو لاتی ہی مستون کے پاس کرتی ہی در پردہ دلالی گھٹا
جان کو مستون کے تھی توبہ عذاب یہ بڑی تو نے بلا ٹالی گھٹا
آپ اچھے وقت پر آئے امیر خوب میخانے پہ جب چھائی گھٹا

مزہ عاشق کے دل سے پوچھ حسن شعلہ رویان کا تماشا دیکھ پروانون کی آنکھون سے چراغان کا
اُچھلتا ہی کلیجہ ڈوبتا ہی دل خدا حافظ ۱۱ سمندر بیڑا ہی چھیانا شبہائے ہجران کا
جگر کو دون کہ دل کو دون بتا اے ناوکِ قاتل ۱۲ کہ دو پیاسون مین ہی یہ ایک قطرہ آبِ پیکان کا
تمہارے بانکپن کی شان کچھ اس سے نکلتی ہی ۱۳ کبھی تو دوڑ کر منہہ چوم لون شمشیر بران کا
کہین ضبطِ فغان سے عشق کے آثار چھپتے ہین لبِ خاموش سے پیدا ہی صدمہ دردِ پنہان کا
کہان سامان تھا وحشت مین جو نامہ یار کو لکھتا دیا قاصد کو پرزہ پھاڑ کر مین نے گریبان کا
زہے شوقِ شہادت امتحان گاہ محبت مین قدم بڑھتے ہی ہاتھون بڑھ گیا دل ہر رسیدن کا
وہ زخمی ہین تڑپ کیسی چھپر کٹ گر ناوک قاتل دہانِ زخم سے ہم چوم لیتے منہہ نمکدان کا
زمین ہی ایک مشتِ خاک صحرائے محبت کی فلک چھوٹا سا اک میدان ہی دل کے بیابان کا
ذرا سی چھیڑ مین کیون بھڑتے ہو تم کہ کر چھپا لو ۱۴ اسی سے چھیڑتا ہی تم کو سر کا شامیانہ ان کا
امیر ایسا شگفتہ ہی ہجوم داغ سے پہلو کہ ہر ناسور دل رخنہ ہی دیوارِ گلستان کا

ہم سے بگڑ کے غیر کا تو یار ہو چکا ہونا جو تھا وہ اے ستمگر [illegible] ہو چکا

اب عفو وہ کرین نہ کرین اختیار ہے ۱۵ امیدِ عفو مین مین گنہگار ہو چکا
باقی ہے کسکو حوصلہ اخفاے عشق کا رسوا امیرؔ کوچہ و بازار ہو چکا

پوچھا نہ جائے گا جو وطن سے نکل گیا بیکار ہے جو دانت دہن سے نکل گیا
ٹھہرین کبھی کبھو ہین نہ دم بھر کو رستہ رو آیا کمان مین تیر، تو سن سے نکل گیا
پہلو مین میرے دل کو نہ اے درد کر تلاش ۱۶ مدت ہوئی، غریب وطن سے نکل گیا
مرغانِ باغ تم کو مبارک ہو سیرِ گل ۱۷ کانٹا تھا ایک مین سو چمن سے نکل گیا
مین شعر پڑھ کے بزم سے کیا اٹھ گیا امیرؔ بلبل چہک کے صحنِ چمن سے نکل گیا

کی نظر رحلِ کتابی پہ، تو کچھ دل ٹھہرا مکتبِ شوق بھی قرآن کی منزل ٹھہرا
علم اک نقطہ جو مشہور تھا، اے جوشِ جنون ۱۸ غور سے کی جو نظر نقطۂ باطل ٹھہرا
ہم بڑی دور سے آئے ہین تمھارا ہی چال ۱۹ گھر سے دروازے تک آنا کئی منزل ٹھہرا
اب تک آتی ہے صدا تربتِ لیلی سے امیرؔ ساربان! ہاے خدا کے لیے محمل ٹھہرا

وہ ہون جانباز مقتل پر گمان ہے مجکو گلشن کا ترانہ بلبلون کا جانتا ہون بولنا رن کا
نہ گل ہنستے نہ غنچے مسکراتے دونون رو دیتے ۲۰ تمھین کو بلبلو آتا نہین انداز شیون کا
اٹھالون سختیان لاکھون، کڑی بات اٹھ نہین سکتی ۲۱ مین دل رکھتا ہون شیشے کا جگر رکھتا ہون آہن کا
ہلال و بدر دونون مین امیرؔ اسکی تجلی ہے یہ خاکہ ہے جوانی کا وہ نقشہ ہے لڑکپن کا

کچھ نہ پوچھو دلربا مجھ سے جدا کیونکر ہوا؟ دیکھو دل سا آشنا نا آشنا کیونکر ہوا؟
ناز اٹھائے مین نے، پالا مین نے، حضرت کون ہین دل اگر میرا نہین ہے آپ کا کیونکر ہوا؟
لوٹنا دیکھا نہین جاتا ہے ہو نرم دل؟ ذبح کرتے وقت اتنا بھی کڑا کیونکر ہوا؟
داورِ محشر کو بھائی ہے مری اُسکی چھیڑ چھاڑ چھیڑ کر پوچھا مکرر کیا ہوا کیونکر ہوا؟
الفتِ گیسو بلا تھی مر گیا پھنس کر امیرؔ ۲۲ ہے بڑا جھگڑا نہ پوچھو فیصلہ کیونکر ہوا؟

صاف کہتے ہو کہ کچھ نہین کھلتا کہنا، بات کہنا بھی تمھارا ہے معما کہنا

روکے اُس شوخ سے قاصد مرا رونا کہنا ۲۳ — ہنس پڑے اسپہ تو پھر حرفِ تمنّا کہنا
مثلِ مکتوب کہنے مین ہر کیا کیا کہنا — نہ مرا طرزِ خموشی نہ کسی کا کہنا
دمِ آخر تو تبو یادِ خدا کرنے دو — زندگی بھر تو کیا مین نے تمہارا کہنا
جیتی طبع سے اُستاد کا ہر قول امیر — ہو زمین سست مگر چاہیے اچھا کہنا

بختِ واژون سے جلے دل کیون نہ مجھ محرور کا — مرہم کافور سے مُنھ آگیا ناسور کا
بارِ دنیا جسکے سر پر ہر اُسے زحمت کہان — چور رہتا ہر مشقت سے بدن مزدور کا
دردمندی اسکو کہتے ہین کہ روزِ حشر بھی — رو دیا مین دل بھر آیا سُن کے نالہ سوز کا
میکش مفلس ہون پہلے مجکو دے ساقی شراب ۲۴ — دل بہت ہوتا ہر تھوڑا مردِ بے مقدور کا
قصرِ تن بگڑا کسی کا گورکن کی بن پڑی — گھر کسی کا گر پڑا گھر بن گیا مزدور کا
پوچھ لینا سب وطن کا حال اے اہلِ عدم ۲۵ — بیٹھ لینے دو ذرا، آتا ہون اُٹھا دور کا
مورچون کو حادثون سے دہر کے کیا خوف ہر ۲۶ — بارشِ باران سے گھر گرتا نہین زنبور کا
جلوۂ معشوق ہر جا ہر بصیرت ہو اگر — ہر رگِ شبِ تاب مین عالم ہر شمعِ طور کا
مرکے یارانِ عدم کے پاس پہنچونگا امیر — چلتے چلتے جان جائے گی سفر ہر دور کا

یہ رفتہ رفتہ ضعف سے اعدال تن ہوا — سائے کی بھی نگاہ سے غائب بدن ہوا
آوارہ مین ہوا جو جگہ دل مین تم نے کی — تم آئے اپنے گھر، مین غریب الوطن ہوا
رو لین لپٹ کے خوب مرے دل کی حسرتین — غربت مین میہمان جو خیالِ وطن ہوا
کیا دون جواب شکوۂ دل کا تمھین کہو؟ — تم سے تو جو سلوک ہوا، دل شکن ہوا
اب کا سفر، وہ ہر کہ نہ دیکھون گا پھر وطن — یون تو، مین لاکھ بار غریب الوطن ہوا
باغِ جہان مین، طائرِ مضمون تھے امیر — جس دام مین پھنسے وہی اپنا وطن ہوا

حسن، اس شوکت پہ مجرائی ہر اُس درگاہ کا — رتبہ دیکھو عشق کی سرکارِ عالی جاہ کا
رندِ مشرب کب کے پہنچے یار کے گھر زاہدا — تو ابھی ہی پوچھتا ہر اب تک اُسکی راہ کا

کچھ نہ سمجھے ہو، نہ بوجھے ہو، کہ وہ کیا چیز ہے؟
نام تم نے سُن لیا ہے، زاہدو! اللہ کا

آج سے کھینچوں، تو آتے آتے مدت چاہیے
ضعف میں مشکل ہے، دل سے لب تلک آنا آہ کا

اسقدر دل پر تصرف، کیا سبب، یہ کون ہیں
بک گیا ہے، کیا بتوں کے ہاتھ گھر اللہ کا

حق رسی چاہے، تو ہفتاد و دو ملت سے گزر
منزلیں طے ہوں تو حج حاصل ہو بیت اللہ کا

ذکر حق میں سب حوادث سے ہوں محفوظ اے امیر
ہے حصار امن، گنبد مجھ کو بسم اللہ کا

وصل کی شب بھی خفا وہ بت مغرور رہا
حوصلہ دل کا جو تھا دل میں بدستور رہا

عمر رفتہ کے تلف ہونے کا آیا تو خیال
لیکن اس دم، کہ تلافی کا نہ مقدور رہا

گردش بخت، کہاں سے ہمیں لائی ہے کہاں
منزلوں وادی غربت سے وطن دور رہا

زلف و رخ دونوں ہیں جانے سے جوانی کے خراب
مشک وہ مشک، نہ کافور وہ کافور رہا

ہم بھی موجود تھے کل محفل جاناں میں امیر
رات کو دیر تلک آپ کا مذکور رہا

آسماں زیر زمیں اے دل حیران کس کا؟
شہر بیگانہ ہے، یاں کون ہے پُرسان کس کا؟

حوصلہ قیس کا فرہاد کا دل پیدا کر
پھر تو یہ کوہ ہے کس کا یہ بیابان کس کا؟

ہو رہی تھی تری رفتار سے پامال جو خلق
تو نے سیکھا یہ چلن، کبک خرامان کس کا؟

اس زمانہ میں نہیں نام سخاوت کا امیر
کون محسن ہے؟ اُٹھائیے کوئی احسان کس کا؟

جب تلک ہست تھے، دشوار تھا پانا تیرا
مٹ گئے ہم، تو ملا ہم کو ٹھکانا تیرا

نہ جہت تیرے لیے ہے نہ کوئی جسم ہے تو
چشم ظاہر کو ہے مشکل نظر آنا تیرا

شش جہت چھان چکے، ہم کو کھلا ہم پہ یہ حال
رگ گردن سے ہے نزدیک ٹھکانا تیرا

اب تو پیری میں نہیں پوچھنے والا کوئی
کبھی اے حسن جوانی! تھا زمانا تیرا

اے صدف چاک کرے گا یہی سینہ اک دن
تو یہ سمجھی ہے کہ گوہر ہے یگانا تیرا

دور اگلے شعرا کا تھا کبھی اور امیر
اب تو ہے ملک معانی میں زمانا تیرا

قلق ہوا نہ مجھے صیاد کی جدائی کا
یہ چہچہے نہیں، افسوس ہے رہائی کا

مین طول روزِ قیامت کو سُن کے ڈر رہا ہون — کہ دن نہ ہو وہ کہین یار کی جدائی کا
بغیر کھینچے ہوئے یار تک نہین رہتا — مین میٹ کے نام شاد و نگار رسائی کا
۲۷ خدا نے دل کو بنایا تھا جامِ استغنا — ہوس نے کاسہ اُسے کر دیا گدائی کا
بہار آئی ہی پھر خیر ہو خداوندا! — جنون کے ہاتھ مین دامن ہی پارسائی کا
اُٹھا جو درد تو گھبرا کے میرے دل نے کہا — کہ تو بھی داغ مجھے دے گا کیا جدائی کا
۲۸ شبِ وصال بہت کم ہی آسمان سے کہو — کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا
۲۹ گز نہین ہی حرم مین تو دیر کو چلیے — امیر کام کہین بند ہی خدائی کا

کیون ہوا عاشق؟ جفا پر گر نہ تجھکو صبر تھا — اے دلِ بیتاب، کیا تجھ پر کسی کا جبر تھا
تجھکو بھی اک سنگدل معشوق سے پالا پڑا — یہ مرے دل کے پھپھولے تھے، یہ میرا صبر تھا
بار بار اُسکی گلی مین کیون نہ جاتا اے امیر — کیا کرون بے اختیاری تھی، کہ دل بے صبر تھا

فتنہ تھا، قہر تھا، جلوہ ترا اے یار نہ تھا — جب تلک دل کو سنبھالون مین دلِ زار نہ تھا
جب کہا اُس سے، شبِ غم کوئی غمخوار نہ تھا — درد نے اُٹھ کے کہا، کیا یہ گنہگار نہ تھا
کیا ملا تھی نگہِ ہوش رُبا ساقی کی — اُٹھ گئی آنکھ تو کوسون کوئی ہشیار نہ تھا
بات رکھ لی مرے قاتل نے گنہگارون مین — اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا
وہ کھچا گر تو کھچا، شان تھی معشوقی کی — مجھ سے کھنچا تجھے اے خنجرِ خونخوار نہ تھا
وقتِ بد مین نہ ہوا کوئی امیر آکے شریک — یار سمجھا تھا مین جسکو وہ مرا یار نہ تھا

بندہ نوازیون پہ خدائے کریم تھا — کرتا نہ مین گنہ، تو گناہِ عظیم تھا
۳۰ کیا کیا نہ آفتون کے رہے ہمکو سامنے — یارب، شباب تھا کہ بلائے عظیم تھا
دنیا مین کچھ قیام نہ سمجھو کرو خیال — اس گھر مین تم سے پہلے بھی کوئی مقیم تھا
۳۱ دنیا کا حال، اہلِ عدم سے ہے یہ مختصر — اک دو قدم کا کوچۂ امید و بیم تھا
ہم اپنے دل مین سمجھے تھے کیا جانین حشر مین — کس سمت کو جنان تھا کدھر کو جحیم تھا

سامانِ عفو کیا میں کہوں مختصر ہے یہ | بندہ گناہگار تھا، خالق کریم تھا
گلگشت میں نقاب اُلٹتے وہ رخ سے کیا | شرم آ گئی تھی صبا سے لحاظِ نسیم تھا

دامانِ گل کو خود نہ چھوا، ورنہ اے امیر | کچھ ڈر صبا کا ہم کو، نہ خوفِ نسیم تھا

ہر جگہ جوشِ محبت کا نیا عالم ہوا | آنکھ میں آنسو، جگر میں داغ، دل میں غم ہوا
میرے مرتے ہی زمانہ درہم و برہم ہوا | یہ خوشی پھیلی کہ شادی مرگ اک عالم ہوا
آنسوؤں سے بیقراری میں نہ اک تسکین تھی | بڑھ گیا اور اضطرابِ دل جو رونا کم ہوا
روز کی فریاد سے تنگ آ گئے تھے اسقدر | خلق کو مژدہ ہمارا نالۂ ماتم ہوا
کیا دوا کی بیٹھ کر پہلو میں اُسکے تیر نے | دردِ دل بھی گھٹ گیا دردِ جگر بھی کم ہوا
لذتِ شرمِ گنہ تھی کب فرشتوں کو نصیب | یہ مزہ چکھنے کو پیدا اخلاق میں آدم ہوا
میرے زخموں کی ہنسی پر مجھکو رونا آ گیا | یہ خوشی بھی کچھ خوشی تھی جسکا ایسا غم ہوا
نوکِ خنجر ہو کہ اے سفاک، پیکان تیر کا | جو مرے پہلو میں آ بیٹھا مرا ہمدم ہوا
جان قالب میں ہے مضطر، دم خفا، دل بیقرار | موت ہی آئی، مزاجِ یار کب برہم ہوا
ہوش کی کہتے اب تو کوئی بات کرتے ہیں امیر | کچھ تو وحشت نے کمی کی، کچھ تو سودا کم ہوا

وہ کون تھا، جو خرابات میں خراب نہ تھا | ہم آج پیر ہوئے، کیا کبھی شباب نہ تھا
شکایت اُن سے کوئی گالیوں کی کیا کرتا؟ | کسی کا نام، کسی کی طرف خطاب نہ تھا
نہ پوچھ عیش جوانی کا ہم سے پیری میں ۳۲ | ملی تھی خواب میں وہ سلطنت شباب تھا
دماغ بحث تھا کسکو وگرنہ اے ناصح | دہن نہ تھا کہ دہن میں مرے جواب تھا
وہ کہتے ہیں شبِ وعدہ میں کس کے پاس آتا | تجھے تو ہوش ہی اے خانماں خراب تھا
فلک نے افسرِ خورشید سر پہ کیوں رکھا | سبو سے بادہ نہ تھا، ساغر شراب نہ تھا
ذرا سے صدمے کی تاب لا سکے نہیں، وہی ہم ہیں | کہ ٹکڑے ٹکڑے تھا دل اور اضطراب نہ تھا
لپٹ کے چوم لیا منہ مٹا دیا انکار | نہیں کا اُن کی سوا اسکے کچھ جواب نہ تھا

غضب کیا کہ اسے تو نے محتسب توڑا　　ارے یہ دل تھا مرا، شیشۂ شراب نہ تھا

امیر اب ہین یہ باتین جب اُٹھ گیا وہ شوخ　　حضورِ یار کے مُنھ مین ترے جواب نہ تھا

دیکھ اے درد، جدا ہو نہ دلِ محزون سے ۴۳　　اور اُٹھے گا یہ بیمار جو تنہا ہوگا

ایسا تری رحمت پہ بھروسا ہے کہ مجھ سے　　احسان اُٹھایا نہین جاتا ہے دعا کا

بظاہر رہا مجھ سے غافل مگر　　کنکھیون سے وہ دیکھے بھالے گا

اے غمِ یار مین نہین مٹتا،　　نام مٹتا ہے ناتوانی کا

زیست کا اعتبار کیا ہے امیر ۴۴　　آدمی بُلبلا ہے پانی کا

جب دیکھو گے پاس بھری میری شکل، تم　　پھر تم سے میرے دل کو، دِکھایا نہ جائیگا

چہرہ چھپالین، آنکھ چرالین، حیا سے وہ　　جوبن اُبھار پر ہے چھپایا نہ جاے گا

مجھ روسیہ کو قبر مین رہنے دے اے کریم　　یہ مُنھ کسی کو مجھ سے دکھایا نہ جاے گا

کیا کہتے ہو، بس دیکھ لیا حال تمھارا　　دیکھو گے ابھی تم نے مرے جان نہین دیکھا

جان آنکھون سے، دم تن سے نکلتے ہوے دیکھا　　پر دل سے نکلتے ہوئے ارمان نہین دیکھا

اس سرا مین، مین مسافر نہین رہنے آیا　　رہ گیا تھک کے اگر آج تو کل جاؤن گا

تڑپ کے مُنھ سے کلیجا نکل پڑے نہ امیر ۴۵　　بہت جو درد اُٹھے، دل پہ ہاتھ دھر لینا

ہم سے دل دردِ محبت کا دُکھایا نہ گیا　　زخم کھایا کیے ٹانکا کبھی کھایا نہ گیا

لاش، بے گور و کفن وادیِ غربت مین رہی　　مر گئے بھی غیر کا احسان اُٹھایا نہ گیا

وہ ہنس ہنس کے نشتر چبھویا کیا　　مین رو رو کے دامن بھگویا کیا

عجب، قدرتِ حق کے، ہے جہان مین کھیل　　کہ مٹی کے پتلے کو، گویا کیا

بُرا خوابِ غفلت کا ہو، وقتِ کوچ　　گئے میرے ساتھی مین سویا کیا

دقیقہ نہین اب بزم سے ہوتا ہے یہ رخصت　　منھ دیکھ رہا ہون مین چراغِ سحری کا

موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا ۴۶　　بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا

شکوہ کسی سے دل شکنی کا کروں میں کیا؟ یہ شیشہ چوٹ کھانے سے پہلے ہی چور تھا

خامشی میں بھی کیا حلاوت ہے ۳۴ کہ کبھی لب سے لب جدا نہ ہوا

فتنے کہتے ہیں اُن نگاہوں سے چشمِ بد دور تم سے کیا نہ ہوا

کھیت لاکھوں رہے مگر قاتل سبزہ شمشیر کا ہرا نہ ہوا

دمِ رقص ہاتھوں کو اتنا نہ پھیلیے کہیں، یار، دل پس نہ جائے کسی کا

ان ہونٹھوں میں کھیلنا ہنسی کا ۳۵ کھلنا دکھلا گیا کلی کا

اس کڑی کا تحمل تھا کہاں شیشۂ دل؟ ۳۶ وہ کہی بات کہ دل تو نے صنم توڑ دیا

اِس غمکدہ میں کٹ گئی یوں اپنی زندگی ۳۷ قیدی کو جیسے روز گزر جائے عید کا

سمجھا رہے ہیں خون مرا کرکے کیا حضور؟ ۳۸ اب اسپہ خاک ڈالیے، جو کچھ ہوا ہوا

مٹا گئے دیدہ و دل دونوں میرے اشکِ خونیں نے عجب یہ طفلِ ابتر تھا، نہ گھر رکھا، نہ در رکھا

نہ کی کس نے سفارش میری وقتِ قتل قاتل سے کمان نے ہاتھ جوڑے، تیغ نے قدموں پہ سر رکھا

تری گردن پہ ہوگا خون حشر تمہارے بسمل کا نگاہِ یاس بس کر، دل بھر آتا ہے قاتل کا

ٹھیریں، اک ذرا دم لینے دو پھر لڑ جھگڑ لینا ابھی تو میں تھکا ماندہ چلا آتا ہوں منزل کا

خدا کی راہ میں دیتا ہے، گھر کا بھر لینا ادھر دیا، کہ اُدھر داخلِ خزانہ ہوا

امیرؔ، لاکھ اِدھر سے اُدھر زمانہ ہوا وہ بت وفا پہ نہ آیا، میں بے وفا نہ ہوا

عبث ہے ناز تمول پہ اِن امیروں کو اُٹھا کے لائے ہیں کوڑا فقیر کے گھر کا

احسان کسی کا اِس تنِ لاغر سے کیا اُٹھے سو من کا بوجھ سایۂ دیوار ہو گیا

اے ترک، تیری تیغ ہمارا گلا کہاں؟ اک یہ بھی اتفاقِ قضا و قدر ہوا

کیا ہماری گور پر ہے احتیاجِ روشنی چار جگنو جب چمک نکلے چراغاں ہو گیا

دل، نہ مجروحوں کے تڑپانے سے قاتل کا بھرا چٹکیاں رہ رہ گئیں خالی نمکداں ہو گیا

قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستین کا

حضرتِ غم دل مرا گھر آپ کا ہے آیئے — پر مین بے سامان بہت ہون کہ کیا پائیں آپ

جھانک کر روزنِ دیوار سے وہ تو بھاگے — رہگیا کھول کے آغوش مین در کی صورت

خوشا امیر وہ منعم کہ ہو گئے دولتمند — جھکائے سر شجرِ میوہ دار کی صورت

بات کرتے مین تو جاتی ہے ملاقات کی رات — کیا بڑی بات ہے رہ جاؤ یہین رات کی رات

شام سے صبح تلک چلتے ہین جام مئے عیش — خوب ہوتی ہے بسر اہلِ خرابات کی رات

نامہ بر مین جانتا ہون پر جا سکتا نہین — دل مین ہے اب تک نہین آتا نشانِ کوے دوست

چین اب کسی پہلو کسی کروٹ نہین آتا — سچ ہے کہ لگے کی بھی ہوتی ہے بڑی چوٹ

بندہ ہون تیری محبت کا مین جاؤنگا کہان — بند کرتا ہے قفس مین مجھے صیاد عبث

شاید کسی دلبر پہ امیر آہی گیا دل — کیون ہاتھون سے تھامے ہوے پھرتے ہو جگر آج

ساتھ پیکان کے لپٹ کر دل نہ کھنچ آئے کہین — دیکھ او ظالم ذرا آہستگی سے تیر کھینچ

یہ میکدہ ہے کہ کوئی طلسم ہے ساقی ۴۲ — جو آئے پیر کی صورت گئے جوان کیطرح

ہجر کی شب ایک تو یون ہی نہین آتی ہے نیند — اور یکبار سے تری یاد سے اڑ جاتی ہے نیند

دردِ دل کہتا ہون مین جب رات کو کہتے ہین وہ — ختم کیجئے یہ کہانی اب نہین آتی ہے نیند

تیرے جگنو کا اگر آنکھون کو بندھتا ہے خیال — کرکے شبتاب بنکے صاف اڑ جاتی ہے نیند

غفلت پیری ہے اب تھی نوجوانی کا ترنگ — رات کے جاگے ہوے کو جیسے آجاتی ہے نیند

ڈرتی ہے میرے سیہ خانے مین جو آتے ہوے — موت کو ہمراہ لیتی ہے تب آتی ہے نیند

مین تو کیا محفل مین اسکی جاکے سو جاتے ہین پاؤن — نرم بستر پاکے کیسے پاؤن پھیلاتی ہے نیند

ہجرِ جانان مین جو سو غمزدون سے آتی ہے امیر — خفتگانِ خاک کی صورت سلا جاتی ہے نیند

پوچھ کہ بلند کسکی ہے اے خوبرو پسند؟ — شکوہ عدو پسند ہے مجکو ہے تو پسند

کھل کر کہو کہ بوسۂ گیسو نہ دینگے ہم — یہ الجھی الجھی ہمکو نہین گفتگو پسند

سب آفتون سے چھوٹ گیا کرکے ترکِ حرص ۴۴ — کیونکر نہ ہو مجھے دلِ بے آرزو پسند

یہ جھک پڑا جہان وہیں دریا بہا دیا — ساقی مجھے ہے ہمتِ دستِ سبو پسند
دن رات ذکرِ شعر و سخن سے ہے کام امیر — باتیں یہی پسند یہی گفتگو پسند

کون اُٹھائے گا، تمھاری یہ جفا میرے بعد؟ — یاد آئے گی بہت میری وفا میرے بعد
ہے وصیت مری، مرقد پہ یہ لکھدیں احباب — کہ کرے کوئی کسی سے نہ وفا میرے بعد

خنجرِ قاتل نہ کر اتنا روانی پر گھمنڈ — سخت کمظرفی ہے اک دو بوند پانی پر گھمنڈ
شمع کے مانند کیا آتش زبانی پر گھمنڈ؟ — صورتِ پروانہ کر سوزِ نہانی پر گھمنڈ
گور میں کہتی ہے عبرت قیصر و فغفور سے — کیوں نہیں کرتے ہو اب صاحبقرانی پر گھمنڈ؟
ہے یہی تاثیرِ آبِ خنجرِ جلاد میں — چشمۂ حیوان نہ کر تو اپنے پانی پر گھمنڈ
حال پر اجداد و آبا کے تفاخر کیا امیر — ہیں وہ نادان جنکو ہے قصہ کہانی پر گھمنڈ

چوٹی میں اگر ہے بار تعویذ — لا میرے ہی سر سے مار تعویذ
جاتی نہیں ہجر کی تپ جار — ناحق ہے گلے کا ہار تعویذ
اللہ رے امیر سوزِ فرقت — جل جاتا ہے برق وار تعویذ

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر — سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر
کوہکن کوہ کنی شیوۂ عشاق نہیں — ہے جو عاشق دلِ معشوق میں گھر پیدا کر
آخرت میں عمل نیک ہی کام آئیں گے — پیش ہے تجھکو سفر، زادِ سفر پیدا کر
عشقبازی کا اگر حوصلہ رکھتا ہے امیر — دل جو لوہے کا تو پتھر کا جگر پیدا کر

ساقیا ابر ابھی آیا نہیں میخانے پر — کیوں قدح نوش گرے پڑتے ہیں پیمانے پر
دل خدا دے جسے وہ داغِ محبت کے ملول — عشق بلبل پہ ہے موقوف نہ پروانے پر
ہے وہی دوست جسے جس سے محبت ہو جائے — خیر اپنے پہ ہے موقوف نہ بیگانے پر
مجھ سے رخصت جو ہوا یار شبِ وصل امیر — چھا گئی کیسی اُداسی مرے کاشانے پر

یہی سوزِ دل ہے تو محشر میں جل کر — جہنم اُگل دے گا مجھکو نگل کر

جو شامِ شبِ ہجر دیکھی تو سمجھے / قضا سر پہ آئی ہے صورت بدل کر
یہ میری طرف پاؤں محفل میں کیسے؟ / ذرا آدمیت سے بیٹھو سنبھل کر
بشر کیوں نہ ہو بے وطن ہو کے مضطر / تڑپتی ہے دریا سے مچھلی نکل کر
مرا دل بھی آئینۂ انجمن ہے / دکھاتا ہے سو رنگ صورت بدل کر
قدم جب خوشی سے درِ دل پہ رکھا / صدا غم نے دی دیکھ ظالم سنبھل کر
نکالا جو پیرِ مغاں نے تو کیا غم / بلا لے گی پھر دخترِ رز مچل کر
یہی سوزِ غم ہے تو اشکوں کی صورت / کسی روز بہ جائے گا دل پگھل کر
اٹھا اے دل آنکھوں سے اتنا نہ طوفان / کوئیں بیٹھ جاتے ہیں اکثر ابل کر
امیر اہلِ مسجد سے اظہارِ تقویٰ؟ / ابھی آئے ہو میکدے سے نکل کر

جورِ ہفت افلاک ہیں انساں کے جسمِ زار پر / بوجھ ان ساتوں چھتوں کا ہے اسی دیوار پر
یہ مرے بیت الحزن پر چھائی ہے بوسیدگی / ڈرتے ڈرتے سایہ رکھتا ہے قدم دیوار پر
وار کرنے کی نہ قاتل کو ملی گلشن میں بار / دوڑ کر خود رکھ دیا میں نے گلا تلوار پر
باغ سے پہنچے ہیں وحشی بے تکلف سوئے دشت / پاؤں بھی رکھا نہ مثلِ بوئے گل دیوار پر
شمع ساں گریاں ہے قاتل میرے بالیں پر امیر / موت کو روتے ہوئے دیکھا اسی بیمار پر

اور بھی تیر لگا دل پہ مری جان دو چار / ساتھ پیکاں کے نکل جاتے ہیں ارماں دو چار
جب نکلتے ہیں مکاں سے وہ بدل کر کپڑے / چاک ہو جاتے ہیں رستے میں گریباں دو چار
مجلسِ گورِ غریباں نہیں رہتی خالی / روز آ رہتے ہیں اس میں نئے مہماں دو چار
ہوں وہ بسمل مرے زخموں کو مزہ درد کا ہے / نہ بھرے جی جو نہ خالی ہوں نمکداں دو چار
امتحانِ مردمِ دنیا کا کیا ہم نے امیر / دیو خصلت جو ہزاروں ہیں تو انساں دو چار

نہ کورِ باطن ہو اے برہمن، ذرا تو چشمِ تمیز وا کر / خدا کا بندہ، بتوں کو سجدہ، خدا خدا کر، خدا خدا کر
جو اٹھ کے پہلو سے انجمن میں، وہ دور بیٹھے ہیں مجھ سے جا کر / تڑپ نے دردِ جگر کی دل کو ٹپکا دیا ہے اٹھا اٹھا کر

قدم کو لغزش، زبان کو لکنت، ہے رعشہ ہاتھون کو سر کو جنبش — ہہ ہہ کدھر گئی ہے نوجوانی، اِن آفتون مین ہمین پھنسا کر

جو آنکھ کھولی، تو کچھ نہ دیکھا، سحر کو سنسان سب سرا تھی — ہوا نہ ہمراہیون سے اتنا کہ ساتھ لیتے مجھے جگا کر

نہ بھول اس زندگی پہ غافل، نہین ہے کچھ اعتبار اسکا — کہ راہ لے گی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ تجھے بتا کر

بپا ہے طوفانِ بے ثباتی، روا روی مین ہین گرم موجین — ہوا مین ناحق بھرا ہوا ہے، حباب دریا مین گھر بنا کر

نہین ہے کوئی جہان مین باقی چلیگی اب تیغِ ناز کس پر — مگر تری قتل گہ مین لائین مسیح مُردے جلا جلا کر

یہ ظلم سارے ہین چند روزہ، ہے ایک دن انتقام کا بھی — امیر جام گرم کرلین، فقیر کا جھونپڑا جلا کر

خدا ہی باندھے ہوا کچھ ایسی کہ دل ہو اُس گرم خو کا پانی — کیا ہے لوگون نے آگ اُسکو، لگا لگا کر بجھا بجھا کر

امیر میری رگِ گلو کو یہ تیغِ قاتل کی آرزو تھی، — ملی وہ آکر جو بعد مدت تو خوب روئی گلے لگا کر

امیر قسمت مین جو لکھا ہے اُسی کا ہر روز سامنا ہے — خدا ہے مالک، خدا ہے رازق، کسی سے ہرگز نہ التجا کر

منھ پھیر کر وطن کی طرف یون وطن کو چھوڑ — چھوٹے جو بوے گل کی طرح سے چمن کو چھوڑ

اے روح، کیا بدن مین پڑی ہے بدن کو چھوڑ — میلا بہت ہوا ہے، اب اس پیرہن کو چھوڑ

ہے روح کو ہوس کہ نہ چھوڑے بدن کا ساتھ — غربت پکارتی ہے کہ غافل، وطن کو چھوڑ

کہتی ہے بوے گل سے صبا آکے صبحدم — اب کچھ اِدھر اُدھر کی ہوا کھا چمن کو چھوڑ

تلوار چل رہی ہے کہ یہ تیری چال ہے — اے بت خدا کے واسطے اس بانکپن کو چھوڑ

شاعر کو فکرِ شعر مین راحت کہان امیر — آرام چاہتا ہے تو مشقِ سخن کو چھوڑ

مرے پہلو مین یون آؤ چمن صدقے ہو جوبن پر — ملو ہاتھون مین مہندی خون سب کا میری گردن پر

ہجوم ایسا نگاہون کا ہوا ہے اُنکی چلمن پر — کہ دُہرے پردے جالی کے پڑے ہین روزنِ روشن پر

الٰہی وہ بھی دن آئے کہ میرا ہاتھ محشر مین — کبھی جیبِ کفن پر ہو کبھی قاتل کے دامن پر

دو رنگی سے نہین خالی ہے کوئی بات اُس شوخ کی — پیامِ صلح لب پر جنگ کے آثار چتون پر

کدورت کب جگہ پاتی ہے دل مین صاف طینت کے؟ — نہ دیکھا گرد کو جمتے کبھی دریا کے دامن پر

امیر ایسا کیا ویران اجل نے قصرِ شاہی کو — کہ آنکھین رکھ کے روئی بیکسی ایک ایک روزن پر

خدا کو دل ہی مین ڈھونڈھو ادھر اُودھر نہ پھرو
نہین کتاب کا مطلب کتاب سے باہر

بادۂ سُرخ پیون ساغر و مینا بھر کر
ہو سہم گل مین کرون کیا مین خزینا بھر کر

دل پہ ہی بحرِ محبت مین ہجومِ غم و یاس
خوف ہی بیٹھ نہ جائے یہ سفینا بھر کر

حال کیا پوچھتے ہو میرے دلِ پُرخون کا
دیکھ لو بادۂ گلرنگ سے مینا بھر کر

نشۂ دولتِ دنیا ہی خسارِ عقبےٰ
مست ہم ہین عبث زر سے خزینا بھر کر

خرابِ عشق لاکھون تاک مین ہین چشمِ ساقی کی
زمانے کے شرابی آگرے ہین ایک ساغر پہ

گڑے مُردے اُکھڑ جائین گے پھر دیکاری کو
زمانے بھر کے جھگڑے اُٹھ رہے ہین روزِ محشر پہ

سیہ کاری سے جی بھرتا نہین پر شرم آتی ہی
کہانتک بوجھ رکھیے کاتبِ اعمال کے سر پہ

اجل نے سارے جھگڑے سے چھڑایا
فراغت ملگئی تربت مین گڑ کر

حیا آتی ہی کیا منزل پہ جاؤن،
کہ کانٹے رو گئے ہین پاؤن پڑ کر

یہ جنگِ زرگری در پردہ ہی صلح
ملا دیتے ہین دل کو آنکھ لڑ کر

جدا سر ہو تو اپنا دردِ سر جائے
کرین کیا دردِ سر صندل رگڑ کر

سنبھل سکتا نہین ہی سر وفورِ ناتوانی سے
اگر تکیے سے اُٹھتا ہی، تو آرہتا ہی زانو پہ

آستین سے جو ہوا دستِ ستمگر باہر
مین یہ سمجھا کہ ہوا میان سے خنجر باہر

داغِ الفت مرے دل مین کوئی چھپ سکتا ہی
شمعِ فانوس کا نور ایک ہی اندر باہر

ہون وہ دیوانہ جو رکھتا ہون زندان مین قدم
غل یہ زنجیر مچاتی ہی کہ باہر باہر

سرکشی اہلِ تواضع سے کوئی چلتی ہی
پست دروازہ سے خود آتا ہی انسان جھک کر

مرتبہ پیشِ خدا ہوتا ہے اتنا ہی بلند
جس قدر چلتا ہی انسان سے انسان جھک کر

جل گیا اُگتے ہی دانا جو مری قسمت کا
آسیا رہ گئی انگشت بدندان ہو کر

جلتا ہی دل فراق مین کیونکر خوش آئے ابر
یہ کس نے آگ کے ہین تجھے لکھا سے ابر

ہم بیکسون کا کون عزادار ہی اسیر
ہان سوگوارون ہی دو دشت ہوا پر رداسے ابر

تھا وہ دیوانہ کہ زندان کی محبت نہ گئی — رہ گیا چار قدم سوے بیابان چل کر

ملا نام خدا وہ مرتبہ تجھکو حسین ہوکر — فلک کرتا ہی مجرا تیری چوکھٹ کو زمین ہوکر
نہ بچے گی آبرو دنیا مین تو عزلت نشین ہوکر — صدف مین بیٹھ رہنا چاہیے دُرِ ثمین ہوکر

نوجوانی ہی نہ پوچھو رخِ جانان کی بہار — کچھ عجب موسمِ گل مین ہی گلستان کی بہار
باغبان سے کہو پھولے نہ بہت پھولون پر — چار دن ہی یہ گل ولالہ وریحان کی بہار

عجب لذت بھری تلوار سے قاتل نے مارا ہی — مرا خون اسکے سر اسکا احسان میری گردن پر
گلا کٹوا مزے لے لے کے پھر ای دل کہان یہ دن — کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

مین اس ادا کا ہون تیری کشتہ مین اسنے الٹا کہ تیغ سنبھل — لگائی تلوار جب جھپک کر تو کھا گئی بل کمر لچک کر
جب تیرے احسان ہین پیہم تیری ہین شکر اسکا ادا کرون کیا — دعائین دیتی ہی ٹپ ٹپ ہڈی ہڈی بدن کی چٹک چٹک کر
مین وہ ہون نازک مزاج بلبل نہین ہی مجھکو تاب نکہت گل — دماغ کرتی ہین کیون پریشان چمن مین کلیان چٹک چٹک کر

بوسے کوئی مانگے تو نہین کہتے ہین ہنس کر — انکار مین بھی صاف ہین اقرار کے انداز

یون دل مرا ہی اُس صنمِ دلربا کے پاس — جس طرح آشنا کسی ناآشنا کے پاس
بولا وہ بُت سرہانے مرے آکے وقتِ نزع — فریاد کو ہماری چلے ہو خدا کے پاس؟
توفیق اتنی دے مجھے افلاس مین خدا — حاجت نہ لیکے جاؤن کبھی اغنیا کے پاس
رہتے ہین ہاتھ باندھے ہوئے گرد ان کے مہر — یارب ہی کس بلا کا فسون اس خفا کے پاس
پیچھے پڑا ہی انکی گیسو کے دل اسیر — جاتا ہی دوڑ دوڑ کے یہ خود قضا کے پاس

ذبح ہوکر بھی ہین ہم تشنۂ دیدار کی — اسقدر پانی کہان قاتل ترے خنجر کے پاس؟
یون عیان ہین ضعف سے پہلوؤن مین میرا استخوان — جیسے صفحے پہ خطِ مسطر خطِ مسطر کے پاس

کرتے ہو کیا لباس سے آرایشِ بدن — اک روز فرشِ خاک ہی مسند، کفن لباس

ہون وہ گدا، ہی ہیچ اگر مین پڑا رہے خلقِ خدا — گویا کہ نقشِ بوریا ہی نقشِ جسب عامل کے پاس
جب تک کہ ہی سر دوش پر جائیگا کیونکر دردِ سر — صحت کہان علیلی اسکے گھر جائیگی قاتل کے پاس

آنکھیں تری سفاک ہیں، خونریز ہیں، چالاک ہیں
دو ساحرِ بیباک ہیں بیٹھے ہیں دونوں مل کے پاس

کٹ بھی چکے کہیں کہ ہے یہاں سر وبالِ دوش
قاتل کو بھی ہے تیغِ دو پیکر وبالِ دوش

اے تیغِ یار جلد سبکدوش کر کہیں
ناطاقتی سے ہے مجھے اب سر وبالِ دوش

پی جاؤں ایک سانس میں یا دے مجھ کو سبو فروش
کب تک سبو ہے بادۂ احمر وبالِ دوش

فلک نے جب کوئی چکر بڑا دیا مجھ کو
نظر میں پھر گئی تیری نگاہ کی گردش

تمھاری سیدھی نظر نے تو یہ چھیدے جگر
خدا دکھائے نہ ترچھی نگاہ کی گردش

یہ ایک حسن لاکھ شرافت سے بڑھ کے ہے
ناداں ہے دوست کے دل جو کرے ذات کی تلاش

پیری میں چاہیے نہ جوانی کی آرزو
بے عقل ہے جو دن کو کرے رات کی تلاش

سیدھی نگاہ میں ہیں تری تیر کے خواص
ترچھی ذرا ہوئی تو ہیں شمشیر کے خواص

ہوتا ہے مجھ کو روز جو عارض نیا مرض
اللہ کیا ہے میرے مرض کی دوا مرض

اسکو غمِ وصال ہے اسکو تپِ فراق
دل کو جدا مرض ہے جگر کو جدا مرض

جھنجھلا کے بولے آپ نے جو لکھا میں بار بار
پیدا ہوا ہے آج یہ تم کو نیا مرض

ہر وقت اوڑھنا ہے بچھونا ہے شاعری
سچ ہے اسیر تم کو ہوا ہے برا مرض

مکاں سے ہے نہ کچھ ہم کو لامکاں سے غرض
جہاں حضور ہیں ہم کو ہے وہاں سے غرض

حرم سے کام، نہ مطلب ہے دیر سے ہم کو
سرِ نیاز کو ہے تیرے آستاں سے غرض

کسے ہے فکرِ مضامینِ تازہ کی فرصت؟
اسیر ہے مجھے شیریں زباں سے غرض

کرتا ہوں میں تو روز روانہ ادھر سے خط
لکھا نصیب کا، نہیں آتا اُدھر سے خط

چڑھتے نہ ماہتابی پہ اُلٹے ہوئے نقاب
لکھوا لیے غلامی کا پہلے قمر سے خط

میں تھام لوں جگر کو بہت ہے یہ بے قرار
قاصد، ٹھہر، نہ کھول ابھی تو کدھر سے خط

تڑپنے دیا نہ دل کی تڑپ نے تجھے اسیر
ایسے ہجوم شوق میں آیا اُدھر سے خط

بھیجا جو کبھی ہم نے دیکھا بھی نہ سارا خط
عنقا کی طرح اُسنے نظروں سے اُتارا خط

قسمت کا لکھا دیکھو بھیجا بھی اگر قاصد — اک حرف نہ سمجھے وہ گو پڑھ گئے سارا خط
یاں ہم سے مشق رہی برسوں اک دن نہ کہا اُس نے — لکھوائیں گے کچھ ہم بھی دیکھیں تو تمھارا خط

کیا شوق ہے بنا کے کبوتر کو نامہ بر — ایک ایک پر میں باندھ دیے چار چار خط
بھیجا جو یار تک نہیں پہنچا یہ کیا ہوا — ڈوبا کہ جل گیا مرے پروردگار خط

جان، بزمِ مے، معشوق، محبت، واعظ — خلد میں ہاتھ نہ آئے گی یہ صحبت واعظ
تو جو رندوں کی حقیقت نہیں سمجھا نہ سمجھ — رند سمجھے ہیں تری خوب حقیقت واعظ
جام مے دیکھ کے جامے سے ہوا تو باہر — پی لے دو گھونٹ تو کیا ہو تری صورت واعظ
ایسے پڑھنے سے تو اچھا تھا کہ جاہل رہتا — نہ حیا تجھ میں ہے باقی نہ مروت واعظ
اپنی کچھ کہہ، مری کچھ سن تو مزہ بھی اٹھے — تا کجا تذکرہ دوزخ و جنت واعظ
فصلِ گل میں بھی ہے محروم تو گلگوں سے — دن تو اچھے ہیں بُری ہے تری قسمت واعظ
مست ہم دخترِ رز کے ہیں وہ حوروں کے امیر — کبھی سمجھے گا نہ رندوں کی حقیقت واعظ

چپ بھی ہو بک رہا ہے کیا واعظ — مفت رندوں کا کھا گیا واعظ
ہجو مے کر رہا تھا منبر پر — ہم جو پہنچے تو پی گیا واعظ
دخترِ رز کو بُرا مرے آگے — پھر نہ کہنا کبھی سُنا واعظ
آج کرتا ہوں وصفِ مے میں امیر — دیکھوں کہتا ہے اس میں کیا واعظ

پہلے اُسی سے ہوں گے سارے سوالِ حشر — خود بھی ڈرے نہ تنہا ہم کو ڈرا کے واعظ

میرے دل میں نہیں ہیں ارماں جمع — گھر میں اللہ کے ہیں مہماں جمع
سیکڑوں عیش کے ہیں ساماں جمع — پر نہیں خاطرِ پریشاں جمع
جوشِ سودا، خیالِ خط، غمِ زلف — ہیں پریشانیوں کے ساماں جمع
آرزو، داغ، بیکسی، حسرت — کیسے کیسے ہیں دل میں مہماں جمع
آج اٹھیں گے زخمیوں کو مزے — ہو رہے ہیں وہاں نمکداں جمع

اب ملے گی سخن کی داد امیرؔ
آج محفل میں ہیں سخندان جمع

۴۵

جب گنہگاروں پہ تیرے رحم فرماتی ہے تیغ
ابرِ رحمت بنکے مقتل میں برس جاتی ہے تیغ

واہ رے شوقِ شہادت ایک سر گرتا ہے ایک
عمر گزری ہے کہ دم لینے نہیں پاتی ہے تیغ

چین پیشانی پہ، ابرو پر شکن اچھی نہیں
دیکھیے بیکار ہو جائے گی بل کھاتی ہے تیغ

روحیں قالب سے نکل آتی ہیں تا شوق کے
میان سے اس کے نکلنے بھی نہیں پاتی ہے تیغ

یہ لگاوٹ یہ کھنچاوٹ یہ چلن یہ بانکپن
قہر کی چالیں تجھے اے ترک سکھلاتی ہے تیغ

سخت جانی نے خجل کس کس کو مقتل میں کیا
اس سے شرماتا ہوں میں اور مجھ سے شرماتی ہے تیغ

بسملوں کا جذبۂ شوقِ شہادت دیکھنا
میان سے بیتاب ہو کر خود نکل آتی ہے تیغ

ہے یہ بازارِ جزا لے تیغ زن اپنی خبر
دیکھ وہ تیری قضا کھنچے ہوئے آتی ہے تیغ

سخت عاجز ہے ہماری سخت جانی دیکھ کر
پیستی ہے دانت، سر پتھر سے ٹکراتی ہے تیغ

ہے پری آنے میں بجلی سے سوا جانے میں تیز
ناز سے آتی ہے اور انداز سے جاتی ہے تیغ

خضرِ رہ بھی ہے، فقط رہزن نہ اسکو جانیے
جان لیتی ہے تو منزل پر بھی پہنچاتی ہے تیغ

اور میری تشنہ کامی پر کسے آتا ہے رحم
حلق میں دو بوند پانی آ کے ٹپکاتی ہے تیغ

رعب ایسا آگیا ہے سخت جانی کا امیرؔ
ہوتا ہے میری دور ہی سے مجھکو دکھلاتی ہے تیغ

نہ آئے شب کو میسر اگر، نہ آئے چراغ
کہ داغ سینے کے روشن ہیں یاں بجائے چراغ

نقاب ڈال کے آئے ہیں وہ تو کیا پروا
چھپے نہ پردۂ فانوس میں ضیائے چراغ

لنڈھے شراب کے ساغر، جو محتسب آیا
ہوا غضب کی چلی یک قلم بجھائے چراغ

عبث ہے سامنے جاہل کے شعر کا پڑھنا
وہ بے تمیز ہے اندھے کو جو دکھائے چراغ

خدا ہے دل جو بچے حادثوں کے جھونکوں سے
کہاں تلک تہِ دامن کوئی چھپائے چراغ

رہے نہ داغِ جوانی امیرؔ پیری میں
جلا کے شب کو سحر ہو گئی بجھائے چراغ

نورِ عرفان کے لیے آنکھوں میں آنسو ہیں ضرور
نور تب ہوتا ہے جب روغن سے مملو ہو چراغ

شمع کافوری مبارک منعموں کی بزم کو / ہیں ہمارے خانۂ تاریک میں جگنو چراغ
سینہ ہے پُرداغ، اشکوں میں ہیں لختِ دل امیر / باغ میں گویا کہ روشن ہیں کنارِ جو چراغ

زلفیں آئی ہیں لٹک کر روئے جاناں کی طرف / پاؤں پھیلائے ہیں اس کافر نے قرآں کی طرف
گھر سے اٹھتے تھے کہ جائیں گے گلستاں کی طرف / وحشتِ دل سے چلے ہم تو بیاباں کی طرف
دل کے اک اک گوشے سے ہم دیر تک رویا کیے / ۴۶ ہم لے گئی حسرت جو کل گورِ غریباں کی طرف
کچھ تو تم کو چاہیے اپنے اسیروں کا خیال / روز آ نکلا کرو دم بھر کو زنداں کی طرف
آپ سے جاتا نہیں ہر بار میں مجبور ہوں / دل کھنچا جاتا ہے پھر اک کوئے جاناں کی طرف
چاہتا ہوں وصل اُس سے جو دو عالم میں نہیں / مجھکو دیکھو اور دیکھو دل کے ارماں کی طرف
اب کہیں یارانِ رفتہ کا نشاں ملتا نہیں / شوق میں دل سے چلے ہیں گورِ غریباں کی طرف
جا کے اب یاروں کی تنہائی میں دیکھیں گا امیر / لے چلی ہے بیکسی گورِ غریباں کی طرف

شوخیاں کہتی ہیں ہم ہیں اُس کی چتون کی طرف / چتونیں کہتی ہیں ہم ہیں چشمِ پُرفن کی طرف
سیر دیکھو دل بھی ہے اُس شوخ پُرفن کی طرف / دوستی ہو کر ہوا ہے میرے دشمن کی طرف
تیرِ مژگاں، تیغِ ابرو، دو لڑاکے ہیں مرے / ایک سینہ کی طرف ہے ایک گردن کی طرف
لاابالی جب نکل چلتے ہیں پھر تکتے نہیں / ۴۸ بوئے گل کب پھر کے تکتی ہے گلشن کی طرف
لاکھ الجھائے وحشتِ دل کھینچ جاں سے امیر / میں نہ صحرا کی طرف جاؤں نہ گلشن کی طرف

ہیں نہ زندوں میں نہ مُردوں میں کمر کے عاشق / نہ اِدھر کے ہیں الٰہی نہ اُدھر کے عاشق
جتنے ناوک ہیں کماندار ترے ترکش میں / کچھ مرے دل کے ہیں کچھ میرے جگر کے عاشق
برہمن دیر سے کعبہ سے پھر آئے حاجی / [illegible] کے عاشق
آنکھ دکھلاؤ انہیں مرتے ہوں جو آنکھوں والے / ہم تو ہیں یار محبت کی نظر کے عاشق
[illegible] درد، الم، داغ، تمنا، حسرت / [illegible] کے عاشق
اپنے صاحب سے شبِ ماہ تمہیں ہو امیر / ہو گئے تم بھی کسی رشکِ قمر کے عاشق

ہم تھے اور چہرۂ محبوب کا نظارہ امیر
شعلۂ حسن تھا جس روز نہ پروانۂ عشق

بیخودی تا بکجا؟ آپ میں آؤ کبھی امیر
دیر سے بیٹھے ہیں احباب تمہارے مشتاق

آئی جو کھل کے زلف رسا سر سے پاؤں تک
لینے لگی بلائیں ادا سر سے پاؤں تک

لاغر ہوں اسقدر مجھے پہچانتی نہیں
رہ رہ کے دیکھتی ہے قضا سر سے پاؤں تک

گنڈا نظر گذر کا پنھائے گی آپ کو
قد ناپتی ہے زلف رسا سر سے پاؤں تک

پہنچائے کربلا میں جو بخت رسا امیر
ملے بدن میں خاک شفا سر سے پاؤں تک

کتنے بدبخت تھے جو چھوڑ گئے رسم ستم
مر چکے پھر بھی لکھے جاتے ہیں عصیاں اب تک

میں ہوں وہ ناتواں جب آہ کھینچی
تو ٹھہری سو جگہ دل سے زباں تک

کڑی ہے اسقدر منزل عدم کی
کہ مر مر کر پہنچتے ہیں وہاں تک

ہزاروں حسرتوں کا ہو گیا خون
کہاں تک پاس رسوائی کہاں تک

مرے ہر عضو کو ہے اس بت خونخوار سے لاگ
دل کو ہے تیر سے گردن کو ہے تلوار سے لاگ

ہم نہ ہیں دوست کسی کے نہ کسی کے دشمن
یار سے ہم کو لگاوٹ ہے نہ اغیار سے لاگ

تارے گن گن کے شب ہجر بسر کرتا ہوں
کیا کروں خواب کو ہے دیدۂ بیدار سے لاگ

بے طرح حال تمہارا جو میں پاتا ہوں امیر
ہو گئی کیا کسی معشوق طرحدار سے لاگ

واہ کیا خوب پر و بال نکالے بلبل
اڑتے ہی پڑ گئی صیاد کے پالے بلبل

تو گرفتار ہے صیاد کا سمجھے تو مزاج
تھوڑی تھوڑی ابھی آواز نکالے بلبل

خوش بیانی ہے تری سارے چمن میں مشہور
کچھ تو صیاد کو باتوں میں لگا لے بلبل

دھیان صیاد کا گلچیں کا خطر خوف خزاں
ہو بلا ایک تو سر سے کوئی ٹالے بلبل

پھول گلشن میں نہ آئے تھے کہ صیاد آیا
دل کے ارمان کہو خاک نکالے بلبل

انھیں درکار ہے اک چلبلا دل
[illegible] گیا دل

اسے دیکھا تصدق کر دیا دل
[illegible] میرا دل

جگہ دے غیر کو بھی ساتھ میرے | کب اس پہلو پہ آتا ہے مرا دل
وہ بولے واہ بوسہ دیں تو دل لیں | نئے دل دینے والے تم نیا دل
پٹک کر دل مرا جھنجھلا کے بولے | بڑا اوچھا ہے تو لے جا اٹھا دل
تمھیں افسردہ پایا بجھ گیا جی | تمھیں دیکھا شگفتہ کھل گیا دل
اسیر اس ناز سے ظالم نے دیکھا ۴۸ نگاہیں بول اٹھیں وہ لے لیا دل

دل ربا تیری نظر میں ہے اگر بیکار دل | لا مجھی کو پھیر دے پھر مرے ہی سر مار دل

جب یار ہوا جفا کے قابل | تب ہم نہ رہے وفا کے قابل
ہے خوف سے سارے تن میں رعشہ | اب ہاتھ کہاں دعا کے قابل
کلفت سے اسیر صاف کر دل | یہ آئینہ ہے جلا کے قابل

ہوا کہ زندہ رہا نامہ بر نہیں معلوم | کچھ آج تک ہمیں اسکی خبر نہیں معلوم
مکان دل میں ہے کس کا گذر نہیں معلوم | یہ بیخودی ہے کہ گھر کی خبر نہیں معلوم
میں جسکو دیتا ہوں اس فتنہ گر کے نام کا خط | وہ ٹالتا ہے کہ مجکو تو گھر نہیں معلوم
تری گلی ہے کہ میدان حشر ہے قاتل | یہاں کسی کو کسی کی خبر نہیں معلوم
بھٹکتے پھرتے ہیں ہم مثل گرد راہ اسیر | ہوا تھا قافلہ راہی کدھر نہیں معلوم

ترے جور و ستم اٹھائیں ہم | یہ کلیجہ کہاں سے لائیں ہم
اے لب یار کیا ترے ہوتے | لب ساغر کو منھ لگائیں ہم
زندگی میں ہے موت کا کھٹکا | قصر کیا مقبرہ بنائیں ہم

خدا دے کے تجھے کوچۂ جلاد میں پھینکا | کچھ خیر ہے قاصد ترے دشمن تو نہیں ہم

ہوئے کیوں تنگ وصل یار میں ہم | اچھے پھولے پھلے بہار میں ہم

ہجوم آرزو نے مار ڈالا | کہاں پائیں دل بے آرزو ہم

کیا دیر ہے اسیر کے عفو گناہ میں ۴۹ اللہ کیا کمی ہے تری بارگاہ میں

آئے ہو تیغ کھینچ کے تم قتل گاہ مین ، ۵۰ تولو تو پہلے موئے کمر کو نگاہ مین

پیری مین قد نگون جو ہوا دانت بھی چلے — بھاگ کر پڑی شکستِ علم سے سپاہ مین

کشتی ضرور ساتھ رہے تیرے ای فقیر — ڈوبے نہ قلزمِ کرمِ بادشاہ مین

بے قصد لب سے بھی کبھی ہوتا ہے کار نیک — شب کو چراغ غول جلاتے ہین راہ مین

دعوی بہت تھا سنگدلی کا دلدار کو — کیون دل پکڑ کے بیٹھ گئے ایک آہ مین

ہر نقش دل پہ صورتِ توحید ای امیر — ہون محوِ ذکرِ اشہد ان لا الٰہ مین

گلے مین ہاتھ تھے شب اُس پری کی راہین تھین — سحر ہوئی تو وہ آنکھین نہ وہ نگاہین تھین

کیا یہ شوق نے اندھا کہ سوجھا کچھ — دگر نہ ربط کی اُس سے ہزار راہین تھین

حسین زر کے ہین طالب کہاں ہین گردِ امیر — غریب تم تھے تو یہ پیار تھا نہ راہین تھین

واکردہ چشمِ دل صفتِ نقشِ پا ہون مین — ہر رہ گذر مین راہ تری دیکھتا ہون مین

مطلب جو اپنے لینے کو عاشقون پہ سب — وہ بت ہو کہ [illegible] کیا خدا ہون مین

ای انقلابِ دہر ستاتا ہے کیون مجھے ۵۱ — نقشہ ہون [illegible] مٹ گیا ہون مین

محنت یہ کی کہ فکر کا ناخن بھی گھس گیا — عقدہ یہ آج تک نہ کھلا کیا بلا ہون مین

حیران ہوئے جواب تو میرا قصور کیا؟ — جو کچھ کیا وہ دل نے کیا مبتلا ہون مین

مقتل ہے میری جان کو وہ جلوہ گاہِ ناز — دل سے ادا یہ کہتی ہے تیری قضا ہون مین

مانندِ سبزہ اُس چمنِ دہر مین امیر — بیگانہ وار ایک کنارے پڑا ہون مین

جب خود وہ چھپاتے ہین عارض نقاب مین — کہتا ہے حسن مین نہ رہون گا حجاب مین

بے قصد لکھ دیا ہے گلہ اضطراب مین — دیکھون کہ کیا وہ لکھتے ہین خط کے جواب مین

دو کی جگہ دیئے مجھے بوسے بہک کے چار — تھے نیند مین، پڑا انھین دھوکا حساب مین

سمجھا جو تو وہ غیبتِ پیرِ مغان حلال — واعظ بتا یہ مسئلہ ہے کس کی کتاب مین

دامن مین آ کے خون کی چھینٹین پڑین امیر — بسمل سے پاس ہو نہ سکا اضطراب مین

خنجر بکف جو اپنے قاتل کو دیکھتے ہین، دل ہم کو دیکھتا ہی، ہم دل کو دیکھتے ہین
واماندہ دور سے یون منزل کو دیکھتے ہین کشتی شکستہ جیسے ساحل کو دیکھتے ہین
آنکھون کو بند کرلین، خالق سے لو لگائین کیون غرق ہونے والے ساحل کو دیکھتے ہین
کیون منہ بنا رہے ہو؟ بوسے کے مانگنے پر خوش ہوتے ہین سخی جب سائل کو دیکھتے ہین
دنیا، امیر ساری ہی محفلِ مشائخ دیتا ہی جان اسیر جس دل کو دیکھتے ہین

عروسِ مرگ پہ جو دل نثار کرتے ہین لپٹ کے خنجرِ قاتل کو پیار کرتے ہین
ہزار شکر گئین بدگمانیان اُنکی، وہ میری بات کا اب اعتبار کرتے ہین
دل و جگر کو نکالو بھی میرے سینے سے تڑپ تڑپ کے مجھے بیقرار کرتے ہین
خدا نے اُن حسینون کو [illegible] اور ہی کیا بس اتنی بات پہ یہ افتخار کرتے ہین
چلو امیر یہان تا کجا اقامتِ دہر مسافرانِ عدم انتظار کرتے ہین

ٹپکتے ہین اعضا یہ گرمی ہی تنِ محرور مین جائیے ہیزم، استخوان جلتے ہین اس تنور مین
سچ ہی اہلِ درد سے ہوتا نہین رونے کا ضبط اشک رہتے ہین لبالب دیدۂ ناسور مین
سب کو لنگرخانۂ خالق سے حصّہ مل چکا کیا مری قسمت کی روٹی جل گئی تنور مین
سینۂ پُر درد مین کب روح کو آرام ہو کون سویا چین سے ہمسایۂ رنجور مین
کیسے موسیٰ، لن ترانی کی صدا کیسی امیر حسن کے نیرنگ تھے خلوت سرائے طور مین

سہواً کسی سے اپنی کہانی اگر کہون طاقت جواب دے کہ نہ بارِ دگر کہون
طولِ شبِ فراق کا قصّہ نہ پوچھیے، محشر تلک کہون مین اگر مختصر کہون
قاصد یہ کوسے یار سے کہتا ہوا پھرا، اپنی خبر نہین مجھے کسکی خبر کہون
سُنتے ہین آپ سارے زمانے کا دردِ دل کہیے تو مین بھی قصّہ سوزِ جگر کہون
حاصل صفائے قلب ہی آئینے کی طرح کیون منھ پہ صاف صاف نہ اُسکے ہنر کہون
وقفہ بہت قلیل ہی حسنِ شباب کا بڑھ کر کہون تو جلوۂ برقِ شرر کہون

ہرگز نہ فرق آئے مری بات میں امیر　　اک بار جو کہا ہے وہی عمر بھر کہوں

وطن کی یاد ہے بلبل ہزار غربت میں　　یہی ہے ایک بڑی غمگسار غربت میں
شگفتگی کے ہوں ساماں ہزار غربت میں　　پر ایک سی ہے خزان و بہار غربت میں
گلِ وطن کی جو بو لے چلی اڑا کے مجھے　　لپٹ گئے مرے دامن سے خار غربت میں
امید و بیم و غمِ بیکسی و دردِ فراق　　یہی رفیق ہیں دو تین چار غربت میں
بچھا کے میں نے مصلا پڑھا دوگانہ شکر　　اگر ملا شجرِ سایہ دار غربت میں
قرار گھر میں، بیاباں میں اضطراب ہے کیوں؟　　وہی وطن ہے وہی کردگار غربت میں

امیر جاتی جوانی یہ مجھ سے کہتی ہے　　خزاں نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہوں میں

کیا مست نگاہیں مجھے دکھلا گئیں آنکھیں　　دو جام تھے لبریز کہ چھلکا گئیں آنکھیں
اوروں سے تو بیباک ہیں ہر بزم لڑا کیں　　عاشق سے ہوئیں چار تو شرما گئیں آنکھیں
اس ناز سے دیکھا کہ ہم کٹ گئے عاشق　　ایک ایک کو ایک ایک سے لڑوا گئیں آنکھیں
تا چند امیر اس چمنستاں کا نظارہ　　دل سیر سے اکتا گیا پتھرا گئیں آنکھیں

یہ جیتے جی یہ صحبت یہ عالم کہاں؟　　خدا جانے کل تم کہاں، ہم کہاں؟
الٰہی ہو دل جائے آرامِ غم　　نہ ہوگا جو یہ جائے گا غم کہاں؟
کہوں اسکے گیسو کو سنبل میں کیا　　کہ سنبل میں یہ پیچ یہ خم کہاں؟
زمانہ ہوا غرقِ طوفاں امیر　　ابھی روئی یہ چشمِ پرنم کہاں؟

ظاہر میں ہم فریفتہ حسنِ بتاں کے ہیں　　پر کیا کہیں نگاہ میں جلوے کہاں کے ہیں؟
یارانِ رفتہ سے کبھی جا ہی ملیں گے ہم　　آخر تو پیچھے پیچھے اسی کارواں کے ہیں
ٹھکرا کے میرے سر کو وہ کہتے ہیں ناز سے　　لو لیجیے صفت سجدے مرے آستاں کے ہیں
شکوہ شبِ وصال میں تا چند چپ بھی ہو　　اے دل نکالے تو نے یہ جھگڑے کہاں کے ہیں؟
دنیا میں بھی سفر ہے عقبیٰ میں بھی سفر　　ہم لوگ رہنے والے الٰہی کہاں کے ہیں؟

خنجر کو چوس چوس کے کہتے ہیں میرے زخم ۵۲ ظالم مزے بھرے ہوئے تجھ میں کہاں کہاں ہیں؟
وہ اور وعدہ وصل کا، قاصد! نہیں نہیں ۵۳ سچ سچ بتا! یہ لفظ انھیں کی زباں کے ہیں؟
بلبل کو شوقِ گل تھا، نہ قمری کو عشقِ سرو ۵۴ سارے یہ گل کھلائے ہوئے باغباں کے ہیں
اُن ابروؤں سے، حضرتِ دل! روز سامنا
کہیے تو ایسے آپ بہادر کہاں کے ہیں؟
اُس طفلِ تند خو سے جو ملتا ہوں میں امیر
کہتے ہیں لوگ، ڈھنگ برے اِس جواں کے ہیں

نہاں رہتا ہے آئینہ سے وہ بیگانہ خو برسوں
حیا دیکھو نہیں آتا ہے اپنے روبرو برسوں
تڑپ کر دل نے میرے مدتوں رسوا کیا مجھ کو
بہا کر اشک آنکھوں نے ڈبوئی آبرو برسوں
مزہ یہ ذبح میں پایا کہ کرتا ہے دعا بسمل
رہے یونہی الٰہی ربطِ شمشیر و گلو برسوں
کوئی میرے برابر کیا کرے گا ضبط الفت کو
نہیں آتا زباں تک دل سے حرفِ آرزو برسوں
کبھی ہم کو بھی تھا اے دردِ دل دعویٰ ضبطِ الفت کا
پلٹ جاتے تھے نالے دل سے آ کر تا گلو برسوں
پسیجا دل نہ اُس کا بھی کبھی تیری طرح قاتل
کیا خنجر سے ہم نے شکوۂ دردِ گلو برسوں
کہاں ہوں گی؟ امیر ایسی ادائیں حور و غلماں میں
رہے گا خلد میں بھی ہم کو ڈھونڈو برسوں

بے حجابانہ مرے گھر جو وہ آ جاتے ہیں
ایک تصویر درِ دل پہ لگا جاتے ہیں
دم کے دم کو مرے پہلو میں جو آ جاتے ہیں
دل لگانے کی جگہ تیر لگا جاتے ہیں
پتلیاں تک بھی تو پھر جاتی ہیں دیکھو دمِ نزع
وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں
حسن کی شان کو ہے بوقلمونی لازم
کیا کہوں کیسے وہ نیرنگ دکھا جاتے ہیں؟
ملک الموت کبھی بن کے سُلا دیتے ہیں
فتنۂ حشر کبھی بن کے جگا جاتے ہیں
کیا بلا ہو کے وہ گیسو مجھے لپٹے ہیں امیر
آنکھ ہو بند تو دل پر مرے چھا جاتے ہیں

میں الفت کیے وہ حسن کے جوش میں
نہ میں ہوش میں ہوں، نہ وہ ہوش میں
نہ اٹھو ابھی بزم سے سرگوشو،
ہمیں بھی تو آ لینے دو ہوش میں
قدم پر جو گرنے لگا غش میں میں
کہا ہٹ کے آؤ ذرا ہوش میں

پلا وصل میں مے نہ اُن کو امیر ‏— مزہ کیا؟ رہے جب نہ وہ ہوش میں

ہمیشہ کے دل سے راز کسی پر عیاں نہیں ‏— شیشے کو دیکھ لو کہ دہن ہو زباں نہیں

سو جو دخشت خم ہے اگر نردباں نہیں، ‏— اتنی تو مے فروش کی اونچی دکاں نہیں؟

مردہ جو مجھ غریب کا بے گور رہ گیا ‏— ۵۵ دو گز بھی کیا زمیں نہ آسماں نہیں؟

کیا کیا کریں گے قتل سلونے تو رو انھیں ‏— پنہاں ہر تیغ زنگ میں جوہر عیاں نہیں

مرقد میں بھی نصیب کی گردش ہی رہی ‏— سمجھے تھے ہم زمیں کے تلے آسماں نہیں

زنداں چمن ہو وحشی نازک مزاج ہوں ‏— پھولوں کی ہتھکڑیاں ہیں مری بیڑیاں نہیں

پیری میں اور بھی مجھے زینت ہوئی نصیب ‏— اُتو قبا سے تن پہ ہیں یہ جھریاں نہیں

ایذا کا خوف صاحب تمکیں کو کیا؟ امیر ‏— نشتر سے آشنا رگ سنگ گراں نہیں

مرتبہ تیغ ادا کا وہی بسمل سمجھیں، ‏— زیست کو مرگ مسیحا کو جو قاتل سمجھیں

قاتلوں سے کہو سر کاٹ کے مغرور نہ ہوں ‏— اپنے سر کو بھی نہ خنجر قاتل سمجھیں

یوں تو ہر غنچۂ گل شکل صنوبر ہوا امیر ‏— جس میں کچھ درد کی بو آئے اُسے دل سمجھیں

دامن رحمت اگر آیا ہمارے ہاتھ میں ‏— پھول ہو جائیں گے دوزخ کے شرارے ہاتھ میں

پوچھتے ہو کس سے؟ جو چاہو کرو، مختار ہو ‏— دل تمہارے ہاتھ میں ہے یا ہمارے ہاتھ میں

لطف اُٹھے سیر ساحل کا شب مہتاب میں ‏— ہاتھ اُسکا ہو جو دریا کے کنارے ہاتھ میں

ہم وہ مجرم ہیں کہ دوزخ ہمکو خس خانہ ہوا ‏— حوریں دوڑیں لیکے جنت سے ہزارے ہاتھ میں

ہم بہت لاغر ہیں پہنا دو نہ ہمکو ہتھکڑی ‏— ڈال دو چھلا کوئی اپنا ہمارے ہاتھ میں

حلقۂ گیسوے جاناں وہ بلا ہے اے امیر ‏— چھپ رہی ہیں چھلیاں وحشت کے مارے ہاتھ میں

ہم جو مست شراب ہوتے ہیں، ‏— ذرے سے آفتاب ہوتے ہیں

کیا کہیں کیسے روز و شب ہم سے ‏— عمل ناصواب ہوتے ہیں؟

وہی رہ جاتے ہیں زبانوں پہ ‏— شعر جو انتخاب ہوتے ہیں

آنسوؤن سے امیر ہین رسوا ۔ ایسے لڑکے عذاب ہوتے ہین

وصل بُت ہوتا نہین ہی، یا خدا ملتا نہین؟ ۔ ڈھونڈھنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہین؟

ذبح کرتا ہی تو میرے دست و بازو کھول دے ۔ رحم کر قاتل کہ بے تڑپے مزا ملتا نہین

حسرتین یا گھیرے ہین اس کثرت سی بسمل کو ترے ۔ روح نکلے تن سے اتنا راستہ ملتا نہین

اک مجھی سے رہگیا سارے زمانے کا حجاب ۔ کون ہی؟ جس سے وہ عالم آشنا ملتا نہین

اتنی تیزی کر نہ قاتل ذبح کرنے مین مرے، ۔ دم تو لینے دے تڑپنے کا مزا ملتا نہین

جس لحد مین دیکھیے نشتر ہین یا مژدہای امیر ۔ خاک کے نیچے بھی گنجِ اژدہا ملتا نہین

مے مین کیا کہ کچھ نشا ہی نہین ۔ ساقیا، باغ مین گھٹا ہی نہین

خضر کیا جانین مرگ کی لذّت؟ ۔ اس مزے سے وہ آشنا ہی نہین

کس طرح جائین؟ انکی محفل مین، ۔ جنکے دل مین ہماری جا ہی نہین

مرنے والون سے کہتے ہین وہ امیر ۔ کیا تمھاری کبھی قضا ہی نہین؟

مرے مرقد کو ٹھکرا کے قیامت بنکے آتے ہین ۔ پڑا ہون مین یہان آ کر تو یون مجکو ستاتے ہین

ہماری بیخودی شاہد ہی تیری نمائش کی ۔ مٹا کر نقش اپنا ہم ترا نقشہ جماتے ہین

محبت کا مزا ہو، دل کو رد کون، یا جگر تھامون؟ ۔ مرے قابو سے یہ دونون کے دونون نکلے جاتے ہین

شعاعِ مہر کس کس شوق سے آ کر لپٹتی ہی، ۔ کبھی کوٹھے پہ چڑھ کر وہ جو بال اپنے سکھاتے ہین

وہ اٹھی ہی گھٹا وہ برق چمکی وہ بہار آئی ۔ اٹھو رندو چلو، واعظ تو یون ہی سر پھراتے ہین

نہین ہی پیار بھی در پردہ انکا چھیڑ سے خالی ۔ رُلا دیتے ہین اتنا وصل کی شب گدگداتے ہین

امیر افسردہ ہو کر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے ۔ وہ میلے ہم کو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہین

گو کہ دیکھے خواب اچھے سب نے تعبیرین کہان ۔ وصل کی بنتی ہین ان باتون سے تدبیرین کہین؟

نیچی نظرون سے لگے آخر مجھے وہ دیکھنے ۔ اوپر اوپر جاتی ہین آہون کی تاثیرین کہین؟

وہ بت آ کے گا تو بت بن جائین گے واعظ بھی ۔ حاکمون کے سامنے چلتی ہین تقریرین کہین

لاغری سے اپنی زندان مین یہ مجکو خوف ہی پاؤن سے میرے اُتر جائین نہ زنجیرین کہین
اُسکے کوچے مین ٹھہرنے کو جگہ چاہی اگر بوسے دربان جاؤ کیا کہتی ہین جاگیرین کہین؟
لاکھ محنت کی نہ نکلی وصل کی صورت امیر سامنے تقدیر کے چلتی ہین تدبیرین کہین؟

ہم لوٹتے ہین وہ سو رہے ہین کیا ناز و نیاز ہو رہے ہین
پہنچی ہی ہماری اب یہ حالت جو ہنستے تھے وہ بھی رو رہے ہین
پیری مین بھی ہم ہزار افسوس بچپن کی نیند سو رہے ہین
رو دین لگے ہمین رُلانے والے ڈوبین گے وہ جو ڈبو رہے ہین
کیون کرتے ہین غمگسار تکلیف آنسو مرے منہ کو دھو رہے ہین
زانو پہ امیر سر کو رکھے پہرون گزرے کہ رو رہے ہین

اُسکی حسرت ہی جسے دل سے مٹا بھی نہ سکون ڈھونڈنے اُسکو چلا ہون جسے پا بھی نہ سکون
اُنکے غصے کے مٹانے کی ہین سو تدبیرین لاگ کی آگ نہین ہی کہ بجھا بھی نہ سکون
چٹکیان لینے سے دل مین وہ کرین تو انکار داغ کچھ درد نہین ہین کہ دکھا بھی نہ سکون
ناز کرنے سے تجھے منع نہین کرتا مین پر نہ اتنے کہ اُٹھاؤن تو اُٹھا بھی نہ سکون
اے امیر اپنی غزل ہی کوئی آیت یہ نہین کہ گھٹا بھی نہ سکون اور بڑھا بھی نہ سکون

ہاے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتون مین اب نہ باتون مین مزہ ہی نہ ملاقاتون مین
چار ہی دن مین وہ بُت دیکھیے کیا چل نکلا کیسی قینچی سی زبان چلنے لگی باتون مین
دل دیا مین نے تو بوسے کوئی بم پھوٹی ہی دل ہی دل روز چلے آتے ہین سوغاتون مین
یہ سمجھ کر کبھی ناصح کی بھی سُن لیتا ہون اک نہ اک بات نکل آتی ہی سو باتون مین
کچھ اشارے جو کیے مین نے تو جھنجھلا کے کہا تم رہا کرتے ہو دن رات انھین گھاتون مین
واعظ اب چھیڑ کے رندون سے ملا کرتے ہین کچھ مزہ ملنے لگا ہی انھین صلواتون مین
بُت نہ بولین تو نہین بولتے ہین ہم بھی امیر اپنے اللہ سے باتین ہین مناجاتون مین

وصل کیسا تیرے نادیدہ خریداروں میں ہوں
واہ ری قسمت کہ اس پر بھی گنہگاروں میں ہوں

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

بیگناہوں میں چلا زاہد جو اسکو ڈھونڈھنے
مغفرت بولی ادھر آ میں گنہگاروں میں ہوں

اونچے اونچے مجرموں کی ہوگی پرسش حشر میں
کون پوچھے گا مجھے میں کن گنہگاروں میں ہوں

سوزِ فرقت، دردِ دل، زخمِ جگر، ناسورِ چشم
کچھ نہ پوچھو مبتلا میں کتنے آزاروں میں ہوں

پھول میں پھولوں میں ہوں کانٹا ہوں کانٹوں میں امیر
یار میں یاروں میں ہوں، عیار عیاروں میں ہوں

ضبط کرنا دلِ مضطر نہ کہیں ۵۷ چوٹ لگ جائیگی کہیں نہ کہیں

چین مُردوں کو قبر میں بھی نہیں
آسمان ہو تہِ زمین نہ کہیں

آگ ہو جائے گا وہ شوخ امیر
کھینچنا آہِ آتشیں نہ کہیں

کیا دخل جا سکے کوئی اس جلوہ گاہ میں
غمزہ چھری لیے ہوئے بیٹھا ہے راہ میں

خنجر کھنچا اس ادا سے کھنچا قتلگاہ میں
لپٹا لیا گلے سے ترے اشتباہ میں

آفت کی شوخیاں ہیں تمھاری نگاہ میں
محشر کے فتنے کھیلتے ہیں جلوہ گاہ میں

بھاگا خیالِ یار یہ کہکر شبِ فراق
دشمن مرے شریک ہوں حالِ تباہ میں

تیرے جلال میں بھی مزہ ہے جمال کا
چشمِ کرم چھپی ہے غضب کی نگاہ میں

تیری نکیلی پلکوں سے اللہ کی پناہ
کیا دل میں پھر جاتی ہے چبھ کر نگاہ میں

ہم ہیں سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش
ہم چھپتے ہیں تو سایۂ ابرِ سیاہ میں

سودا و میر دونوں تھے کامل مگر امیر
ہے فرق واہ واہ میں اور آہ آہ میں

وہ بیکس ہوں نہیں ہے کوئی میرے غمگساروں میں
فقط اک دل ہے سو وہ بھی تمھارے جاں نثاروں میں

کہو نالہ پہنچے ہی بہار رنگ تو بیمار کا دیکھے
تماشا اودی اودی بدلیاں ہیں سبزہ زاروں میں

نگاہِ یار کیا بدلی کہ آسمان بدلا، ہوا بدلی
وہ دشمن جان کے ہیں، جو تھے آگے جاں نثاروں میں

جدا ہو خوب ... کا نام ہے بستاں میں ای ساقی
یہ بھی ہے میکشوں میں، حور ہے پرہیزگاروں میں

خدا جانے کہاں دل جان کس جلسہ میں ہیں اپنی | دکھا ہر بت سے بیٹھے ہیں ہم ہر چند یاروں میں
چلے ساقی ہنسے بوسے اگر آئی ہے یار دکھن | دلہن بن کر نہ بیٹھے دخترِ رز بادہ خواروں میں
بہار آئی، گھٹا چھائی، کھلے بوتل چلے ساغر | نہ تم پرہیزگاروں میں، نہ ہم پرہیزگاروں میں
امیر سنتے نہ پھر بھی دخترِ رز آنکھوں میں پی جاتے | جوانی کا گزر شاید نہیں پرہیزگاروں میں

دل جو کہتا ہے مجھے ضبط کی طاقت ہی نہیں | ضبط کہتا ہے تڑپنے کی اجازت ہی نہیں
غم سے چھوٹوں تو میں کچھ عاقبت کا ساماں کروں | آہ اس گھر کہ دہر میں فرصت ہی نہیں
طلبِ جام عبث کرتے ہو منہ پھوڑ کے تم | میکشو آنکھ میں ساقی کے مروت ہی نہیں
دین کی فکر کروں آہ میں کس وقت امیر | کبھی دنیا کے بکھیڑوں سے فراغت ہی نہیں

کیا عارف مجھے پیرِ مغاں نے اک پیالے میں | کرامت یہ نہیں دیکھی کسی اللہ والے میں
۵۸ ہزاروں خار ہیں اے وادیِ الفت میں ہیں پا رستہ | چلاؤں کس کو کس کو، بوند بھر پانی ہے چھالے میں
ادھر بھی اک نگاہِ لطف خم کی خیر اے ساقی | ہمیں بھی اک سا چلو ہی کسی ٹوٹے پیالے میں
تڑپتے عمر گزری یار آئے یا اجل آئے | خداوندا کوئی تاثیر تو پیدا ہو نالے میں
امیر اس نازنیں پر ہے گراں ہیرا چنبیلی تک | پہنتا ہے یہ وکر پھول وہ جو ہی کے بالے میں

زینتِ گوشِ حسیناں ہوں وہ گوہر ہیں ہوں | جامہ زیبوں ہی کا زیور ہوں، اگر زریں ہوں
بوسہ لینے کا نہ مجرم نہ گنہگارِ وصال | پھر سزاوارِ سزا کون سے مقدر میں ہوں
جلوۂ حسن یہ اس شوخ کا کہتا ہے امیر | بزم میں شمع ہوں گلشن میں گلِ تر ہوں

---

۵۹ دل جدا، مال جدا، جان جدا لیتے ہیں | اپنے سب کام بگڑ کر وہ بنا لیتے ہیں
مجلسِ وعظ میں جب بیٹھتے ہیں ہم میکش | دخترِ رز کو بھی پہلو میں بٹھا لیتے ہیں
درد آگیں جو کوئی دل نظر آتا ہے کہیں | دوڑ کر ہم اسے چھاتی سے لگا لیتے ہیں
دھیان میں لا کے ترا سلسلۂ زلفِ دراز | ہم شبِ ہجر کو کچھ اور بڑھا لیتے ہیں؟
۶۰ ایک بوسے کے عوض مانگتے ہیں دل کیا خوب | جی میں سوچیں تو وہ کیا دیتے ہیں کیا لیتے ہیں؟

اپنی محفل سے اٹھاتے ہیں عبث ہم کو حضور ۶۱ چپکے بیٹھے ہیں الگ آپ کا کیا لیتے ہیں؟
شاخ مرجان میں جواہر نظر آتے ہیں امیر ۶۲ کبھی انگلی جو وہ دانتوں میں دبا لیتے ہیں

فراق یار میں شب ہو کہ دن کلام نہیں — جو اسکی صبح نہیں ہے تو اسکی شام نہیں
گرہ سے کچھ نہیں جاتا ہے پی بھی لے زاہد — ملے جو مفت تو قاضی کو بھی حرام نہیں
فقیر گوشہ نشیں ہیں خدا کے درباری ۶۳ کسی امیر کا مجرا انہیں سلام نہیں
کریم جان کے کیں شوخ خطائیں یارب — مرے گناہ سزاوار انتقام نہیں
جو میکشی سے ہو فرصت تو دو گھڑی کو چلو — امیر مسجد جامع میں آج امام نہیں

اڑ گئی کیا لوٹ یارب گلشن ایجاد میں ۶۴ دست گلچیں میں ہے گل بلبل کف صیاد میں
ہو گئی کچھ اور آ کر خانۂ صیاد میں — یہ مزہ آگے نہ تھا بلبل تری فریاد میں
اپنے اپنے ہیں نصیبا اے ہم صفیران چمن — پھانس گئے تم دام میں ہم گیسوئے صیاد میں
فی الحقیقت دل سے دل کو راہ ہوتی ہے امیر — ہم ہیں انکی یاد میں وہ ہیں ہماری یاد میں

گزشتہ خاک نشینوں کی یادگار ہوں میں — مٹا ہوا سا نشان سر مزار ہوں میں
کچھ آج میں نے نئی پی ہے حضرت واعظ؟ — ازل کا مست پرانا شرابخوار ہوں میں
بسے عمر گزرتی ہے بیخودی میں امیر ۶۵ وہ دن خدا نہ دکھائے کہ ہوشیار ہوں میں

لیا میں نے تو بوسہ خنجر قاتل کا مقتل میں — اجل شرما گئی سمجھی کہ مجھکو پیار کرتے ہیں
مرا خط کھینچ کر قاتل نے تصویر پر لکھ لیے ۶۶ خلاصہ سارے اس طومار کا یہ ہے کہ مرتے ہیں
ابھی اے جان تو نے مرنے والوں کو نہیں دیکھا — جیے ہم تو دکھا دینگے کہ دیکھ اس طرح مرتے ہیں
قیامت دور تنہائی کا عالم روح پر صدمہ ۶۷ ہمارے دل سے دل میں دیکھیے کیونکر گزرتے ہیں
جبیں کھجلاتی ہے شانہ آئینہ تک آ کے مشاطہ — ادائیں بول اٹھتی ہیں کہ دیکھیں یوں سنورتے ہیں
چمن کی سیر ہی چھوٹی تو پھر جینے سے کیا حاصل؟ — گلا کاٹیں مرا صیاد ناحق پر کترتے ہیں
قیام اس بحر طوفان خیز دنیا میں کہاں ہمدم؟ — حباب آسا ٹھہرتے ہیں تو کوئی دم ٹھہرتے ہیں

ملا کر خاک میں بھی ہائے شرم انکی نہیں جاتی — نگہ نیچی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں

بڑے ہی قدرداں کانٹے ہیں صحرائے محبت کے — کہیں گاہک گریباں کے کہیں دامن کے بیٹھے ہیں

وہ آمادہ سلونے پر ہم آمادہ ہیں مرنے پر — اُدھر وہ بانکے بیٹھے ہیں ادھر ہم تن کے بیٹھے ہیں

امیر اچھی غزل ہے داغ کی جسکا یہ مصرع ہے — بھویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں

۵۸ نیم جان کرکے مجھے سر پہ کھڑے ہیں چپکے — ہاتھ اُٹھاتے بھی نہیں ہاتھ لگاتے بھی نہیں

جی دھڑکتا ہے کہ چوری نہو دل کی ثابت — منہ سے انکار بھی ہے آنکھ ملاتے بھی نہیں

ہنس ہی دیں دیکھ کے رونا نہ کریں ہمدردی — مجبور دنا تو یہی ہے کہ رلاتے بھی نہیں

لطف مرنے کا دکھائیں کسے فرقت میں امیر — نہیں آتے وہ تو ہم جان سے جاتے بھی نہیں

ناز، انداز، ادا، غمزہ، کرشمہ، شوخی، ۵۹ — سب کے آیا ہے پری خانہ پریرو دل میں

۶۰ ناوکِ نازو ادا کا ترے اللہ رے ادب — تیر میں جتنی ہیں بیٹھی ہیں وہ زانو دل میں

حکم ہے ضبطِ محبت کا کہ ہو راز نہ فاش — آ کے آنکھوں میں پلٹ جاتے ہیں آنسو دل میں

نکل اے یاس کہ ہے وصل میں ارماں کا ہجوم — اب جگہ اتنی نہیں ہے کہ رہے تو دل میں

ایک ایک اپنے میں شرارہ تھا بھبھکا امیر — آگ لگ جاتی جو رہ جاتے یہ آنسو دل میں

وہ تو سنتا ہی نہیں میں داد خواہی کیا کروں — کس سے آگے جا کے سر پیٹوں الٰہی کیا کروں

مجھ گدا کو دے نہ تکلیفِ حکومت اے ہوس — چار دن کی زندگی میں بادشاہی کیا کروں

جب کبھی اُسکو نئی شان سے ہم دیکھتے ہیں — دل ہی واقف ہے جن ارمان سے ہم دیکھتے ہیں

شمشیر ہے سناں ہے کسے دوں کسے نہ دوں — اک جان ناتواں ہے کسے دوں کسے نہ دوں

دربان ہزار اُسکے یہاں ایک نقدِ جان — مال اسقدر کہاں ہے کسے دوں کسے نہ دوں

تڑپتا ہے دل جیسا دیکھی اسکے چھٹنے پہ — قیامت کا اثر ہے ہے [illegible] بسمل میں

یہ بیماری محبت کی کوئی نیرنگ ہے اے دل — جہاں آیا مسیحا درد دونا ہو گیا دل میں

[illegible] خنجر دیکھ کے مردوں کو کہتی ہیں — جو یاں آتے ہیں [illegible] تو خواب کے بیٹھے ہیں

عمل بد جو ہوئے ہم سے سیہ کاری میں — گور میں نکلے وہی مار عذاب آتے ہیں

کیوں نہ ہو دیدۂ تر یار کو رحم آ ہی گیا — خوب چھینٹے تجھے اے خانہ خراب آتے ہیں

جوش وحشت مجھے ہر سال بناتا ہے جوان — جب بہار آتی ہے ایام شباب آتے ہیں

ہما گو آئینہ، امیدوار ہم بھی ہیں — تمھارے دیکھنے والوں میں یار ہم بھی ہیں

کہاں تک آئینہ میں دیکھ بھال، ادھر دیکھو — کہ اک نگاہ کے امیدوار ہم بھی ہیں

عشق گیسو میں ملی دنیا کی گردش سے نجات — نیند بھر کر پاؤں سوتے خانۂ زنجیر میں

نیند تیرے وحشیوں کو صبح تک آتی نہیں — رت جگا رہتا ہے شب بھر خانۂ زنجیر میں

دیر سے سوئے حرم پیری میں جا کر کیا کروں؟ — تھا جو طاعت کا زمانہ کھو چکا تقصیر میں

جمع زر ممسک جو کرتا ہے ہوا تا جیتا ہیں — اُسکی قسمت میں نہیں ہے غیر کی تقدیر میں

گم گشتہ دل کی تا کجا جستجو کریں — ہاں اور دل ملے تو تری آرزو کریں

بڑھتی ہے عقل جتنی ہوتی ہے عمر افزوں — ہر دم نیا مزہ ہے اس بادۂ کہن میں

ہے باغ باغ بلبل جس طرح تو چمن میں — پھرتے تھے یوں ہی خوش خوش ہم بھی کبھی وطن میں

آزادہ کیے ہم نے ایام عمر کاٹے — دو چار دن سفر میں دو چار دن وطن میں

کوچۂ یار میں اول تو گزر مشکل ہے — جو گزرتے ہیں، زمانے سے گزر جاتے ہیں

زاہدو تم کو جنان، ہم کو در یار پسند — خیر جاؤ تم اُدھر کو، ہم ادھر جاتے ہیں

تمام تن میں نہاں چھالے، اگرچہ زار ہوں میں — کرو جو خوب نظر آنسوؤں کا تار ہوں میں

سجا ہے سر سے قدم تک جو داغدار ہوں میں — کہ ہجر میں ہمہ تن چشم انتظار ہوں میں

عیش کا نام ہی سنتا ہے اسیر — ڈھونڈھ مارا، جہان بھر میں نہیں

نظر جو آئے ترے بال بال میں موتی — گمان ہوا کہ حسین جھولتے ہیں جھولوں میں

دیکھی مجنوں کی شبیہ آج جو تصویروں میں — ہڈیاں سوکھی سی دو چار تھیں زنجیروں میں

اللہ رے ناز، دیکھ کے شیشہ میں آپ کو — وہ ہم نازنیں نہیں تو کوئی نازنیں نہیں

اے اہلِ بزم! مجکو اُٹھاؤ نہ بزم سے ۱؎ | شمعِ سحر ہون، عمر بپایان رسیدہ ہون
ابتک کسی پہ میری حقیقت نہین کھلی | حرفِ نگفتہ ہون، سخنِ ناشنیدہ ہون

پیدا کیے کی شرم الٰہی ضرور ہے ۲؎ | تو آفریدگار ہے، مین آفریدہ ہون

داغ اے بہار! جیسے ہمارے بدن مین ہین | اس رنگ و بو کے پھول کبھی تیرے چمن مین ہین
پیاسی ہین آبِ خنجرِ قاتل کی دیر سے | جتنی رگین امیر ہمارے بدن مین ہین

کہان انگورِ شیرازی، کہان پیکنِ ہند ہے | بیچ رہتے ہین وہ دانے جو قسمت مین آتے ہین

بخت ایسے کہان ہین جو کرون یار سے باتین | کرتا ہون مین شب بھر در و دیوار سے باتین
کیا دھیان امیر آیا کہ وہ ہٹ گئے پیچھے | جھک جھک کے جو کرنے لگے ہم پیار کی باتین

قابلِ عفو مین آلودۂ عصیان ہو لون ۳؎ | اے اجل، صبر کر اتنا کہ پشیمان ہو لون

دل نہ بچے کس طرح حسینون سے | دل کے سب بھید چھپان سے لیتے ہین،
میری ہر بات پہ ہین سو سو عذر | غیر کی خوب مان لیتے ہین،
ہاے کیا دلبری کی ہین گھاتین | دم دلاسے مین جان لیتے ہین،

رنگ پیری مین جوانی کے ہون ممکن ہی نہین | کچھ لینے پھلنے کے ابان ہی نہین مین ہی نہین

بولے وہ، آئے جو ناصح مرے سمجھانے کو | کون ہو تم نہ ستاؤ مرے دیوانے کو
چھیڑ ہر بات مین اچھی یہ نہین اے ناصح، | چٹکیان لینے کو آیا ہے کہ سمجھانے کو
بجلیان جان پہ توبہ کے گرانے کے لیے | بدلیان گھیرے ہوئے ہین مرے میخانے کو
جا بجا گل نہین چھلنے کے بدن پر یہ امیر | کیاریان پھولون کی ہین جی مرا بہلانے کو

اے تیغِ یار دل کے گلے سے جدا نہ ہو | اب روٹھنے کا وقت نہین ہے خفا نہ ہو
میری نگاہِ یاس کی اک چوٹ کھا تو لے | سب درد بھر مین دیکھون کہ درد آشنا نہ ہو
حسرت سے دیکھتا ہون جو انکی طرف امیر | کہتے ہین دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہ ہو

کیسے الفت مین پڑے جان کے لالے دل کو | اس مصیبت سے اب اللہ نکالے دل کو

ہون مین بیکس کوئی ہمدم ہے نہ غمخوار مرا — درد ہی اُٹھ کے سنبھالے تو سنبھالے دل کو

ناوکِ ناز پر ایسا ہی بھروسا ہے مجھکو — مفت بیچی ہے تو کرون اُسکے حوالے دل کو

وہ دمِ رقص جو ہر بار لگائین ٹھوکر — پھر کہان تک کوئی سینے مین سنبھالے دل کو

کہتے ہین شوق سے آئین ہی محفل مین امیر — ساتھ لائین نہ مگر لوٹنے والے دل کو

حسن کس کام کا جو آن نہ ہو — کیا وہ معشوق جسمین شان نہو

اے جنون لے چل اُس مکان کو جہان — یہ زمین اور آسمان نہو

ہم رہین تم رہو وصال رہے — غم نہین ہے جو یہ جہان نہو

مین جو آیا کہا یہ اُس نے امیر — دیکھنا یہ وہی جوان نہ ہو

صورتِ غنچہ کہان تابِ تکلم مجھکو — منہ کے سو ٹکڑے ہون آئے جو تبسم مجھکو

مین تو کیا عکس سے وہ آئینہ رو کہتا ہے — پیار کی آنکھ سے دیکھا نہ کرو تم مجھکو

دھوکا کھائے ہوئے آدم کو زمانہ گزرا — دیکھ کر ہنستے ہین اب تک لبِ گندم مجھکو

دیکھ لون اُنکو ذرا نزع مین آئینے سے — رحم اے بےخبری کر نہ ابھی گم مجھکو

اسنے شدت سے جہنم مین مجھے پھینکدیا — زہر کی گانٹھ ہوا دانۂ گندم مجھکو

وائے قسمت کہ یہان قتل کی حسرت ہے امیر — اور وہ سمجھے ہین سزاوارِ ترحم مجھکو

پہلے تم اپنی چتون اپنی نظر کو دیکھو — پھر جس نے دل دیا ہے اُسکے جگر کو دیکھو

ملتا نہین ہے نالے مدت سے ڈھونڈتے ہین — بیٹھا ہے منہ چھپا کر کیسا اثر کو دیکھو

لپٹا جو قبر مین مین منہ سے کفن ہٹا کر — بولی یہ مجھ سے غربت لو اپنے گھر کو دیکھو

حالت مریضِ غم کی کچھ تم بھی جانتے ہو — ایک ایک غش کو دیکھو دو دو پہر کو دیکھو

آخر ہے وصل کی شب افسردہ کیون نہون ہم — رنگت اُڑی ہوئی ہے شمعِ سحر کو دیکھو

رکھتے ہی خط کمر مین پر لگ گئے ہین گویا — جاتا ہے کس خوشی سے وان نامہ بر کو دیکھو

کیا وصل ہو وہ کافر تم اے امیر مومن — کتنے جدا جدا ہین شام و سحر کو دیکھو

گلے کٹین گے نہ یون پینترے بدل کے چلو
چلے گی تیغ سرِ رہ، ذرا سنبھل کے چلو

سرِ مزارِ غریبان نہین جا بجا پتھر
لگے نہ پاؤن کو ٹھوکر ذرا سنبھل کے چلو

بدل نہ جائین کہین راہ مین مرے تیور
چلو جو ساتھ، نہ تیوری بدل بدل کے چلو

قضا کا گرم ہی ہنگامہ کوے قاتل مین
اسیر، خیر ہی، منہ مین نہ تم اجل کے چلو

آہ مین کھینچون، تو کھینچیں آپ بھی شمشیر کو
بانکپن کی نوک رکھیے کاٹیے اس تیر کو

اپنے بسمل کا ذرا شوقِ شہادت دیکھیے
دے رہا ہی کیا گلے مل مل کے دم شمشیر کو

جانتے ہو، لوٹتا ہی خاک پر نخچیر کیون
ڈھونڈھتا پھرتا ہی مقتل مین تمھارے تیر کو

ڈال دو ہی عشاق کی آنکھون پہ حیرت کی نقاب
واہ کس پردے مین رکھا حسن کی تصویر کو

لب پہ آئی آہ، ادھر سے جب اٹھی انکی نظر
دیکھنا کیا تیر پر روکا ہی ہم نے تیر کو

پوچھتی ہی شمع پروانون سے تیری داستان
گل سنا کرتے ہین بلبل سے تری تقریر کو

لوٹتا ہی خاک پر اک ترک، مدت سے اسیر
ذبح بھی کر ڈال تڑپاتا ہی کیا نخچیر کو

یادِ زلف آئی دمِ نزع ستانے ہمکو
کس برے وقت مین گھیرا ہی بلا نے ہم کو

آج محفل سے تم آتے ہو اٹھانے ہمکو
ہاے وہ دن کہ وہ آتے تھے بٹھانے ہم کو

مسجد دن مین کبھی کعبہ کبھی بتخانو مین
ٹھیک رستا نہ اُسنے بتایا نہ لگانے ہم کو

لے چلے داغ ہزارون چمنِ ہستی سے
زندگی لائی تھی کیا سیر دکھانے ہمکو

وہ پرِ کاہ تھے اس گلشنِ ہستی مین اسیر
دوش سے پھینک دیا بادِ صبا نے ہمکو

لٹکاؤ نہ گیسوے رسا کو
پیچھے نہ لگاؤ اس بلا کو

ظالم تجھے دل دیا خطا کی
بس بس مین پہنچ گیا سزا کو

اے حضرتِ دل بتون کو سجدہ
اتنا تو نہ بھولیے خدا کو

اتنا بکیے کہ کچھ کہے وہ
یون کھولیے قفلِ مدعا کو

کہتی ہی اسیر اس سے شوخی
اب منہ نہ دکھایئے حیا کو

وصال پر ہی جو وصل امتحان کر دیکھو — امیر یون ہی سہی چند روز مر دیکھو

چھپا چھپا کے نظر بازیان ہین غیرون سے — ہمین سے آنکھ چراتا ہے ذرا ادھر دیکھو

امیر جلوۂ وحدت سے آشنا ہے جو دل — وہی ظہور وہی شان ہے جدھر دیکھو

دل ہی وابستہ کسی زلف رسا سے کچھ ہو — اب تو سر مین یہی سودا ہے بلا سے کچھ ہو

نہ محبت کی وہ آنکھین نہ وہ الفت کی نگاہ — حال دل کس سے کہون تم تو خفا سے کچھ ہو

عالم فقر مین تکلیف گوارا ہے امیر — نہ ملین گے نہ ملین گے امرا سے کچھ ہو

پہلے تو مجھے کہا نکالو — پھر بولے غریب ہے بلا لو

جب دل رکھنے سے فائدہ کیا — تم جان سے مجھکو مار ڈالو

آیا ہے وہ مہ بجھا بھی دو شمع — پروانون کو بزم سے نکالو

اورون پہ امیر تکیہ کب تک — تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو

الفت مین برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو — ہر بات مین لذت ہے اگر دل مین مزا ہو

دیکھو کیا ڈھیٹ ہوا ہے یہ دل خانہ خراب — پوچھتا تم سے ہے رستے مین تمھارے گھر کو

جب مین اٹھتا ہون تو کہتے ہین قاتل — روک کر کہتی ہے اجل بیٹھو

ہاے وہ لوگ جو رکھتے تھے مدام آنکھون مین — ایسا کھویا ہون کہ بھی ڈھونڈھیں تو نہ پائین مجکو

سیکھو آنکھون نہ دل عاشق سے جانے بھی دو — شہر کی کھا لے گا جو آئے تم منہ سے آنے بھی دو

مین جہان بیٹھ کے روتا ہون ہنسی ہوتی ہے — ہر جگہ کرتے ہین رسوا مرے آنسو مجکو

تو ہو کچھ درد سے آگاہ مین بیمار ترے — دل مرا تجکو ملے اور ترا دل مجکو

یاد اس شوخ کی ستاتی ہے اسکو جو امیر — چین لینے نہین دیتا ہے مرا دل مجکو

شرع مین جانے تو ہو ہر ایک سے مجھ پر ہے — اک نظر آنکھون کا صدقہ اور پھر دیکھ لو

مین اٹھتا ہون تو کانٹے پاؤن سے — ابھی بیٹھو بھی کیون ویران کرتے ہو بیابان کو

ہر کسی بات کی ہے ٹھوکر امیر — کیا سبب ہے کہ سر پا الٹا ہو

ذکرِ رخصت کا ابھی سے نہ کرو بیٹھو بھی
جا ہمیں ہا رات گزرنے دو سحر ہونے دو

کیونکر ہو دلِ شگفتہ جو عزلت نشین نہ ہو
پھولے پھلے ہزار دانہ جو زیرِ زمین نہ ہو

مانندِ بوئے گل چمنِ دہر سے نکل
اس باغِ بے ثبات میں عزلت نشین نہ ہو

ہستی جہان کی ہستیِ حق پر دلیل ہے
کیونکر جہان ہو جو جہان آفرین نہ ہو

کیون نہین بھاتی عدو کو میری نظمِ طبعزاد
دوست رکھتی ہے عقیمہ غیر کی اولاد کو

کچھ عار نہین تیری خوشامد سے پرای یار
مجبور ہون مین اس سے کہ آتی نہین مجھکو

کتنی ہے گرم دخترِ رز کی ادا تو دیکھ
واعظا، ذرا سی پی کے تو اسکا مزا تو دیکھ

ڈھکا نہ بار بار مرے پاس لا کے ہاتھ
دے ڈال جام کھینچ نہ ساقی بڑھا کے ہاتھ

دبنے کی وجہ جنگ مین کیا ہے تمھین کہو
کیا میرے دو ہین ہاتھ اور رقیبون کے چار ہاتھ

تڑپا مین بحرِ خون مین تو قاتل نے یہ کہا
بیڑا ہے پار اور لگاتے ہین چار ہاتھ

تیر پر تیر لگا دیکھ کے او صید افگن
لوٹ جائے نہ قضا بھی کہین نخچیر کے ساتھ

ہون وہ دیوانہ رہا ہوکے بھی زندان مین تھا
کٹ گئے پاؤن بھی شاید مرے زنجیر کے ساتھ

دیکے بوسہ مجھے وہ وصل مین کہتے ہین [illegible]
سچ بتا دل مین ترے اور بھی ارمان ہے کچھ

لاکھ ہون سامانِ دولت ایک بھی ہوتا نہین
دونون خالی ہاتھ پائے لبِ گور سکندر کے ہاتھ

پھولون مین اگر ہے بو تمھاری
کانٹون مین بھی ہوگی خو تمھاری

دو دن مین گلو بہار کیا کی؟
رنگت نہ رہی نہ بو تمھاری

مشتاق سے دور بھاگتی ہے
اتنی ہے اجل مین خو تمھاری

آنکھون سے کہو کمی نہ کرنا
اشکون سے ہے آبرو تمھاری

تنہا نہ سمجھو اسیر شب کو
ہے گھات مین ہر عدو تمھاری

وہ تیغ آنکھون ہے سینہ پر لگی ہوئی
دل کی سمجھے گی آج مقدر لگی ہوئی

افتادہ کوئی مجھ سا کہان راہِ عشق مین
قدمون سے میرے رہتی ہے ٹھوکر لگی ہوئی

جلتا ہے سینہ بہتے ہیں آنکھوں سے اپنے اشک — باہر ہے آب، آگ ہے اندر لگی ہوئی
غم سے بقا ہے دل ہے تو دل سے بقائے غم — دونوں طرف ہے شرط برابر لگی ہوئی
عالم ہے کیا شراب کا مینائے صاف میں — تصویر ہے یہ شیشے کے اندر لگی ہوئی
ساقی کمالِ پیاس سے جلتا ہے یاں جگر — لاحول، برف میں مئے احمر لگی ہوئی
آبِ خضر ملا نہ سکندر کو اے امیر — ہر سعی میں ہے شرطِ مقدر لگی ہوئی

اک بلا سر سے ٹلی دوسری آفت آئی — شبِ فرقت جو گئی دوسری آفت آئی
حالِ بیمارِ محبت کا یہ آخر کو ہوا — ملک الموت کو بھی دیکھ کے رقت آئی
تھی تو کچھ دل میں کھٹک درد کی پہلے سے مگر — پاس سے آپ کا جانا کہ قیامت آئی
ہوں وہ مایوس کہ دنیا سے جو اٹھا میں امیر — گور تک پیٹتی روتی مجھے حسرت آئی

نگہِ ناز کام کرتی ہے — دم میں تیر کی تمام کرتی ہے
آ کے محفل میں دخترِ رز شب بھر — نیند سب کی حرام کرتی ہے
شیخ صاحب اٹھا کے دیکھو آنکھ — دخترِ رز سلام کرتی ہے
چلتی ہے جس جگہ کہ تیغ اسکی — خود قضا اہتمام کرتی ہے
الفت اسکی مٹا مٹا کے مجھے — اے امیر، اپنا نام کرتی ہے

کیوں وہ صیاد کسی صید پہ توسن ڈالے — خود بخود صید چلے آتے ہیں گردن ڈالے
بل جو تیوری پہ نزاکت سے وہ پرفن ڈالے — ذبح سے پہلے لہو ہر رگِ گردن ڈالے
آبرو خاک ہوئے پر بھی نہ کی عاشق کی — چار آنسو بھی نہ تم نے سرِ مدفن ڈالے
خونِ ناحق کہیں چھپتا ہے چھپائے سے امیر — کیوں وہ بیٹھے ہیں مری لاش پہ دامن ڈالے

مجھ مست کو مے کی بو بہت ہے — دلوانے کو ایک ہو بہت ہے
موتی کی طرح جو ہو خدا داد — تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہے
کیا وصل کی شب میں مشکلیں ہیں — فرصت کم، آرزو بہت ہے

کشتیِ عمر کا انجام ہمین یاد آیا
کہا کے چکر کوئی کشتی جو کہین بیٹھ گئی

دور سے بھی جو نظر آئی مجھے شکل امید
پاس آکر مرے پہلو کے قرین بیٹھ گئی

شعرِ پُر درد جو لکھنے پہ طبیعت آئی
سامنے آ کے مرے روحِ حزین بیٹھ گئی

ادعا آنکھ سے اُس شوخ کی ہمچشمی کا
کیون تری آنکھ نہ اے آہوے چین بیٹھ گئی

سخت جانی ہے دکھائے کسے جوہر اے امیر
کہ تری باڑھ تو اے خنجرِ کین بیٹھ گئی

جان تن سے جو تڑپ کر شبِ فرقت نکلی
دل نے خوش ہو کے کہا ایک تو حسرت نکلی

بہرِ نظارہ جو قرآن مین بھی دیکھی فال
لن ترانی کے سوا اور نہ آیت نکلی

ہاتھ تک مفتی و قاضی کو لگانے نہ دیا
دخترِ رز تو بڑی صاحبِ عصمت نکلی

بڑھ گئی حسن پرستی کی مجھے حرص امیر
ہاے پیری تو جوانی سے بھی آفت نکلی

شبِ وصل کیا مختصر ہو گئی
کہ آتے ہی آتے سحر ہو گئی

شبِ وصل اِدھر سے اُدھر ہو گئی
بدلتے ہی کروٹ سحر ہو گئی

کسی کروٹ آیا شبِ غم نہ چین
تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی

الٰہی شبِ غم مین اتنا تو ہو
کوئی جھوٹ کہدے سحر ہو گئی

ہمین سر پٹکتے ہی گزری امیر
یون ہی عمر ساری بسر ہو گئی

لذت جو ملی مرے لہو کی
خنجر نے بلائین لین گلو کی

روئے مری قبر پہ وہ آکر
ہم خاک ہوئے تو آبرو کی

مُنھ اپنا نہ آرسی مین دیکھو
سنبھلے گی نہ چوٹ روبرو کی

دل ہی نہ رہا امید کیسی
جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی

کلفت نہ مٹی امیر دل سے
اشکون نے ہزار شست و شو کی

بیعتِ پیرِ مغان طرفہ مزا دیتی ہے
سلسلہ ساقیِ کوثر سے ملا دیتی ہے

بڑھ کے جب بولتی ہے موسمِ گُل مین بلبل
چل کے پھولون مین صبا آگ لگا دیتی ہے

جان پر صدمہ شبِ ہجر ہی سونا کیسا؟ آنکھ لگتی ہے تڑپ دل کی جگا دیتی ہے
ہم پہ ہے فقط اس دور میں ہیں ورنہ بہار ٹوپیاں غنچوں کو پھولوں کو قبا دیتی ہے
کیجیے غور تو دولت بھی ہے پھیری امیر کہ کریموں کو خدا سے یہ ملا دیتی ہے

سوچ لے عہد وقتِ انکار کے دونوں لب ہیں دو گواہ اقرار کے
مر کے جب پہنا کفن سمجھے یہ ہم زیبِ تن کپڑے کیے دربار کے
حادثوں سے بے خطر ہیں خاکسار کب دبا سایہ تلے دیوار کے
شمعِ بالیں سے یہ کہدے اے صبا سر پہ روتا ہے کوئی بیمار کے
ذلت و خواری و رسوائی امیر سب ہیں دھبّے دامنِ پندار کے

جو بحرِ عشق میں ہے وہ آفت رسیدہ ہے گردابِ مثلِ موج گریباں دریدہ ہے
پایا کسی نے سرِ محبت نہ آج تک افسانہ عشق کا خبرِ نارسیدہ ہے
گلزارِ تن سے طائرِ دل اُڑ گیا امیر سینہ اب آشیانہ مرغِ پریدہ ہے

جو چہرہ ارغوانی تھا وہی اب زعفرانی ہے شکن چہرے پہ نقشِ پائے طاؤسِ جوانی ہے
عبث برباد کرتی ہے اُڑا کر کوئے جاناں سے صبا کیا میری مشتِ خاک پہ نامہربانی ہے
خدا نے نیک صورت دی تو سیکھو نیک باتیں بھی بُرے ہوتے ہو اچھے ہو کے یہ کیا بدزبانی ہے
ہوا ہوں زندہ درگور انتہائے ضعف سے یارب مری چھاتی پہ سِلِ اب تک سنگِ سخت جانی ہے
امیر اِس عاشقی کا لطف ہے فصلِ جوانی میں اندھیری رات میں کہنے کے قابل یہ جوانی ہے

بتوں کے عشق میں ہم جانِ زار کھو بیٹھے عجب امانتِ پروردگار کھو بیٹھے
سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل کہ آسرا ترے امیدوار کھو بیٹھے
نہ ہوش ہے نہ خرد ہے نہ صبر ہے ہم کو یہ ہمنشیں تھے جو دو تین چار کھو بیٹھے
گلوں نے خندۂ بیجا کا یہ ثمر پایا کہ چار دن بھی نہ گزرے بہار کھو بیٹھے
ارادہ کون تھا جس پہ ہے امیر فقیر؟ ذرا سی بات پہ صبر و قرار کھو بیٹھے

کبھی سمجھا نہ آگے کیا ہم اُس خود سر کو سمجھاتے
سمجھ جاتا اگر اتنا کسی پتھر کو سمجھاتے

نصیحت کرنے والوں کو اگر کچھ بھی سمجھ ہوتی
جو کچھ سمجھاتے مجکو وہ مرے دلبر کو سمجھاتے

کوئی کہتا نہ آتے باز ہیں قتل سے ہرگز
جو دنیا اُنکو سمجھاتی وہ دنیا بھر کو سمجھاتے

خدا ہمت اگر دیتا تو اپنے قتل کی چالیں
کبھی قاتل کو سمجھاتے کبھی خنجر کو سمجھاتے

تڑپ کر روکے اُس محفل میں یوں لوٹے کہ رسوا
دلِ ناداں کو سمجھاتے کہ چشمِ تر کو سمجھاتے

امیر اکبار ہی سو ہوش پیہم کو اگر ملتا
بتانا ہجر یاں بھاری یہ آہن گر کو سمجھاتے

باندھی جو روزِ حشر ہوا ہم نے آہ کی
اُڑتی پھرے گی فرد ہمارے گناہ کی

شرکت نہ کی ملال میں کس داد خواہ کی
دل پر کسی کے چوٹ پڑی ہم نے آہ کی

بھاری بہت ہی لاؤ لگا روزِ جزا میں رند
رکھوا کے سر پہ شیخ کے گٹھری گناہ کی

کہدوں گا سب گناہ مرے مجکو یاد ہیں
کیوں فرد کاتبانِ عمل نے سیاہ کی

سرِ قتلگاہ میں دست کے عدم کو گیا امیر
لی گھر کی راہ پھینک کے گٹھری گناہ کی

مر کے چھوٹا کو ہیں آزار سے
پائی چھٹی روز کی بیگار سے

کر چکے قتل اب کہیں رسوا نہ ہو
جا کے دھو ڈالو لہو تلوار سے

چشمِ جاناں کو ہے دُنبالہ گراں
اُٹھ نہیں سکتا عصا بیمار سے

لاش ہی اُٹھے یہاں سے تو اُٹھے
اُٹھ چکے ہیں آستانِ یار سے

میں اُسے پیرِ مغاں سمجھا امیر
مست جو نکلا درِ خمار سے

صلحِ کل میں ہو ابھی شرکت کہیں تھوڑی سہی
اور اے پیرِ خرابات نشیں تھوڑی سہی

مدد اے شوقِ سجود، المدد اے شوقِ سجود
سر نہ اُٹھے ابھی باقی ہے جبیں تھوڑی سہی

ایک قطرہ بھی نہ ملتا اگر اے جانِ جہان
اتنی انداز سے کہہ دے کہ نہیں تھوڑی سہی

کوچۂ یار میں ہوں لاکھ تپش کے سامان
پھر بھی تسکین ہو دل کو تو وہیں تھوڑی سہی

ہدیۂ دوست سمجھ کر میں ہوا شکر گزار
رد کبھی مے کبھی دی نانِ جویں تھوڑی سہی

تنگ آئے ہیں بہت بیٹھ رہیں ویران جا کر
اس جہان سے جو الگ پائیں زمیں تھوڑی سی

خم چڑھا جائیں تو سمجھے کہ کوئی گھونٹ پیا
کیا پئیں ہم سے خرابات نشیں تھوڑی سی

جو بعد مرگ مرے دل میں کچھ غبار آئے
عجب نہیں ہے کہ آندھی تہ مزار آئے

وہ لیکے تیر و کمان جب پئے شکار آئے
سلام کرنے ہرن باندھ کر قطار آئے

عجیب خواب گراں ہے تجھے خفتگان زمیں
کسی نے بھی نہ سنا ہم بہت پکار آئے

گڑھے میں گور کے پھینک آئے اقربا مجکو
سلوک خاک کیا سر کا بوجھ اتار آئے

فلک نے ساتھ مصیبت کے تجلیں بھی دیں
جو گھر میں فاقہ ہوا میہمان ہزار آئے

ہم ایک بار بلانے پہ لاکھ بار گئے،
وہ لاکھ بار بلانے پہ ایک بار آئے

جلا رہے ہیں شب غم میں اور بھی جگنو
کہاں سے اڑ کے جہنم کے یہ شرار آئے

لہو نچوڑ کے بھر دوں وہ رند مسکیں ہوں
نظر جو شیشۂ خالی دم خمار آئے

جنون کی فکر اٹھا رکھنے کی امیر تو کیا؟
یقین ہے آج ہی کل موسم بہار آئے

کون بیماری میں آتا ہے عیادت کرنے؟
غش بھی آیا تو مری روح کو رخصت کرنے

اسکو سمجھاتے نہیں جا کے کسی دن ناصح
روز آتے ہیں مجھی کو یہ نصیحت کرنے

تیر کے ساتھ چلا دل، تو کہا میں نے، کہاں؟
حسرتیں بولیں کہ مہمان کو رخصت کرنے

آئے سمجھانے ہمیں تھے پیر خرابات امیر
اب چلے مسجد جامع کی امامت کرنے

بدقت بحر غم سے کشتی جان حزیں نکلی
کبھی بیٹھی، کبھی اچھلی، کہیں ڈوبی، کہیں نکلی

عجب انداز سے مقتل میں اسکی تیغ کیں نکلی
کہ دل سے مرحبا نکلا، جگر سے آفریں نکلی

خدا کا شکر وہ بت نزع کے دم دیکھنے آیا
نکالا رسے کی جو حسرت تھی وہ وقت واپسیں نکلی

تصور بس کہ تھا دل میں امیر اس آرزو زیبا کا
پری پیکر ہمارے منہ سے آہ آتشیں نکلی

غیروں سے ہیں باتیں بھی، عنایت کی نظر بھی
پر دیکھتے جاتے ہیں کن انکھیوں سے ادھر بھی

ہے شوق جو بالوں کے بڑھانے کا تو اے جان
پیدا کرو اس بوجھ اٹھانے کو کمر بھی

پہلو مین مرے رہتے ہین جی دیتے ہین اُنپر — دِل ہو کہ جگر، دونون اِدھر بھی ہین اُدھر بھی

ڈرتا ہون شبِ وصل، کہ تقدیر بُری ہی ہر — آئے نہ کہین شام کے ہمراہ سحر بھی

فرقت مین امیرؔ ایسی برستی ہر اُداسی — روتے ہین مرے حال پہ دیوار بھی در بھی

نہ سُنے دردِ دل مرا نہ سُنے — مین کہون گا سُنے وہ یا نہ سُنے

بہت اے دل، وفا وفا نہ پکار — کہین وہ دشمنِ وفا نہ سُنے

جو کوئی درد آشنا ہو امیرؔ — اِدھر آئے مرا فسانہ سُنے

اک زرا دیکھ تو کیا کہتے ہین مرنے والے — او غریبون کے مزارون پہ گزرنے والے

اُٹھے اور کوچۂ محبوب کو پہنچے عاشق — یہ مسافر نہین رستے مین ٹھہرنے والے

موت کہتی ہر کہ دیتے تو صلیون پہ ہین جان — اور مجھے مفت ستا لیے مرتے ہین مرنے والے

قابلِ رحم، قیامت مین نہ ٹھہرین گے امیرؔ — رحم دُنیا مین غریبون پہ نہ کرنے والے

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے — ٹوٹتی ہین بجلیان ان کے لیے

مر نہ دی قرض اُسنے دو دن کے لیے — جس نے توڑے ہم سے گن گن کے لیے

وصل کا دن اور اِتنا مختصر ٧٨ — دِن گنے جاتے تھے اِس دن کے لیے

صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیرؔ — بھیجتے تحفہ موذن کے لیے

عجب عالم ہر اُسکا وضع سادی شکل بھولی ہر ٧٩ — کُھبی جاتی ہر دل مین، کیا رسیلی نرم بولی ہر

او ہین کھیلتی ہین رنگ، تلوار اُسنے کھولی ہر — لہو کی چلتی ہین پچکاریان مقتل مین ہولی ہر

بہار آئی، چمن ہوتا ہر مالامال دولت سے — نکالا چاہتے ہین زر گرہ غنچون نے کھولی ہر

عجب ملبوس ہر ہم وحشیون کا رخستِ عریانی — گریبان ہر نہ پردہ ہر نہ دامن ہر، نہ چولی ہر

صراحی دور مین آتی ہر، زاہد ہون جو محفل مین ٨٠ — جُھکالین اپنی آنکھین، دخترِ رز کی یہ ڈولی ہر

امیرؔ اس بیوفا دنیا کی صورت پر نہ تم جاؤ — بڑی عیار ہر، مکار ہر، ظاہر مین بھولی ہر

آنکھ اُسکو کھولنی بھی دشوار ہوگئی ہر — چلیے چمن مین نرگس بیمار ہوگئی ہر

کچھ فکر دخترِ رز کی، پیرِ مغاں ہے لازم — بیہوش اب نہیں ہے ہشیار ہو گئی ہے
انگور میں تھی یہ مر پانی کی چار بوندیں ۸۱ — جس دن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے
اک بات سہل ہی ہے مرگ اے امیرؔ لیکن ۸۲ — دشوار سمجھے ہیں سب، دشوار ہو گئی ہے

وہ کہتے ہیں نکلنا اب تو دروازے پہ مشکل ہے — قدم کوئی کہاں رکھے؟ جدھر دیکھو اُدھر دل ہے
کہیں ایسا نہ ہو تجھ پر بھی کوئی وار چل جائے — قضا ہٹ جا کہ جھنجھلایا ہوا اس وقت قاتل ہے
طنابیں کھینچ دے یا رب زمینِ کوئے جاناں کی — کہ میں ہوں ناتواں، اور دن ہے آخر، دور منزل ہے
مرے سینے پہ رکھ کر ہاتھ کہتا ہے وہ شوخی سے — یہی دل ہے جو زخمی ہے، یہی دل ہے جو بسمل ہے
نقاب اُلٹی تو کیا حاصل ہے حیا اُٹھے تو آنکھ اُٹھے — بڑا گہرا تو یہ پردہ ہمارے اُنکے حائل ہے
الٰہی بھیج دے تربت میں کوئی حورِ جنت سے ۸۳ — کہ پہلی رات ہے، پہلا سفر ہے، پہلی منزل ہے
جدھر دیکھو اُدھر سوتا ہے کوئی پاؤں پھیلائے — زمانے سے الگ گورِ غریباں کی بھی محفل ہے
عجب کیا گر اُٹھا کر سختیِ فرقت ہوا ٹکڑے — کوئی لوہا نہیں پتھر نہیں، انسان کا دل ہے
سخی کا دل ہے ٹھنڈا گرمیِ روزِ قیامت میں — کہ سر پر چترِ رحمت سایۂ دامانِ سائل ہے
امیرؔ خستہ جاں کی مشکلیں آساں ہوں یا رب ۸۴ — تجھے ہر بات آساں ہے اُسے ہر بات مشکل ہے

پوچھو پیکانِ تیرِ قاتل سے — شور رہے ہو رہے ہیں کیا دل سے؟
لے چلے دل، تو ہنس کے فرمایا — پیار اب کیجیے گا کس دل سے؟
اس ادا سے وہ آئے وصل کی رات — کہ نکل آئیں حسرتیں دل سے
ہوں زمیں لاکھ سہل، لیکن امیرؔ — ہوتے ہیں اچھے شعر مشکل سے

مر چلے ہم مر کے اُس پہ مر چلے — کام اپنا نام اُسکا کر چلے
حشر میں اجلاس کس کا ہے کہ آج — لیکے سب اعمال کا دفتر چلے
خونِ ناحق کرکے اک بے جرم کا — ہاتھ ناحق خون میں تم بھر چلے
یہ ملی کس جرم پر دم کو سزا؟ — حکم ہے دن بھر چلے شب بھر چلے

شیخ نے میخانے مین پی یا نہ پی — دختِ رز کو تو رسوا کر چلے

گل گیا آخر تہِ تربت کفن — ۸۵ ایک جوڑا حشر تک کیونکر چلے؟

رہنے کیا دنیا مین آئے تھے اسیرؔ؟ — سیر کر لی اور اپنے گھر چلے

خبر ہے نعش پہ کس بیوفا کے آنے کی؟ — کہ جان ابھی سے ہے مشتاق جا کے آنے کی

شبِ وصال مین اُس شوخ کو پلا کے شراب — مین راہین روک رہا ہون حیا کے آنے کی

نہ چوک وقت کو پا کر کہ ہے یہ وہ معشوق — کبھی امید نہین، جس سے جا کے آنے کی

گھٹا مین برق جو چمکی تو یاد آئی اسیرؔ — ادا کسی کی وہ پردہ اُٹھا کے آنے کی

جو کچھ سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے — مین روتا ہون اُن کو ہنسی سوجھتی ہے

یہ آتا ہے جی مین کہ کوثر پہ چلیے — خرابات مین دور کی سوجھتی ہے

کہا مین نے پاس آؤ تو ہنس کے بولے — اجی آج تو دور کی سوجھتی ہے

اسیرؔ ایسے ویسے تو مضمون ہین لاکھون — نئی بات کوئی کبھی سوجھتی ہے

گھبرائی ہوئی تیغ بکف پھرتی ہے ہر سمت — کیا جانے دیا برق کو کیا حکم قضا نے

اُس دستِ نگارین کو کیا ہے جو کبھو کا — دل مین مرے اک آگ لگا دی ہے حنا نے

معشوق جفاکار ہین، عشاق وفادار — ہر ایک کو حکمت سے بنایا ہے خدا نے

بے موت مجھے تیغِ تغافل ہی نے مارا — پوچھا نہ جفا نے، نہ قضا نے، نہ ادا نے

خاموش چلے جاتے ہین دنیا سے ہزارون ۸۶ — کیا جانے کیا کہہ دیا چپکے سے قضا نے

دکھلا کے ادا مجکو اسیرؔ اُسنے کیا قتل — پیدا اثرِ درد کیا میری دوا نے

اندھیری رات مین بجلی کو بھی ترس آیا — غریب کے چراغ آئی آشیان کے لیے

ہزار شکر کہ پیکان سے دل ہوا آباد — خدا نے بھیج دیا وارث اِس مکان کے لیے

خدا جو پوچھے گا کیون جان دی جوانی مین — دکھا کے تجکو کہونگا کہ اس جوان کے لیے

کھلی زبان مری کسکی داستان کے لیے — اُچھل کے دل نے جو بوسے مری زبان کے لیے

زمین کو ہم سے غبار، آسمان کو ہے خلاف — نہ ہم زمین کے لیے ہیں نہ آسمان کے لیے
امیرؔ، نالہ بھی ہو ساتھ ساتھ اشکوں کے — جرس بھی شرطِ سفر ہیں ہر کاروان کے لیے

شبِ غم کیسی ہی چھوٹی ہو واعظ ۸۷ — مگر تیری قیامت سے بڑی ہے
نہیں رکتی چلی جاتی ہے دن رات — مری عمرِ رواں بھی اک گھڑی ہے
نکیلی بھی، سجیلی بھی ہے، وہ آنکھ — مگر دیکھا تو نشتر سے بڑی ہے
نہ توڑو نرگسِ بیمار کی آس — عصا ٹیکے ہوئے کب سے کھڑی ہے
امیرؔ، اپنی نظر میں قصرِ شاہی — فقیروں کی سی ٹوٹی جھوپڑی ہے

سرِ راہِ عدم گورِ غریباں طرفہ بستی ہے — کہیں غربت برستی ہے، کہیں حسرت برستی ہے
حقیقت دخترِ رز کی کیا ہے کیا رندوں کی ہستی ہے — ترے دم سے یہ ساقی گرمیِ بازارِ مستی ہے
ہمیں شاہد پرستی سے سمجھ معذور اے واعظ — جوانی کا ہے نشہ، بیخودی ہے، جوشِ مستی ہے
دمِ مستی مژہ کی اشکباری دیکھ ای ساقی — گھٹا ہلکی سی ہے پر جھوم کر کیا کیا برستی ہے
بلائیں لیتے لیتے سست ہو جاتی ہے مشاطہ — وہ چوٹی ارگجے کے عطر میں جس وقت بستی ہے

نئے بانکے بنے ہو تم، نئی شمشیر باندھی ہے — نگاہِ حسرت آلودہ نہیں دیکھی ہے بسمل کی
بھلا دیکھوں تو وہ کیونکر نہیں آتے ہیں گھر میرے — اگر ہے عشق کامل، کھینچ لائے گی کشش دل کی
گریباں پھاڑ کر سیرِ چمن کو شکلِ گل چلیے — جنوں انگیز پھر آتی ہیں آوازیں عنادل کی
جہاں بدلا مزاج اس ترک کا چڑھنے لگی تیوری — ذرا قاتل کھنچا، کھنچنے لگی شمشیر قاتل کی
نہ سمجھو کھیل، امیرؔ، الفت کی بازی جان لیتی ہے — کیے دیتے ہیں ہم، اچھی نہیں ہے دل لگی دل کی

میں وہ سیاہکار ہوں جب سے ہوا ہوں دفن — جلاتی ہے زمیں مری مٹی خراب کی
اللہ رے قدر میرے گناہوں کی روزِ حشر — تعظیم کو کھڑی ہوئی میزان حساب کی
قالب میں روح بند فرشتوں نے کی عبث — بے فائدہ غریب کی مٹی خراب کی
لختِ دل برشتہ نکلتے ہیں خوں کے ساتھ — ہر تار آہ سیخ ہے گویا کباب کی

وہ مست بے خبر ہے نہ سمجھے گا واعظو
کیسے امیر سے نہ ثواب و عذاب کی

جو چشم غور سے آئینۂ توحید کو دیکھا
تو سب کچھ تو ہی ٹھہرا ہم نہ کچھ اے خودنما ٹھہرے

صفین آراستہ ہونے لگین جب اہل محشر کی
جما کر ایک ٹکڑی حسرتون کی ہم جدا ٹھہرے

رہے حسرت نکالے ہم گئے جب کوے جانان سے
بہت مڑ مڑ کے دیکھا دیر تک رو بقفا ٹھہرے

جفا دیکھو جنازے پر مرے آئے تو فرمایا
کہو تم بیوفا ٹھہرے کہ اب ہم بیوفا ٹھہرے

مقتل مین اُسکے دوڑ کے پہنچے جو تھے قوی
قیدی جو ناتوان تھے وہ زندان مین رہ گئے

دوڑے تلاش دولت دنیا مین جو حریص ۸۸
آخر کو تھک کے گور غریبان مین رہ گئے

لوٹا ستمگرون نے مگر اب بھی اے امیر
مضمون ہزار ہا مرے دیوان مین رہ گئے

تیغ قاتل کی چمک آنکھون مین پھر جاتی ہے
اور بھی برق تڑپ کر مجھے تڑپاتی ہے

سرنگون بحر حوادث مین ہون مانند حباب
آنکھ کھل جاتی ہے جس دم کوئی لہر آتی ہے

دل کو تسکین مین اے قافلے والو کیا دون
اب تو آواز جرس کی بھی نہین آتی ہے

کیا باغ مین دیکھتی ہے شبنم ۸۹
جو گل کی ہنسی پہ رو رہی ہے

نرگس کو صبا نہ چھیڑ اتنا
سونے دے غریب سو رہی ہے

ہم جاگ رہے ہین ہجر کی شب
تقدیر ہماری سو رہی ہے

خیال ہی مین مرے وصل دلربا کے لیے
لیے جو بوسے تو ہونٹھون سے بھی چھپا کے لیے

یہ ہچکیان نہین آتی ہین نزع مین پیہم
بٹھائی جاتی ہے ڈاک آمد قضا کے لیے

وہ آئین نزع مین چلتی نہین زبان نہ چلے
نگاہ یاس تو ہے عرض مدعا کے لیے

زیور سے بڑھ کے تجکو تری چال ہو گئی
موج خرام پاؤن مین خلخال ہو گئی

کیسا سلوک تجھ سے کیا اشک شرم نے
زائل سیاہی خط اعمال ہو گئی

ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لین ۹۰
پھر اس قدر بھی ہمارا نشان رہے نہ رہے

پس شباب ہے کیا اعتبار جمع حواس
کہ ایک شب سے سوا کاروان رہے نہ رہے

درد پہلو کی یہ شدت ہے کہ رنگت فق ہے
زخم وہ دل میں ہے کاری کہ کلیجہ شق ہے

دوگنہ جلد سے ہوتا نہیں کوئی منعم
ذوق جب تک نہ ہوا شیخ اعتبار حق ہے

طول فرقت سے مزے وصل کے سب بھول گئے
نہ وہ باتیں نہ وہ راتیں نہ وہ دن یاد رہے

کانٹے الجھیں نہ کہیں دامن آزادی میں
دامن اس ڈر سے سمیٹے ہوئے شمشاد رہے

آ بنی جان پہ اپنی تو مروت کیسی؟
پہلے تک دن چیر کے پہلو جو کہیں دل آ گئے

اب کسی سے نہ رہی ملنے کی حسرت باقی
آج جی بھر کے گلے تیغ سے ہم مل آئے

مدت ہوئی کہ جی مرا جینے سے سیر ہے
اے جان، تیرے منہ سے نکلنے کی دیر ہے

آئے جو نزع میں تو یہ کہکر وہ اٹھ گئے
ہم جاتے ہیں یہاں ابھی رخصت میں دیر ہے

نازکی کہتی ہے قسمہ تو لگا رہنے دے
ناز کہتا ہے لگی میری بلا رہنے دے

عشق کے راز کو پنہاں کوئی کیا رہنے دے
داغ کچھ درد نہیں ہے کہ چھپا رہنے دے

روز تکیوں میں جا کے دل میرا
دوستوں کو پکار آتا ہے

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ
مجھکو غصے پہ پیار آتا ہے

باتیں ناصح کی سنیں یار کے نظارے کیے
آنکھیں جنت میں رہیں کان جہنم میں رہے

انکے تڑپانے کی طاقت جو نہیں ہم میں تو
کاش اپنے ہی تڑپنے کی سکت ہم میں رہے

محتسب، پوچھ نہ تو شیشہ میں کیا رکھا ہے
پارسائی کا لہو اس میں بھر ارکھا ہے

ہم چلے دیر سے کعبہ کو تو وہ بت بولا
جا کے لے لیجیے کعبے میں خدا رکھا ہے

شام ہوتے ہی شب وصل سجاتا ہے گجر
ہاتھ ٹوٹیں ترے گھڑیال بجانے والے

ہم جب پہنچے تو قیامت میں ہوا غل آئے
دھجیاں دامن محشر کی اڑانے والے

چشم واعظ پہ ہے عینک، دست واعظ میں عصا
صنعت پیری میں یہ دو باقی سہارا رہ گئے

موت آ جائے کہ یا وہ آئیں یا قیامت ہو کبھی
اب یہی دو تین جینے کے سہارا رہ گئے

اے چرخ حسینوں کی جفا اور ہی کچھ ہے
معشوق کی پھیر دل میں مزا اور ہی کچھ ہے

قاصد، یہ زبان اُسکی، بیان اُسکا نہین ہے
دھوکا ہے تجھے، اُسنے کہا اور ہی کچھ ہے

مغفرت کا تو جو طالب ہے تو زاہد، آ ادھر
پیار کرتی ہے وہ میخوارون کو میخوارون مین ہے

ڈھونڈھتا ہے اُسکو اے زاہد، تو اپنے دل مین ڈھونڈھ
چھت مین کعبے کی نہ وہ کعبہ کی دیوارون مین ہے

جہانتک تاک اغیار سے دن رات ہے
اب یہ کچھ چوری چھپے کی بات ہے؟

اتنی باتین کیون سناتے تم مجھے
پیار کرتا ہون مین اتنی بات ہے

تجھ سے مانگون مین تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جا
سو سوالون سے یہی ایک سوال اچھا ہے

اسکا انجام فراق، اُسکا ہے انجام وصال
کون کہتا ہے کہ فرقت سے وصال اچھا ہے

ترے نگار نے اے جان، دل کو کر دیا چھلنی
انی برچھی کی نکلی، جب ترے منہ سے نہین نکلی

نہ چھوڑا ساتھ اُنکا میری تربت پر بھی آنے مین
بڑی پابند اپنی وضع کی چینِ جبین نکلی

چڑھا جاتے تھے ہم کے خم کبھی حلقے مین مستون کے
وہی ہم ہین کہ پھر جاتا ہے سر اک دورِ ساغر سے

بندون کو چشمِ شوق، بتون کو دیا جمال
واقف ہے کون مصلحتِ ذو الجلال سے؟

آئے جو میکدے مین کرے مستی کیون کمی
شیشے کی طرح چاہیے مے تا گلو پیے

مقامِ وجد ہے اے دل کہ بزمِ یار مین آ گئے
بڑے دربار مین آ گئے بڑی سرکار مین آ گئے

دُکھے کیونکر نہ دل آوازنے سے
صدا ہے یہ کسی درد آشنا کی

واماندگی سے جا نہ سکے کاروان تلک
کھاتی تھین ٹھوکرین جو مقدر مین رہ گئے

نہ جیتنے مین گزارہ، نہ ہارنے مین رفاہ
پھر اُس سے کھیل کوئی کس گمان پہ کھیلے؟

مرے تو خاک ہوے، ہم مٹے تو خاک ہٹے
ابھی تلک تو نشانِ مزار باقی ہے

مرا احوال کر سکتا نہین اُن سے بیان کوئی
دہن مین میرے قاصد کے مری رکھ دے زبان کوئی

حسنِ روز افزون بھلا دیتا ہے پہلے قاعدے
روز ہو جاتے ہین اُس محفل مین جا کر ہم نئے

کچھ میری سنو، کہو کچھ اپنی
باتین نہ کرو ادھر اُدھر کی

پیکان ہی ترے تیر کا پہلو مین در آئے
ٹھنڈا ہو کلیجا یہی اُمید بر آئے

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی — ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

یہ گالی جو اے دلربا مل رہی ہے — دعا دی تھی اُسکی سزا مل رہی ہے

دوڑ ساقی، کہ ترے مستوں کو — ہوش آیا تو قیامت ہوگی

حوریں کیونکر تری زبان سیکھیں — لب و لہجہ کہیں بدلتا ہے؟

آئے وہ کیوں؟ اس آنے سے حاصل ہی کیا ہوا — چپ تھوڑی دیر بیٹھے اُٹھے گھر چلے گئے

بتوں ہی میں ہے وہ بُت کچھ تجھے خبر بھی ہے؟ — چھپا ہوا انھیں فتنوں میں فتنہ گر بھی ہے

منزلِ گور سے دم لیکے بڑھیں گے آگے — ہم مسافر ہیں بڑی دور کے رہنے والے

ہم مر گئے آنے کی جو اُنکے خبر آئی — افسوس اجل چار قدم پیشتر آئی

کیا خبر تھی کہ جدائی تری آفت ہوگی — بات کرنی بھی غریبوں کو مصیبت ہوگی

ترا دوست، میرا عدو دل یہی ہے — ترا بسمل، اور میرا قاتل یہی ہے

ہم دل جلے گئے تو جہنم پکار اُٹھا، — یارب، سزا ملی یہ مجھے کس گناہ کی؟

پا کے تنہا اُنھیں بوسے جو لیے کہنے لگے — مل گئی مفت چھچھورے کو یہ نعمت کیسی؟

افسردہ داغِ دل ہوئے پیری میں کیا امیر — گویا چراغ صبح کو خاموش ہو گئے

نہ زر سے کام، نہ اسباب سے نہ دولت سے — یہ سب رہیں نہ رہیں عالمِ شباب رہے

ملا نہ محفلِ جاناں سے ہم کو اذنِ نشست — برنگِ شمع خجالت سے آب آب رہے

بڑھے کیا ربط؟ یارِ دلستاں سے — نیا اک روز دل لائیں کہاں سے؟

خزاں کے آتے ہی گلچیں و صیّاد — لپٹ کر خوب روئے باغباں سے

خلعتِ روزِ ازل بے سروسامانی ہے — خاص ملبوس مرا جامۂ عریانی ہے

گلشن میں مجھ سے ہے یہ تقاضائے اضطراب — کھٹکا ہو جس شجر میں وہیں آشیاں رہے

یوں بیٹھے بیٹھے زیست کے دن ہو گئے تمام — کشتی میں جیسے ساکنِ کشتی رواں رہے

لطف تب ہو کہ ادھر ہاتھ میں بوتل آئے — اس طرف جھوم کے گلزار میں بادل آئے

طالبِ مرگ بھی ہین منتظرِ یار بھی ہین   دیکھیے کون شبِ ہجر مین اول آئے
پھینک دو کاٹ کے جڑ نخل تمنا کی اسیر ۹۲ پھول کمبخت مین آئے نہ کبھی پھل آئے

رباعیات

گھر کھدنے کی پوچھو نہ مصیبت ہم سے   روتی ہو لپٹ لپٹ کے حسرت ہم سے
یا ہم جاتے تھے گھر سے رخصت ہو کر ۹۴ یا گھر ہوتا ہے آج رخصت ہم سے

اوروں کو تو دنیا مین قضا نے مارا   دی زلیست خدا نے، اور خدا نے مارا
پر صورتِ مرگ زلیست اپنی ہر جُدا   اُس لب نے جلایا تھا، ادا نے مارا

کمرے مین تو شب وہ ماہ سیما آیا   اسیر بھی مجھے ہاتھ نہ تنہا آیا
چلمن جو اٹھی ہوئی تھی آتی تھی ہوا   چھُٹوا دیے پردے تو لپٹنا آیا

انتخاب
از
کلیاتِ انشاء اللہ خان

۱۲ اشتر

انشا

سید انشاء اللہ خان متخلص بہ "انشا" ہندوستان کے نامی شاعرون مین ہین انکے باپ سید ماشاء اللہ خان بھی شاعر تھے - سید ماشاء اللہ خان صحیح النسب سادات مین شمار کیے جاتے تھے - دربار شاہی دہلی مین یہ طبیب تھے اور زمرۂ امرا مین تھے دلی تباہ ہونے پر یہ مرشد آباد گئے اور وہان سراج الدولہ کے مصاحبون مین داخل ہوئے - وہین سید انشاء اللہ خان نے تربیت پائی - مرشد آباد تباہ ہونے پر سید انشا دلی آئے اور شاہ عالم بادشاہ کے دربار مین داخل ہوئے - شاہ عالم کے پاس اتنا سرمایہ کہان تھا کہ انکو خاطر خواہ صلہ ملتا اسلیے یہ دلی سے لکھنؤ آ گئے -

لکھنؤ مین ایک زمانہ انکا یہ تھا کہ نواب شجاع الدولہ کو ایک دم بغیر انکے چین نہ تھا - اسکے بعد بادشاہ کو کچھ خلش پیدا ہوئی - یہ زمانہ سید انشا کے لیے زحمت کا تھا - پھر بادشاہ نے انکی تنخواہ بند کر دی اور چین سے یہ گھر بیٹھے - خانہ نشینی کا زمانہ انکے لیے آرام کا اور دوسرون کے لیے عبرت کا زمانہ تھا - اس زمانہ مین بھی انکی شاعری چلی جاتی تھی بلکہ اس زمانہ کا کلام بہت ہی پُر درد ہوتا تھا - انکی وہ مشہور غزل جسکا مطلع ہے "کمر باندھے ہوئے چلنے کو یان سب یار بیٹھے ہین ٭ بہت آگے گئے باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین" - اسی زمانہ کی ہے - آخر مین وہ تارک الدنیا ہو گئے اور کچھ دنون کے بعد ایک مجذوب گوشہ نشین کی حیثیت سے بمقام لکھنؤ ۱۲۳۳ھ مین فوت ہوئے -

سید انشا بڑے زبردست عالم تھے اور بڑے ہی ذہین تھے لیکن ذریعہ رزق انھون نے ٹھہرا رکھا تھا شاعری اور وہ بھی بادشاہون کے ہنسانے کے لیے اسلیے علماے عصر مین انکا شمار نہ ہوا - انکی نسبت جوہر شناسون کا قول تھا کہ سید انشا کے علم پر انکی شاعری نے خاک ڈال دی اور انکی شاعری کو امرا کی صحبت نے ڈبو دیا

غزلیات و ابیات

رہا ہی ہوش کچھ باقی، اِسے بھی اب نبیڑے جا
یہی آہنگ، اے مطرب پسر، تو اور چھیڑے جا

مجھے اِس درد مین لذّت ہی، اے جوشِ جنون، اچھا
مرے زخمِ جگر کے، ہر گھڑی، ٹانکے اُدھیڑے جا

سوالِ بوسہ سُن کہنے لگا، وہ شوخ غصہ ہو
بہت اچھا، سمجھ لونگا، بھلا، تو مجھکو چھیڑے جا

وفورِ مے سے، حالت غش کی ہی، انشاؔ کو، اے ساقی
شراب سُرخ اِک گالی کے، دیئے مُنھ پر تریڑے جا

خیال کیجیے گا، آج کام مین نے کیا
جب اُس نے دی مجھے گالی، سلام مین نے کیا

کہا یہ صبر نے دل سے کہ لو خدا حافظ
حقوقِ بندگی اپنا، تمام مین نے کیا

جنون یہ آپ کی دولت، ہوا حصول مجھے
کہ ننگ و نام کو چھوڑا، یہ نام مین نے کیا

مزا یہ دیکھیے گا، شیخ جی رُس کے اُٹھے
جو اُنکا بزم مین، کل، احترام مین نے کیا

ہوس یہ رہگئی، صاحب نے پر کبھی نہ کہا
کہ آج سے تجھے انشاؔ غلام مین نے کیا

فقیرانہ ہی دل، مقیم اُسکی رہ کا
غرض کیا کہ محتاج ہو بادشہ کا

تری آشنائی مین، کیا ہم نے پایا
دیا نقدِ دل اور اپنی گرہ کا

تبھی لطف ہو ساقیا میکشی کا
کہ تو بھی بہک اور محتسب بھی بہکا

کبھی تجھ سے انشاؔ نے بوسہ نہ مانگا
گنہگار ہے وہ فقط اک نگہ کا

جھوٹا نکلا قرار تیرا
اب کس کو ہے اعتبار تیرا؟!

دل مین سو لاکھ چٹکیان لین
دیکھا بس ہم نے پیار تیرا

انشاؔ سے نہ روٹھ، مت خفا ہو
ہے بندہ جان نثار تیرا

اچھا جو خفا ہم سے ہو تم، اے صنم، اچھا
لو، ہم بھی نہ بولین گے خدا کی قسم اچھا

مشغول کیا چاہیے، اِس دل کو کسی طور
لے لینگے ڈھونڈھ، اور کوئی یار ہم اچھا

گرمی نے کچھ آگ اور بھی سینہ مین لگائی
ہر طور غرض، آپ سے، ملنا ہی کم اچھا

جو شخص مقیمِ رہِ دلدار ہین زاہد — فردوس لگے اُنکو نہ باغِ ارم اچھا
اس ہستیِ موہوم سے مین تنگ ہون انشا ۲ واللہ، کہ اس سے ہے بمراتب، عدم اچھا

ہے ظلم، اُسکو یار کیا ہم نے، کیا کیا؟ — کیا جبر اختیار کیا ہم نے، کیا کیا؟
اُس رشکِ گل کی خواہشِ بوس و کنار کو — اپنے گلے کا ہار کیا، ہم نے کیا کیا؟
دستِ جنون سے اپنے گریبانِ صبر کو — اے عشق، تار تار کیا، ہم نے کیا کیا؟
رہ رہ کے دل مین آوے ہے انشا یہی کہ کیون — اُس دل کو بیقرار کیا، ہم نے کیا کیا؟

اگر ہمارے کرے کوئی بند بند جدا — تو یہ قبول نہ ہوگا ہو وہ خود پسند جدا
مری اور اُسکی یہ صحبت ہوئی بروزِ وداع — کہ دردمند سے ہے جیسے دردمند جدا
نمک فشان ہین مرے زخمِ دل پہ اے انشا — سبھون کے طعنے جدا، ناصحون کے پند جدا

اے صبا باغ مین ہلایا کر — تو مرے گلعذار کا جھولا
نکہتِ گل کے جھولنے کے لیے — ہے نسیمِ بہار کا جھولا
چاہیے طفلِ اشک کو انشا — مژۂ قطرہ بار کا جھولا

جو ہاتھ اپنے سبزی کا گھوڑا لگا — تو شلغے کا اور اُسکو کوڑا لگا
اجی، چشمِ بد دور، نامِ خدا — تمھین کیا بھلا سرخ جوڑا لگا
لگی کہنے انشا کو شب وہ پری — مجھے بھوت ہو کر لنگوڑا لگا

دیکھ لیجے ہاتھ دھر کر اس مرے سینہ پہ آپ — گر نہ دیکھا ہو تڑپنا ماہیِ بے آب کا
کیا ہی پھبتا ہے یہ صاحب رینگ کا کرتا تمھین — اور لے ظالم یہ ڈھیلا پائجامہ کمخواب کا
مانگتا ہے یہ دعا آٹھون پہر انشا سدا — دیا آلہی بول بالا ہو مرے نواب کا

رکھتے ہین کہین پاؤن تو پڑتا ہے کہین اور — ساقی تو ذرا ہاتھ تو لے تھام ہمارا
اے بادِ سحر محفلِ احباب مین کہنا ۳ دیکھا ہے جو کچھ حال تہِ دام ہمارا

عجب اُلٹے ملک کے ہین، اجی آپ بھی کہ تم سے — کبھی بات کی جو سیدھی، تو ملا جواب اُلٹا

چلیے تجھے حرم کو، رہ میں ہوئے اک صنم کے عاشق　　تھوڑا ثواب حاصل، یہ ملا عذاب اُلٹا
مجھے چھیڑنے کو، ساقی نے دیا جو جام اُلٹا　　تو کیا بہک کے میں نے اُسے اک سلام اُلٹا
فقط اس لفافہ پہ ہے کہ خط آشنا کو پہنچے　　تو لکھا ہے اُس نے انشا یہ ترا ہی نام اُلٹا

زاہد، مرے سوا کے اسرار، نہیں پاتا　　غافل اُسے کیا پاوے، ہشیار نہیں پاتا
گو روپ بدلتا ہے ہر روز نئے انشا　　صحبت میں کبھی اُسکی، پر بار نہیں پاتا

دیوار پھاندنے میں، دیکھوگے کام میرا　　جب دھم سے آ کہوں گا، صاحب سلام میرا

اُس سے خلوت کی ٹھہر جاتی، تو میں البتہ　　واسطے دُو دن کے عرشِ کبریائی مانگتا

اب تو اگلی سی طرح کا نہیں گھسرا پڑا　　رہ گیا آپ میں اور ہم میں اکھسرا پڑا

نہیں ہم فن کو باہم دیکھ سکتے لوگ، یہ سچ ہے　　لگا القاص سے ہے لا یحب القاص کا جوڑا

اُنھیں کیا نعمتِ الوان ہے؟ جنکو عرش سے اُترا　　یہی اک جو کی روٹی اور آیا ہے ساگ کا جوڑا

کوٹھے تلے کھڑا تھا دیکھا جو تجھکو آتے　　ہاتھ اُس نے کر کے اونچا جھٹ ایک پھل کو توڑا

کیا کہوں احوال، تیرے عاشقِ بیتاب کا　　اشک جو ٹپکا سو، گویا قطرہ تھا سیماب کا

زلزلہ لایا ہے جسمِ مضمحل کا اضطراب　　مر مٹے پر بھی گیا، اپنے نہ دل کا اضطراب
اُسکے ہم صدقے ہے اشیا جسنے باہم کرکے خلط　　آتش تیز و ہوا و آب و گل کا اضطراب
یاد ہیں انشا وہ شرمانی ہوئی آنکھیں تجھے؟　　اور تنہائی میں اُس ہیجان گسل کا اضطراب

کیا غضب تھا پھاند کر دیوار آدھی رات کو　　دھم سے میرا کودنا اور وہ تمھارا اضطراب

کچھ اشارا جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت　　ٹال کر کہنے لگے دن ہے ابھی رات کے وقت
گرچہ مے پینے سے کی توبہ ہے میں نے ساقی　　بھول جاتا ہوں ملے تیری مدارات کے وقت
موسمِ عیش ہے یہ عہدِ جوانی، انشا　　دور ہیں تیرے ابھی زہد و عبادات کے وقت

جمال و عظمتِ داداریِ خالقِ ملکوت　　خیال کرکے یہ کہتا ہوں واہ ری جبروت
نمود و سطوتِ پروردگار سے یہ دیکھو　　جہاں تلک کہ کرے کام یہ نظر کا سوت

تو نے لگائی آ کے، یہ کیا آگ ای بسنت؟ — جس سے کہ دل کی آگ بھڑک اٹھی ای بسنت

واقعی ہاں شیرِ بد کر سیکڑوں کی ہار جیت — شغل میں جو پڑکے ہے سچ، ای محبتِ خودکام بد
لیک جی لگنے کی خاطر تجکو میری ہی قسم — ایک لیتہ ایک ڈلی ایک لونگ ایک بادام بد

ہیہات، چشمِ جادو یہ، اتنا گھمنڈ؟ — خط و خال و گیسو یہ، اتنا گھمنڈ؟
اجی سر اُٹھا کر اِدھر دیکھنا — اسی چشم و ابرو یہ، اتنا گھمنڈ؟
وہ کہہ کر یہ انشا سے بولے کہ واہ — اسی زورِ بازو یہ، اتنا گھمنڈ؟

لکھ دو آخون جی صاحب، کوئی ایسا تعویذ — کہ مرے منہ سے لگے اُسکے گلے کا تعویذ
غش ہوئے ہم تو، اجی قہر تھا اُس کافر کا — لال ناڑے میں بندھا ہا ہے وہ نیلا تعویذ
سر کے بالوں سے لٹک جھمکے سے اُلجھا تو کہا — اب لگا مجکو ستانے یہ نگوڑا تعویذ
خیر انشا کی ہو چاہو تو پلا دو دھو کر — اُسکے بازو کا وہ ننھا سا روپہلا تعویذ

راتوں کو نہ نکلا کرو دروازے سے باہر — شوخی میں دھرو پاؤں نہ اندازہ سے باہر
جراح نہ رکھ پنبہ و مرہم، کہ یہاں آگ — نکلے ہے ہر اک زخمِ تر و تازہ سے باہر
رہتے ہیں سدا خواہشِ احباب سے انشا — اجزا مرے دیوان کے شیرازہ سے باہر

آئے نہ آپ رات جو اپنے قرار پر — گزری قیامت، اس دلِ امیدوار پر
ساقی، صراحیِ مئے گلفام لا شتاب — ہے تجکو کچھ خیال بھی ابرِ بہار پر؟
انشا سے اب تو آنکھ چرائی یہ قہر ہے — اسوقت میں تو رحم کر اُسکے خمار پر

عجب سرچشمۂ مہتاب سے تھی آگ پانی پر — سنایا چاندنی نے آج دیپک راگ پانی پر
نہ اُڑئیے آپ جوگی جی، ابھی ہم بھی جو چاہیں تو — بجھا کر مرگ چھالا بیٹھ لیں بے لاگ پانی پر
تصدق کرتے ہیں ہم نعمتِ الوان کو انشا — اسی اک جو کی روٹی اور آیا ہے ساگ پانی پر

تعویذ لعل ہی سکے نہ پھر سے گھمنڈ پر — اک نیلا ڈورا باندھیے اس گوری ڈنڈ پر
یا رب سدا سہاگ کی مہندی رچا کرے — پتے سجیں کھچیں، رہے آفت ازنڈ پر

دو تین دن تو ہو چکے اب پھر چلو وہیں — فیروز شہ کی لاٹ کی اُس چوتھے کھنڈ پر
کلبرگ تر سمجھ کے لگا بیٹھی ایک چونچ — بلبل ہمارے زخمِ جگر کے کھرنڈ پر

کر نظر لعل و زمرد کی طرف ، پہنے ہیں — سُرخ اور سبز عجب رنگ کے جوڑے پتھر
آتشِ عشقِ الٰہی سے ہے خالی کیا شی؟ — یہ شرر رکھتے ہیں سب سینہ میں روڑے پتھر

مجھے رونا آتا ہے شمعِ سحر پر — کہ بیچاری اب مستعد ہے سفر پر
اجی ، جی میں ہے اب کہیں بیٹھ رہیے — بس ایک باندھ تکیہ کسی رہگزر پر

گیا یار آفت پڑے اس سحر پر — اُداسی برسنے لگی بام و در پر
دیا نامہ کہ سید انشا تو اُس نے — دو ہتّڑ جڑے ایک سرنامہ پر پر

یہ جو مہنت بیٹھے ہیں رادھا کے کنڈ پر — اوتار بن کے گرتے ہیں پریوں کے جھنڈ پر

ہاتھ مجھ سے وہ ملاتے ہی یہ فرمانے لگے — تجھ سے پنجہ وہ کرے جو کہ مروڑے پتھر

لے چلا دامانِ صحرا کو گریبان پھاڑ کر — آخر آ مجکو جنون چمٹا ہے پنجہ جھاڑ کر

کیا ہنسی آتی ہے مجکو حضرتِ انسان پر — فعلِ بد تو ان سے ہو لعنت کریں شیطان پر

لئے انھوں نے ، جو یہ پھولوں کی چھڑی ڈالی توڑ — میں نے بھی آپ کی دوڑی کی لڑی ڈالی توڑ
پینگیں امریوں میں جس وقت چڑھاتا ہوں میں — مجھ سے کہتی ہے یہ ساون کی جھڑی ڈالی توڑ
ساتھ پریوں کے یہ ہم جھولے کہ انشا ہم نے — ڈالی جو آپ کی تھی سب سے بڑی ڈالی توڑ

غنچوں کو روند ، گل کو مسل ، اور صبا کو چھیڑ — لیکن ، نہ اُس کے عقدۂ بندِ قبا کو چھیڑ
کیا گا رہا ہے اپنی او بیج ، اے حدی سرا — جس سے کہ قیس لوٹ ہوا اُس صدا کو چھیڑ
اے ہمنشین ، یہ موسم ہولی ہے ، ان دنوں — منظور ہے جو سیر ، تو اُس خوش ادا کو چھیڑ
ایک بوالہوس نے اُنکی جوانا سے کچھ کہا — رستہ میں اپنے توسنِ حرص و ہوا کو چھیڑ
برقع اُلٹ کے مُنہ سے وہ کہنے لگی چچی — بٹیا کسی جوان سے صاحب ادا کو چھیڑ
لیجا کے چپکے چپکے دوشالہ کے نیچے ہاتھ — ناخن گڑو کے چٹکی لے انگشتِ پا کو چھیڑ

انشاؔ جو ہونی ہووے سو ہو، دل کہے ہے یوں — تا چند ضبط، آج تو اُس دلربا کو چھیڑ

پھنس گئے عندلیب ہو بیکس — ہائے تنہائی اور کنجِ قفس

ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی کہ پس — اُنکی اُنگلی کی چڑھ گئی جھٹ نس

جبکہ دیکھا کہ چھوڑتا ہی نہیں — تب تو ٹھہری کہ دینگے بوسہ دس

ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات — آٹھ، نو، دس ہوئے بس انشاؔ بس

ہو جائے اگر جہان فراموش — کب دل سے ہو دلستان فراموش

جاتے ہو تو یاد رکھیو مجھکو — مت کیجیو مہربان فراموش

صد حیف کیا، بچھڑ کے ہم کو — تم نے، اے قدردان فراموش

ایسا تجھے ہو گیا یکایک — انشاؔ اللہ خان فراموش

انشاؔ خیالِ محض ہے اسپر نہ بھول لیو — ہرگز کسی کے ساتھ نہ ڈالے خدا غرض

کھولے جب چاند سے اس مکھڑے کا گھونگھٹ عاشق — کیوں نہ پھر لیوے بلائیں تری چٹ پٹ عاشق

نہیں معلوم اجی تم نے یہ کیا پڑھ پھونکا — کہ تمہیں دیکھتے ہی ہو گئے ہم چٹ عاشق

میکشی تم کرو غیروں سے بہم، تو اپنے — گھونٹ لہو کے پیے کیوں نہ غٹا غٹ عاشق

اے نسیمِ سحری اُس سے یہ کہیو کہ ترا — رات سے ایتو بدلتا نہیں کروٹ عاشق

اک غزل اور نئے قافیہ میں کہہ انشاؔ — جسکے سنتے ہی ہو مشتاق جھٹ پٹ عاشق

سالمنت سینچے ہیں دردکشان خاک کے مول — ہے یہاں سایۂ ہما کا خس و خاشاک کے مول

صرف آزاد کئی، حلقہ کشِ افیونی نے — نیچے ایک اڈھی کو اور کوسے لیے ڈھاک کے مول

تاک باندھے ہوئے جو اینڈتے ہیں مست انشاؔ — کب وہ طوبیٰ کو بھلا لیں شجرِ تاک کے مول

ترک کر اپنے ننگ و نام کو ہم — جاتے ہیں وان فقط سلام کو ہم

خُم کے خُم توڑ ڈالے پر ساقی — اور یوں ترسیں ایک جام کو ہم

روٹھتے ہیں بھی لطف ہے انشاؔ — صبح گر روٹھے وہ تو شام کو ہم

ہاے کہنا وہ اُسکا چپکے سے — تجھے انشا ہمارے جی کی قسم

عجب رنگینیان باتون مین کچھ ہوتی ہین انشا — ہم ہو بیٹھے ہین جب سعادت یار خان اور ہم

کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یان سب یار بیٹھے ہین — بہت آگے گئے باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی ۴ تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

خیال اُنکا پرے ہے عرشِ اعظم سے کہین ساقی — غرض کچھ اور دھن مین اس گھڑی میخوار بیٹھے ہین

بسانِ نقشِ پاے رہروان کوے تمنا مین — نہین اُٹھنے کی طاقت کیا کرین لاچار بیٹھے ہین

یہ اپنی چال ہے افتادگی سے ان دنون پہرون ۵ نظر آیا جہان پر سایۂ دیوار بیٹھے ہین

کہین ہین صبر کسکو آہ ننگ و نام کیا شے ہے — غرض رو پیٹ کر ان سب کو ہم یکبار بیٹھے ہین

کہین بوسہ کی مت جرأت دلا کر بیٹھیو ان سے — ابھی اس حد کو وہ کیفی نہین ہشیار بیٹھے ہین

نجیبون کا عجب کچھ حال ہے اس دور مین یارو — جسے پوچھو یہی کہتے ہین ہم بیکار بیٹھے ہین

کہان گردش فلک کی چین دیتی ہے سنا انشا — غنیمت ہے کہ ہم صحبت یہان دو چار بیٹھے ہین

یہ آپ حسن پہ اپنے گھمنڈ کرتے ہین — کہ اپنے شیش محل مین ہی ڈنڈ کرتے ہین

کِھلا کے مال پوے، تر تراتے موہن بھوگ — گرو جی چیلون کو اپنے مشٹنڈ کرتے ہین

شراب اُنکو کہین مت پلائیو **انشا** — کہ مست ہوکے وہ مجلس کو بھنڈ کرتے ہین

کل وہ بولا مجھ سے ہنسکر چاہ آگے کچھ کھیل نہین — مین ہون لسوڑا اور تو ہے مقطع سیر اسپیل نہین

زلف کو اُسکی مین نے جو سونگھا یہ بولے موہنون کے — دیکھتے کیا ہین آپ اِدھر کو یان تو تلون مین تیل نہین

حسرت و حرمان یاس و تمنا درد فراق و رنج و تعب — اپنے سر پہ اتنی بلائین ناحق ایدل جھیل نہین

اُسکی نگہ کا زخم اُٹھا کر انشا تو کیون لوٹے ہے — خنجر ناوک تیر نہین کچھ برچھی بلم سیل نہین

حضرتِ دل تو بگاڑ آئے ہین اُس سے لیکن — اب بھی ہم چاہین تو پھر بات بنا سکتے ہین

چارہ ساز اپنے تو مشفق و ہمدل ہین لیکن — کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہین؟

وہ جو شخص اپنے ہے تاڑ مین سو چھپا ہے اک آڑ مین — نہ وہ بستی مین نہ اُجاڑ مین نہ وہ جھاڑ مین نہ پہاڑ مین

مجھے کام تجھ سے ہے اے جنوں کہوں کیسی کچھ سندون — نہ کسی کے رد و قدح میں ہوں نہ اکھاڑ میں نہ پچھاڑ میں
بڑی اٹھیو یہ نہ جا دلا یہ سب آہوؤں کے ہیں مبتلا ۷ یہ شکار کھیلتے ہیں برملا انھیں ٹٹیوں کی تو آڑ میں
نہ کر اپنی جان کو مضمحل ارے انشا اُس سے لگا نہ دل — تو وگرنہ ہوویگا منفعل کہیں آگیا جو لتاڑ میں

اگر یار مے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجیے ۸ زاہد نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں

مجھے کہنے لگی وہ پیار میں آکر اگر بس ہو — تو تجھکو موند رکھوں ایک ننھی سی پٹاری میں

چھیڑنے کا تو مزا تب ہی کہو اور سنو — بات میں تم تو خفا ہو گئے لو اور سنو

پرچھائیں اپنی چال کی ٹک منھ کو موڑ دیکھ — گردن کی یہ لچک یہ کمر کی مروڑ دیکھ
پیکان تیر آہ ہے آلودہ زہر سے — باور نہ ہو تجھے تو مرے دل کو توڑ دیکھ
چوکھٹ پہ اُسکے میں نے جو ٹپکا یہ سر کہا — دروازہ کھولتا ہوں نہ سر اپنا پھوڑ دیکھ
جوڑی جو اُس نے تجھ سے تو اوڑی رقیب ہے — انشا تو اپنے یار کے یہ توڑ جوڑ دیکھ

آنے لگی اٹک اٹک کے سانس رات سے — اب ہے امید صرف خدا ہی کی ذات سے
کل سے تو اختلاط میں تازہ ہے اختراع — رکنے لگے ہیں آپ مری بات بات سے
انشا نے آلگا ہی لیا تمکو باتوں میں — ظالم وہ چوکتا ہے کوئی اپنی گھات سے؟

قسم نہ کھا کیوں ظالم تو مے کے پینے سے — وگرنہ ہونگے ہم آزردہ اپنے جینے سے
اگر میں پاؤں اکیلا تجھے کہیں سے ہے — تو کس مزے سے لگا رکھوں اپنے سینے سے
وہ سُن کے عرض کو انشا کی اس طرح بولا — کسے غرض ہے عبث منھ لگے کمینے سے

آزردہ ہم سے تو ہی جو اب اے میاں رہے — جی سے گئے جہان سے گئے ہم کہاں رہے
اس دل جلے کو ہجر میں اے آتش فراق — ایسا ہی پھونکیو کہ نہ باقی نشان رہے
خوگر وہ گالیوں کے جو ہیں اُنکو دیجیے — انشا سے ایسی بات نہ اے مہرباں رہے

خم بغل بیچ نہاں ہاتھ میں ہے جام لیے — ساقی آتا ہے چلا زور سرانجام لیے
ہمصفیرانِ چمن دیکھیے کیا ہوتا ہے؟ — آج صیاد ادھر آیا قفس و دام لیے

پختگی آج بھی اُس بات کی انشاؔ نہ ہوئی — گھر کو پھر آئے چلے ہم طمعِ خام لیے

گالی سہی ادا سہی چینِ جبیں سہی — ۹ — یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی

گر نازنیں کے کہنے سے مانا بُرا ہو کچھ — میری طرف کو دیکھیے میں نازنیں سہی

منظور دوستی جو تمھیں ہے ہر ایک سے — اچھا تو کیا مضائقہ انشاؔ کہیں سہی

بندگی ہم نے تو جی سے اپنی ٹھانی آپ کی — بندہ پرور خیر آگے مہربانی آپ کی

لیجیے میں اوڑھوں بچھاؤں یا لپیٹوں کیا کروں — ۱۰ — روکھی پھیکی ایسی سوکھی مہربانی آپ کی

دو گلابی لا کے ساقی نے کہا انشاؔ کو رات — زعفرانی میرا حصہ ارغوانی آپ کی

لب پہ آئی ہوئی یہ جان پھرے — یار گر اس طرف کو آن پھرے

چین کیا ہو ہمیں؟ جب اٹھ پھر — اپنی آنکھوں میں وہ جوان پھرے

روٹھ کر اٹھ چلے تھے انشاؔ سے — بارے پھر ہو کے مہربان پھرے

کیا چھیڑ ہے کہ پہلے دل صاف توڑ بیٹھے — پھر آپ ہو مؤدب ہاتھوں کو جوڑ بیٹھے

آواز سُن ہماری گھر سے جو تم نہ نکلے — دروازے سے تمھارے ہم سر کو پھوڑ بیٹھے

آزادگی خوش آئی انشاؔ کو جب سے یارو — وہ سب کو چھوڑ بیٹھا، سب اُسکو چھوڑ بیٹھے

کسی پری کی ہنسی دل پہ اپنے کچھ ٹھن جائے — تو پھر یہ ہنسی کہ دلدار قہقہہ بن جائے

لپٹ نسیم گئی بوئے گل کی چھاتی سے — الٰہی اپنا بھی روٹھا ہوا کہیں من جائے

تو سوئے سکدہ یوں جائے خواہشِ انشاؔ — کہ جاپ تاپ کو جیسے کوئی برہمن جائے

کیا چیز بھلا قصرِ فریدوں مرے آگے — کانپے ہے پڑا گنبدِ گردوں مرے آگے

مرغان اولی اجنحہ مانندِ کبوتر — کرتے ہیں سدا عجز سے غوں غوں مرے آگے

بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو میں باندھوں؟ — بادل سے چلے آتے ہیں مضموں مرے آگے

میں شاہِ خراساں کے غلاموں میں ہوں انشاؔ — مصروف رہے موسیٰ و ہاروں مرے آگے

یہ پیاس اپنی بجھے برف سے نہ شورے سے — ۱۱ — بجھے، تو نرگسِ ساقی کے آبخورے سے

نشہ میں کیوں نہ کروں عشق دکھا دیے تم نے — وہ دونوں دیدے مے ناب کے کٹورے سے

بلا سے جام نہ ہووے نہ ہو، کہ یاں ہم لوگ — چڑھا گئے ہیں گھڑوں کے گھڑے سکورے سے

نہیں جو رات کو جاگے تو کیوں اُبھر آئے؟ — یہ لال لال کچھ آنکھوں میں ڈورے ڈورے سے

غیر کے لی جو ران میں چٹکی — تم نے لی میری جان میں چٹکی

لے نہ اے عشق ہر دم انشا کے — اِس دلِ ناتوان میں چٹکی

واقف جو ہم نہیں ہیں اس بزم میں کسی سے — ہیں کیا غریب بیٹھے چپ چاپ اجنبی سے

لو ہاتھ جوڑتا ہوں بس کیجے جرم بخشی — تقصیر بھی تو یعنی ہوتی ہے آدمی سے

دامن اگر نچوڑیے تو بیچون ٹپک پڑے — دل پہ جو دھریے ہاتھ تو بس خون ٹپاک سے

میں ڈر رہا ہوں آپ مجھے بس نہ چھیڑیے — ایسا نہ ہو کہ خاطرِ محزون ٹپک پڑے

صاحب کے ہرزہ پن سے ہر ایک کو گلہ ہے — میں جو نباہتا ہوں میرا ہی حوصلہ ہے

بارِ گران اُٹھائیں کس واسطے عزیزو — ہستی سے کچھ عدم تک تھوڑا ہی فاصلہ ہے

لگی ہے مینھ کی جھڑی باغ میں چلو جھولیں — کہ جھولنے کا مزا بھی اسی بہار میں ہے

گھٹا ہے مینھ کی خوش آیند ہے بہت اِس وقت — شراب پینے کا موقع اسی پھوہار میں ہے

تال کی نہ سم کی نہ سُر کی — فارسی نہ عربی نہ ترکی

تاریخ کہی ہوئی یہ کسی لڑکی — حویلی علی نقی خان بہادر کی

تم نے غرور سے نہ اشارہ کیا کہ بیٹھ — اور اپنے پاؤں دُکھنے لگے یاں کھڑے کھڑے

دل میں مرے چٹکی لی ایسی ہی کہ درد اُٹھا — معقول جو خوش اے واہ آپ اسکو ادا سمجھے

انشا یہ سن غزل ثمرِ ریختہ کے نمط — رکھتے تھے جو طبیعتِ موزون ٹپک پڑے

کیونکر نہ لپٹ جاؤں صراحی کے گلو سے — بیعت مجھے پھر تازہ ہوئی دستِ سبو سے

کوئی دُنیا سے کیا بھلا مانگے؟ ۱۲ — وہ بیچاری تو آپ ننگی ہے

انتخاب

از

کلامِ انیس

(ہر چہار جلد)

سلام۔ رباعی۔ مرثیہ اوّل دوم و سوم

۱۹۸ اشتر

انیس

میر ببر علی نام اور لکھنؤ مسکن۔ یہین پیدا ہوئے اور یہین وفات پائی۔ وفات سنہ ۱۲۹۱ھ
پانچ پشت سے شاعری انکے خاندان مین تھی۔ انھون نے صرف اپنے خاندان ہی مین نمود
نہین پائی بلکہ تمام ہندوستان کے شعرا پر فخر لے گئے اور ہمری ذاتی راے تو یہ ہے کہ فن شاعری
نے انکے دم سے ایک نئی عزت حاصل کی۔ وقایع نگاری کی صفت جو انمین تھی وہ
موروثی تھی۔ انکے دادا میر حسن کی مثنوی مشہور ہے۔ اس سے اچھی مثنوی آجتک
دیکھی نہین گئی۔ گلزار نسیم عام پسندیدگی مین شہرۂ آفاق ہے لیکن مذاق صحیح رکھنے والے
متفق اللسان ہین کہ واقعات کی مصوری میر حسن پر ختم ہو گئی۔

فارسی شاعری سعدی اور حافظ پر ختم ہوئی۔ اور ریختہ گوئی کا غالب و امیر پر خاتمہ ہوا۔
لیکن میر انیس کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے کہ مرثیہ گوئی کے پیرایے مین ایشیائی شاعری کو انکے نام سے
وہ عزت ہوئی کہ یہ سب سے بالا ٹھہرے۔ انکی شاعری شاعری نہین ہے۔ فیضان الٰہی کا خاص نمونہ ہے۔
رزم بزم معاملہ بندی۔ واقعات نگاری کن کن باتون کا بیان کیا جائے۔ مشہور ہے کہ شاعر اُسی
مضمون پر با اثر کلام کہہ سکتا ہے جس سے اُسے خاص مذاق ہو لیکن یہ کلیہ میر انیس نے باطل کر دیا۔
جسکے سر پر حباب بحر کی سی کلاہ ہو اور ہاتھ مین سواے عصاے پیری کے کوئی اور شے نہ آئی ہو اور چڑھنے کے
لیے منبر مجلس کے سوا اور کوئی مرکب نہ ملا ہو وہ خود پوش اور زرہ پوش سوارونکے رزم کا نقشہ کھینچے شان
کبریائی ہے۔ انکے رزمیہ اشعار پڑھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ فن حرب اِن سے اچھا کوئی کیا جانیگا۔ حزن و غم کے اشعار
صورت غم کو سامنے لا کھڑا کر دیتے ہین۔ مسرت کے بیانات مسرت مجسم بنجاتے ہین۔ واقعہ نگاری انکا خاص حصہ ہے
گویا صورت معاملہ سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔

سلام

حسینؑ یوں ہوئے ای مجرئی وطن سے جُدا — کہ جیسے بلبلِ ناشاد ہو چمن سے جُدا

جِنان میں پائیں گے گھر اہلبیت کے مدّاح — صلہ خدا سے، جُدا ہیں گے پنجتن سے جُدا

پھنسے ہوئے تھے بلاؤں میں سیدِ سجّادؑ — چھلی تھی، طوق سے گردن جُدا رسن سے جُدا

گلے میں دیکھ کے طوقِ حدید کہتے تھے لوگ — یہ آفتاب کہیں جلد ہو گہن سے جُدا

نکلا گردنِ اصغر سے تیر جب شہ نے — گلے سے بہنے لگا خون جُدا دہن سے جُدا

سحر سے ظہر تلک کربلا میں جنگ ہوئی — سرِ حسینؑ ہوا، وقتِ عصر تن سے جُدا

کڑی ہے مرگ کی منزل مسافرو ہشیار — کھلے گا حال یہ جب روح ہوگی تن سے جُدا

فشارِ قبر کا گر خوف ہے تجھے تو انیس — رہے نہ ذرۂ خاکِ شفا کفن سے جُدا

بیکسی کا شہ کی چرچا رہ گیا — مجرئی مہمان پیاسا رہ گیا

دیر آنے پر بھی جا آئے رسولؐ — دور لاکھوں کوس سایا رہ گیا

قبر میں ہوگا حسابِ زندگی — بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا

شست و شو سے گو ہوا اُجلا زفیل — جامۂ اصلی میں دھبا رہ گیا

قبر میں رکھ کر نہ ٹھہرا کوئی دوست — میں نئے گھر میں اکیلا رہ گیا

فیض تھا بے پردگی میں آل کی — ہم گنہگاروں کا پردا رہ گیا

اسقدر تھا خشک حضرت کا گلا — خنجرِ قاتل بھی پیاسا رہ گیا

سو گئے کب تاک بسر اب اٹھو انیس — دن بہت غفلت میں تھوڑا رہ گیا

اُسی کا نور ہر اک شے میں جلوہ گر دیکھا — اُسی کی شان نظر آگئی جدھر دیکھا

علی کو حق نے اُتارا جو عین کعبہ میں — کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا

بروزِ عید بھی آیا جو کوئی ملنے کو — غمِ حسین میں عابد کو نوحہ گر دیکھا

قریب قبر ہم آئے کہان کہان پھر کر تمام عمر ہوئی جب تو اپنا گھر دیکھا
ولی ولی کی صدا تھی جہان جہان پہنچا علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا
کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیس ۲ عروجِ مہر بھی دیکھا تو دو پہر دیکھا

صبر کرتے تھے سلامی سہ شہ والا کیا کیا اہلِ کین دیتے تھے مظلوم کو ایذا کیا کیا
شاہِ دین کے حرم آئے تھے وطن میں جسدم خاک پر پیٹ کے سر روتی تھی صغرا کیا کیا
اور ایک ایک سے کہتی تھی بتاؤ لوگو کہہ گئے ہین مجھے مرتے ہوئے بابا کیا کیا؟
سر جھکا لیتی تھی صغرا کوئی کہتا تھا اگر ۳ کہو کوفے سے پدر نے تمھین بھیجا کیا کیا؟
قید خانہ مین سکینہ کو جو یاد آئے عدو رات بھر سینہ مین دل ننھا سا تڑپا کیا کیا
ساتھ جاتا نہین غیر از عملِ نیک انیس اسیہ انسان کو ہے خواہشِ دنیا کیا کیا؟

روئے آسائیش نہ دیکھا عمر بھر جو گیا دنیا سے وہ بیدل گیا
قہرِ حق تھا غیظِ عباسِ علی شیر کے نالون سے جنگل ہل گیا

زرد چہرہ ہے نحیف و زار ہون ماتمِ سجاد مین بیمار ہون
مثلِ بوئے گل سفر ہوگا مرا وہ نہین مین جو کسی پر بار ہون
کہتے تھے عابد اٹھائین کیونکر قدم؟ اے ستمگارو، نحیف و زار ہون
دم بدم کھینچو نہ میرے ہاتھ کو پاؤن بڑھ سکتے نہین لاچار ہون
مین پیادہ تم ہو گھوڑون پر سوار کس طرح دوڑون، بہت بیمار ہون
کہتے تھے اعدا سے حضرت وقتِ جنگ وارثِ دارِ حیدرِ کرار ہون
سوکھ کر کانٹا ہوا ہون پر انیس آنکھ مین دشمن کے ابتک خار ہون

نمود و بود کو عاقل حباب سمجھے ہین ۴ وہ جاگتے ہین جو دنیا کو خواب سمجھے ہین
نبی کا عز و شرف بوتراب سمجھے ہین، علی کی قدر رسالت مآب سمجھے ہین
ارے نہ آئیو دنیا سے در کے دکھو مین سراب ہے یہ جسے موجِ آب سمجھے ہین

عجب نہین ہے جو شیشون مین رکھ کے لیجائین ۔۔۔ اِن آنسوؤن کو فرشتے گلاب سمجھے ہین
زمانہ ایک طرح پر کبھی نہین رہتا ۔۔۔ اسی کو اہلِ جہان انقلاب سمجھے ہین
یہ اشکِ تاک ہے کہتے ہین جسکو آبِ طرب ۔۔۔ یہ خونِ گُل ہے جسے سب گلاب سمجھے ہین
حسینؑ پیاس مین مُنہ کھولے لیتے ہین بچ کے وقت ۔۔۔ جوانک کو خنجرِ قاتل کی آب سمجھے ہین
انیسؔ مخمل و دیبا سے کیا فقیرون کو ۔۔۔ اسی زمین کو ہم فرشِ خواب سمجھے ہین

رنجِ دُنیا سے کبھی چشم اپنی نم رکھتے نہین ۔۔۔ جز غمِ آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہین
کربلا پہنچے زیارت کی ہمین پروا ہے کیا؟ ۔۔۔ اب ارم بھی ہاتھ آئے تو قدم رکھتے نہین
دریہ شاہون کے نہین جاتے فقیر اللہ کے ۔۵ ۔۔۔ سر جہان رکھتے ہین سب ہم وان قدم رکھتے نہین
دیکھنا کل ٹھوکرین کھاتے پھرین گے اُنکے سر ۔۔۔ آج نخوت سے زمین پر جو قدم رکھتے نہین
کہتے تھے اعدا کہ سچے بھی علی کے شیر ہین ۔۔۔ جب بڑھاتے ہین تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہین
چادرین جب چھینین رانڈون کی تو عابد نے کہا ۔۔۔ کچھ حیا و شرم یہ اہلِ ستم رکھتے نہین
مرثیے اِک دن مین کیا سب کہے گی اُٹھو گی انیسؔ ۔۔۔ ہاتھ سے کیون آج قرطاس و قلم رکھتے نہین

کارِ ذاتی مین ہین عاجز پاک سازانِ جہان ۔۱ ۔۔۔ گرد اپنے مُنہ کی پانی آپ دھو سکتا نہین

سدا ہے فکرِ ترقی بلند بینون کو ۔۔۔ ہم آسمان سے لائے ہین اِن زمینون کو
پڑھین درود نہ کیون دیکھ کر حسینون کو ۔۔۔ خیالِ صنعتِ صانع ہے پاک بینون کو
لحد مین سوئے ہین چھوڑا ہے شہ نشینون کو ۔۔۔ قضا یہان سے کہان لے گئی مکینون کو
یہ جھرّیان نہین ہاتھون پہ ضعفِ پیری نے ۔۷ ۔۔۔ چُنا ہے جامۂ اصلی کی آستینون کو
لگا رہا ہون مضامینِ نو کا پھر انبار ۔۔۔ خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینون کو
یہ غُل تھا مہرِ نبوت پہ جب چڑھے حسنینؑ ۔۔۔ جڑا ہے ایک انگوٹھی پہ دو نگینون کو
مزا یہ طرفہ ہے مضمون تو دستیاب نہین ۔۔۔ مقابلہ پہ چڑھائے ہین آستینون کو
غلط یہ لفظ وہ بندش بری یہ مضمون سست ۔۔۔ ہنر عجیب ملا ہے یہ نکتہ چینون کو

دہان کیسۂ زر بند کر، پر اے منعم — خدا کے واسطے وا کر جبین کی چینیون کو
خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم — ۸ — انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینون کو

کوئی انیس کوئی آشنا نہین رکھتے — کسی کی آس بغیر از خدا نہین رکھتے
نہ روئے ہنسیون کے غم مین حسین واہ رے صبر — یہ داغ ہوش بشر کے بجا نہین رکھتے
کسی کو کیا ہو دلون کی شکستگی کی خبر؟ — ۹ — کہ ٹوٹنے مین یہ شیشے صدا نہین رکھتے
حسین کہتے تھے سو مین گے پاؤن پھیلا کر — سوائے قبر کوئی اور جا نہین رکھتے
فقیر دوست جو ہو ہم کو سرفراز کرے — کچھ اور فرش بجز بوریا نہین رکھتے
مسافرو شبِ اول بہت ہے تیرہ و تار — چراغِ قبر ابھی سے جلا نہین رکھتے؟
وہ لوگ کون سے ہین اے خدا کے کون و مکان — سخن سے کان کو جو آشنا نہین رکھتے
انیس بیچ کے جان اپنی ہند سے نکلو — جو توشۂ سفرِ کربلا نہین رکھتے

سجری قید سے جب اہلبیت پیمبر چھوٹے — شام مین شور ہوا آلِ پیمبر چھوٹے
بیبیان کہتی تھین کیون اونٹ پہ زر مین بیٹھین — سر پہ وارث نہ رہے قید ہوئے گھر چھوٹے
لاش اصغر پہ کہا بانو نے، اما صدقے — چھٹ گئے تم مری چھاتی سے نہ دم بھر چھوٹے
آ کے جنگل مین کیا باپ کا پہلو آباد — مان سے اس عمر مین بیٹا علی اصغر چھوٹے
عورتین آن کے صغریٰ کو یہ سمجھاتی تھین — تیرے رونے سے تو ہمسایے کے ہین گھر چھوٹے
وہ یہ کہتی تھی کہ مان باپ سے جو چھوٹا ہو — ۱۰ — اس سے رونا کبھو دن رات کا کیونکر چھوٹے
شاہ کہتے تھے کٹے حلق مگر ہاتھون سے — ۱۱ — دامنِ صبر نہ زیرِ دمِ خنجر چھوٹے
گر بٹھاتا کوئی مسند پہ تو کہتے سجاد — ہوئے چالیس برس بالش و بستر چھوٹے
زیرِ سر ہاتھ دھرے خاک پہ سوتا ہون — اٹھ گیا چین ہی جس روز سے سرور چھوٹے
خلد مین رو کے سکینہ نے کہا سرور سے — قیدِ زندان سے تو ہم چھوٹ گئے پر کر چھوٹے
آرزو یہ ہے کہ ہنگامۂ محشر مین انیس — ہاتھ سے میرے نہ دامانِ پیمبر چھوٹے

گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے ۱۲ خدا کے آگے خجالت سے سر جھکا کے چلے
مقام یوں ہوا اس کارگاہِ دنیا میں — کہ جیسے دن کو مسافر سرا میں آ کے چلے
کسی کا دل نہ کیا ہم نے پائمال کبھی — چلے جو راہ تو چیونٹی کو بھی بچا کے چلے
تمام عمر جو کی ہم سے بے رخی سب نے — کفن میں ہم بھی عزیزوں سے منہ چھپا کے چلے
انیس دم کا بھروسا نہیں ٹھہر جاؤ — چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے؟

آ کے جو بزمِ عزا میں رو گئے — مجرئی وہ فردِ عصیاں دھو گئے
یاد آیا دامنِ مادر کا چین — پاؤں پھیلا کر لحد میں سو گئے
عالمِ فانی میں کیا تم کو ملا ۱۳ اور کچھ اپنی گرہ سے کھو گئے
راحت آبادِ عدم ہے خوب جا — پھر نہ آئے وہ احباب جو گئے
خون گردن سے جو نکلا گرم گرم — بھر کے آہِ سرد ٹھنڈے ہو گئے
آ کے تربت پر پکارے شاہِ دیں — ہائے آج اصغر اکیلے ہو گئے
عالمِ پیری میں یہ غفلت انیس — رات بھر جاگے سحر کو سو گئے

واجب الرحم تھے زنداں کے سزاوار نہ تھے — مجرئی، اہلِ حرم قابلِ بازار نہ تھے
بولے عابد کہ فدا سے شہِ دیں غیر ہوئے — اک فقط ہم ہی شہادت کے سزاوار نہ تھے
تیر اصغر کو جو مارا تو کہا سرور نے — ہم گنہگار تھے بچے تو گنہگار نہ تھے
شکر ہی شکر نکلتا تھا لہو کے بدلے — دہنِ زخمِ بدن دیدۂ خونبار نہ تھے
بدھیاں زخموں کی سینے پہ ہوئے تھے ابنِ حسن — کیا ہوا پھولوں کی گردن میں اگر ہار نہ تھے
کہا صغریٰ نے کہ فرقت نے پدر کی مارا — آ گئے اے صاحبو ہم ایسے تو بیمار نہ تھے
گل سے تلووں کا یہ عابد کے ہوا تھا احوال — کون سا چھالا تھا وہ جس میں کہ دو خار نہ تھے
گر مسیحِ دو جہاں کا ہوا فقدان انیس — اچھے لوگ ہوں گے جیسے کبھی بیمار نہ تھے

خود نوید زندگی لائی قضا میرے لیے — شمع کشتہ ہوں فنا میں ہے بقا میرے لیے

زندگی میں تو نہ اک دم خوش کیا ہنس بول کر
آج کیوں روتے ہیں میرے آشنا میرے لیے؟

کنجِ عزلت میں مثالِ آسیا ہوں گوشہ گیر
رزق پہنچاتا ہے گھر بیٹھے خدا میرے لیے

تو سراپا اجر، اے زاہد، میں سر تا پا گناہ
باغِ جنت تیرے خاطر، کربلا میرے لیے

کہتے تھے شہ سخت ہے تیغ و گلو کا مرحلہ ۱۴
یہ بھی مشکل سہل کر دے گا خدا میرے لیے

یا حسین ابنِ علی فیاضِ عالم جانِ خلق
آپ نانے کی ہر مصیبت میں دعا میرے لیے

اے مہوس، اپنی اپنی قسمت اس کا رشک کیا؟
کیمیا تیرے لیے، خاکِ شفا میرے لیے

کہتے تھے شہ حضرتِ آدم سے تا ختمِ رسل
روئے سارے انبیاؑ اوصیا میرے لیے

خاک سے ہے خاک کو الفت تڑپتا ہوں انیس
کربلا کے واسطے میں کربلا میرے لیے

سلامی درِ شہ پہ گر جائیں گے
تو سب کام بگڑے سنور جائیں گے

پہن کر کہا شہ نے رختِ کہن
یہ کپڑے بھی تن سے اتر جائیں گے

حرم سے شبِ قتل کہتے تھے شاہ
دمِ صبح ہم کوچ کر جائیں گے

مصیبت کی راتیں بسر ہو گئیں
نہ روؤ یہ دن بھی گزر جائیں گے

یہ کہتی تھی بانو خبر کس کو تھی ؟
کہ اکبر جوان ہو کے مر جائیں گے

خدا تو ہے شاہد کہ بے جرم ہوں
چھپیں گے کہاں اور کدھر جائیں گے؟

خدا بات رکھے جہاں میں انیس
یہ دن ہر طرح سے گزر جائیں گے

جو دل جلے ہیں انھیں کا سخن ہے گرما گرم
مزا ہے سیخ پہ جب تک کباب رہتا ہے

زبان سوالِ نکیرین سے نہ بند ہوئی
خموش بھی کہیں حاضر جواب رہتا ہے

ہاتھ خالی آئی لاشوں پر شہیدوں کے نسیم
پھول بھی اس فصل میں ایسے گراں ہو گئے

رباعیات

جس دن کہ فراق روح و تن مین ہوگا مشکل آنا اِس انجمن مین ہوگا
نازان نہ ہو رخصت یہین کر غافل اک روز یہی جسم کفن مین ہوگا

آغوشِ لحد مین جبکہ سونا ہوگا جُز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی مین آہ کون ہووےگا انیسؔ ۱۵ ہم ہووینگے اور قبر کا کونا ہوگا

مضمون انیس کا نہ چربا اُترا اُترا بھی تو کچھ بگڑ کے نقشا اُترا
نقاش نے سَو طرح کی صنعت کھینچی تصویر نہ کھنچ سکی تو چہرا اُترا

اک روز جہان سے جان کھونا ہوگا گھر چھوڑ کے زیرِ خاک سونا ہوگا
بالش سے سروکار نہ بستر سے غرض اینٹا کسی تکیے مین بچھونا ہوگا

پیری سے بدن زار ہوا زاری کر دنیا سے انیس اب تو بیزاری کر
کہتے ہین زبانِ حال سے موے سپید ۱۶ ہے صبحِ اجل کوچ کی تیاری کر

غفلت مین نہ عمر کو بسر کر انجام پہ اک ذرا نظر کر
اِس طولِ عمل سے فائدہ کیا؟ ۱۷ کل کوچ ہے قصہ مختصر کر

گلشن مین پھرون کہ سیرِ صحرا دیکھون یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھون؟
ہر جا تری قدرت کے ہین لاکھون جلوے ۱۸ حیران ہون کہ دو آنکھون سے کیا کیا دیکھون؟

انسان ہی کچھ اِس دور مین پامال نہین سچ ہے کوئی آسودہ و خوشحال نہین
اندیشۂ آشیان و خوفِ صیاد ۱۹ مرغانِ چمن بھی فارغ البال نہین

نافہم سے کب دادِ سخن لیتا ہون دشمن ہو کہ دوست سب کی سُن لیتا ہون
چھپتی نہین بوے دوستانِ یکرنگ کانٹون کو ہٹا کے پھول چُن لیتا ہون
اشکون مین نہاؤ تو جگر ٹھنڈے ہون بھیگے جو قطرہ دیدۂ تر ٹھنڈے ہون

یون سینہ و قلب سرد ہو جائین گے خمخانے مین جیسے بام و در ٹھنڈے ہون

کس بات مین کید کس بات مین تذویر نہین جز حرفِ غلط زبان پہ تقریر نہین
اس عہد مین راستی کا کیونکر ہو رواج؟ ۲۰ مسطر کج ہے قلم کی تقصیر نہین

کس دن فرسِ خامہ تگ و دو مین نہین مجھ سا بھی سیہ بخت کوئی سو مین نہین
ہر چند کہ ہون خسروِ اقلیمِ سخن ۲۱ پر غیر دوات کچھ قلمرو مین نہین

داغِ غمِ شہ سینے مین گل بوٹے ہین کیا کیا گہرِ بیش بہا لوٹے ہین؟
مجلس مین ریا سے جو کہ روتے ہین انیس ۲۲ اشک انکے بھی موتی ہین مگر جھوٹے ہین

کس منہ سے کہون لائقِ تحسین ہون کیا لطف جو گل کہے کہ رنگین ہون
ہوتی ہے حلاوتِ سخن خود ظاہر کہتی ہے کہین شکر کہ شیرین ہون؟

مانا ہم نے کہ عیب سے پاک ہے تو مغرور نہ ہو جو اہلِ ادراک ہے تو
بالفرض اگر آسمان ہے تیرا مقام انجام کو سوچ کہ پھر خاک ہے تو

مر مر کے مسافر نے بسایا ہے تجھے رخ سب سے پھرا کے منہ دکھایا ہے تجھے
کیونکر نہ لپٹ کے تجھ سے سوؤن اے قبر ۲۳ مین نے بھی تو جان دے کے پایا ہے تجھے

دنیا دریا ہے اور ہوس طوفان ہے مانندِ حباب ہستیِ انسان ہے
لنگر ہے جو دل تو ہر نفس بادِ مراد سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

خاموشی مین یان لذتِ گویائی ہے آنکھین ہین بند عینِ بینائی ہے
نہ دوست کا جھگڑا ہے نہ دشمن کا فساد مرقد بھی عجب گوشۂ تنہائی ہے

ہشیار کہ وقتِ سازِ برگ آیا ہے ہنگامِ یخ و برف و تگرگ آیا ہے
محتاجِ عصا ہوئے تو پیری نے کہا ۲۴ چلیے اب چوبدارِ مرگ آیا ہے

غافل تجھے کیون خواہشِ دنیا دنی ہے؟ پیوندِ زمین ہر کوئی درویش و غنی ہے
جو قاقم و سنجاب پہنتے تھے ہمیشہ سوتے ہین تہِ خاک گلے مین کفنی ہے

عباس سا صف شکن نہ ہوگا کوئی   اکبر سا بھی گلبدن نہ ہوگا کوئی
گردن پہ لگا تیر مگر لب نہ ہلے   ۲۵ اصغر سا بھی کم سخن نہ ہوگا کوئی

وہ نظم پڑھوں کہ بزم خوشبو ہو جائے   عطر عنبر ہر ایک آنسو ہو جائے
یاد آئے شمیم زلفِ ہمشکل رسولؐ   آہوں کا دھواں حور کا گیسو ہو جائے

چل جلد اگر قصدِ سفر رکھتا ہے   تو کچھ بھی مآل کی خبر رکھتا ہے
راحت دنیا میں کس نے پائی ہے انیسؔ   ۲۶ جو سر رکھتا ہے درد سر رکھتا ہے

آنکھ ابر بہاری سے لڑی رہتی ہے   اشکوں کی روا منہ پہ پڑی رہتی ہے
دونوں آنکھیں ہیں مری ساون بھادوں   یاں سارے برس ایک جھڑی رہتی ہے

طفلی دیکھی شباب دیکھا ہم نے   ہستی کو حبابِ آب دیکھا ہم نے
جب آنکھ ہوئی بند تو عقدہ یہ کھلا   ۲۷ جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے

افسوس یہ عصیاں یہ تباہی دل کی   کی خوب انیسؔ خیر خواہی دل کی
کپڑے اجلے ہیں کے نازاں ہوئے تم   بڑھتی گئی دن رات سیاہی دل کی

پیری آئی عذار بے نور ہوئے   یارانِ شباب پاس سے دور ہوئے
لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیسؔ   جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوئے

رتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے   وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی   ۲۸ جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

جو شے ہے فنا اسے بقا سمجھا ہے   جو چیز ہے کم اسے سوا سمجھا ہے
ہے بحر جہاں میں عمر مانندِ حباب   ۲۹ غافل اس زندگی کو کیا سمجھا ہے؟

کیا قدر زمیں کی آسماں کے آگے؟   جھکتے ہیں قوی ناتواں کے آگے
نرمی سے مطیع سنگدل ہوتے ہیں   ۳۰ دندان صف بستہ ہیں زباں کے آگے

گر لاکھ برس جیے تو پھر مرنا ہے   پیمانۂ عمر ایک دن بھرنا ہے

ہان توشۂ آخرت مہیا کر لے غافل تجھے دُنیا سے سفر کرنا ہے

جس شخص کو عقبیٰ کی طلبگاری ہے دُنیا سے ہمیشہ اُسے بیزاری ہے
اک چشم مین کس طرح سمائین دونون ۳۱ غافل یہ خواب ہے وہ بیداری ہے

کیا کیا دُنیا سے صاحب مال گئے دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تلک پھر آئے سب لوگ ۳۲ ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

یہ عمر یونہین تمام ہو جائیگی مرنے کی خبر بھی عام ہو جائیگی
روتے ہو انیس، کیا جوانی کے لیے؟ پیری کی سحر بھی شام ہو جائیگی

مرجائے جو فرزند تو کیا چارہ ہے بس صبر علاجِ دلِ صد پارہ ہے
اصغر کو لٹا کے قبر مین شہ نے کہا آرام کرو اب یہی گہوارہ ہے

دل سے طاقت بدن سے کس جاتا ہے آتا نہین پھر کے جو نفس جاتا ہے
جب سال گرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا ۳۳ یان اور گرہ سے اک برس جاتا ہے

دنیا جسے کہتے ہین بلا خانہ ہے پامال ہے جو عاقل و فرزانہ ہے
ماہین زمین و آسمان یون ہین ہم جیسے آسیا مین ایک دانہ ہے

بلبل یہان آکے خوش بیانی سیکھے اندازِ فغان مجھ سے فغانی سیکھے
رونا مری آنکھون سے کرے حاصل ابر دریا مرے اشکون کی روانی سیکھے

مرثیۂ اوّل

حمدِ باری

اہلِ باغ میں چشمے ہیں ترے فیض کے جاری — بلبل کی زبان پر ہے تری شکر گزاری
ہر شغل برومند ہے یا حضرتِ باری — یہ نخل ہم کو بھی مل جائے ریاضت کا ہماری
وہ گل ہوں عنایت چمنِ طبع نکو کو — بلبل نے بھی سونگھا نہ ہو جس پھول کی بو کو

سفرانہ مکہ

فرزندِ پیمبر کا مدینہ سے سفر ہے — سادات کی بستی کے اُجڑنے کی خبر ہے
درپیش ہے وہ غم کہ جہان زیر و زبر ہے — گل چاک گریبان ہیں صبا خاک بسر ہے
گلرو صفتِ غنچہ کمر بستہ کھڑے ہیں — سب ایک جگہ صورتِ گلدستہ کھڑے ہیں

مکے سے ادھر پہنچکے تھے شاہ روانا — مشہور تھا کوفے کو بسرعت انھیں جانا
مانع رہے احباب پہ حضرت نے نہ مانا — تھا مدِّ نظر امر جو کچھ دل میں تھا ٹھانا
یہ شوق شہادت کا تھا اُس عاشقِ رب کو — یعقوب بھلا جانتے تھے یوسف کی طلب کو

قاصد کوئی نامہ بھی تھا مسلم کا نہ لایا — تشویش میں تھا حیدرِ کرار کا جایا
ناگہ اُسے اک مردِ مسافر نظر آیا — بھجوا کے کسی کو اُسے حضرت نے بلایا
تسلیم کی اُس شخص نے جھک کر شہِ دیں کو — نعلین مبارک پہ لگا ملنے جبیں کو

شہ نے ہاتھ میں ہاتھ اُسکا اُٹھے سیّدِ والا — لیجا کے کنارے اُسے اس طرح سے پوچھا
اے شخص تو آتا ہے کدھر سے؟ مجھے بتلا — وہ کہنے لگا کوفے سے آتا ہوں میں شاہا
شہ نے کہا کوفے کا مسافر تو اگر ہے — مسلم مرے بھائی کی بھی کچھ تجھ کو خبر ہے؟

رو رو کے وہ کہنے لگا کس منہ سے کہوں آہ — مسلم کا بھی سر کٹ گیا ہانی کا بھی یا شاہ
اور پاؤں میں لاشوں کے رسن باندھ کے بدخواہ — بازاروں میں کھینچے لیے پھرتے تھے سرِ راہ

دونون سرون کے شام مین جانے کی خبر ہے — لاشون کو سر دار چڑھانے کی خبر ہے
مارا گیا بے جرم و خطا آپ کا بھائی — تربت بھی مسافر کی کسی نے نہ بنائی
مرنے سے بھی پہلے ہوئی بیٹون سے جدائی — بچون کو غریب الوطنی مین اجل آئی
دریا پہ انھین مار کے جب آیا تھا حارث — دربار مین دو چھوٹے سے سر لایا تھا حارث

۸

لایا تھا جو دریا پہ وہ پکڑے ہوئے گیسو — سنتا ہون بہت منتین کرتے تھے وہ گلرو
تھے ایک ہی رسی مین بندھے دونون کے بازو — کہتے تھے ہمین بیچ لے پر قتل نہ کر تو
رخ مین نے بھی دیکھے تھے عجب غنچہ دہان تھے — رخسارون پہ دونون کے طمانچون کے نشان تھے

۹

جب شہ نے سنی یہ خبر مسلم بے پر — رقت کا ہوا جوش لگے کانپنے تھر تھر
سینہ مین تڑپنے لگا دل مثل کبوتر — منہ کر کے سوے کوفہ کہا، ہاے برادر
بلوا کے مدینہ سے ہمین مر گئے مسلم — ہم کوفے تلک آئے تو سفر کر گئے مسلم

آمد بمیدان کربلا

۱۰

جب منزل مقصد پہ امام زمن آئے — تھا شور کہ مرنے کو غریب الوطن آئے
جنگل مین عجب شان سے گل پیرہن آئے — مرجھائے ہوئے دھوپ مین نازک بدن آئے
پھولون سے زمین بس گئی میدان ستم کی — آنے لگی صحرا سے ہوا باغ ارم کی

۱۱

فرما کے یہ فراشون کو عباس پکارے — ہان خیمون کو برپا کرو دریا کے کنارے
سب لوگ تھکے ماندے ہین لشکر کے ہمارے — فراشون نے بار اونٹون سے یہ سن کے اتارے
ناگاہ نشان ظلم کے برپا نظر آئے — خیمہ ابھی کھلتا تھا کہ اعدا نظر آئے

۱۲

میدان سے سوارون نے یہ بڑھ بڑھ کے پکارا — تم کون ہو کیا کام ہے دریا پہ تمھارا؟
فوج آتی ہے جلدی کرو ساحل سے کنارا — ہوگا لب جو شام کے لشکر کا اتارا
گھوڑون سے زمین یان کی ہلے گی کوئی دم کو — دو لاکھ سوارون کی جگہ چاہیے ہم کو

۱۳

گرمی کی جو ایذا ہو تو جنگل کی ہوا کھاؤ — اے کوثریو نہر کے پانی پہ نہ لہراؤ

اسباب کنارے کرو، جمازون کو سرکاؤ ۳۵ ڈر ہے کہیں گھوڑون کی ٹاپون مین کچل جاؤ

۱۷۳
ہتھوانس کے تیغ و سپر اکبر یہ پکارے — کیا بکتے ہو بیہودہ سخن منھ پہ ہمارے؟
کہتا ہون مین، دیکھو قدم آگے نہ بڑھانا — آسان نہیں شیرون کا ترائی سے اٹھانا
حیدر کے پسر ہین، ہمین کیا تم نے ہے جانا؟ — قبضے ابھی پکڑین تو الٹ جائے زمانا
کردین ابھی یون زیر و زبر ہفت طبق کو ۳۶ جس طرح الٹ دیتے ہین انگلی سے ورق کو

۱۷۴
گھبرا کے ادھر سے شہ والا یہ پکارے — ہان ہان، مرے صفدر، مرے عاشق، مرے پیارے
تلوار نہ کھینچو ابھی، صدقے مین تمھارے — راضی ہون مین، اتریں وہی دریا کے کنارے
کچھ غم نہیں، جلتے ہوئے ریتے پہ رہین گے — راحت انھیں ہووے، ہمین تکلیف سہین گے

۱۷۵
ہے ہے یہ وہی دشت بلا ہے، یہ وہی نہر — جس نہر کی شمشیر سے بدتر ہے ہر اک لہر
ساحل پہ نہ اترون گا مین، کرتے ہو یہ کیا قہر — یہ چشمۂ شیرین ہے غریبون کے لیے زہر
پردیس مین تکلیف گوارا کرو لوگو — اس نہر کے پانی سے کنارا کرو لوگو

۱۷۶
ڈیوڑھی پہ جو ناقون کو بٹھایا، حرم اترے — نیچے لیے ناموس امام امم اترے
افلاک شرافت کے ستارے بہم اترے — کس اوج سے، کس شان سے وہ ذی حشم اترے
ساحل پہ اتارا ہوا ان فوج لعین کا ۳۷ یان دھوپ مین برپا ہوا خیمہ شہ دین کا

۱۷۷
تاریخ دوم کا تھا محرم کے یہ مذکور — آفت مین پھنسے پھر تو شہ بیکس و مجبور
ہشتم تک ادھر جمع ہوا لشکر مقہور — روز نہم اعدا کو لڑائی ہوئی منظور
درپے ہوئے سب قتل امام عربی کے — دسوین کو لگے کٹنے گلے آل نبی کے

صبح عشرہ

۱۷۸
پھاڑا جو گریبان صبح آفت کی سحر نے — پردے مین چھپایا رخ روشن کو قمر نے
پیمانۂ خورشید لگا نور سے بھرنے — گردون سے گزر فوج کواکب لگی کرنے
تابان جو رخ نیر افلاک ہوا تھا ۳۸ ذرون سے زر افشان ورق خاک ہوا تھا

عل تھا کہ خبردار کوئی تشنہ کو نہ موڑے | یہ دونوں بہادر ہیں تو ہم بھی نہیں تھوڑے
یا مار گئے تلواریں گرا دیتے ہیں ان کو ۴۱ | یا نیزوں کی نوکوں پہ اٹھا لیتے ہیں انکو

۴۷
یہ سن کے صفیں بڑھنے لگیں دشت وغا سے | پھرا گئے نشانوں کے پھریرے بھی ہوا سے
دل ہل گئے نقارۂ رزمی کی صدا سے | دشمن میں در آئے شہ مردان کے نواسے
نعروں کا دلیروں کے گیا شور فلک پر | تیغوں کی چمک پھیلی تھی بجلی کی چمک پر

۴۸
بجلی سی کبھی یاں تو کبھی واں نظر آئی | غارت کیا اس سمت کو تو اس غول پہ آئی
جب کھینچے اسواروں کے بالا سے سر آئے | سر تا بہ سپر آئی کہ وہ تا کمر آئے
پاس آ نہ سکے انکی اگر لاکھ گروہ تھے ۴۲ | جلدی میں کمر سے جو کھنچا ہاتھ تو دو تھے

۴۹
گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے پہنچے جو بہادر | فوج ستم آرا ہوئی سب غرق تحیر
اک شور ہوا کون سے دریا کے ہیں یہ دُر | اڑتے ہیں، یہ اللہ رے اقبال و تہور
کیا جانیے کیا نام ہیں انکے اب و جد کے ۴۳ | تیور سے یہ پیدا ہے کہ بچے ہیں اسد کے

۵۰
ناگاہ یہ بڑھ کر پسر سعد پکارا | اے شیر دلو نام و نسب کیا ہے تمہارا
تلواریں پکڑ کر یہ پکارے وہ دل آرا | خالق نے ہمارے لیے دنیا کو سنوارا
خورشید زمیں، تاج سر عرش بریں ہیں | پہلا یہ شرف ہے کہ غلام شہ دیں ہیں

۵۱
ہم دونوں نواسے ہیں اسی فیض رساں کے | فرزند ہیں ہمشیر شہ کون و مکاں کے
دکھلائیں گے جوہر تجھیں تیغ دو زباں کے | بڑھ بڑھ کے الٹ دینگے پرے فوج گراں کے
تم یہ نہ سمجھنا کہ یداللہ نہیں ہیں | ہم شیر تو ہیں گر اسد اللہ نہیں ہیں

۵۲
یہ کہہ کے لیے نیزہ سواروں کا سبب آیا | شہزادوں نے راہوں میں سمندوں کو دبایا
اک شور ہوا غیظ رحیموں کو عجب آیا | وہ نیچے بجلی سے جو چمکے غضب آیا
آخر وہ جری لخت دل شاہ دیں تھے | سر کٹ گئے صف اول کے کہیں جسم کہیں تھے

۵۳
بس کچھ جو بچے فوج میں وہ شیر درندہ | تلواروں سے ڈر ڈر کے چھپے مردوں میں زندہ

آہو سے بھی چالاک تھے اسپانِ دوندہ
مڑنے میں جو بجلی تھے تو اُڑنے میں پرندہ
مانندِ براق ہوئی اعرش سما تھے
گھوڑے نہ کہو اوجِ سعادت کے ہما تھے

۴۴ یوں ذہن میں آتے ہی نکل جاتے تھے سن سے
جس طرح نسیم آکے نکل جائے چمن سے
جرأت میں فزوں شیر سے، سرعت میں ہرن سے
آگاہ ہیں وہ جرأت و سرعت کے چلن سے
نعل اُنکے سرِ ہی سے چلے فوجِ ستم پر
پڑتے تھے قدم دونوں کے دُلدل کے قدم پر

۴۵ وہ مرگیا تلوار اُٹھا کر جسے ڈانٹا
اس نخل کو تلوار سے کاٹا اُسے چھانٹا
گلہا سے جراحت کو عجب حسن سے بانٹا
نکلی نہ کوئی شاخ نہ اُلجھا کوئی کانٹا
ابتک یہ ہوا باغِ جہاں میں نہیں دیکھی
غُل تھا کہ بہار ایسی خزاں میں نہیں دیکھی

۴۶ تلوار نے چھوٹے کی نیا رنگ دکھایا
ضربِ اسد اللہ کا سب ڈھنگ دکھایا
حیرت ہوئی، وہ زورِ دمِ جنگ دکھایا
راکب کو بھی مرکب کو بھی جو رنگ دکھایا
ایسا کوئی طفلی میں نمودار نہ ہوگا
ہاتھ ایسا تو جعفر کا بھی طیار نہ ہوگا

۴۷ کس میں تھی ضیا نیمچوں کی ضو کے برابر
گویا کہ مہِ نو تھا مہِ نو کے برابر
بجلی نہ چمک سکتی تھی پرتو کے برابر
سر خاک پہ گر پڑتے تھے سو سو کے برابر
بچتا تھا نہ وہ، نوک بھی جا لگتی تھی جسکو
رہ جاتا تھا وہ جل کے، ہوا لگتی تھی جسکو

۴۸ کاٹی جو سپر فرق جُدا جو یہ نہ ٹھہری
مُنھ پر نہ رُکی سا عدو بازو پہ نہ ٹھہری
چار آئینۂ ظالم پہ خود پہ نہ ٹھہری
دشمن کی زرہ کاٹ کے پہلو پہ نہ ٹھہری
کیا زور تھا کیا ضربتِ شمشیرِ نکو تھی
گھوڑے کی بھی گردن اُسی اِک وار میں دو تھی

۴۹ چار آئے جو لڑنے کو تو اکدل ہوئے دونوں
ٹھہرے نہ ہٹے نہ ہٹا قل ہوئے دونوں
گرما کے فرس، جنگ پہ مائل ہوئے دونوں
چاروں سے یہ فرماکے مقابل ہوئے دونوں
ششدر نہیں ہو جو شجاعت سے دکھنی ہلیز ۵۴
تم چار ہو، ہم دو ہیں، مگر ہیچ نہیں ہیز

۵۰ یہ سنتے ہی بچوں پہ جھپٹ کر وہ پل آئے
غصّے سے دلیروں کے بھی ابرو پہ بل آئے

لشکر نے یہ جانا کہ وہ بچ کر نکل آئے — آنا تھا کہ چار و تہِ تیغِ اجل آئے
احسنت کا برپا ہوا غل چرخِ بریں پر — ۴۶ ٹکڑے جو گئے، چار کے تھے آٹھ زمیں پر

۴۱
کیا ذکر بھلا آٹھ کا یا چار سروں کا — کشتوں کے جو پٹتے تھے تو انبار سروں کا
گننا ہوا اب تو ہمیں دشوار سروں کا — اک مینھ سا برس جاتا تھا ہر بار سروں کا
تھم سکتے نہ تھے پاؤں کسی عربدہ جو کے — کٹتی تھی زمیں رنگی، ڈریے دریا لہو کے

۴۲
جانبازیاں دکھلاتے تھے میدان میں وہ جانباز — دل تھامے ہوئے دیکھتے تھے شاہِ سرافراز
قاسم کا سخن تھا کہ علیؑ کا ہے سب انداز — فرماتے تھے اکبر، یہ لڑائی ہے کہ اعجاز؟
بڑھتے تھے کبھی گاہ سرک جاتے تھے عباسؑ — ۴۷ جب وار وہ کرتے تھے پھڑک جاتے تھے عباسؑ

۴۳
ہر بار صدا دیتے تھے اے گیسوؤں والو — کیا کہنا ہے، پھر بڑھ کے یہی ہاتھ نکالو
رہوار بڑھے جاتے ہیں باگوں کو سنبھالو — حلقہ ہے، کڑی آنکھ زرہ پوشوں پہ ڈالو
اب ٹھہرنے کی مہلت مری جاں انکو نہ دینا — منت بھی کریں گر تو اماں انکو نہ دینا

۴۴
سیدانیاں دروازوں پہ تھیں کھولے ہوئے سر — اصغر کو لیے کانپتی تھی بانوئے بے پر
فضّہ تھی، پریشان کیے مو خیمے کے باہر — پردے سے لگی کہتی تھی، یہ شاہ کی خواہر
بتلا مجھے، بچے مرے کیا کرتے ہیں دونوں؟ — وہ کہتی تھی لاکھوں سے وغا کرتے ہیں دونوں

۴۵
وہ رخ پہ نظر آتے ہیں اڑتے ہوئے گیسو — وہ نیچے بجلی کی طرح گرتے ہیں ہر سو
ڈھالیں لیے وہ بھاگتے پھرتے ہیں جفا جو — ۴۸ وہ ابر میں چھپ چھپ کے نکل آتے ہیں مہ رو
بہتا ہے لہو چھاتیوں سے چور ہیں دونوں — کس طرح پکاروں کہ بہت دور ہیں دونوں

۴۶
زینب نے کہا، دونوں ہیں یکجا کہ جدا ہیں — کی عرض یہ رو کر کہ نہیں ایک ہی جا ہیں
لاکھوں ہیں عدو اور وہ دو ماہ لقا ہیں — منہ نہر سے پھیرے ہوئے سرگرمِ وغا ہیں
دم خوف سے سینے میں سماتا نہیں اتو — ہر ہر مجھے چھوٹا نظر آتا نہیں اتو

۴۷
یہ سنتے ہی ڈیوڑھی سے ہٹیں حضرتِ زینب — فرمایا کہ بچوں کا مرے خاتمہ ہے اب

اب کچھ نہیں وسواس جو آیا مرا مطلب — لو بیبیو، دل کر چکے ماتم پہ چلو اب
بچّے مرے داخل ہوئے خیلِ شہدا میں — سجدہ تو کر دن شکر کا درگاہِ خدا میں

حضرت علی اکبرؑ

۴۸
دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر — راحت کوئی، آرامِ جگر سے نہیں بہتر
لذّت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر — نکہت کوئی، بوئے گلِ تر سے نہیں بہتر
صدموں میں علاجِ دلِ مجروح یہی ہے — ریحان یہی، روح یہی، راح یہی ہے

۴۹
ماں باپ کا دل غنچۂ خنداں ہے اسی سے — وہ گل ہے کہ گھر رشکِ گلستاں ہے اسی سے
سب راحت و آرام کا ساماں ہے اسی سے — آبادیِ کاشانۂ انساں ہے اسی سے
کس طرح کھلے دل کہ جگر بند نہیں ہے — گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے

۵۰
یہ وہ ہے عصا، پیر جواں رہتا ہے جس سے — یہ وہ ہے نگیں، نام و نشاں رہتا ہے جس سے
وہ شمع ہے، پُرنور مکاں رہتا ہے جس سے — وہ دُر ہے، قوی رشتۂ جاں رہتا ہے جس سے
کھوتے نہیں یہ لال، زر و مال کے بدلے — موتی بھی لٹا دیتے ہیں اس لال کے بدلے

۵۱
دولت یہی، شوکت یہی، اجلال یہی ہے — ثروت یہی، حشمت یہی، اقبال یہی ہے
سرمایہ یہی، نقد یہی، مال یہی ہے — گوہر یہی، یاقوت یہی، لال یہی ہے
دلبند ہے پہلو میں تو غم پاس نہیں ہے — کچھ پاس نہیں، گر یہ رقم پاس نہیں ہے

۵۲
ماں باپ کی آسائش و راحت ہے پسر سے — تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
خوں جسم میں، آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے — ایامِ ضعیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے
آرامِ جگر، قوتِ دل، راحتِ جاں ہے — پیری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے

۵۳
وہ شے ہے، خوشی در پہ کھڑی رہتی ہے جس سے — وہ چین ہے، راحت کی گھڑی رہتی ہے جس سے
وہ لعل ہے، امید بڑھی رہتی ہے جس سے — وہ دُر ہے، یہ دُر، جان لڑی رہتی ہے جس سے
آرامِ جگر، باپ کا توان ساتھ ہے اُس کے — پھرتا ہے جدھر، رشتۂ جاں ساتھ ہے اُس کے

۵۴ مالک سے بھرے گھر کے اُجڑ جانے کو پوچھو … گھر والون سے اس تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
ماں باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو … یعقوب سے یوسف کے بچھڑ جانے کو پوچھو
اللہ دکھائے نہ الم نورِ نظر کا … بہ جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب و جگر کا

۵۵ اب رخصتِ اکبر ہے شہِ تشنہ دہان سے … فرزند بچھڑتا ہے امامِ دو جہان سے
پیری مین چھڑاتا ہے فلک تازہ جوان سے … کس فصل مین درپیش ہے فرقت تن و جان سے
آتی ہے اجل گود کا پالا نہین جاتا … صابر سے کلیجے کو سنبھالا نہین جاتا

۵۶ فرماتے ہین فرزند سے آنکھون کو چُرا کر … ۵۰ دیکھ آؤ ذرا مادرِ ناشاد کو جا کر
کہتا ہے وہ ناشاد جوان اشک بہا کر … اب جائین گے خیمے مین سنان سینہ پہ کھا کر
شہ نیزہ و شمشیر سے موڑا نہین جاتا … سب چھوٹین مگر آپ کو چھوڑا نہین جاتا

۵۷ رخصت ہوئے جب شہ سے علی اکبرِ ذیشان … گھوڑے پہ چڑھے آپ کُھلا رحل پہ قرآن
وہ رخش کی چھل بل وہ ضیائے رُخِ تابان … اک برق چمکتی ہوئی پہنچی سرِ میدان
زردی رُخِ خورشید پہ چھائی نظر آئی … پرتو سے زمین رَن کی طلائی نظر آئی

۵۸ آغازِ رجز تھا کہ ہوئی تیرون کی بوچھار … شہزادۂ عالم نے بھی لی میان سے تلوار
تلوار کا کھنچنا تھا کہ تھا فوج مین رہوار … رہوار کی چل پھیر مین صفین ہو گئین دو چار
اس شان سے نخلِ دلِ شبیر ثمر آیا … گویا صفِ آہو پہ یکایک اسد آیا

۵۹ ہلچل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ سَن سے … ۵۱ ڈھالین تو رہین ہاتھون مین سر اُڑ گئے تن سے
طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے … آ نگے تھا ہرن شیر سے اور شیر ہرن سے
غُل تھا یہ جری مثلِ یداللہ لڑے گا … تر ہو گی زمین خون سے وہ رن آج پڑیگا

۶۰ تلوار تھی جرار کی یا قہرِ خدا تھی … سر تھا تو الگ تھا جو کمر تھی تو جدا تھی
بجلی جو ادھر تھی تو اُدھر سیلِ فنا تھی … تلوار تھی یون سر پہ جب آئی تو قضا تھی
بے سر ہوئی وہ صف جو نظر جس پہ گئی اسکی … چاٹا جو لہو اور بُرش بڑھ گئی اسکی

کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمت عالی ۔ دم بھر میں نمودار صفیں ہوتی تھیں خالی
جب جھوم کے ڈھالوں کی گھٹا آتی تھی کالی ۔ بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیرِ ہلالی
ملتا تھا نشاں رن میں صفوں کا نہ پرا کا ۔ تھا شور کہ مینھ آج برستا ہے سروں کا

۶۲
کیا حرب تھی قربانِ جگر گوشۂ شبیر ۔ نکلا جو کماں سے تو قلم ہو کے گرا تیر
آیا جو کماں لیکے کمیں سے کوئی بے پیر ۔ گوشہ تھا نہ چلّہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زہِ گیر
جو وار تھا صفدر کا خدائی سے جدا تھا ۵۲ قبضے سے کماں، ہاتھ کلائی سے جدا تھا

۶۳
لڑنے جو بڑا بول کوئی بول کے آیا ۔ یہ شیر بھی شمشیرِ دو دم تول کے آیا
شہبازِ اجل صید پہ پر کھول کے آیا ۔ اُڑتا ہوا سر تیغ میں اُس غول کے آیا
حق جسکی طرف ہے وہ زبردست رہا ہے ۔ سچ ہے کہ بڑے بول کا سر پست رہا ہے

۶۴
اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمنِ جاں پر ۔ گہ سر پہ کبھی ڈھال پہ تھی گاہ سناں پر
ترکش پہ گئی سن سے کبھی، گاہ کماں پر ۔ کس طرح بھلا ذکرِ تُرُش لاؤں زباں پر؟
دل سے کہیں چلنے کی ہوس قطع نہ ہو جائے ۔ دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے

۶۵
جب وقت وغا کا نہ رہا ایک کو یارا ۔ خیمے سے نکل کر پسرِ سعد پکارا
دو لاکھ نے بھی مل کے نہ اک طفل کو مارا ۔ اب جا در میں اوڑھو کہ مٹا نام تمھارا
جی ہار دیا فوج نے عزت گئی سب کی ۔ بے آب ہوئی آج سے تلوار عرب کی

۶۶
یہ سنتے ہی غیظ اک پلِ غدار کو آیا ۔ میدان میں اُڑتا ہوا رہوار کو آیا
کس غیظ سے تولے ہوئے تلوار کو آیا ۔ دلبندِ ید اللہ سے پیکار کو آیا
کاندھے پہ سپر لب پہ سخن بے ادبی کے ۔ ظالم کو عداوت تھی گھرانے سے نبی کے

۶۷
کافر نے رجز پڑھ کے تگاور کو نکالا ۔ اکبر بھی بڑھے چلنے لگا بھالے پہ بھالا
اژدر تھے زبانوں کو نکالے تہ و بالا ۔ گردن کو لڑائے ہوئے تھا کالے سے کالا
پڑتی تھی سناں پر جو سنا دشتِ وغا میں ۵۳ چنگاریاں اُڑتی نظر آتی تھیں ہوا میں

جب نیزہ کو اکبر نے بھی کاٹھی پہ لگایا
واں سے بھی تڑپ کر فرسِ تیز تگ آیا
منہ کھولے ہوئے شیر پہ حملے کو سگ آیا
پھر دب کے الگ زد سے گیا اور الگ آیا
لاتی تھی اجل کھینچ کے شمشیر کے منہ پر
آسکتا ہے روباہ کہیں شیر کے منہ پر

اکبر نے صدا دی کہ ٹھہر سامنے آ کر
کیوں منہ کو چھپاتا ہے سپر چہرہ پہ لا کر
مردانہ دکھا وار حریفانہ دغا کر
دیکھ اپنے رسالے کے جوانوں سے حیا کر
نادان ہے تمیزِ حق و باطل نہیں رکھتا
تو ایسے تن و توش پہ کچھ دل نہیں رکھتا

تجھ سا تو جواں لشکرِ بدخو میں نہیں ہے
ہاں زورِ شجاعت ترے بازو میں نہیں ہے
گھوڑا تو ہے چالاک پہ قابو میں نہیں ہے
فوجیں ہیں اُدھر یاں کوئی پہلو میں نہیں ہے
ہم ایک ہیں جانباز کہ فوجوں سے لڑے ہیں
کیا تجھ کو کہیں گے جو صفیں باندھے کھڑے ہیں

غصے میں جو سفاک نے کی رخش کو مہمیز
شہزادے کے گھوڑے کے قریب آگیا شبدیز
بس تھام لی اکبر نے عنانِ فرسِ تیز
جھجکا تھا وہ گھوڑا کہ چلی تیغِ شرر ریز
ہوش اڑ گئے اُس بانیِ بیداد و ستم کے
سر کٹ کے گرا فرق پہ چالیس قدم کے

مصروف تھے لڑنے میں اُدھر اکبرِ دلگیر
بیتاب تھے تھامے ہوئے دل حضرتِ شبیر
تھراتے تھے ہاتھ اور زباں پہ تھی یہ تقریر
یہ سب تری تائید ہے اے مالکِ تقدیر
بیکس ترے بندے پہ عجب وقت پڑا ہے
یارب یہ شبیہِ پیمبر سے فاقے میں لڑا ہے

یہ کہہ کے علی اکبرِ مہ رو کو پکارے
احسنت مرے شیر مرے پیاس کے مارے
ٹھہرو کہ پدر چوم لے ہاتھوں کو تمہارے
خالی ہے علمدار کی جا اے مرے پیارے
جعفر اسی کس بل سے اسی ڈھب سے لڑے تھے
خیبر میں علی بھی یونہیں مرحب سے لڑے تھے

بالیدہ ہوا شہ کی صدا سن کے وہ جرار
مجرا کیا رہوار سے جھک جھک کے کئی بار
کی عرض شہادت کی دعا کا ہوں طلبگار
اب پیاس نے مارا مجھے یا سیدِ ابرار
گرمی سے غش آتا ہے جھکا جاتا ہے سر بھی
ہتھیار بھی سب گرم ہیں جلتا ہے جگر بھی

تسلیم کی اور اسپِ صبا دم کو اُڑا کر ۵۴ پھر ڈوب گیا فوج مین وہ شیرِ دلاور
یان بیٹھ گئے تھام کے دل سبطِ پیمبر — وان شام کے بادل مین گھرا وہ مہِ انور
نیزون کی جو بوچھار ہوئی چھن گیا سینہ — روزن ہوئے اتنے کہ زرہ بن گیا سینہ
لڑتے تھے کہ پیشانیِ انور پہ لگا تیر — سب خون سے بھری احمدِ مختار کی تصویر
لکھا ہے کمین مین تھا کوئی ظالمِ بے پیر — برچھی جو لگی سینے مین حالت ہوئی تغیر
اللہ رے شجاعت کہ نہ ابرو پہ بل آیا ۵۵ پھل اُسنے جو کھینچا تو کلیجہ نکل آیا

حضرتِ امام حسینؑ

سب فوجِ خدا قتل ہوئی راہِ خدا مین — کوئی نہ رہا شہ کے عزیز و رفقا مین
غُل آمدِ سرور کا ہوا اہلِ جفا مین — جنبنے لگین لشکر کی صفین دشتِ وغا مین
تھا حکم کہ کھوے نہ کوئی تیغ کمر سے — لڑنا ہے ابھی فاتحِ خیبر کے پسر سے
لاشون کو پکارے کہ خدا حافظ و ناصر — اب مرنے کو جاتا ہے یہ مظلوم مسافر
طے جلد ہوئی جاتی ہے یہ منزلِ آخر — دو لاکھ عدو جمع ہین اک جان کی خاطر
جلوہ یہ نہ دیکھا نہ صف آرائی یہ دیکھی — افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی
فرزند کے لاشے سے یہان کہتے تھے کچھ شاہ — وان چلنے لگے تیرِ ستم فوج سے ناگاہ
تولے ہوئے تیغون کو بڑھا لشکرِ گمراہ — آزردہ ہوئی خاطرِ فرزندِ ید اللہ
حربے کے لیے ہاتھ جو دو ایک کے اُٹھے — اک شیر سے شمشیرِ علی ٹیک کے اُٹھے
نعرہ تھا کہ اے لشکرِ شام و عرب و روم — تم لاکھون ہو اور بیکس و تنہا ہے یہ مظلوم
کھانے سے بھی محروم ہون پانی سے بھی محروم — پر ابنِ علی ہون یہ تمھین خوب ہے معلوم
تلوار علم کر کے جو لشکر پہ جھکون گا — جبریل بھی روکین گے تو کب مین رکون گا
بہتر اسی مین ہے کہ کنارا کرو شر سے — اب ہاتھ اُٹھاؤ اسدِ حق کے پسر سے
پانی دو کہ پیاسا ہون مین چوبیس پہر سے — واللہ مزاحم نہ ہو اِس تشنہ جگر سے

بیکس ہیں کہیں سوئے دشت و جبل جانے دو مجکو   کعبے میں حرم سے کہیں نکل جانے دو مجکو

۴۲

تلواروں کو چمکا کے ستمگر یہ پکارے   دشوار ہے جانا کہیں قابو سے ہمارے

ہم کیا کریں مرتے ہو اگر پیاس کے مارے   یہ خشک گلا کاٹیں گے دریا کے کنارے

زہرا کی بہو ظلم اسیری کا سہے گی   زینب کے سر پاک پہ چادر نہ رہے گی

۴۳

کی بے ادبوں نے جو باعلان یہ تقریر   تھرا گئے ہم کانپ گئے حضرت شبیر

کس قہر سے دیکھا طرف لشکر بے پیر   بل آ گیا ابرو پہ اگلنے لگی شمشیر

غیرت سے یہ تھا غیظ شجاع ازلی کو   جس طرح جلال آیا تھا خیبر میں علی کو

۴۴

نعرہ کیا غازی نے کہ اے لشکر ظلم   کاسہ یہ نہ تھا خنجر خونریز سے کچھ کم

وہ زخم لگا دل پہ کہ جس کا نہیں مرہم   چھینو گے ردا اسکی جو ہے ثانی مریم

شمشیر پہ مرتے کرتے ہو سخن بے ادبی کے   مجبور سمجھتے ہو نواسے کو نبی کے

۴۵

ہو شرط کہ اس تیز زبانی کی سزا دوں   دوزخ کی زبانہ سے زبانوں کو جلا دوں

انداز قیامت کے تلاطم کا دکھا دوں   گیتی کو اولٹ دوں ابھی گردوں کو گرا دوں

بجلی وہ گرے گی کہ بہت یاد کروگے   جل جاؤگے زینب پہ جو بیداد کروگے

۴۶

کہہ کر یہ سخن کھینچ لی تیغ شرر افشاں   پرتو سے ہوا اسپ ورق خاک زر افشاں

ہر صف پہ گری کوند کے برق شرر افشاں   چھینٹوں سے ہوئی خون کے ہر اک شجر افشاں

قربان ہوئے خود بخود اژدم تیغ دو دم پہ ۵۶   ہر جسم نے سر رکھ دیا حضرت کے قدم پر

۴۷

عباس سے بھائی کا جو تھا صدمہ جانکاہ   ٹکڑے سے تھا جگر ٹوٹ گئی تھی کمر شاہ

اس ضعف میں لغزش سی تھی وہ پاؤں تھے آگاہ   پایا نہ تھا ثبات قدم پاک ید اللہ

سب خاک پہ ٹکڑے تو کیجے کڑ پڑے تھے   لاکھوں سے لڑائی تھی یہ پیاسے کھڑے تھے

۴۸

شہ کہتے گئے سجدے میں یہ فرماتے تھے ہر بار   عالم مری نیت سے ہے تو آگاہ مرے مختار

گھر سے نہ علاقہ ہے نہ بچوں سے سروکار   ہر حال میں تجھ سے ہوں اعانت کا طلبگار

گو شاہ زمن ہون پہ ترے در کا گدا ہون — محتاج ہون بیکس ہون غریب الغربا ہون

۸۹ کس کس ترے احسان کا کرون شکر زبان سے — ہر ناطقہ عاجز کہ زیادہ ہے بیان سے
واقف نہین کوئی ترے اسرار نہان سے — دشوار ہے عالم کی صفت ہیچمدان سے
پیاس آج کے دن کی مجھے مرغوب ہے مولا — جو تیری مشیت ہے وہی خوب ہے مولا

۹۰ کچھ دن بشر اس خانۂ دنیا مین ہے مہمان — دستِ ملک الموت مین ہے سب کا گریبان
زندون مین ہین گر آج تو کل ہونگے بیجان — پہلے سے ہے لازم سفرِ مرگ کا سامان
اعمال و عقائد مین نہ ہرگز خلل آئے — ۵۷ کیا جانیے کس وقت پیامِ اجل آئے

۹۱ کچھ وقت معین نہین انسان کی اجل کا — آج اُٹھ گئے وہ کرتے تھے سامان جو کل کا
بندہ ہے وہ پابند جو رہے نیک عمل کا — پلہ وہی بھاری ہے جو ہو جرم سے ہلکا
کیا خاک کا بوجھ اُٹھ سکے لیے قبر مین کم ہے؟ ۵۸ — ہو اور گناہون کی گرانی تو ستم ہے

۹۲ خورشید کو کچھ حاجتِ زیور نہین زنہار — پھولون پہ کوئی عطر لگائے تو ہے بیکار
اعلیٰ ہے اگر جنس تو کیا حاجتِ اظہار — خود مشک ہو خوشبو نہ کہ خوشبو کہے عطار
جو بد ہے سو بد ہے، جو نکو ہے وہ نکو ہے — چھپنے کی نہین آپ اگر عود مین بو ہے

۹۳ نازان نہ ہو اے بانیِ ظلم و ستم و جور — مٹ جاتا ہے اک گردشِ افلاک مین یہ دور
تو آج جو حاکم ہے تو کل ہوگا کوئی اور — کیا ہو گئی ہے کر دولتِ قارون پہ زرا غور
نمرود نہین حشمتِ ضحاک نہین ہے — ڈھونڈھو جو خزانے کو تو اب خاک نہین ہے

۹۴ بھائی نہ تو کام آئے گا اُس وقت نہ فرزند — عرصہ نہین، کھل جائیگا، جب آنکھ ہوئی بند
وہ کام کر جس سے خدا ہووے رضامند — ہشیار، کہ ہونا ہے تمھین خاک کا پیوند
پیری کی بھی مدت ہے جوانی کی بھی حد ہے ۵۹ — آرام گہہ شاہ و گدا کنجِ لحد ہے

۹۵ کیا سخت گھڑی ہوگی اجل آئے گی جس دم — کھینچ کھینچ کے ہر اک رگ سے نکلنے لگے گا دم
کیا دیکھین گے ایک ایک کو حسرت سے بصد غم — اتنی بھی زبان ہل نہ سکے گی کہ چلے ہم

سب کے لیے اک روز یہ تکلیف دھری ہے
اسپر بھی یہ غفلت ہے عجب بیخبری ہے

۹۶
بھائی نہیں اپنے ہیں نہیں ہے پسر اپنا
بیگانے ہیں سب، ہووےگا جس دم سفر اپنا
نہ مال نہ اسباب نہ زیور نہ زر اپنا
دو گز کفن اور قبر کا گوشہ ہے گھر اپنا
کچھ ساتھ بجز بیکسی و یاس نہ ہوگا
رہ جائینگے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

۹۷
پیری سے ہے روشن کہ چراغِ سحری ہوں
دنیا سے کوئی دم میں عدم کا سفری ہوں
آقا مرا شاہد ہے کہ عصیاں سے بری ہوں
دیندار ہوں غازی ہوں مجاہد ہوں جری ہوں
بےخوف چلا جاتا ہوں میں شیر کے منہ پر
دعویٰ ہے؟ تو آ، کر مری شمشیر کے منہ پر

۹۸
خورشید کو محتاجیِ ذرّہ نہیں ذرّا
دیندار سدا کرتے ہیں کافر پہ تبرّا
ظالم ترے حاکم کو ہے کس بات کا غرّا
اسلام سے خالی ہے تو ایمان سے معرّا
قارون کا خزانہ ہو تو عزت نہیں ملتی
دولت سے کمینے کو شرافت نہیں ملتی

۹۹
کچھ خارِ مغیلاں گلِ تر ہو نہیں جاتا
ہر قطرۂ ناچیز گہر ہو نہیں جاتا
قلعی سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا
مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں جاتا
جس پاس عصا ہو اُسے موسیٰ نہیں کہتے
ہر ہاتھ کو عاقل یدِ بیضا نہیں کہتے

۱۰۰
دولت نہیں انسان کی کچھ قدر بڑھاتی
دنیا سے دنی کام کسی کے نہیں آتی
گو فقر ہو، عالی نسبی پر نہیں جاتی
بینا جو ہیں وہ دیکھتے ہیں جوہرِ ذاتی
محتاجی سے کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا
عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

۱۰۱
تو کیا ہے جو رستم ہو تو ہم منہ کو نہ موڑیں
سر جائے تو حیدر کے طریقے کو نہ چھوڑیں
مرحب سے اگر شیر کے پنجے کو مروڑیں
گر قلعۂ خیبر ہو تو اک ہاتھ میں توڑیں
سو بجلیاں چمکیں تو کبھی ہم نہیں ڈرتے
روباہوں کے انبوہ سے ضیغم نہیں ڈرتے

۱۰۲
بچتا نہیں نیزے سے مرے سینۂ دشمن
چھٹتی نہیں پنجے سے مرے شیر کی گردن
کرتا ہے مرا نیزہ دلِ کوہ میں روزن
چار آئینہ فولاد کا بجتا ہے جو شن

آگے مرے ہیں زیر و زبر دست جہان کے — رستم کو پکڑ لیتا ہوں حلقے میں کمان کے

۱۰۳
فرما کے یہ تلوار کو صفدر نے نکالا — بالا ہوا رہوار کو کاوے پہ جو ڈالا
بھالوں کو ادھر بڑھ کے سواروں نے سنبھالا — بجلی جو گری ہو گیا لشکر تہ و بالا
اس شان سے غازی صف جنگاہ میں آیا — غل تھا کہ اسد لشکر روباہ میں آیا

کیفیت حرب و اسپ وغیرہ

۱۰۴
گھوڑے کو اڑاتے جو سواروں کے پروں پر — نعل اسکے بہ پہلو سے چمکتے تھے سروں پر
جب چاہتے تھے وار کو روکیں سپروں پر — اک برق غضب گر گئی تھی بیداد گروں پر
اڑ جاتے تھے گرتی تھی نکلتی تھی جو سن سے — سر تن سے جدا ہوتا تھا اور روح بدن سے

۱۰۵
کیا حرب تھی قربان جگر گوشۂ شبیر — نکلا جو کمان سے تو قلم ہو کے گرا تیر
آیا جو کمان لے کے کمیں سے کوئی بے پیر — گوشہ تھا نہ چلہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زہ گیر
جو وار تھا صفدر کا خدائی سے جدا تھا — قبضے سے کمان ہاتھ کلائی سے جدا تھا

۱۰۶
جس وقت چپک کر کسی سفاک پہ آئی — سر سے کمر ظالم ناپاک پہ آئی
واں سے جو پھری توسن چالاک پہ آئی — توسن کو بھی دو کر کے ہوئی خاک پہ آئی
قبضہ تو رہا دست جناب شہ دیں میں — اور تا سمک جا کے اتر آئی وہ زمیں میں

۱۰۷
رہوار سبک سیر نسیم سحری تھا — ہم پیکر طاؤس دم جلوہ گری تھا
تن تن کے اٹھانے میں قدم کبک دری تھا — کاوے میں جو پرکار تو اڑنے میں پری تھا
رفتار تو کب اپنی دکھاتا تھا کسی کو — سایہ بھی نہ اسکا نظر آتا تھا کسی کو

۱۰۸
اسکے لیے اک گام تھا سو کوس کا دھاوا — پیچوں کو دکھاتا تھا یہ ہر دم علاوا
اڑتا کبھی مڑتا کبھی جست اور کبھی کاوا — کہتے تھے ستمگر یہ پری ہے کہ چھلاوا
کس گھات سے روکیں فرس تیز قدم کو — سایہ بھی تو اسکا نظر آتا نہیں ہمکو

۱۰۹
غصے میں وہ تن تن کے دہانے کو چباتا — اور جوش پہ تھا غصے میں وہ کف منہ سے گراتا

ہر صف میں کبھی جھوم کے آتا کبھی جاتا — تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچاتا
ٹاپوں سے تھلکتی تھی زمیں حشر بپا تھا — اس صف میں جو بجلی تھا تو اُس صف میں ہوا تھا

صفت ذوالفقار

۱۱۰
بجلی سا چمکتا تھا اِدھر فوج میں رہوار — شعلہ سی لپکتی تھی اُدھر تیغِ شرربار
سرگرمِ دغا تھا خلفِ حیدرِ کرّار — اک آگ لگا دی تھی جلے جاتے تھے کفّار
سوزاں شجرِ قد تھے شرارِ نگہِ تیز سے — اُڑتا تھا لہو تن کا شراروں کی طرح سے

۱۱۱
نوکوں سے ہر اک چشم کو بے نور کر آئی — شعلوں سے ہر اک جسم کو تنّور کر آئی
گرمائے جو کافر تھے انھیں کافور کر آئی — نزدیک گئی جسم کے سر دور کر آئی
جاتی تھی سمومِ غضب اُس فوجِ شقی پر — کب آئی گئی کب یہ نہ کھلتا تھا کسی پر

۱۱۲
چلّوں میں جو ناوک کوئی صف توڑ کے نکلی — فقرے یہ قیامت کے اُدھر چھوڑ کے نکلی
سارے قدر اندازوں کے منہ موڑ کے نکلی ۶۳ سر کاٹ کے خون چاٹ کے دل توڑ کے نکلی
پیہم جو خطائیں ہوئیں ناوک فگنوں سے — رد چلّے بھی ہوا ہو گئیں چلّے کمانوں سے

۱۱۳
لشکر میں جدھر جاتی تھی بجلی سی چمک کر — بس جاتے تھے مر جاتے تھے نامرد بلک کر
گرتی تھی لپک کر تو کبھی اُٹھتی تھی لچک کر ۶۴ کیا آفتِ دوراں تھی کہ تھا چرخ کو چکّر
تھا شور کہ سر کے لیے ہر بار اسکی پڑی ہے — کٹتے ہیں جگر چال ہے یا تیز چھری ہے

۱۱۴
چلتی تھی عجب رنگ سے شمشیرِ قضا رنگ — ہر ہاتھ میں دکھلاتی تھی اعدا کو نیا رنگ
چمچم کا جدا رنگ تھا کس بل کا جدا رنگ ۶۵ لب سرخ دہن صاف بدن گول ہرا رنگ
تھا شور کہ جل بھر میں نئی جلوہ گری ہے — دیوانو! یہ تیغ نہ سمجھو یہ پری ہے

۱۱۵
ہوتے تھے جدا ضربتِ شمشیر دو سر سے ۶۶ سر دوش سے تن روح سے چار آئینہ بر سے
دستانے کلائی سے کمر بند کمر سے — ہاتھوں سے نشان تیغ سے پھل پھول سپر سے
آگ آب میں تھی دم تنِ خاکی سے جدا تھے — تھا کاٹ غضب کا کہ عناصر بھی جدا تھے

۱۱۶
تلوار پڑی شاہ کی جب دشمنِ دین پر — بکتر کو جو کاٹا تو وہ ٹھہری نہ جبین پر
گردن سے گئی سینے پہ اور سینے سے زین پر — اسوار تھے گھوڑوں پہ تو گھوڑے تھے زمین پر
تھا شور کہ اعجاز ہے یہ ضرب نہیں ہے — ہے قہرِ خدائے دو جہاں ضرب نہیں ہے

۱۱۷
بجلی سی جو گر کر وہ صفِ جنگ سے نکلی — فریاد کی آواز دلِ سنگ سے نکلی
اسوار کے سر پر جو پڑی تنگ سے نکلی — سینے میں در آئی تو عجب رنگ سے نکلی
چھوڑا جسے مقتل میں لہو چاٹ کے چھوڑا — پایا جسے اس تیغ نے سر کاٹ کے چھوڑا

۱۱۸
ہلچل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ سن سے — ڈھالیں تو رہیں ہاتھوں میں سر اڑ گئے تن سے
طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے — آگے تھا ہرن شیر سے اور شیر ہرن سے
غل تھا یہ جری قتل پہ اللہ تلے گا — تر ہو گی زمین خون سے، دو رن آج بہیگا

۱۱۹
تلوار تھی جرار کی یا قہرِ خدا تھی — سر تھا تو الگ تھا جو کمر تھی تو جدا تھی
بجلی جو ادھر تھی تو ادھر سیلِ فنا تھی — تلوار تھی یوں، سر پہ جب آئی تو قضا تھی
بے سر ہوئی وہ صف جو نظر جھک گئی اسکی — چاٹا جو لہو اور ہوس بڑھ گئی اسکی

۱۲۰
کیا ہاتھ تھا، کیا تیغ تھی، کیا ہمتِ عالی — دم بھر میں نمودار صفیں ہوتی تھیں خالی
جب جھوم کے ڈھالوں کی گھٹا آتی تھی کالی — بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیرِ ہلالی
ملتا تھا نشان رن میں صفوں کا نہ پروں کا — تھا شور کہ مینہ آج برستا ہے سروں کا

۱۲۱
اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمنِ جان پر — گہ سر پہ کبھی ڈھال پہ تھی گاہ سنان پر
ترکش پہ گئی سن سے کبھی گاہ کمان پر — کس طرح بھلا ذکرِ برش لاؤں زبان پر
دل سے کہیں چلنے کی ہوس قطع نہ ہو جائے — دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے

۱۲۲
تن سے جو وہ تلوار گئی، سن سے یہ آئی — وہ خود سے ملتی ہوئی گردن سے یہ آئی
وہ کھینچ کے سپر سے گئی جوشن سے یہ آئی — وہ صدر سے خالی گئی، توسن سے یہ آئی
ہاں لوہے علی کم ہوئی تیغ بدل ایسی — غل تھا کبھی دیکھی نہیں رد و بدل ایسی

۱۲۳
جس صف پہ چمک کر وہ گئی ڈر گئے اعدا — بس خون میں بھر تا بہ قدم بھر گئے اعدا
بھاگے کہیں جدھر ششدر و مضطر گئے اعدا — بچ بچ کے گئے ہیں کہیں گئے مر گئے اعدا
مقتل میں سوار و پیادہ فرس لوٹ رہے تھے — دو ایک یہ اور پانچ پہ دس لوٹ رہے تھے

۱۲۴
اک برق چمکتی تھی صف فوج ستم پر — بسمل سی پھڑک جاتی تھی اس فوج کے دم پر
یوں کاٹ کے دستانے کو جاتی تھی قلم پر — جس طرح چلے تیز چھری نرم قلم پر
ہر شے کے اڑا دینے میں فیاض تھی شمشیر — چار آئینہ قرطاس تھی مقراض تھی شمشیر

۱۲۵
سر گرتے تھے ہر بار زرہ پوشوں کے تن سے — جوشن تن کفار میں بدتر تھے کفن سے
ٹوٹی تھیں صفیں تیغ شہ قلعہ شکن سے — آئی تھی جو زن سے تو نکل جاتی تھی سن سے
کیا روکتے ڈھالوں پہ وہ تیغ دو زباں کو — روکا ہے کبھی باغ کے پتوں نے خزاں کو

۱۲۶
گہ ڈھال میں ڈوبی کبھی نیزے کی گرہ میں — ترکش میں کبھی گاہ کماں میں کبھی زہ میں
مچھلی سی کبھی پیر گئی موج زرہ میں — اک تیغ سے تھا زلزلہ برپا کرہ مہ میں
جب کوند کے اٹھی اسے افلاک نے دیکھا — دلداروں کو چار آئینہ کی خاک پہ دیکھا

۱۲۷
مقتل سے جری تیغ و سپر چھوڑ کے بھاگے — ہلچل تھی کہ بیٹوں کو پدر چھوڑ کے بھاگے
یوں روح کے طائر تن و سر چھوڑ کے بھاگے — جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے
غل تھا کہ نماز اسکی پڑھو فرض یہی ہے — اے قوم اذا زلزلت الارض یہی ہے

۱۲۸
کس غول میں وہ صاعقہ کردار نہ چمکی — کس فرق پہ بجلی سی وہ خونخوار نہ چمکی
اس تیغ کے آگے کوئی تلوار نہ چمکی — تلوار تو کیا برق شرربار نہ چمکی
آنچ اسکی جلا دینے میں بجلی تھی قضا کی — کہتا تھا جہنم کہ پناہ اس سے خدا کی

۱۲۹
پھل اڑ گئے پتا ہوئے سب جھیوں والے — شاخوں کی طرح صاف قلم ہو گئے بھالے
دیکھے جو گل زخم پڑے جان کے لالے — تھے ہر شجر قد کی جگہ خون کے تھالے
یہ رنگ لڑائی کا بدلتے نہیں دیکھا — یوں تیغ خزاں کو کبھی چلتے نہیں دیکھا

۱۴۰

روکا جو سپر پر تو سپر کاٹ کے نکلی
سر پر جو پڑی آ کے تو سر کاٹ کے نکلی
سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی
اُتری جو جگر سے تو کمر کاٹ کے نکلی
ٹھہری نہ کمر پر نہ رُکی خانۂ زین پر
رہوار کو دو کر کے گری رد کے زمین پر

۱۴۱

اعدا کے سروں پر جو وہ تیغِ دو سر آئی
اک تیز چھُری تھی کہ کلیجوں میں در آئی
بجلی سی چمک کر اِدھر آئی اُدھر آئی
دو ہو گئی جب تیغ کے نیچے سپر آئی
دستانے میں یوں کاٹ گئی دستِ ستم کو
جس طرح تراشے کوئی جلدی میں قلم کو

۱۴۲ — ۶۸

بے پاؤں جدھر ہاتھ سے چلتی ہوئی آئی
ندی اُدھر اک خون کی اُبلتی ہوئی آئی
دم بھر میں وہ سو رنگ بدلتی ہوئی آئی
پی پی کے لہو لعل اُگلتی ہوئی آئی
ہیرا تھا بدن رنگ زمرد سے ہرا تھا
جوہر نہ کہو پیٹ جواہر سے بھرا تھا

۱۴۳ — ۶۹

موجود کبھی ہر غول سے اور سب سے جدا بھی
دم خم کبھی لگاوٹ بھی صفائی بھی ادا بھی
اک گھاٹ پہ تھی آگ بھی پانی بھی ہوا بھی
امرت کبھی ہلاہل بھی مسیحا بھی قضا بھی
کیا صاحبِ جوہر تھی عجب ظرف تھا اُسکا
موقع تھا جہاں جسکا وہیں صرف تھا اُسکا

۱۴۴

تیروں پہ گئی برچھیوں والوں کی طرف سے
جا پہنچی کمانداروں پہ بھالوں کی طرف سے
پھر آئی سواروں پہ رسالوں کی طرف سے
مُنھ تیغوں کی جانب کیا ڈھالوں کی طرف سے
بس ہو گیا دفترِ نظری نام و نسب کا
لاکھوں تھے تو کیا دیکھ لیا جائزہ سب کا

۱۴۵

پہنچی جو سپر تک تو کلائی کو نہ چھوڑا
ہر ہاتھ میں ثابت کسی گھاٹی کو نہ چھوڑا
شوخی کو شرارت کو لڑائی کو نہ چھوڑا
تیزی کو رکھائی کو صفائی کو نہ چھوڑا
اعضائے بدن قطع ہوئے جاتے تھے سب کے
قینچی سی زباں چلتی تھی فقرے تھے غضب کے

۱۴۶

مغفر سے جھلم کاٹ کے گردن میں در آئی
گردن سے سرکنا تھا کہ جوشن میں در آئی
جوشن سے گزرنا تھا کہ بس تن میں در آئی
تن سے ابھی اُتری تھی کہ توسن میں در آئی
بچتا کوئی کیا تیغِ قضا رنگ کے نیچے؟
اک برقِ غضب کوند گئی تنگ کے نیچے

دکھلا کے گلِ زخم بدن سے نکل آئی — شمشیرِ خزاں تھی کہ چمن سے نکل آئی
ہمراہ لیے روح کو تن سے نکل آئی — شب سے جو پڑی سر پہ توسن سے نکل آئی
سرکش تھا تکبر سے، جب افلاک پہ سر تھا — جھپکی تھی اُدھر آنکھ، اِدھر خاک پہ سر تھا

۱۳۸
مغفر میں ہوئی غرق تو سر کاٹ کے نکلی — روکا جو سپر پہ تو سپر کاٹ کے نکلی
شانے پہ گری تا بہ کمر کاٹ کے نکلی — سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی
ہر ہاتھ میں گردش تھی نئی، ڈھنگ نیا تھا — گھوڑے کے بھی ٹکڑے تھے یہ جو رنگ نیا تھا

۱۳۹
ترکش کو نہ چھوڑا نہ کماندار کو چھوڑا — حلقے کو نہ چلّے کو نہ سوفار کو چھوڑا
بے دو کیے راکب کو نہ رہوار کو چھوڑا — چھوڑا تو سسکتا ہوا دو چار کو چھوڑا
رخ سب قدر اندازوں کے پھیرے ہوئے دیکھے — ہر ضرب میں سر خاک پہ گرتے ہوئے دیکھے

۱۴۰
مغفر کو جو کاٹا تو جبیں سے نکل آئی — سر پہ جو پڑی خانۂ زیں سے نکل آئی
بجلی سی صفِ لشکرِ کیں سے نکل آئی — گہ ڈوب گئی گاہ زمیں سے نکل آئی
غل تھا کہ عجب کیا جو سپر سے نہیں رکتی — یہ ضرب تو جبرئیل کے پر سے نہیں رکتی

۱۴۱
نہ ڈھال پہ نہ سر پہ نہ گردن پہ رکی وہ — سینے پہ نہ بکتر پہ نہ جوشن پہ رکی وہ
نہ سنگ نہ اشجار نہ آہن پہ رکی وہ — نہ زیں پہ نہ پاکھر پہ نہ توسن پہ رکی وہ
یہ چاشنیِ خونِ عدو بھا گئی اُسکو — بجلی کی طرح جس پہ گری، کھا گئی اُسکو

۱۴۲
سینے میں در آئی تو نئی چال سے نکلی — پہونچے کو قلم کرتی ہوئی ڈھال سے نکلی
ڈوبی جو زرہ میں تو عجب جال سے نکلی — مچھلی سی تڑپتی ہوئی اک جال سے نکلی
چار آئینہ کو آٹھ کیا کاٹ نے اُسکی — ٹھہرا دی ہر اک کشتیِ تن گھاٹ نے اُسکی

۱۴۳
کاٹے ہوئے پھل برچھیوں کے زمیں پر تھے — سمٹے ہوئے گوشوں میں کماندار کھڑے تھے
چھایا تھا ہراس اُنپہ ہمیشہ جو لڑے تھے — آنکھیں وہ چُراتے تھے بہادر جو بڑے تھے
دہشت سے زرہ پوشوں نے جی چھوڑ دیا تھا — اُس تیغ نے تیغوں کا بھی منھ موڑ دیا تھا

۱۴۴
پہنچی جو چاٹ کر کسی ظالم کی سپر تک — بجلی سی سپر سے وہ گئی کاسۂ سر تک
اللہ رے صفائی نہ ہوئی اُسکو خبر تک — یہ سر سے گئی سینے پہ سینے سے کمر تک
کاٹی کمر اس طرح سے دو کر کے زرہ کو — جس طرح کوئی کھول دے ناخن سے گرہ کو

۱۴۵
لوہے کی سپر کاٹ کے دستانے میں پہنچی — دو کر کے سپر خود کے پیمانے میں پہنچی
غرض سر و گردن سے چلی شانے میں پہنچی — شانے سے بڑھی روح کے کاشانے میں پہنچی
سرکش کا لہو خاک پہ برسا دیا اُسنے — تب نکلی کہ جب خانۂ تن ڈھا دیا اُسنے

۱۴۶
وہ رعب وہ چم خم وہ دل اُسکا وہ بر اُسکا — وہ قد وہ بدن صاف، وہ رخ جلوہ گر اُسکا
ہر ہاتھ میں منھ چوم رہی تھی ظفر اُسکا — محبوب تھی ہر خانۂ تن میں تھا گھر اُسکا
کس کا یہ جگر تھا اُسے روکے جو سپر سے — سینے میں در آمد تھی برآمد تھی جگر سے

۱۴۷
بجلی کا چلن شعلہ کی خو سرکش و بیباک — صرصر سے سبک سست، گران قیمت و چالاک
خونخوار جفا کار و ستم پیشہ و سفاک — کج بازو بہر انداز و ترش رو و غضبناک
خود آب بگیر آگ لگا دینے کو آندھی — ہستی کے چراغوں کے بجھا دینے کو آندھی

۱۴۸
بسمل ہوا جسکو لچک اُسکی نظر آئی — بجلی سی جو چمکی تو کلیجوں میں در آئی
چو رنگ کیا اُسکو اُسے آٹھ کر آئی — اٹکھیلیاں کرتی اِدھر آئی اُدھر آئی
حوروں میں یہ گرمی نہ لگاوٹ یہ پری میں — بیدم کیا لاکھوں کو اسی عشوہ گری میں

۱۴۹
فولاد کی ڈھالوں پہ وہ تلوار نہ ٹھہری — اک دم بھی میانِ صفِ کفار نہ ٹھہری
سر سیکڑوں کاٹے کہیں زنہار نہ ٹھہری — خوں اتنے کیے اور گنہگار نہ ٹھہری
مجرم رہی سرکش رہی بیباک ہی وہ — دھبا نہ لگا خون سے بھی پاک ہی وہ

(خاتمۂ جنگ)

۱۵۰
جب بیس ہزار اہلِ ستم جان سے ہارے — آواز یہ آئی کہ بس اے شیر ہمارے
جوہر ہیں بزرگوں کے تری ذات میں سارے — تو وہ ہے کہ لاکھوں سے لڑائی میں نہ ہارے

اب حلق ہے اور مرحلۂ تیغِ جفا ہے
ہاں صابر و شاکر دمِ تسلیم و رضا ہے

۱۵۱

پہلو سے صدا حضرتِ زہرا کی یہ آئی
دو روز کے فاقے میں یہ جرأت یہ لڑائی
پانی کی کوئی بوند کہ پائی کہ نہ پائی
ماں صدقے گئی دُکھ گئی ہو گی کلائی
پیشانی پہ بوسہ تو ذرا لینے دو بیٹا
ہاتھوں کی بلائیں تو مجھے لینے دو بیٹا

۱۵۲

آئی جو یہ آواز شہِ کون و مکاں کو
خنجر کے رکھا میان میں تیغ و زباں کو
اعدا سے کہا روک کے گھوڑے کی عناں کو
جاتے ہو کہاں قتل کرو تشنہ دہاں کو
کر دو جو اُسکو بھی کہاں شمرِ لعیں ہے
اب آ کہ لڑنے کا مجھے حکم نہیں ہے

۱۵۳

یہ سُنکے بڑھے لاکھ جواں دستہ بہ شمشیر
یا کوئی نہ آسکتا تھا، یا گھر گئے شبیر
تلوار برابر سے لگانے لگے بے پیر
بس ٹوٹ گئیں پسلیاں ساری چلے تیر
تیغوں سے جو سب عضوِ تنِ پاک کٹے تھے
زخموں کے بھی ماتم میں گریباں پھٹے تھے

۱۵۴

تلواروں سے پُرزے تھا عمامہ تو قبا چاک
تھی گُل کی طرح خون میں ڈوبی ہوئی پوشاک
سیپارہ تھے جزوِ تنِ سبطِ شہِ لولاک
سو ٹکڑے تھی تلواروں سے جلدِ بدنِ پاک
کٹ کٹ کے گرے بند پہ اللہ کھلا تھا
شیرازۂ قرآنِ تنِ شاہ کھلا تھا

۱۵۵

غش کھا کے جو مُڑنے پہ جھکے سیدِ ابرار
خولی نے لگائی سرِ پُر نور پہ تلوار
سر تھام کے ہاتھوں سے جو سیدھے ہوئے اک بار
برچھی بن اشعث کی کلیجے کے ہوئی پار
مہماں تھے دُنیا میں فقط چند نفس کے
غش ہو گئے نیزے سے سناں ابنِ انس کے

۱۵۶

وہ چاند سی پیشانیِ نورانیِ شبیر
اندر سے ہے اُسیر بن اشعث کا لگا تیر
سجدے سے کریں محرابِ حرم کی ہے یہ توقیر
اُن ابروؤں پر آہ چلے ظلم کی شمشیر
آہو کو ستاتے نہیں صیاد حرم میں
آنکھیں وہ لہو روتی تھیں زندگی کو غم تیز

۱۵۷

وہ شمعِ سرِ طور سی پُر نور کلائی
اُس پر چلی شمشیر دوہائی ہے دوہائی
منہ دیکھ لو صاف ایسی ہتھیلی میں صفائی
ہر سمت یہ کھلی انگلیوں کی عقدہ کشائی

نسبت نہیں ناخن سے کبھی بدر کی ضو کو　　ہفتہ میں دکھائیے تو کوئی دن مہِ نو کو

۱۵۸
وہ سینۂ روشن کہ جو تھا مطلعِ انوار　　گنجینۂ علمِ احدی مخزنِ اسرار
قرآن کو رکھ لیتے ہیں سر پر جو ہیں دیندار　　کیا قہر ہے واں پاؤں دھرے شمرِ ستمگار
سینہ پہ نہ تھا اُسکا قدم حشر بپا تھا　　ہو جاتی یہ دُنیا تہ و بالا تو بجا تھا

سفرِ اہلِ بیت

۱۵۹
میدان میں ہوا خاتمہ جب آلِ عبا کا　　گھر ہو گیا تاراج امامِ دوسرا کا
کنبہ ہوا محبوس شہِ عقدہ کشا کا　　عُریان ہوا سر بلوے میں خاصانِ خدا کا
جن بیبیوں کا سایہ بھی دیکھا نہ کسی نے　　افسوس اُنھیں بے پردہ کیا فوجِ شقی نے

۱۶۰
قطعِ نظر ان باتوں کے لب تشنہ و بیمار　　پاؤں پہ ورم درد سر اور تپ میں گرفتار
تھا ضعف سے اک گام اُٹھانا جسے دشوار　　پیدل لیے جاتے تھے اُسے ظالم غدار
غش آتا تھا گر راہ میں تشنہ دہنی سے　۴۲　ظالم اُسے چونکاتے تھے نیزوں کی انی سے

۱۶۱
تھا گردنِ لاغر میں تو اک طوقِ گلو گیر　　اور پاؤں میں بیمار کے پہنائے تھے زنجیر
چلنے میں جو گر پڑتا تھا با حالتِ تغییر　۴۳　اونٹوں پہ حرم روتے تھے اور ہنستے تھے بے پیر
اُٹھنے کی تاکید کوئی کرتا تھا پکڑ کر　　کانٹوں پہ کوئی کھینچتا تھا طوق پکڑ کر

۱۶۲
سر پر نہ عمامہ ہے نہ ہے پاؤں میں نعلین　　ہیں شدتِ آزار سے سوجی ہوئی ساقین
لب خشک حرارت سے جگر سینے میں بے چین　　اشک آنکھوں میں اور دل میں غمِ قبلۂ کونین
منزل پہ بھی کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے عابدؑ　۴۴　اعجازِ امامت سے فقط جیتے تھے عابدؑ

۱۶۳
خامے کو بس اب روک انیسؔ جگر افگار　　خالق سے دعا مانگ کہ اے ایزدِ غفار
زندہ رہیں دنیا میں شہِ دیں کے عزادار　　غیر از غمِ شہ انکو نہ غم ہو کوئی زنہار
آنکھوں سے مزارِ شہِ دلگیر کو دیکھیں　　اس سال میں سب روضۂ شبیر کو دیکھیں

مرثیہ دوم

صبحِ شہادت

۱ جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے — جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوئے فلک شہِ گردون رکاب نے — مڑ کر صدا رفیقوں کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو — اُٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

۲ یہ سُن کے بستروں سے اُٹھے وہ خداشناس — اک اک نے زیبِ جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس — باندھے عمامے آئے امامِ زمان کے پاس
رنگین عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے — مشک و زُباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

۳ خیمے سے نکلے شہ کے عزیزانِ خوش خصال — جن میں کئی تھے حضرتِ خیر النسا کے لال
قاسم سا گلبدن علی اکبر سا خوش جمال — اک جا عقیل و مسلم و جعفر کے نونہال
سب کے رخوں کا نور سپہرِ بریں پہ تھا — اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا

۴ وہ صبح اور چھاؤں ستاروں کی، اور وہ نور — دیکھے تو غش کرے ارنی گوئے اوجِ طور
پیدا گلوں سے قدرتِ اللہ کا ظہور — وہ جا بجا درختوں پہ تسبیح خوان طیور
گلشن خجل تھے وادیِ مینو اساس سے — جنگل تھا سب بسا ہوا پھولوں کی باس سے

۵ ٹھنڈی ہوائیں سبزۂ صحرا کی وہ لہک — شرمائے جس سے اطلسِ زنگاریِ فلک
وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی وہ مہک — ہر برگِ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے گوہرِ یکتا نثار تھے — پتّے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

۶ وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم — کو کو کا شور نالۂ حق سرہٗ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم — جاری تھے وہ جو اُنکی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے ربِّ علا کی مدح — ہر خار کو بھی نوکِ زباں تھی خدا کی مدح

چیونٹی بھی ہاتھ اُٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار — اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
یا حی و یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار — تسبیح تھی کہیں کہیں تہلیل کردگار

طائر ہوا میں مست ہرن سبزہ زار میں ۵ جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

جنگ کی تیاری

ہتھیار اِدھر لگا چکے آقا کے خاص و عام — تیار اُدھر ہوا علم سید انام
کھولے سروں کو گرد تھیں سیدانیاں تمام — روتی تھیں تھامے چوبِ علم خواہر امام

تیغیں کمر میں دوش پہ شملے پڑے ہوئے ۶ زینب کے لال زیرِ علم آ کھڑے ہوئے

گردانے دامنوں کو قبا کے وہ گلعذار — مرفق تک آستینوں کو اُلٹے بصد وقار
جعفر کا رعب دبدبۂ شیر کردگار — بوٹے سے اُنکے قد پہ نمودار نامدار

آنکھیں ملیں علم کے پھریرے کو چوم کے ۷ رایت کے گرد پھرنے لگے جھوم جھوم کے

گہ ماں کو دیکھتے تھے گہے جانبِ علم — نعرہ کبھی یہ تھا کہ نثارِ شہِ امم
کرتے تھے دونوں بھائی کبھی مشورے بہم — آہستہ پوچھنے لگے ماں سے وہ ذی حشم

کیا قصد ہے علیؑ ولی کے نشان کا — اماں کسے ملے گا علم نانا جان کا

کچھ مشورہ کریں جو شہنشاہِ خوش خصال — ہم بھی مستحق ہیں آپ کو اِسکا رہے خیال
پاسِ ادب سے عرض کی ہمکو نہیں مجال — اِسکا بھی خوف ہے کہ نہ ہو آپ کو ملال

آقا کے ہم غلام ہیں اور جاں نثار ہیں — عزت طلب ہیں نام کے امیدوار ہیں

ہمثل تھے رسول کے لشکر کے سب جوان — لیکن ہمارے جد کو نبی نے دیا نشان
خیبر میں دیکھتا رہا منہ لشکرِ گران — پایا علم علی نے مگر وقتِ امتحان

طاقت میں کچھ کمی نہیں گو بھوکے پیاسے ہیں — پوتے اُنھیں کے ہم ہیں اُنھیں کے نواسے ہیں

زینب نے تب کہا کہ تمھیں اس سے کیا ہے کام — کیا دخل مجھکو مالک و مختار ہیں امام
دیکھو نہ کیجیو بے ادبانہ کوئی کلام — بگڑوں گی میں جو لوگے علم کا زباں سے نام

لو جاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھ جوڑ کے — کیوں آئے تم یہاں علیؑ اکبر کو چھوڑ کے
سر کو ہو بڑھو نہ کھڑے ہو علم کے پاس ۷۸ ایسا نہ ہو کہ دیکھ لیں شاہِ فلک اساس
کھوتے ہو اور آئے ہوئے تم مرے حواس — بس قابلِ قبول نہیں ہے یہ التماس
رونے لگو گے تم جو برا یا بھلا کہوں — اس ضد کو بچپنے کے سوا اور کیا کہوں؟

عمریں قلیل اور ہوس منصبِ جلیل ۷۹ اچھا نکالو قد کے بھی بڑھنے کی کچھ سبیل
ہاں صدقے جاے گرچہ یہ ہمت کی ہے دلیل — ہاں اپنے ہمسنوں میں تمھارا نہیں عدیل
لازم ہے سوچے غور کرے پیش و پس کرے — جو ہو سکے نہ کیوں بشر اسکی ہوس کرے

ان ننھے ننھے ہاتھوں سے اٹھے گا یہ علم؟ — چھوٹے قدوں میں سب سے سنو تم ہو سب سے کم
نکلیں تنوں سے سبطِ نبی کے قدم پہ دم — عہدہ یہی ہے بس یہی منصب یہی حشم
رخصت طلب اگر ہو تو یہ میرا کام ہے — ہاں صدقے جاے آج تو مرنے میں نام ہے

پھر تمکو کیا بزرگ تھے گر فخرِ روزگار؟ ۸۰ زیبا نہیں ہے وصفِ اضافی پہ افتخار
جوہر وہ ہیں جو تیغ کرے آپ آشکار — دکھلا دو آج حیدر و جعفر کی کارزار
تم کیوں کہو کہ لال خدا کے ولی کے ہیں — فوجیں پکاریں خود کہ نواسے علی کے ہیں

ہاتھوں کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ فام — غصے کو آپ تھام لیں اے خواہرِ امام
واللہ کیا مجال جو اب لیں علم کا نام — کھل جائے گا لڑیں گے جو یہ با وفا غلام
فوجیں بھگا کے گنجِ شہیداں میں سو رہیں گے — تب قدر ہو گی آپ کو جب ہم نہ ہوویں گے

بس کہہ کے یہ ہٹے جو سعادت نشان پسر — چھاتی بھر آئی ماں نے کہا تھام کے جگر
دیتے ہو اپنے مرنے کی پیارو مجھے خبر — ٹھہرو ذرا بلائیں تو لے لے یہ نوحہ گر
کیا صدقے جاؤں ماں کی نصیحت بری لگی؟ ۸۱ سچ یہ کیا کہا کہ جگر پر چھری لگی

زینب کے پاس آ کے یہ بولے شہِ زمن — کیوں تم نے دونوں بیٹوں کی باتیں سنیں بہن؟
شیروں کے شیر عاقل و جرار و صف شکن — زینب یہ وحیدِ عصر ہیں، دونوں یہ گلبدن

یون دیکھنے کو سب ہین بزرگون کے طور ہین — تیور بھی انکے اور ارادے بھی اور ہین

۲۱
بس جسکو تم کہو اُسے دین فوج کا علم — کی عرض جو صلاح شہ آسمان حشم
فرمایا جب سے اُٹھ گئین زہرا با کرم — اُس دن سے تم کو ماں کی جگہ جانتے ہین ہم
مالک ہو تم، بزرگ کوئی ہو کہ خرد ہو — جسکو کہو اُسی کو یہ عہدہ سپرد ہو

۲۲
نو دس برس کے سن مین یہ جرأت یہ ولولے — بچے کسی نے دیکھے ہین ایسے بھی سن چلے
اقبال کیونکر انکے نہ قدمون سے مُنہ ملے — کس گود مین بڑے ہوئے کس دودھ سے پلے
بیشک یہ ورثہ دار جناب امیر ہین — پر کیا کہون کہ دونون کی عمرین صغیر ہین

۲۳
بولین بہن کہ آپ بھی تو لین کسی کا نام — ہے کس طرف توجہ سردار خاص و عام
گر مجھ سے پوچھتے ہین شہ آسمان مقام — قرآن کے بعد ہے تو علی کا ہے کچھ کلام
شوکت خدم ہین شان مین ہمسر نہین کوئی — عباس نامدار سے بہتر نہین کوئی

۲۴
آنکھون مین اشک بھر کے یہ بولے شہ زمن — ہان تھی یہی علی کی وصیت بھی ای بہن
اچھا بلائین آپ کدھر ہے وہ صف شکن — اکبر چچا کے پاس گئے سُن کے یہ سخن
کی عرض انتظار ہے شاہ غیور کو — چلیے پھوپھی نے یاد کیا ہے حضور کو

۲۵
زیر علم تھے خاک بسر شاہ خاص و عام — باتون پہ اُسکی روتی تھین سیدانیان تمام
کی عرض آ کے ابن حسن نے کہ یا امام — انبوہ ہے بڑھی چلی آتی ہے فوج شام
شہ بولے یہ علم لیے باہر نکلتے ہین — ٹھہرو بہن سے ملکے گلے ہم بھی چلتے ہین

۲۶
ناگہ بڑھے علم لیے عباس باوفا — دوڑے سب اہل بیت کھلے سر برہنہ پا
حضرت نے ہاتھ اُٹھا کے یہ ایک ایک سے کہا — لو، الوداع، اے حرم پاک مصطفےٰ
صبح شب فراق ہے پیارون کو دیکھ لو — سب مل کے ڈوبتے ہوئے تارون کو دیکھ لو

۲۷
تھم کر ہوا چلی فرس خوش قدم بڑھا — جون جون وہ سوئے دشت بڑھا اور دم بڑھا
گھوڑون کی لین سوارون نے باگین علم بڑھا — رایت بڑھا کہ سرو ریاض ارم بڑھا

پھولوں کو سے کے باد بہاری پہنچ گئی | بستانِ کربلا میں سواری پہنچ گئی

۲۸
ناگاہ تیر اُدھر سے چلے جانبِ امام | گھوڑا بڑھا کے آپ نے حجت بھی کی تمام
نکلے اِدھر سے شہ کے رفیقانِ تشنہ کام | بے سر ہوئے پروں میں ہزاران سپاہِ شام
بالا کبھی تھی تیغ کبھی زیرِ تنگ تھی | اک اک کی جنگ مالکِ اشتر کی جنگ تھی

۲۹
نکلے پئے جہاد عزیزانِ شاہِ دین | نعرے کیے کہ خوف سے ہلنے لگی زمین
روباہ کی صفوں پہ چلے شیرِ خشمگین | کھینچی جو تیغ بھول گئے صف کشی لعین
بجلی گری پروں پہ شمال و جنوب کے | کیا کیا لڑے ہیں شام کے بادل میں ڈوب کے

جنگ حضرت عونؑ و محمدؑ

۳۰
نامِ خدا ہیں عونؑ و محمدؑ بھی کیا شکیل | اک مہر بے نظیر ہے اک بدر بے عدیل
افروختہ ہیں رُخ یہ شجاعت کی ہے دلیل | ہمت بڑی ہے گو کہ ہیں عمریں ابھی قلیل
مثلِ علی ہیں جنگ و جدل پر تلے ہوئے | دونوں کے نیمچے ہیں کمر سے کھلے ہوئے

۳۱
وہ اشتیاقِ جنگ وہ لڑکوں کے ولولے | ۸۲ بیتاب تھے کہ دیکھیے تلوار کب چلے
چہرے وہ آفتاب سے وہ چاند سے گلے | سب فاطمہؑ کی بیٹیوں کے گود کے پلے
اک اک رسولِ حق کی لحد کا چراغ تھا | جس پر علیؑ نے کی تھی ریاضت وہ باغ تھا

۳۲
اکبر سے عرض کرتے تھے سینہ سپر کیے | ۸۳ یہ نیمچے نہ لیویں گے دم بے لہو پیے
گر آج مر گئے تو قیامت تلک جیے | صدقے ہوں اس قدم پہ یہ سر ہیں اسی لیے
آقا کے آگے لطف ہے تیغ آزمائی کا | آج آپ دیکھیے گا تماشہ لڑائی کا

۳۳
بچپن سے جو دعا میں اولوالعزم کے نہ جائیں | ۸۴ جب جانیں ہم کہ دیں ہمیں آپ آزمائیں
تن تن کے روکیں برچھیاں ہنس ہنس کے زخم کھائیں | بجلی گرے تو منہ پہ جھپک کر سپر نہ لائیں
جھپکے پلک کسی سے تو آنکھیں نکال لیے | بڑھ کر صفوں میں جو بڑھیں تو سر کاٹ ڈالیے

۳۴
کہتے تھے شکر کرکے یہ زینب کے دونوں لال | کھلتے ہیں خورد سالوں کے جوہر دمِ جدال

ہر وقت چاہیے مددِ عشیرِ ذوالجلال — تُغرے ابھی کریں تو ہلے عرصۂ قتال
اُتری ہی ہے تیغ جنگ کے لیے وہ دلیر ہیں — سب ہم کو جانتے ہیں کہ شیر دکن کے شیر ہیں

۳۵
یہ چھیڑ جو کرتے تھے باہم وہ گلعذار — ۸۵ شبیرؑ دیکھتے تھے کنکھیوں سے بار بار
پاس آ کے عرض کرتے تھے عباسِ نامدار — سنتے ہیں آپ کہتے ہیں جو کچھ یہ جاں نثار
جرأت ٹپک رہی ہے ہر اک کے کلام سے — یہ سمجھے رکیں گے بھلا فوجِ شام سے؟

۳۶
یہ سن یہ زور شور یہ عمریں یہ آن بان — ۸۶ یہ بھولے بھولے منہ یہ جواں مردیاں یہ شان
باتیں رجز سے کم نہیں اللہ رے خوش بیان — چلتی ہے ذوالفقارِ علی کی طرح زبان
کس دبدبے سے کاندھوں پہ نیزے سنبھالے ہیں — گویا جناں لڑائی کے سب دیکھے بھالے ہیں

۳۷
یہ ذکر تھا کہ بجنے لگا طبل اُس طرف — ۸۷ مشکل کشا کی فوج نے باندھی ادھر بھی صف
تیروں نے رُخ کیا سوئے ابن شہ نجف — سینوں کو غازیوں نے ادھر کر دیا ہدف
تھا بسکہ شوق جنگ ہر اک تشنہ ماہ کو — جوش آ گیا وغا کا حسینی سپاہ کو

۳۸
اللہ رے علی کے نواسوں کی کارزار — دونوں کے نیمچے تھے کہ چلتی تھی ذوالفقار
شانہ کٹا کسی نے جو روکا سپر پہ وار — گنتی تھی زخمیوں کی نہ کشتوں کا تھا شمار
اتنے سوار قتل کیے تھوڑی دیر میں — دونوں کے گھوڑے چھپ گئے لاشوں کے ڈھیر میں

۳۹
وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ وہ گوری کلائیاں — آفت کی پھرتیاں تھیں غضب کی صفائیاں
ڈر ڈر کے کاٹتے تھے کماں کش کنائیاں — فوجوں میں تھیں نبی و علی کی دہائیاں
شوکت ہوہو تھی جنابِ امیر کی — طاقت دکھا دی شیروں نے زینب کے شیر کی

جنگ حضرت قاسمؑ

۴۰
جب خیمۂ حسین سے نکلا حسن کا لال — دیکھا کہ در پہ روتے ہیں سرور بصد ملال
بس گر پڑا قدم پہ یہ کہہ کر وہ خوش خصال — دشتِ رضا ہے حربِ تجھے بہرِ ذوالجلال
چلائی ماں کہ سبطِ پیمبر نہ روکیو — شبر نے دی صدا کہ برادر نہ روکیو

لپٹا کے اُسکو چھاتی سے بولے شہِ امم　　پیارے تمھارا داغ بھی دل پر سہین گے ہم
یہ پیش و پس ہی منزلِ ہستی مین کوئی دم　　تم آگے چند گام تو ہم پیچھے دو قدم
کچھ غم نہین جو راہ ہی خنجر کی دھار پر
ہر دم خدا کا فضل ہی اِس خاکسار پر

پہنچا جو رزم گاہ مین وہ غیرتِ قمر　　نیزہ پکڑ کے گھوڑے کو پھیرا اِدھر اُدھر
بولے عدو یہ کوئی فرشتہ ہی یا بشر　　خورشیدِ خاوری کی بھی تو خیرہ ہی نظر
اللہ رے چمک رُخِ پُر آب و تاب کی
سہرہ بنا ہوا ہی کرن آفتاب کی

ناگہ رجز یہ پڑھنے لگے قاسمِ جری　　عالم مین کون ہے جو کرے ہم سے ہمسری
ہم حیدری ہین ہم مین ہی زورِ غضنفری　　ہم سے ہی اوجِ پایۂ اورنگِ صفدری
شہرہ ہی حرب و ضربِ شہ خاص و عام کا
سکہ ہی شش جہت مین ہمارے ہی نام کا

ناگاہ فوجِ شام سے تیرِ ستم چلے　　تیر و سنان و نیزہ و خنجر بہم چلے
قاسم بھی یان سے کھینچ کے تیغِ دو دم چلے　　اعدا پہ چھیڑ کر فرسِ خوش قدم چلے
پیدل تو اُس قطار کے تھے کس شمار مین
دو دو سوار کٹ گئے ایک ایک وار مین

کہا ابن سعدِ شوم کو اُس دم بہت ہراس　　غرقِ سلاح، ارزقِ شامی کھڑا تھا پاس
اُس سے کہا کہ فوج نہایت ہی بے حواس　　تو جا کے لڑ تو قتل ہو شاید یہ حق شناس
رُکتا ہی برچھیون سے نہ دامِ کمند سے
جلدی سنان پہ اِسکو اُٹھا لے سمند سے

لکھا ہی چار تھے پسرِ ارزقِ پلید　　دشمن تو آلِ پاک کے، شیطان کے مُرید
بولا یہ اُنکو دیکھ کے وہ پیرِ و یزید　　ہان جا کے اِس یتیم کو جلدی کرو شہید
رُلواؤ قبر مین حسنؑ لِ ملول کو
بیوہ بناؤ دخترِ سبطِ رسول کو

نکلا یہ بات سُنتے ہی اُنمین سے ایک پل　　۸۸　　پیچھے چلی شریر کے ہنستی ہوئی اجل
نعرہ کیا یہ غیظ سے موذی نے کھا کے بل　　ہان اے حسن کے لال خبردار ہو سنبھل
کام آئے کچھ تو نامِ شہِ ذوالفقار لے
بستی پہ ہو کوئی تو مدد کو پکار لے

٤٨
قاسم یہ نعرہ زن ہوئے چمکا کے راہوار | امداد، وقت جنگ ہے شیروں کو ناگوار
کافی ہے بس ہمیں سپر حفظ کردگار | او خیرہ سر! اجل تری گردن پہ ہے سوار
دشمن کو اپنے ضرب طمانچہ قضا کا ہے | آ کوئی وار کر جو ارادہ وغا کا ہے

٤٩
یہ سنتے ہی کمان کو اٹھا کر بڑھا شریر | چلّے میں تین بھال کا جوڑا شقی نے تیر
تھا بسکہ تیز دست حسن کا مہ منیر | بجلی سی آ کے کوند گئی شمشیر بے نظیر
یوں قطع انگلیاں ہوئیں اس تیرہ بخت کی | جیسے کوئی قلم کرے شاخیں درخت کی

٥٠
اک ہاتھ میں جو کٹ کے گرا دست نابکار | بولے کمر میں رکھ کے وہ شمشیر آبدار
اب دیکھ میرے تیر کا توڑ او خطا شعار | پکڑا کمان کے قبضے کو یہ کہہ کے استوار
چلّہ جب کھینچنے لگے سرکش کو تاک کے | رستم کی روح چھپ گئی تودے میں خاک کے

٥١
چٹکی سے چھوٹ کر جو چلا تیر بے امان | قربان تیرے ہاتھ کے، چلائی یہ کمان
بچتی ہے کب خدنگ اجل سے کسی کی جان؟ | نکلا وہ تیر توڑ کے سینہ کے استخوان
اک دم میں دی شکست خطا کو ثواب نے | غل تھا قفس کی تیلیاں توڑیں عقاب نے

٥٢
مرکب سے گر کے مر گیا جب وہ عدوے دیں | نکلا ادھر سے بھر کے پسر شاسنے لعین
نیزے کو تولتا ہوا مغرور و خشمگیں | ابرو پہ بل، نگاہ میں قہر اور جبیں پہ چین
ہمراہ اسکے تیغ بکف سو سوار تھے | اور اس طرف مدد کو شہ ذوالفقار تھے

٥٣
نیزے کا وار کرنے لگا جب وہ خود پسند | بجلی سا کوندنے لگا دولھا کا بھی سمند
نیزہ اڑا کے نیزے سے یہ کی صدا بلند | کیوں تو نے دیکھے نیزۂ مشکل کشا کے بند

٥٤
یہ سن کے اسنے ڈھال کو چہرے پہ گو لیا ٨٩ | بجلی کو بے حیا کی سناں میں پرو لیا
بیکار کور ہو کے ہوا جب وہ خیرہ سر ٩٠ | پٹکے میں ہاتھ ڈال کے پٹکا زمین پر
آواز دی زمیں نے کہ فی النار و السقر | جا تو بھی ہے برادر عیسیٰ ترا جدھر
جز موت کچھ شقی کو نہ اس دم نظر پڑا | آنکھیں کھلیں تو قعر جہنم نظر پڑا

جھپٹا برادرِ سوم اُس کا بکرّ و فر | تانے ہوئے وہ گرزِ گران سر کہ الحذر
یاں بہرِ حفظ دستِ یداللّٰہی سپر | تیغِ دودم کو شیر نے تولا بچا کے سر
یوں دو کیا عمودِ سرِ نابکار کو | جس طرح تیغ تیز اُڑا دے غبار کو

۵۵
مرتے ہی اُسکے فوج سے چوتھا لعیں بڑھا | ۹۱ قاسم پکارے اویلِ خود سر کدھر بڑھا؟
سُنتے ہی یہ، وہ تیغِ دو دم کھینچ کر بڑھا | جھنجھلا کے مجتبیٰ کا بھی لختِ جگر بڑھا
لڑتا وہ کیا کہ تیرِ اجل کا نشانہ تھا | اک ہاتھ میں نہ سر تھا نہ بازو نہ شانہ تھا

۵۶
بیجان ہوئے نبرد میں بیٹے جو اُسکے چار | ارزق کا دل ہوا صفتِ لالہ داغدار
جوشِ غضب سے سُرخ ہوئیں چشمِ نابکار | مثلِ تنور مُنہ سے نکلنے لگا بخار
جیبِ قبا کو مثلِ کفن پھاڑتا ہوا | ۹۲ نکلا پرے سے دیو سا چنگھاڑتا ہوا

۵۷
فوجیں ادھر دعا کی بڑھیں سوئے آسمان | بل کھا کے اُس طرف یہ پکارا وہ بدزبان
رستم بھی ہو تو کھینچ نہیں سکتی مری کمان | جوشن کو توڑتا ہے مرا تیر بے امان
ہو اُسکی فتح ساتھ ہوئیں جسکے بیس کے | سُرمہ کیا ہے دیو کو چکّی میں پیس کے

۵۸
قاسم نے دی صدا کہ لب اب کر زبان کو بند | اللہ کو غرور و تکبر ہے ناپسند
حق نے فروتنی سے کیا ہم کو سربلند | نیزے کا بند باندھ کوئی چھیڑ کو سمند
دیکھیں بلند کون ہے اور پست کون ہے | کھُل جائیگا ابھی کہ زبردست کون ہے

۵۹
آگے ہمارے دعوئے جرأت حیدر کی شان | ۹۳ گُدّی سے کھینچ لوں ابھی بڑھ کر تری زبان
مغرور اسپہ ہے کہ میں لڑکا ہوں نوجوان | ایسے سیانے سے کہ اسکا بھی ہو جائے امتحان
ہیں شیرِ شیرِ خدا جنابِ امیر کے | چھوٹے سے بچّے پھاڑتے ہیں اژدر کو چیر کے

۶۰
قائل کیا جو صحبتِ ناطق کے لال نے | ۹۴ تر کر دیا اُسے عرقِ انفعال نے
برچھا اُٹھایا ہاتھ میں اُس بدخصال نے | چھیڑا فرس کو قاسمِ یوسف جمال نے
تکنے لگے صفوں سے جواں سب اُٹھائے سر | تھا پاس ناگوار قریب آ کھڑے ہوئے

۷۲
قاسم نے عرض کی کہ بہت دھوپ ہے حضور — رہیے چچا کے پاس یہ تکلیف کیا ضرور
فرمایا صدقے میں تری ہمت کے ای غیور — دشمن کو پاس آنے نہ دو ہم کھڑے ہیں دور
ہشیار جانِ عم کہ دمِ کار زار ہے — جاتا ہے اب کہاں یہ تمھارا شکار ہے

۷۳
کیوں تیغ تول تول کے بڑھتے ہو بار بار — بیٹا سپر تو ہاتھ میں لے لو چچا نثار
صدقے ترے حواس کے ای بیٹے شہسوار — ہاں دونوں پاؤں رکھیو رکابوں میں استوار
آنے دو اسکو تیغ ابھی دم بھر تھمی رہے — گھوڑا انہ بد مزاج ہے ڈپٹی بھی رہے

۷۴
فارس ہے تمسا کون تہِ چرخِ چنبری — دکھلا رہے ہو صاحبِ دلدل کی رہبری
صدقے میں ای نہنگِ محیطِ دلاوری — دکھلا دے ضربِ تیغِ جہانگیرِ حیدری
اژدر پہ چل ہے آنکھوں سے آنکھیں لڑی رہیں — بھاری زرہ وہ پہنے ہے جس میں کڑی لڑی ہیں

۷۵
نیزہ ہلا کے جانبِ قاسم بڑھا وہ یل — ۹۵ دولہا نے شکل اسکی صدا دی سنبھل سنبھل
گھوڑا نہ گر پڑے ترے لنگر سے منہ کے بل — تو ہے فرس پہ اور تری گردن پہ ہے اجل
ضیغم ہیں جنبشِ اسدِ ذوالجلال کے — کیجیو سناں کے وار ذرا دیکھ بھال کے

۷۶
یہ کہہ کے اپنے چھوٹے سے نیزے کو دی تکان — چمکی انی تو برق پکاری کہ الاماں
اک بند باندھ کر جو فرس سے کہا کہ ہاں — ڈانڈ آئی ڈانڈ پہ تو سناں سے لڑی سناں
بل کیا کرے کہ زور ہی موذی کا گھٹ گیا — غل تھا کہ اژدہا سے وہ افعی لپٹ گیا

۷۷
قاسم نے زور سے جو انی پر رکھی انی — بھاگا شقی سمٹ کے جسم سے زور ستنی
پکڑا جو ڈھنگ جان پہ ظالم کے آبنی — تھی اس سناں کی نوک کہ ہیرے کی تھی کنی
اُڑ کر گری زمیں پہ سناں اس کمان سے — گرتا ہے جیسے تیر شہاب آسمان سے

۷۸
جھنجلا کے جب سپر نیزہ کو لایا وہ فرق پر — قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا بچا کے سر
دو انگلیوں میں نیزہ دشمن کو تھام کر — جھٹکا دیا کہ جھک گئی گھوڑے کی بھی کمر
نیزہ بھی دب کے ٹوٹ گیا نابکار کا — دو انگلیوں سے کام لیا ذوالفقار کا

سنبھلا وہ بے شعور یہ چھکا اٹھا کے جب | قبضے میں لی کمان کیانی بصد غضب
چلّے میں تیر جوڑ چکا جب وہ بے ادب | تیوری چڑھائی قاسم نوشاہ نے بھی تب
تیر نگاہ سے وہ دغا کار ڈر گیا ۹۶ کانپے یہ دونوں ہاتھ کہ چلّہ اتر گیا

بولے یہ مسکرا کے جگر گوشۂ حسن | رخ پھیر لو نہ او ستم ایجاد پیلتن
چلّا کے بڑھ کے حضرت عباس صف شکن | کیا خوب تجھکو یاد ہیں تیر افگنی کے فن
دیکھا ہمارے شیر کی چتون کی شان کو | دعویٰ ہی ہے کچھ ابھی تو چڑھا لے کمان کو

دو سمت سے چلے جو ملامت کے اسپہ تیر | چلایا تیغ تیز علم کر کے وہ شریر
ہاں اے حسن کے لعل بدخشاں بارہ بگیر | نکلے چمک کے یاں سے بھی تیغ قضا کے تیر
چمکا کے تیغ تیز جو قاسم سنبھل گئے | سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے

مانند شیر غیظ میں آیا وہ پیل تن ۹۷ آنکھیں ابل پڑیں صفت آہوے ختن
مارے زمیں پہ ٹاپ کہ لرزا تمام تن | چلّائے سب کہ گھوڑے سے بھی لو چڑھا ہے جن
میخیں زمیں کی اسکی لگا پے سے ہل گئیں | دونوں کنوتیاں بھی کھڑی ہو کے مل گئیں

چھل بل دکھائی فوج کو، دوڑا، کھنچا، اڑا ۹۸ صورت بنائی، جست کی، سمٹا، جما، اڑا
دیکھی زمیں کبھی، کبھی سوئے سما اڑا | مثل سمند باد سحر اتنا اڑا
جن تھا، پری تھا، سحر تھا، آہو شکار تھا | گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا

دونوں طرف سے چلنے لگے وار ایک بار ایک | دو بجلیاں دکھانے لگیں ایک جا چمک
تکنے لگے فلک کے دریچوں سے سب ملک | اک زلزلہ تھا اوج ثریا سے تا سمک
چہرے پہ آفتاب کے مقتل کی گرد تھی ۹۹ یہ خوف تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد تھی

لایا جو حرف سخت زبان پر وہ بدخصال | جھپٹا مثال شیر درندہ حسن کا لعل
گھوڑے سے لب ملا دیا گھوڑا بصد جلال | اتنے بڑھے کہ لڑ گئی اسکی سپر سے ڈھال
ادھر ٹھکی کہ ہوش اڑ گئے خود پسند کے ۱۰۰ گھوڑے نے پاؤں رکھ دیے سر پر سمند کے

عباسِ نامدار نے پہلو سے دی صدا — ہاں اب نہ جانے دیجیو احسانت مرحبا
دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا — سنتے ہی یہ، فرس سے فرس کو کیا جدا
گھوڑا بھی اس طرف کو اُدھر ہٹ کے پھر پڑا — ۱۰۱ مارا کمر پہ ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

عباسِ نامدار تو ہنستے چلے اُدھر — یعنی خوشی کی جا ہے کہ شہِ دین کو دون خبر
اس غمکدے میں دہر کے شادی کہاں مگر — یاں اس بنے پہ لوٹ پڑے ہے لاکھ اہلِ شر
لاکھوں سے لڑ کے پیاس میں مجبور ہو گئے — حربے ہزار ہا جو چلے چور ہو گئے

کیونکر تمام فوج سے اک تشنہ لب لڑے — اک اک لڑا نہ آہ، بہم ہو کے سب لڑے
کھا کھا کے زخم مثلِ اسیرِ عرب لڑے — جا بجا زیانِ ستم کی دکھائیں غضب لڑے
جلوہ میانِ تشنہ دہانی دکھا دیا — بچپن میں لڑ کے زورِ جوانی دکھا دیا

کاٹے رسالے تیغ سے کارِ قلم لیا — دستِ یمین نے جنگ میں آرام کم لیا
پھر دستِ چپ میں تیغ و سپر کو بہم لیا — تیورا کے سنبھلے منہ سے لہو ڈالا دم لیا
یاں بند ہو کے آنکھ کھلی جتنی دیر میں — سو تیر دل کو توڑ گئے اتنی دیر میں

کس حسن سے حسن کا جوانِ حسین لڑا — گھر گھر کے صورتِ اسدِ خشمگین لڑا
دو دن کی بھوک پیاس میں وہ مہ جبین لڑا — سہرا الٹ کے یوں کوئی دولہا نہیں لڑا
حملے دکھا دیے اسدِ کردگار کے — مقتل میں سو گئے ازرقِ شامی کو مار کے

جنگ حضرت عباسؑ

جاتا ہے شیرِ بیشۂ حیدر فرات پر — طاری ہے خوفِ مرگ ہر اک ذی حیات پر
صدمہ عجب ہے بادشہِ کائنات پر — آنکھوں سے اشک بہ رہے ہیں بات بات پر
سمجھتا ہے وہ جو قلبِ علی کا چراغ ہے — بے حال ہیں سمجھتے ہیں کہ بھائی کا داغ ہے

حضرت اُدھر کھڑے ہیں کھلے سر ہوئے کمر — عباس بیبیوں سے ہیں رخصت طلب اِدھر
لائی ہے سوکھی مشک سکینہ بچشمِ تر — فرماتے ہیں بھتیجی کا منہ چوم چوم کر

پہلے تھا ذکر آب تسلی کے واسطے | اب جا کے پانی لاتے ہیں بچی کے واسطے

کہتی ہیں خشک ہونٹ دکھا کر وہ لالہ فام | اے عمو جان مجھ میں نہیں طاقت کلام
اصغر کو لے کے ہاتھوں پہ بانوی نیک نام | فرماتی ہیں کہ مرتا ہے یہ بے پر تشنہ کام
دکھلاؤ اسکا حال شہ نامدار کو | ہچکی لگی ہوئی ہے مرے شیرخوار کو

لو اب سوار ہوتے ہیں عباس نامور | لو دامن قبا نے لیا بوسۂ کمر
لو ہٹ کے ہاتھ آپ نے رکھا عیال پر | لو آفتاب خانۂ زین پہ ہے جلوہ گر
برچھا لیا سمند کو زانو میں داب کے | لو وہ ہلال بن گئے حلقے رکاب کے

بس چھٹنے میں صرف ہاں جو دم بھی نکل گیا ۱۰۲ | وحشی غزال دشت ختن سے نکل گیا
لشکر گلوں کی بو کا چمن سے نکل گیا | جھونکا نسیم کا تھا کہ سن سے نکل گیا
طاؤس کیا کہ برق بھی شرما کے رہ گئی | پیچھے سموں کی گرد نظر آ کے رہ گئی

گھوڑا اڑا کہ ہو گئی سرعت ہوا کی گرد | بوئے چمن تھی یا قدم بادپا کی گرد
جا پہنچی تا بہ فرق ثریا ثریٰ کی گرد | اڑ کر سر فلک پہ گئی کربلا کی گرد
خورشید کی ضیا تھی سمند کے نشان پہ ۱۰۳ | نخوت سے تھا زمین کا دماغ آسمان پہ

نیزہ زمین میں گاڑ کے گونجا جو شیر نر | چہروں سے رنگ اڑ گئے تھرا گئے جگر
نکلے رجز میں خشک زبان سے وہ شعر تر | جسکے جواب میں فصحا نے جھکا لئے سر
غل تھا زبان ناطقہ الکن ہی لال ہے | لاریب فیہ مصحف ناطق کا لال ہے

نعرہ یہ تھا کہ گوہر برج شرف ہوں میں | فرزند صاحب شرف من عرف ہوں میں
فخر سلف جو شاہ ہے اسکا خلف ہوں میں | اللہ و پنجتن ہیں جدھر اس طرف ہوں میں
رایت سپہ شہ میں ہے جن کی سپاہ کا | پیرو ہوں بادشاہ ہدایت پناہ کا

یوں تو ہیں تین روز سے بے آب و دانہ سب | لیکن قریب مرگ ہیں دو طفل تشنہ لب
کیوں آل کو ستاتے ہو بے جرم و بے سبب | کچھ مصطفےٰ کا پاس نہیں تم کو ہے غضب

اب ہاتھ دستیاب نہیں منھ چھپانے کو ۱۰۶ ہاں پاؤں رہ گئے ہیں فقط بھاگ جانے کو
جب شیر سے ترائی کی جانب جھپٹ گئے صف آئی صف پہ گھوڑے پہ گھوڑے الٹ گئے
اب کیا بڑھیں کہ ڈر سے لہو تن کے گھٹ گئے جنکے قدم جمے رہے سر انکے کٹ گئے
حملون کے بعد تھمتے تھے یون نعرہ مار کے ۱۰۷ انگڑائی شیر لیتا ہے جیسے ڈکار کے

ہر شئی تھی خوفِ ضربتِ شمشیر سے جدا ناوک کمان سے دور پیکان تیر سے جدا
پیر حزین جوان سے، جوان پیر سے جدا چلّے سمٹ کے ہوتے تھے زہ گیر سے جدا
سارے عقابِ تیر غم سے بے پری میں تھے پیکان میں نہ سر ہی تھی، نہ پیکان سر میں تھے

رکتی تھی خود پہ نہ جھلم پہ نہ ڈھال پر حیرت تھی فوجِ شام کو اس چال ڈھال پر
بالا تھا راستی میں قد اسکا ہلال پر جوہر فروتنی کے بھی تھے اس کمال پر
جھنک یہ دمبدم تھی کہ سرکش ذلیل ہیں چلتے ہیں جھک کے وہ جو نجیب و اصیل ہیں

آئے جو سوئے نہر صفیں موڑ توڑ کے بھاگے کمان ہاتھ تیر عدو جوڑ جوڑ کے
تلواریں پھینکیں خاک پہ، دم توڑ توڑ کے بھاگے وفا میں گھاٹ کو سب چھوڑ چھوڑ کے
وہ برچھیاں نہ پھر نہ وہ شورِ مصاف تھا جس مورچے پہ تیغ اٹھائی وہ صاف تھا

وہ رہ گئے کہ زخموں سے جو چور چور تھے جب تک قریب نہر وہ سب دور دور تھے
غازی تھے صف شکن تھے جری تھے غیور تھے دریا پہ اور کوئی نہ تھا بس حضور تھے
غل تھا کہ اب بچیں گے نہ ہم اس لڑائی میں بھاگو کہ شیر گونج رہا ہے ترائی میں

ڈالا میانِ نہر جو اسپِ صبا شتاب ۱۰۸ آنکھیں قدم سے ملنے لگے دوڑ کر حباب
موجیں بڑھیں برائے قدمبوسیِ جناب ۱۰۹ اچھلیں علم کے چومنے کو ماہیانِ آب
لہروں کی جھلیاں جو برابر چمکتی تھیں کھلتی تھیں اور حباب کی آنکھیں جھپکتی تھیں

دریا سے مشک بھر کے جو نکلا وہ تشنہ کام پھر گھاٹ پر گھٹا کی طرح آئی فوجِ شام
تنہا یہ بیوطن پہ ہوا لشکر کا ہجومِ عام پھر ہر طرف سے چلنے لگے نیزہ و حسام

اک شور تھا کہ بڑھنے نہ دو اس دلیر کو — کشتہ کرو لڑائی میں حیدر کے شیر کو

۱۱۲
گھوڑا کہیں گھرا کہیں اُڑ کر نکل گیا — جو ڈر کے گر پڑا وہ سُموں سے کچل گیا
نعروں سے مر گیا کوئی کوئی دہل گیا — صف بچھ گئی اُدھر کہ جدھر وار چل گیا
مشکیزہ لیکے لاکھوں سے کب تک وغا کریں — کیوں اے بہادرو کہو عباس کیا کریں؟

۱۱۳
برسے جو دس ہزار کمانوں سے تیر کین — غربال ہو گیا تنِ عباسِ مہ جبین
وار اپنا کر گیا جو برابر سے اک لعین — بالا سے خاک کٹ کے گرا بازوے یمین
مُڑ کر نگاہ کی کہ الٰہی یہ کیا ہوا — اک ہاتھ رہ گیا تھا سو وہ بھی جدا ہوا

۱۱۴
ٹھنڈا جو ہو گیا علمِ شاہِ دین پناہ — عباسِ نامور نے بھری دل سے ایک آہ
دانتوں سے پکڑی مشک کہ محنت نہ ہو تباہ — مشکیزے پر بھی تیر لگا وا مصیبتا
گھوڑے سے ڈگمگا کے بصد بیکسی گرے — پانی کے ساتھ حضرتِ عباس گر پڑے

۱۱۵
اُٹھ بیٹھے گر کے حضرتِ عباسِ ذی حشم — گھٹنے کے نیچے مشک تھی زانو پہ تھا علم
جھک کر زمیں پہ غش میں جو سنبھلا وہ باکرم — گرزِ گراں عقب سے پڑا سر پہ ہے ستم
ٹکڑے ہوا جگر اسدِ ذوالجلال کا — سر پاش پاش ہو گیا حیدر کے لال کا

جنگ حضرت علی اکبر

۱۱۶
لڑنے کو اس طرف سے عدو سب کے سب بڑھے — تنہا اِدھر سے اکبرِ عالی نسب بڑھے
چومے قدم نسیم نے جھک کے یہ جب بڑھے — گویا پئے جہاد امیرِ عرب بڑھے
دہشت سے فوجِ شام کی بدلی سمٹ گئی — قدرت خدا کی دن چڑھا رات گھٹ گئی

۱۱۷
ڈھالوں کو رکھ کے چہروں پہ گر گر پڑے حسود — گو تھے کئی ہزار پہ کیا اُنکی ہست و بود؟
تھرا گیا تمام جنودِ سقر ورود — نورِ خدا کے سامنے ظلمت کی کیا نمود
عبرت سپاہِ شام پہ وہ چند ہو گئی — باجوں کی فوجِ کین کی صدا بند ہو گئی

۱۱۸
آمد تھی تیغ کی کہ اجل کا پیام تھا — یہ صف اخیر تھی وہ رسالہ تمام تھا

سرہنگ و پُر غرور و سیہ قالب و نحس و شوم | لشکر سے جس کے ہل گئی مقتل کی مرز و بوم
مرحب تھا کفر و شرک میں طاقت میں دیو تھا | گھوڑے پہ تھا شقی کہ پہاڑی پہ دیو تھا

ڈوبی گرہ میں نیزۂ ظالم کے جب سنان | گھوڑا اُڑا کے ہاتھ کو اکبر نے دی تکان
اللہ رے زور اُکھڑ گیا گھوڑے سے پہلوان | وحشت شقی سے چھوٹ گئی ڈانڈ ناگہاں
نیزے کے ساتھ شور اُٹھا اُس گروہ سے ۱۱۴ لو اژدہے کو لے گیا سیمرغ کوہ سے

ظالم نے ڈھال دوش سے لی اور کمر سے تیغ | بدلا تھا اُس نے ٹھاٹھ کہ چمکی اِدھر سے تیغ
دو چار بار ڈوب کے نکلی سپر سے تیغ | چلنے میں گھٹتی بڑھتی تھی کس کس ہنر سے تیغ
مضطر تھا اپنی زیست سے دشمن کو یاس تھی | جب ہاتھ اُٹھ گیا یہ کلائی کے پاس تھی

چمکی سپر کے پاس کبھی برق کی مثال | شانے پہ آئی سینے پہ لی جب شقی نے ڈھال
سر کو بچا کے کاٹ گئی وہ زرہ کی جال | چوٹیں کڑی کڑی تھیں کہ مضطر تھا بد خصال
روکے کسے جواب نہ دے کدھر پھرے ۱۱۵ بجلی کے ساتھ ساتھ کہاں تک سپر پھرے

شمشیرِ تیز سن سے جو آئی جھپک گیا | ضربت بچی کی تو ہاتھ شقی کا بہک گیا
جل کر کبھی بڑھا کبھی پیچھے سرک گیا | شعلہ تھا آگ کا کہ بجھا اور بھڑک گیا
ناری ہے نورِ حق سے کہاں بچ کے جائیگا | اک دم میں تیغ تیز کا پانی بجھا دیگا

چمکی جو تیغ ڈھال وہ لایا قریبِ سر | اک برق سی گری کہ دو پارہ ہوئی سپر
مغفر سے سر میں تھی سر و گردن سے صدر پر | سینے میں جب بڑھی تو ہوا تب وہ جسم پر
سب نشۂ غرور جوانی اُتر گیا ۱۱۶ تلوار تھی کہ حلق سے پانی اُتر گیا

نکلا پرے سے ایک جفا کار و کینہ خواہ | تھا کینہ میں خلیفۂ شیطان وہ رو سیاہ
چلایا دیکھ کر طرفِ بارگاہِ شاہ | آفت ہے یا لٹنے کی صحبت بھی آہ آہ
اس نوجوان کے جگر میں آخر نکل پڑی | لوگو سے بنتِ فاطمہ زہرا نکل پڑی

تھا عشق سے بچوں کے تو واقف وہ لاکلام | گھبرا گیا حسینؑ کا فقرہ زنانہ تمام

گردن پھرا کے جانبِ نظر کی سوئے خیام | شبہ پھیرتا تھا آہ، کہ تھا موت کا پیام
برچھی کسی کے سینۂ انور پہ چل گئی | دل اور جگر کو توڑ کے باہر نکل گئی

۱۳۳
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا تھام کر جگر | فرمایا آہ ہمکو وغا کی نہ تھی خبر
سب ہوگئے وہ دستِ بلوریں لہو میں تر | رہوار سے لپٹ گئے ہرنی پہ رکھ کے سر
جز بیکسی نہ تھا کوئی اُس ماہرو کے ساتھ | ٹکڑے کبد کے زخم سے نکلے لہو کے ساتھ

۱۳۴
نکلی ادھر تو جسم سے اکبر کی جانِ زار | یاں بیبیاں ہوئیں درِ خیمہ پہ بے قرار
فضہ پکاری ڈیوڑھی پہ بڑھ کر یہ ایک بار | اکبر پہ کیا گزر گئی اے شاہِ نامدار؟
چھریاں غم والم کی کلیجے پہ چلتی ہیں | جلد آئیے کہ حضرتِ زینب نکلتی ہیں

جنگ حضرت امام حسینؑ

(شدتِ گرما)

۱۳۵
لو چل رہی تھی رن میں کہ اللہ کی پناہ | ڈھالوں کے رنگ ہو گئے تھے دھوپ میں سیاہ
برچھی کے پھل پہ ہوتا تھا شعلے کا اشتباہ | گلخن بنی ہوئی تھی ہر اک آہنی کلاہ
گویا کہ قوس میں تھا گزر آفتاب کا | عالم تھا ہر خدنگ پہ تیرِ شہاب کا

۱۳۶
گرمی کا روزِ جنگ کی کیونکر کروں بیاں | ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لوں کہ الحذر وہ حرارت کہ الاماں | رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر | گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

۱۳۷
جھیلوں سے چارپائے نہ اُٹھتے تھے تا بہ شام | مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلے تھے تو چیتے سیاہ فام | پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ موم خام
سرخی اُڑی تھی پھولوں سے، سبزی گیاہ سے | ۱۱۷ پانی کنوؤں میں اُترا تھا پینے کی چاہ سے

۱۳۸
آبِ رواں سے منہ نہ اُٹھاتے تھے جانور | جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر ادھر اُدھر
مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر | ۱۱۸ خس خانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر

۱۳۹ گر چشم سے نکل کے ٹھہر جائے راہ میں ۱۱۹ پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں

شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے | آہو نہ منھ نکالتے تھے سبزہ زار سے

آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے | گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے

گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمیں پر ۱۲۰ بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمیں پر

۱۴۱ گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گمان | انگارہ تھے حباب تو پانی شرر فشان

منھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زبان | تہ پر تھے سب نہنگ مگر تھی لبوں پہ جان

پانی تھا آگ، گرمیِ روزِ حساب تھی ۱۲۱ ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی

(آمد)

۱۴۱ جب رن میں آمد آمدِ سلطانِ دیں ہوئی | نورِ خدا کے نور سے روشن زمیں ہوئی

آمادہ نبردِ سپاہِ لعیں ہوئی | روحِ جنابِ فاطمہؑ اندوہگیں ہوئی

تیغیں کھنچی نیاموں سے خنجر نکل پڑے | شیرِ خدا مزار سے باہر نکل پڑے

۱۴۲ آفت میں مبتلا ہوں اسیرِ محن بھی ہوں | فاقہ بھی تین دن کا ہے تشنہ دہن بھی ہوں

بیکس بھی ہوں ضعیف بھی ہوں خستہ تن بھی ہوں | سید بھی ہوں غریب بھی ہوں بے وطن بھی ہوں

ناحق پڑے ہو تیر کمانوں میں جوڑ کے | کیا ہاتھ آئے گا مرے بازو کو توڑ کے

۱۴۳ میرا ہے اب یہ حال کہ زخموں سے چور ہوں | جنگل میں موت آئی ہے بستی سے دور ہوں

اک خاکسار بندۂ ربِ غفور ہوں | عالم ہے اسکی ذات کہ میں بے قصور ہوں

کہنے میں بات آتی ہے یہ کچھ گلا نہیں ۱۲۲ دن تیسرا ہے آج کہ پانی ملا نہیں

۱۴۴ نعرہ یہ تھا کہ دلبرِ مشکل کشا ہوں میں | جوہر کشائے تیغِ شہِ لافتا ہوں میں

شمس الضحیٰ علیؑ ہیں تو بدر الدجیٰ ہوں میں | قرآن گواہ ہے کہ زبانِ خدا ہوں میں

کس آیۂ کریم میں ذکرِ علی نہیں | قرآں میں کیا خفی ہے کہ ہم پر جلی نہیں

۱۴۵ سمجھا ہے مجھکو حق نے شہِ لافتا کا زر | اس دستِ مہر نقش میں ہے دستِ خدا کا زر

ہے انگلیوں کے منہ میں خیبر کشا کا زور — پانی ہے پیر سے زور کے آگے ہوا کا زور
الٹوں فلک کو یوں جو ہو قصد انقلاب کا ۱۴۳ جس طرح ٹوٹ جاتا ہے ساغر حباب کا

۱۴۶
آگے بڑھوں جو تیر کو چلّے میں جوڑ کے — بھاگیں خطا شعار کمانوں کو چھوڑ کے
بیکار کردوں شیر کا پنجہ مروڑ کے — پھینکوں زمیں پہ در خیبر کو توڑ کے
الٹوں طبق زمیں کے یوں جھک کے زین سے ۱۴۴ جس طرح جھاڑ دیتے ہیں گرد آستین سے

(اسپ)

۱۴۷
آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جس طرح — کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح
تابندہ برق سوے سحاب آئے جس طرح — دوڑا فرس، نشیب میں آب آئے جس طرح
یوں تیغ تیز کوند گئی اس گروہ پر — بجلی تڑپ کے گرتی ہے جس طرح کوہ پر

۱۴۸
صرصر سے تند، بو سے سبک رو، ہوا سے تیز — چالاک فہم و فکر سے، ذہن رسا سے تیز
طاؤس و کبک و نسر و عقاب و ہما سے تیز — خانے میں اڑ کے طائر شہپر صبا سے تیز
ذیجاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا — رہوار کیا ہوا پہ سلیماں کا تخت تھا

۱۴۹
سمٹا، جما، اڑا، ادھر آیا، ادھر گیا — چمکا، پھرا، اچھال دکھایا، ٹھہر گیا
تیروں سے اڑ کے برچھیوں پہ بے خطر گیا — برہم کیا صفوں کو پرے سے گزر گیا
گھوڑے کا تن بھی ٹاپ سے اس کے فگار تھا — ضربت تھی نعل کی کہ سروہی کا وار تھا

۱۵۰
سینہ کشادہ، تنگ کمر، چست، جوڑ بند — گردن میں خم ہلال کا اور اسپ سربلند
جاں دار، بردبار، عدو کش، ظفر پسند — بجلی کسی جگہ کہیں آہو کہیں پرند
سرعت ہے ابر کی تو لطافت ہوا کی ہے ۱۴۵ اتنے ہنر فرس میں یہ قدرت خدا کی ہے

۱۵۱
پھرتا تھا کیا صفوں میں فرس جھوم جھوم کے — سرعت بلا کی لیتی تھی منہ چوم چوم کے
پامال تھے پرے سپہ شام و روم کے — غل تھا یہ غول میں پسر سعد شوم کے
رخش ایسا کوئی رستم میں نہ تھا جم میں نہیں — پیدا جو شان اس کی ایام میں نہیں

۱۵۲
ہلچل وہ اُن صفوں کی وہ گھوڑے کی جست و خیز — تھا ترک و تاز میں کہیں صرصر سے تند و تیز
صد شکر گُندھے ایال پہ گیسوئے مشک بیز — گرد آوری میں ابر تو بجلی دمِ ستیز
زیرِ قدم کے فیض سے تارے چمک گئے — ۱۲۶ جب نعلیاں اُٹھیں تو ستارے چمک گئے

۱۵۳
جرأت میں رشکِ شیر تو ہیکل میں پیلتن — لڑائی کے وقت کبکِ دری جست میں ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابرِ قطرہ زن — بن ٹھن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا — دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

۱۵۴
آنکھیں وہ جنکو دیکھ کے حیراں رہیں غزال — گردن وہ جسکے شرم سے ہو سرنگوں ہلال
آہو کی جست شیر کی چتون پری کی چال — دل اُسکے دست و پائے حنائی سے پائمال
ہر نعل پا کا حسن پہ تھا اُس جلوس میں — ۱۲۷ آئینہ جس طرح سے ہو دستِ عروس میں

(ذوالفقار)

۱۵۵
جب رَن میں تیغ تول کے سلطانِ دیں بڑھے — ۱۲۸ گیتی کے تھام لینے کو روح الامیں بڑھے
مانندِ شیرِ نر کہیں ٹھہرے کہیں بڑھے — گویا علی الٹتے ہوئے آستیں بڑھے
جلوہ دیا جری نے عروسِ مصاف کو — مشکل کشا کی تیغ نے چھوڑا غلاف کو

۱۵۶
جب سن سے فوجِ شام پہ وہ شعلہ خو چلی — بس سر کے بل صفوں میں سپاہِ عدو چلی
ٹھہری نہ ٹھہری چمکتی ہوئی چار سو چلی — آئی کس آب و تاب سے کیا سرخرو چلی
تیزی یوں ہی زبانِ سخنور میں چاہیے — پاس آبرو کا صاحبِ جوہر کو چاہیے

۱۵۷
اب دم نہ لیجیو یہ اجل اُس سے کہہ گئی — ندی لہو کی دشتِ پُر آفت میں بہہ گئی
کاٹی زرہ کڑی بھی پڑی جو وہ سہہ گئی — بھاگا کوئی شقی تو لہو پی کے رہ گئی
غصے میں مثلِ برق قہر اُسنے کم لیا — لاکھوں میں ڈھونڈھ کر اُسے مارا تو دم لیا

۱۵۸
پھل اُسکا نہ سپر پہ نہ جوشن پہ رہ گیا — جسپر پڑی اُتر کے وہ توسن پہ رہ گیا
دو ٹکڑے ہو کے سر نہ فقط تن پہ رہ گیا — خود بھی اجل گرفتہ کی گردن پہ رہ گیا

دم میں نہ وہ غرور نہ وہ خود سری رہی — مجرم وہی رہا یہ خطا سے بری رہی

۱۵۹
وقتِ وغا عصا تھی کبھی اژدہا کبھی — تلوار بنگئی وہ کبھی اور قضا کبھی
بجلی کبھی تھی ابر کبھی اور ہوا کبھی — بنتی تھی نفیِ کفر کی خاطر بلا کبھی
پھرتے تھے جب حسین پیادوں کو رول کر — کھا لیتی تھی سروں کو دہن کھول کھول کر

۱۶۰
بجلی گری کہ فوج پہ تیغِ دو سر گری — کٹ کر کسی کی تیغ کسی کی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ کبھی فرق پر گری — سر کاٹ کے ادھر سے جو اٹھی ادھر گری
زرہیں تنوں میں مثلِ کفن چاک ہوگئیں — آن میں صفیں کی صفیں خاک ہوگئیں

۱۶۱
ٹوٹی تھی جس کے فرق پہ وہ تیغ سر شگاف — ہوتا تھا سر سے مثلِ قلم تا جگر شگاف
تا سینہ کوئی اور کوئی تا کمر شگاف — چار آئینہ کسی کا کسی کی سپر شگاف
سر تھا اگر تو ہاتھ کا تن پر اثر نہ تھا — ثابت کسی کے ہاتھ اگر تھے تو سر نہ تھا

۱۶۲
اک شور تھا کہ تیغ ہے یہ یا خدا کا قہر — بہتی ہے جس کی آگ سے کوسوں لہو کی نہر
ناگن ہے یہ کہ کاٹے کی جس کے نہیں ہے لہر — اتری گلے سے چڑھ گیا سارے بدن میں زہر
زخموں سے جسم ڈر سے کلیجے فگار ہیں — جوہر نہیں ہیں تیغ میں دندانِ مار ہیں

۱۶۳
جس پر چلی وہ تیغ دو پارا کیا اسے — کھنچتے ہی پھر دو ٹکڑے دوبارا کیا اسے
واں تھی جدھر اجل نے اشارا کیا اسے — سختی بھی کچھ پڑی تو گوارا کیا اسے
نہ زین تھا فرس پہ نہ اسوار زین پر — کڑیاں زرہ کی بکھری تھیں رن کی زمین پر

۱۶۴
پس پس کے کشمکش سے کماندار مر گئے — ۱۲۹ چلے تو سب چڑھے رہے بازو اتر گئے
گوشے کٹے کمانوں کے تیر ان کے پر گئے — مقتل میں ہو سکا نہ گزارہ گزر گئے
دہشت سے ہوش اڑ گئے تھے فکر و وہم کے — سوفار کھول دیتے تھے منہ سہم سہم کے

۱۶۵
سیراب چھپتے پھرتے تھے پیاسے کی دھاک سے — چلتی تھی اب تیغِ علی لاکھ ڈھنگ سے
چمکی جو فرق پر تو نکل آئی تنگ سے — رکتی نہ تھی سپر سے نہ آہن نہ سنگ سے

خالق نے مُہر دیا تھا عجب آب و تاب کا ۱۴۰ خود اُسکے سامنے تھا پھپھولا حباب کا

۱۶۶

سہمے ہوئے تھے یوں کہ کسی کو نہ تھی خبر پیکاں کدھر ہے تیر کا سوفار ہے کدھر
مردم کی کشمکش سے کمانوں کو تھا یہ ڈر گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں زہیں پر جھکا کے سر
ترکش سے کھینچے تیر کوئی یہ جگر نہ تھا ۱۴۱ جس نے کہ سر پہ ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

۱۶۷

بجلی سی تیغ شعلہ فشاں چارسو پھری میدان میں بھاگتی ہوئی فوجِ عدو پھری
دم میں ستمگروں کا بہا کر لہو پھری سر کاٹ کر جدھر سے پھری سرخرو پھری
یہ اوجِ تیغ قدرتِ حق سے عیاں ہوا گویا ہلالِ عید شفق سے عیاں ہوا

۱۶۸

غلطاں تھے تن زمیں پہ جدا اور سر جدا زخمی اُدھر پڑے تھے جدا اور اِدھر جدا
گردن جدا تھی سینہ جدا اور کمر جدا شانے سے ہاتھ، ہاتھ سے تیغ و سپر جدا
پستی پہ جب اُچک کے بلندی سے آتی تھی گاوِ زمیں زمیں کے تلے تھرتھراتی تھی

۱۶۹

جب سن سے فوجِ کفر پہ وہ جنگجو چلی گویا سمومِ قہرِ خدا چارسو چلی
بسمل پھڑک کے رہ گئے یوں تند خو چلی ٹکڑے اُڑا کے ذبح کیا سرخرو چلی
[illegible] دم بھر میں فیصلہ یہ کرشمے قضا کے ہیں

۱۷۰

کہنی سے دونوں ہاتھ جدا اُن سے سر جدا ہر نخلِ قد کی شاخ جدا اور ثمر جدا
اس ہاتھ سے جو تیغ تو اُس سے سپر جدا بھائی سے بھائی اور پسر سے پدر جدا
وہ تہلکے بھی ہول قیامت سے کم نہ تھے ۱۴۲ کیا تفرقہ پڑا تھا کہ اعضا بہم نہ تھے

۱۷۱

اُٹھی چلی سپاہ میں آئی جدا ہوئی پنجہ جو بچ گیا تو کلائی جدا ہوئی
[illegible] کی صفائی جدا ہوئی تیری جگر میں خون میں نہائی جدا ہوئی
دم توڑتے ہی سر سے کوئی پروا ذرا نہ تھی نکلی جو تن میں سر کے پھر آشنا نہ تھی

۱۷۲

اسوار کو گرا کے سنبھلنے نہ دیتی تھی لاکھوں میں ہاتھ آ کے سنبھلنے نہ دیتی تھی
برچھیوں کو سر سے نکلنے نہ دیتی تھی رستم بھی ہو تو ٹھاٹھ بدلنے نہ دیتی تھی

جو اسکا کام تھا سو وہ پھرنے کے ساتھ تھا — جسکا قدم بڑھا نہ سپر تھی نہ ہاتھ تھا

۱۶۳
تلتی تھی سر تنوں سے جدا دیکھ دیکھ کے — کرتی تھی ناز، حسن ادا دیکھ دیکھ کے
بیخود تھی، آپ اپنی ادا دیکھ دیکھ کے — ہنستی قضا کی تھی کہ ذرا دیکھ دیکھ کے
کہتی تھی تیغ گو کہ سر دیں کا ہاتھ ہوں ۱۲۳ — تو میرے دم کے ساتھ ہے میں تیرے ساتھ ہوں

۱۶۴
دو کر کے خود کا سر سر تک اتر گئی — سر سے گلے کو کاٹ کے بر تک اتر گئی
تڑپی مثال برق جگر تک اتر گئی — لیکر جگر کو صاف کمر تک اتر گئی
زین سے زکی نہ تنگ سے نہ زیر سمند سے ۱۲۴ — بوسہ دیا زمین پہ اتر کر سمند سے

۱۶۵
پیاسی کبھی تھی خون فوج کی اور آبدار بھی — غل تھا کہ ایک گھاٹ میں پانی بھی نار بھی
بجلی بھی ابر تر بھی خزاں بھی بہار بھی — تلوار بھی چھری بھی سپر بھی کٹار بھی
پانی نے اسکے آگ لگا دی زمانے میں — آفت تھی ایک جان کی لگانے بجھانے میں

۱۶۶
چلتی تھی ذوالفقار جو سن سن ادھر ادھر — وحشت سے چھپتے پھرتے تھے دشمن ادھر ادھر
کٹ کٹ کے گر رہے تھے سر و تن ادھر ادھر — ٹکڑے پڑے تھے خاک پہ جوشن ادھر ادھر
ڈر ڈر کے جو سوار گرے وہ تو مر گرے — صف پر گری جو صف تو پرے پر پرے گرے

۱۶۷
روحیں تنوں سے جسم کے ٹکڑے اڑا دیے — ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کے پرزے اڑا دیے
گردن بچی کسی کی تو شانے اڑا دیے — پہنچا جو سر پہ ہاتھ تو پنجے اڑا دیے
اوچھا بھی وار گر کسی دشمن کے لگ گیا — تن چار ہاتھ جست سے الگ سر الگ گیا

۱۶۸
سب جان لیے ہوئے تیغ شہ لافتا پھری — وہ جس طرف پھری اسی جانب قضا پھری
دل سہم گیا عدو کے گلے پر جدا پھری — دم لے کے جس طرف پھری مثل قضا پھری
اس ناز سے چمکتی ہوئی اس جسم پہ گری — کیا رعد کی بساط ہے بجلی تڑپ گئی

۱۶۹
کشتے تڑپ رہے تھے برابر زمین پر — زندے تھے خوف قتل سے مضطر زمین پر
آئی جو سن سے تیغ دو پیکر زمین پر ۱۲۵ — گردن نے دھڑ سے پھینک دیا سر زمین پر

۱۸۰
سلطانِ دین کے پاؤں پہ سر کٹ کے گر پڑا　　تن تا رکوع کے چند قدم ہٹ کے گر پڑا
کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتی تھی خاک پر　　۱۳۶ سینہ جگر سے ہاتھ شانوں سے بازو تنوں سے سر
قبضے سے تیغ بر سے زرہ ہاتھ سے سپر　　برچھی سے پھل کمان سے زہ زین سے تبر
ترکش کہیں پڑے تھے نشاں تھی پڑی کہیں　　پیکاں کہیں پڑے تھے شست کہیں تھی سر کہیں

۱۸۱
سر پر پڑی فرس کے تو سوئے کفل چلی　　۱۳۷ وہ منہ کے بھل زمیں پہ چلا یہ نکل چلی
بجلی سی جسم لعیں پہ چلی جو مثل سیلی　　پہنچی ادھر سے تیغ ادھر سے اچھل چلی
دو آفتوں نے دشمن دیں کو دبا لیا　　سر تیغ نے لیا تو اجل نے گلا لیا

۱۸۲
سر پر پڑی تو چنبر گردن کو دو کیا　　گردن سے تا بہ سینہ وہ جوشن کو دو کیا
جوشن کے ساتھ زین کے دامن کو دو کیا　　دامن کی کیا بساط ہے توسن کو دو کیا
غل تھا حسین بادشہ شرق و غرب ہے　　سکہ ہے اُسکے نام کا جسکی یہ ضرب ہے

(جنگ)

۱۸۳
مصروفِ جنگ تیغ سے تھے سرورِ حجاز　　چمکا کے رستے ان سے بڑھا ایک نیزہ باز
نامرد نے کیا تھا جو دستِ ستم کا وار　　نیزہ اٹھا کے کہنے لگے شاہِ نامدار
ہاں اے اجل گرفتہ کمر استوار کر　　نیزے کا ہے غرور تو اک کوئی وار کر

۱۸۴
کام اُس خطا شعار کا جب ہو گیا اخیر　　نکلا پرے سے ایک قدر انداز بے نظیر
بد کیش و کج نہاد و خطا پیشہ و شریر　　پلے سے توڑ جاتا تھا جوشن کو جسکا تیر
کیا کوئی اُسکے آگے بھلا سر اٹھا سکے　　رستم بھی جس کمان کی نہ شہتیر اٹھا سکے

۱۸۵
قبضے میں تیغ سے کے پکارے شہِ زماں　　ہاں ناوک افگنی مجھے دکھلا تو اے جوان
ہاں نکلی منہ سے یاں کہ کھچی اُس طرف کماں　　کھینچا کماں کا تھا کہ چلا تیرِ بے اماں
حلقہ اُدھر کماں کا خم ہو کے رہ گیا　　۱۳۸ یاں تیغ شہ سے تیر قلم ہو کے رہ گیا

۱۸۶
خالی اسی روش سے ہوا ترکشِ شریر　　تو دے لگائے کاٹ کے ٹکڑے نے سارے تیر

چاہا تھا کشمکش میں کہ ہو جائے گوشہ گیر — چلائے شہ کہ بھاگ نہ او سرکشوں کے پیر
پیچھے ہٹے نہ پاؤں مزا ہے یہ جنگ کا — تو بھی تو توڑ دیکھ لے میرے خدنگ کا

۱۵۷
یاں دوش سے کمان کو اُتارا جناب نے — قبضے میں ماہِ نو کو کیا آفتاب نے
بیٹے کا ہاتھ چوم لیا بوتراب نے — تاکا خطا کو تیرِ نگہ سے ثواب نے
ترکش بھی اژدہا سا دہن کھولنے لگا — نکلا عقابِ تیر تو پر تولنے لگا

۱۵۸
چلّے میں رکھ کے تیر پڑھے قبلۂ اُمم — اک ہاتھ راست کر کے کیا دوسرے کو خم
کچھ کہہ کے گوشِ شہ میں چلا تیرِ تیز دم — آواز دی کمان نے رہیے شاہِ باکرم
چلّہ تو شستِ شاہِ زمن سے نکل گیا ۱۳۹ — واں تیر دل کو توڑ کے سینے سے نکل گیا

۱۵۹
گرز و سنان و تیغ و تبر کانپنے لگے — تیر سے مثالِ شاخِ شجر کانپنے لگے
ڈر سے کمان کشوں کے جگر کانپنے لگے — گو ترکشوں میں تیر تھے پر کانپنے لگے
پیچھے ہٹے کھڑے تھے جو ظالم بڑھے ہوئے ۱۴۰ — گوشوں سے خود اُتر گئے چلّے چڑھے ہوئے

۱۶۰
آہن میں غرق تھے جو دلیرانِ صف شکن — خود اُنکے تھے سروں سے جدا اور سروں سے تن
زرہیں بھی چاک چاک ہوئیں صورتِ کفن — چار آئینے بھی کٹ گئے ٹکڑے ہوئے بدن
گر گر گئے مرکبوں سے عدو ہاتھ ملتے تھے ۱۴۱ — آنسو لہو کے چشمِ زرہ سے نکلتے تھے

۱۶۱
پھر مدد فرشتے بھی آئے تھے بے شمار — اور قومِ جن بھی حرب کی تھی بس امیدوار
سب کہتے تھے کہ اے خلفِ شیرِ کردگار — گر حکم ہو تو آپ پہ ہو جائیں ہم نثار
شہ کہتے تھے کہ گو مرا تن زخم دار ہے — فرزندِ مرتضیٰ کو مدد ناگوار ہے

۱۶۲
میری مدد کو کافی ہے سر پر مرا خدا — جز ذاتِ حق کسی کا نہیں مجھکو آسرا
حلّالِ مشکلات پدر جسکا ہو بھلا — پھر غیر کی مدد کا وہ محتاج کب ہوا؟
کٹوا کے اقربا کو نہ خاطر ملول کی — اولاد سے عزیز ہے امت رسول کی

۱۶۳
اور اس گھڑی جو فوجِ [illegible] میں لڑا — فریادِ اہلِ بیت نے تھا مضطرب کیا

لیکن فقط یہ تھا بشریت کا مقتضا
اب دیکھ کیسا صبر سے کٹواتا ہوں گلا
طاقت بھی دیکھ لی مری غربت بھی دیکھ لو
دیکھا غضب تو صبر شہادت بھی دیکھ لو

۱۹۴

یہ سن کے سب ملائکہ کرنے لگے بکا
ناگاہ آئی پردۂ گردوں سے یہ صدا
کیسا لڑا ہے آج مرا شیر واہ وا
سرسبز ہو کوئی تجھ سے جہاں میں محال کیا
پیارے حسین مہر پیمبر بھی یاد ہے
کچھ تم کو اپنے خون کا محضر بھی یاد ہے

۱۹۵

سب طرح کا دیا ہے تجھے ہم نے اختیار
تو چاہے گر تو ہوں ابھی غارت یہ نابکار
پڑے گا تو نہ خلق پہ گر تیغ کیں کی دھار
تو امت نبی نہیں ہونے کی رستگار
موقوف تیرے قتل پہ ان کی نجات ہے
حرمت گناہگاروں کی اب تیرے ہاتھ ہے

۱۹۶

سنکر صدا یہ کانپ گئے شاہ نامدار
رکھ لی میان میں وہیں شمشیر آبدار
کی عرض کبریا سے بصد عجز و انکسار
شبیر تیری راہ میں سو جان سے نثار
ہر امر میں تجھی سے عنایت ہوں چاہتا
اور امت نبی کی شفاعت ہوں چاہتا

۱۹۷

یہ کہہ کے ظالموں کو پکارے امام دیں
کیوں بھاگتے ہو آؤ کہ لڑنے کے ہم نہیں
تن پر لگاؤ نیزہ و شمشیر و تیر کیں
حاضر ہے سر کٹانے کو زہرا کا نازنیں
اب رحم بھی نہ مجھ پہ کوئی مطلقا کرے
قاتل کہاں ہے آکے مرا سر جدا کرے

۱۹۸

سنکر سخن یہ ٹوٹ پڑی فوج نابکار
نورانی جسم برچھیوں سے ہو گیا فگار
تیر ستم گزر گئے سینے سے بے شمار
نیزوں سے چار سو سے کیے ظالموں نے وار
تیغوں سے پیچ سارے عمامے کے کٹ گئے ۱۲۴
گیسو لہو میں ڈوب کے رخ سے لپٹ گئے

۱۹۹

تھے دو ہزار جسم شہ بحر و بر پہ زخم
ماتھے پہ زخم تیر کے تیغوں کے سر پہ زخم
گردن پہ زخم سینہ پہ زخم اور کمر پہ زخم
اور اس کے ماورا تھے بہتر جگر پہ زخم
گھوڑے پہ گو سنبھلتے تھے پر ڈگمگاتے تھے
غش آتا تھا تو پھر فرس پہ سر کو جھکاتے تھے

۲۰۰

ہر گز نہ جسم زخم سے تن میں رہی ذرا سی تاب
بیٹھا زمیں پہ جھومتا تھا ابن بوتراب

ہونٹھوں پہ پھیرتا تھا زبان کو لعینِ آب　　چلاتی تھی یہ ڈیوڑھی پہ زینب جگر کباب
ہے ہے ترس حسین پہ کھاتا نہیں کوئی　　مرتا ہے میرا بھائی بچاتا نہیں کوئی

۲۰۱
ظالم کھڑے تھے گرد وہ بیٹھا تھا خاک پر　　ڈوبا ہوا تھا خون میں ملبوس سر بسر
آنے لگا جو غش تو جھکا یا زمیں پہ سر　　سجدے میں عرض کی یہ خدا سے بچشمِ تر
یارب تو میرے نانا کی امت کو بخش دے　　اور میرے بھی قصورِ عبادت کو بخش دے

۲۰۲
بس اے انیس ختم کلام اب ضرور ہے　　لطفِ سخن اٹھاتا ہے جو ذی شعور ہے
دعویٰ کلام کا نہ بیان کا غرور ہے　　حاسد جلیں تو اس میں مرا کیا قصور ہے

مارا دماغ و بحث و سرِ کارزار نیست
لیکن دلِ دو نیم کم از ذوالفقار نیست

مرثیہ سوم

ہند کی ملاقات

جب سنی ہند کے آنے کی خبر زینبؑ نے ۱۴۳ یاس سے کی سوے افلاک نظر زینبؑ نے
شرم سے زانو پہ نہوڑا لیا سر زینبؑ نے کہا ایک ایک سے با دیدۂ تر زینبؑ نے
خاک لے کر مرے چہرے پہ لگاؤ لوگو ہند آتی ہے کہیں مجکو چھپاؤ لوگو

اُسنے دیکھا تھا مدینے میں مرا جاہ و حشم گھر تھا آباد سلامت تھے شہنشاہِ امم
قید اب خانۂ زندان میں ہوں میں کشتۂ غم نیل بازو پہ ہیں رسّی کے اور آنکھوں پہ ورم
چاک ماتم میں گریبان ہے کھلے سر ہوں میں ۱۴۴ شرم آتی ہے کہ شبیر کی خواہر ہوں میں

کتنا چاہا تھا کہ مر جاؤں پہ آئی نہ اجل سخت جانی سے ہوا عزت زینب میں خلل
ہاے مر جاتی تو ہو جاتا یہ جھگڑا فیصل نام رہتا یہ کہ میں مر گئی بھائی کے بدل
کچھ سمجھ آتی نہیں جسدم ہے مقدر پھرتا میں جو مر جاتی تو پھر کون کھلے سر پھرتا؟

کون پھر دیکھتا کٹتے ہوئے بھائی کا گلا؟ کس کے سر پر سے ردا چھینتے آ کر اعدا؟
باندھا جاتا رسن ظلم سے بازو کس کا؟ کھینچ کر اونٹ پہ بٹھلاتے کسے اہلِ جفا؟
اب وہ آوے گی تو چھپنے کو کدھر جاؤنگی؟ ۱۴۵ ہند اس حال سے دیکھے گی تو مر جاؤنگی

کہہ کے یہ خاک کو چہرے پہ ملا آخر کار پیچھے سب بیبیوں کے جاکے چھپی وہ ناچار
رکھ کے سر زانو پہ رونے لگی جوں ابر بہار ناگہاں آن کے ڈیوڑھی پہ پکارا خونخوار
اُٹھو اے قیدیو کیا بیٹھے ہو تعظیم کرو زوجۂ حاکمِ شام آتی ہے تسلیم کرو

یہ جو غل ہند کے آنے کا سکینہ نے سُنا ماں کے پاس آکے لگی کہنے یہ گھبرا گھبرا
اماں بتلاؤ تو ڈیوڑھی پہ یہ غل ہے کیسا کیا ہمیں لوٹنے کو آتے ہیں پھر اہلِ جفا؟
پھر ستائیں نہ کہیں آنکے اعدا مجکو مار بیٹھے نہ کہیں شمر طمانچا مجکو

اچھی اماں مجھے گودی میں اٹھا لو جلدی | دل دھڑکتا ہے کلیجے سے لگا لو جلدی
شمر دیکھے نہ کہیں مجھکو چھپا لو جلدی | بھائی سجاد کو پاس اپنے بلا لو جلدی
کچھ اسیروں پہ غضب حاکم بے پیر نہ ہو؟ | قتل کی بابا بیمار کی تدبیر نہ ہو؟

رو کے کہنے لگی بانو نہ ڈرو اے پیاری | اب بچا کیا ہے جسے لوٹیں گے آکر ناری
زنِ حاکم کی یہاں آنے کی ہے تیاری | سر کو ڈھانکو اسی مرے پہلو میں بیٹھو واری
قید خانے میں وہ آتی ہے امیروں کی طرح | اور ہم خاک پہ بیٹھے ہیں فقیروں کی طرح

ذکر یہ تھا کہ ہوئی ہند کی آمد اک بار | روشنی آگے تھی اور پیچھے کنیزیں دو چار
مہناری ہاتھوں میں ملے پہنے لباس زرتار | ہند بھی غرق جواہر تھی بصد عز و وقار
واں یہ ساماں تھا اسیروں کے دکھانے کیلیے ۱۴۶ | یاں ردائیں بھی نہ تھیں منہ کو چھپانے کیلیے

۱۰
جوں قدم ہند نے دروازۂ زنداں پہ رکھا | تب نگہبانوں نے گھبرا کے خوشامد سے کہا
عرض کرتے ہیں کہ ٹھہر جائیں حضور ایک ذرا | اک جواں بھی اسی زنداں میں ہے محبوسِ بلا
یا تو بیمار کی آنکھیں ابھی بند کریں | یا ہم اُسکو کسی حجرے میں جدا بند کریں

۱۱
ہند ٹھہری تو یہ رو کر کسی عورت نے کہا | دیکھ آئی ہوں میں بیمار سا ہے اک لڑکا
نہ پرستار ہے کوئی نہ دوا ہے نہ غذا | فاقہ کش بیکس و مظلوم غریب الغربا
کھول سکتا ہے نہ آنکھیں نہ اٹھا جاتا ہے | آہ آتی ہے جو لب تک تو غش آ جاتا ہے

۱۲
کس فصاحت سے ادا کرتا ہے خالق کی نماز | نہیں دیکھا کبھی آواز میں یہ سوز و گداز
ہے تو بیکس پہ خدا سے ہے عجب راز و نیاز | عابدوں میں اُسے خالق نے کیا ہے ممتاز
پاس بستر جو نہیں خاک میں تن اٹا ہے | باپ کو روتا ہے جس دم تو جگر پھٹتا ہے

۱۳
سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام | جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام
ترک آداب ہے ہر چند یہ بتلائیے نام؟ | کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب و ناکام
قید ہوں ظلم رسیدہ بھی ہوں نادار بھی ہوں | اسیلیے قافلہ کا، قافلہ سالار بھی ہوں

بولی وہ کون سی بستی ہے جہاں تھا مسکن؟ — رو کے فرمایا غریب الوطنی اب ہے وطن
باپ کو پوچھا تو بولے شہِ بے گور و کفن — کہا شوہر بھی ہے کوئی کہا طوق و رسن
دل کے جلنے کا سبب یہ غدر بتلایا — اُس نے پوچھی جو غذا خونِ جگر بتلایا

۱۵
بولی وہ کوئی عزیزوں میں بھی تھا اے غمگین — رو کے فرمایا کہ سب تھے مگر اب کوئی نہیں
ایک بھائی تھا کہ مشہور تھا یوسف سے حسین — سرو قد مہر لقا غنچہ دہن ماہ جبین
چار گیسو رخِ انور پہ پڑے رہتے تھے — لوگ ہر وقت زیارت کو کھڑے رہتے تھے

۱۶
نہ وہ بھائی ہے نہ عمو ہے نہ سر پر ہے پدر — اک بہن باقی ہیں سب کر گئے دنیا سے سفر
ستّرہ شخص ہوئے سامنے اپنے بے سر — انکا دھیان آتا ہے جس وقت تو پھٹتا ہے جگر
اب کئی بیبیاں ہیں ساتھ کہ جی کھوتی ہیں — اپنے بچوں کے لیے آٹھ پہر روتی ہیں

۱۷
ہند کے دل پہ یہ سنکر ہوا اندوہ و قلق — کہا حضرت کی عزیزی یہ جگر ہو گیا شق
آپ نے حال مفصل نہ سنایا مطلق — دو رضا رانڈوں میں جانے کی اے بانیِ خاصۂ حق
دے کے پرسا انہیں کچھ حرفِ حکایت کروں — آرزو ہے کہ اسیروں کی ملاقات کروں

۱۸
سر کو نہوڑا کے یہ سجاد نے ارشاد کیا — فائدہ دکھ زدہ رانڈوں کی ملاقات سے کیا؟
نہ کسی پاس قبا ہے نہ سر پہ ہے ردا — کھول کر بالوں کو چہروں کا کیا ہے پردا
بخدا صاحبِ غیرت ہیں وہ شرمائینگی — پوچھو گی نام و نسب کو تو وہ مر جائینگی

۱۹
اس نے اصرار کیا آپ نے سر نہوڑایا — گئی رانڈوں کے قریں ہند تو رونا آیا
سر جھکائے ہوئے ہر ایک کو روتا پایا — ہاتھ مل مل کے خواصوں سے یہی فرمایا
ایسی شہزادیوں کی ہائے یہ توقیریں ہیں — کس کے ماتم کے مرقع کی یہ تصویریں ہیں

۲۰
اتنے میں جا پڑی اسکی رخِ زینب پہ نگاہ — منہ سے بیساختہ نکلا کہ زہے عزت و جاہ
گو کہ یہ خاک پہ بیٹھی ہیں بہ احوالِ تباہ — یہ عجب نور عجب شان ہے سبحان اللہ
غیر ہرگز کسی بی بی کا یہ رتبہ کب ہے؟ — میں قسم کھاتی ہوں یا فاطمہ یا زینب ہے؟

جوڑ کر ہاتھ کہا سر تو اُٹھاؤ بی بی ۔ کیوں جھکی جاتی ہو شکل اپنی دکھاؤ بی بی
کیا مصیبت ہوئی روداد سناؤ بی بی ۔ میں موئی جاتی ہوں آنسو نہ بہاؤ بی بی
مُنھ سے کچھ بات کرو دل پہ قلق ہوتا ہے ۔ آپ کے رونے سے سینہ مرا شق ہوتا ہے

۲۲
نہ میسر تھی بجز نانِ جویں اور غذا ۔ کھانا اک دن جو بہم پہنچا تو دو دن نہ ملا
اور ملبوس یہ تھا چھال کی تھی ایک ردا ۔ اُسمیں بھی سلتی تھیں پیوند بہ پیوند سدا
شکرِ حق کرتی تھیں تکلیف اُٹھا لیتی تھیں ۔ دن کو تو اوڑھتی تھیں شب کو بچھا لیتی تھیں

۲۳
اب نہ زہراؑ نہ پیمبرؐ ہیں نہ حیدرؑ نہ حسنؑ ۔ ایک شبیرؑ کے دم سے ہے مرا سینہ روشن
ایک زینبؑ ہیں کہ سب جن میں ہیں زہراؑ کے چلن ۔ صد و سی سال سلامت رہیں وہ بھائی بہن
مری آنکھوں کے تلے پھرتی ہے صورت اُنکی ۔ پھر وہ دن ہو کہ کروں جا کے زیارت اُنکی

۲۴
حسرتِ فاطمہ زہراؑ کا جو احوال سُنا ۔ دم بخود سب رہیں پر ضبط نہ فضہ سے ہوا
کوٹ کر چھاتی کو کہنے لگی حیا عیلا ۔ ہائے بی بی تری مظلومی پہ لونڈی ہو فدا
ایسے دُکھ پائے کہ بچوں سے بھی مُنھ موڑ گئیں ۔ قید ہونے کو بڑھاپے میں مجھے چھوڑ گئیں

۲۵
سُن کے فضہ کا بیان رونے لگے اہلِ حرم ۔ تب کہا ہند سے زینبؑ نے بہ بادیدۂ نم
اے بہن وجہ یہ ہے روئے جو قیدی اسدم ۔ زیرِ دیوارِ رسولؐ دو سرا رہتے تھے ہم
رتبۂ فاطمہؑ کو یوں سبھی پہچانتے ہیں ۔ اُنپہ جو گزری مصیبت وہ ہمیں جانتے ہیں

۲۶
ساتھ اُس بی بی کے محسن کا کیا غم ہم نے ۔ دل سے کی خدمتِ مخدومۂ عالم ہم نے
ساتھ بیماری میں چھوڑا نہیں اکدم ہم نے ۔ مر گئیں جب تو بچھائی صفِ ماتم ہم نے
غمِ محسن کے سوا داغ یہ تازہ دیکھا ۔ شب کو اُٹھتے ہوئے بی بی کا جنازہ دیکھا

۲۷
ہند بولی کہ ہے اُس گھر کے قریب آپ کا گھر ۔ للہ الحمد کہ اب پاؤں گی آقا کی خبر
یاد میں اُنکی گزرتی ہے مجھے شام و سحر ۔ کہئے کس طور سے ہے حضرتِ زہراؑ کا پسر
یاں تو مدت سے یہ چرچا ہے کہ اب آتے ہیں ۔ چھوڑ کر روضۂ احمدؐ کو وہ کب آتے ہیں؟

کہتے ہو بیٹیاں کہ بیٹے ہیں؟ اب نام خدا — حسنِ ہمشکل پیمبر کا بہت ہے چرچا
سن میں اٹھارہ برس کا ہے وہ خورشید لقا — ہیں مسیں بھیگتی؟ آغاز ہوا ہے سبزا؟

۲۹
روحِ مادر ہے دل و جان شہِ والا ہے — کہتے ہیں حضرت زینبؑ نے اُسے پالا ہے
اُسکی شادی بھی کہیں شاہ نے ٹھہرائی ہے؟ — ابھی بن بیاہا ہے یا گھر میں دلھن آئی ہے؟
گھر کی زینت ہے وہی اور وہی زیبائی ہے — پسرِ فاطمہؑ نے کیسی بہو پائی ہے؟
مثلِ گل بیٹے کو ہنستا جو وہ پاتی ہوگی — ماں تو خوشی سے پھولوں نہ سماتی ہوگی؟

۳۰
جب سے اس گھر سے مقدر نے چھڑایا مجکو — کوئی خط حضرت زینبؑ کا نہ آیا مجکو
جا ہے شکوے کی یہانتک ہے بھلایا مجکو — بیاہ میں بیٹوں کے جھوٹوں نہ بلایا مجکو
اب تو ہوں دور جو روٹھیں تو کیا شکوہ ہوگا؟ — کبھی قسمت نے ملایا تو گلا ہو دے گا

۳۱
شہر بانو کے بھی ہے دیکھنے کا شوق کمال — بیٹی سلطان عجم کی ہے وہ فرخندہ خصال
شور سنتی ہوں کہ رکھتی ہے عجب حسن و جمال — اُسپہ شیدا ہے نہایت اسد اللہ کا لال
اُسکے بچے بھی جئیں اور وہ بھی شاد رہے — کوکھ آباد رہے مانگ بھی آباد رہے

۳۲
سن کے یہ ہوگئی بیتاب علیؑ کی جائی — تھا یہ نزدیک کہے پیٹ کے سر ہے بھائی
مردنی سی رخِ بانوئے حزیں پر چھائی — اڑ گیا رنگ مگر آہ لب تک آئی
پر دلِ زار نے سینے میں نہ آرام لیا — یک بیک ہائے پسر کہہ کے جگر تھام لیا

۳۳
جب کئی بار کیا منہ سے زینبؑ نے کلام — منہ کو تکتی تھی مگر تھا اُسے حیرت کا مقام
شانِ زہراؑ کی سراپا سے عیاں تھی جو تمام — ہوگیا صاف یقین ہے یہی ہمشیر امام
بولی صدقے تو ذرا ہونے دو قربان گئی — بس تمہیں حضرت زینبؑ ہو میں پہچان گئی

۳۴
کہا زینبؑ نے کہ اے مہلقا یہ ہے گماں — دخترِ حیدرِ کرار کہاں اور میں کہاں؟
ہوں میں جس حال میں زینبؑ کی تھی شوکت و شان؟ — اُسکے بازو پہ کبھی دیکھے تھے رسی کے نشاں؟
کبھی زندان میں کھلے سر بھی اُسے دیکھا تھا؟ — کبھی بے مقنع و چادر بھی اُسے دیکھا تھا؟

کہہ کے یہ غش ہوئی وہ دخترِ سلطانِ عرب بیبیاں اُٹھ کے لگیں سینہ و سر پیٹنے سب
فضہ چلائی کہ ہے ہے مری بیکس زینبؑ کون پہچانے تھیں؟ ہو گئیں بن بھائی کی اب
قتلِ شبیرؑ کا احوال سُنایا نہ گیا قید میں نام بھی غیرت سے بتایا نہ گیا

انتخاب

از

دیوان حافظ

ولم تشر

حافظ

محمد نام تھا اور حافظ تخلص تھا۔ خواجہ حافظ شیرازی لوگ تعظیماً کہتے ہیں۔ شیراز ہی مولد و مدفن تھا سال وفات ۷۹۱ھ ہے۔ یہ نامی شعرائے فارس سے ہیں۔ ہندوستان میں انکا شہرہ انکے جیتے جی پہنچ گیا تھا۔ یہ شاعر ہی نہ تھے اہل دل بھی تھے۔ انکے کلام میں جو اثرِ خاص ہے وہ دوسرون کے کلام میں نہیں ہے۔ سلطان محمود شاہ بہمنی دکن میں اور سلطان غیاث الدین بنگالہ میں انکے قدردان تھے۔ حافظ نے ایک مرتبہ ہندوستان کا بھی ارادہ کیا تھا لیکن ہرمز تک آکر واپس گئے۔ بعض کتابون میں سال وفات ۷۹۲ھ لکھا ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ تیمور نے سمرقند اور بخارا بڑی مشکل سے فتح کیا تھا۔ اسکے بعد حافظ نے ایک غزل کا مطلع لکھا "اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا۔ بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را"۔ تیمور نے یہ مطلع سنکر خواجہ کو طلب کیا اور بطور مذاق کہا "مین نے جو ملک اس زحمت سے حاصل کیا تم اُسے یون دیے ڈالتے ہو"۔ خواجہ نے کہا "اسی لیے تو مین اس حالت کو پہنچا" یعنی میری سخاوت و استغنا ہی نے تو مجھے باوجود اس کمال کے جو مجھ مین ہے دولتِ دنیا سے محروم رکھا ہے دیوان حافظ انکی کتاب بہت مشہور ہے۔ یہ صوفی مشرب تھے لیکن کسی کے مرید نہ تھے حالت جذب مین رہتے تھے۔ ہر جمعہ کی شب کو سعدی شیراز کے مقبرہ کے گرد گھوم کر قرآن شریف ختم کرتے تھے اور صبح تک بہت ہی خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ ابو اسحاق و شاہ شجاع بادشاہان شیراز کے عہد مین تھے تقرب شاہی یہ باعث عزت نہیں سمجھتے تھے جذب مین رہتے تھے لیکن مجاذیب زمانہ حال کی طرح یاوہ گو نہ تھے خود انکا شعر انکے معقولات اور معمولات کا پتہ دیتا ہے

صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ ہر چہ کردم ہمہ از دولتِ قرآن کردم

غزلیات وابیات

الا یا ایها الساقی ادر کاساً وناولها — که عشق آسان نمود اوّل ولے افتاد مشکلها
شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین هایل ۱ — کجا دانند حال ما سبکباران ساحلها
همه کارم ز خودکامی به بدنامی کشید آخر — نهان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلها
حضوری گر همی خواهی ازو غائب مشو حافظ — متی ما تلق من تهوی دع الدنیا واهملها

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را — بخالِ هندوش بخشم سمرقند و بخارا را
فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شهر آشوب — چنان بردند صبر از دل که ترکان خوانِ یغما را
ز عشقِ ناتمام ما جمالِ یار مستغنی است — بآب و رنگ و خال و خط چه حاجت روی زیبا را
من از آن حسن روز افزون که یوسف داشت دانستم — که عشق از پردهٔ عصمت برون آرد زلیخا را
حدیث از مطرب و مے گو و راز دهر کمتر جو ۲ — که کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را
نصیحت گوش کن جانان که از جان دوست‌تر دارند — جوانانِ سعادتمند پندِ پیرِ دانا را
بدم گفتی و خرسندم عفاک الله نکو گفتی — جواب تلخ مے زیبد لبِ لعل شکرخا را
غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ — که بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریا را

صبا بلطف بگو آن غزالِ رعنا را — که سر بکوه و بیابان، تو دادهٔ ما را
غرورِ حسن اجازت مگر نداد ای گل — که پرسشے نکنی عندلیبِ شیدا را
بحسنِ خلق توان کرد صیدِ اهلِ نظر — به بند و دام نگیرند مرغِ دانا را
چو با حبیب نشینی و باده پیمائی — بیاد آر حریفانِ باده پیما را
در آسمان چه عجب گر ز گفتهٔ حافظ — سماعِ زهره برقص آورد مسیحا را

ساقیا برخیز و درده جام را ۳ — خاک بر سر کن غمِ ایام را
ساغرِ مے در کفم نه تا ز سر — بر کشم این دلقِ ازرق فام را

گرچه بدنامی است نزدِ عاقلان | ما نمی‌خواهیم ننگ و نام را
صبر کن حافظ به سختی روز و شب | ۴ | عاقبت روزی بیابی کام را

آسایشِ دو گیتی تفسیرِ این دو حرف است | ۵ | با دوستان تلطف با دشمنان مدارا
آن تلخ‌وش که صوفی ام الخبائثش خواند | اشهی لنا و احلی من قبلة العذارا

چو بخرد گشتِ حافظ کے شمارد | بیک جو دولتِ کاؤس کے را

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش، ولے | دامِ تزویر مکن، چون دگران، قرآن را

دردمندیم، خبر میدهد از سوزِ درون | دهنِ خشک و لبِ تشنه و چشمِ ترِ ما

حافظا غم مخور که شاهدِ بخت | عاقبت بر کشد ز چهره نقاب

بنال بلبل اگر با منت سرِ یاریست | که ما دو عاشقِ زاریم و کارِ ما زاریست
جمالِ شخص نه چشم است و زلف و عارض و خال | ۶ | هزار نکته درین کار و بارِ دلداریست
بآستانِ تو مشکل توان رسید آری | عروج بر فلکِ سروری بدشواریست
روندگانِ طریقت بنیم جو نخرند | قبای اطلسِ آنکس که از هنر عاریست
دلش بناله میازار و ختم کن، حافظ | که رستگاریِ جاوید در کم‌آزاریست

روشن از پرتوِ رویت نظری نیست که نیست | منتِ خاکِ درت بر بصری نیست که نیست
شیر در بادیهٔ عشقِ تو روباه شود | آه ازین راه که در وی خطری نیست که نیست
مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز | ۷ | ورنه در مجلسِ رندان خبری نیست که نیست
بجز این نکته که حافظ ز تو ناخوشنود است | در سراپای وجودت هنری نیست که نیست

ای نسیمِ سحر آرامگهِ یار کجاست؟ | منزلِ آن مهِ عاشق‌کشِ عیّار کجاست؟
هر که آمد بجهان نقشِ خرابی دارد | ۸ | در خرابات مپرسید که هشیار کجاست؟
حافظ از بادِ خزان، در چمنِ دهر مرنج | فکرِ معقول بفرما، گلِ بی‌خار کجاست؟

چیست این سقفِ بلندِ سادهٔ بسیار نقش | ۹ | زین معما هیچ دانا در جهان آگاه نیست

هرچه هست از قامتِ ناسازِ بی اندامِ ماست ۱۰ ورنه تشریفِ تو بر بالای کس کوتاه نیست

گرچه در بازارِ دهر از خوشدلی جز نام نیست شیوهٔ رندان و خوش باشیِ عیاران خوش است

از زبانِ سوسنِ آزاده ام آمد بگوش کاندرین دیرِ کهن کارِ سبکباران خوش است

مجو درستیِ عهد از جهانِ سست نهاد که این عجوزه عروسِ هزار داماد است

برو بکارِ خود ای واعظ این چه فریاد است؟ ۱۱ مرا فتاد دل از کف، ترا چه افتاد است؟

جان فدای دهنت باد که در باغِ نظر چمن آرای جهان خوشتر ازین غنچه نبست

تو و طوبی و ما و قامتِ یار فکرِ هر کس بقدرِ همتِ اوست

با که این نکته توان گفت که آن سنگین دل کشت ما را و دمِ عیسیِ مریم با اوست

آنکه ناوک بر دلِ من زیرِ چشمی میزند قوتِ جانِ حافظش در خندهٔ زیرِ لب است

سینه ام ز آتشِ دل در غمِ جانانه بسوخت آتشی بود درین خانه که کاشانه بسوخت

دانا چو دید بازیِ این چرخِ حقه باز هنگامه باز چید و درِ گفتگو ببست

گل در بر و می در کف و معشوق بکام است سلطانِ جهانم بچنین روز غلام است

اگر بلطف بخوانی، مزیدِ الطاف است اگر بقهر برانی، درونِ ما صاف است

بدرد و صاف ترا حکم نیست، درکش ۱۲ که هرچه ساقیِ ما کرد، عینِ الطاف است

هزار عقل و ادب داشتم من ای خواجه کنون که مستِ خرابم صلاح بی ادبی است

عیبِ رندان مکن، ای زاهدِ پاکیزه سرشت ۱۳ که گناهِ دگری بر تو نخواهند نوشت

مباش در پیِ آزار و هرچه خواهی کن ۱۴ که در شریعتِ ما غیر ازین گناهی نیست

خلل پذیر بود هر بنا که می بینی بجز بنای محبت که خالی از خلل است

بحریست بحرِ عشق که هیچش کناره نیست ۱۵ آنجا جز آنکه جان بسپارند چاره نیست

دوش، باد از سرِ کویش بگلستان بگذشت ای گل، این چاکِ گریبانِ تو بی چیزی نیست

عاشقِ مفلس اگر قلبِ دلش کرد نثار مکنش عیب، که بر نقدِ روان قادر نیست

قدم دریغ مدار از جنازهٔ حافظ — که گرچه غرق گناه است می‌رود به بهشت

اگر به مذهب تو خون عاشق است مباح — صلاح ما همه آن است کان ترا است صلاح

شراب و عیش نهان چیست؟ کار بی بنیاد — زدیم بر صف رندان و هرچه بادا باد

از انقلاب زمانه عجب مدار که چرخ — ازین فسانه و افسون هزار دارد یاد

قدح به شرط ادب گیر زانکه ترکیبش — ۱۲ ز کاسهٔ سر جمشید و بهمن است و قباد

که آگه است؟ که جمشید و کی کجا رفتند — که واقف است که چون رفت تخت جم بر باد؟

ز حسرت لب شیرین هنوز می‌بینم — که لاله می‌دمد از خاک تربت فرهاد

مگر که لاله بدانست بی‌وفائی دهر — که تا بزاد و بشد جام می ز کف ننهاد

رسید در غم عشقش به حافظ آنچه رسید — که چشم زخم زمانه به عاشقان مرساد

صبا به تهنیت پیر می‌فروش آمد — که موسم طرب و عیش و ناز و نوش آمد

هوا مسیح نفس گشت، باد نافه گشا — درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

تنور لاله چنان بر فروخت، باد بهار — که غنچه غرق عرق گشت و گل به جوش آمد

ز خانقاه به میخانه می‌رود حافظ — مگر ز مستی زهد و ریا به هوش آمد

غلام نرگس مست تو تاجدارانند — خراب بادهٔ لعل تو هوشیارانند

نصیب ماست بهشت ای خداشناس برو — ۱۷ که مستحق کرامت گناهکارانند

بیا به میکده و چهره ارغوانی کن — ۱۸ مرو به صومعه کانجا سیاه کارانند

خلاص حافظ از آن زلف تابدار مباد — که بستگان کمند تو رستگارانند

حسب حالی ننوشتیم و شد ایامی چند — قاصدی کو؟ که فرستم به تو پیغامی چند

قند آمیخته با گل نه علاج دل ماست — بوسه‌ای چند بیامیز به دشنامی چند

پیر میخانه چه خوش گفت به دردی‌کش خویش — که مگو حال دل سوخته با خامی چند

حافظ از تابش رخ مهر فروغ تو بسوخت — کامگارا نظری کن سوی ناکامی چند

دی پیرِ می‌فروش که ذکرش بخیر باد / گفتا شراب نوش و غمِ دل ببر زیاد
بی خار گل نباشد و بی نیش نوش هم / تدبیر چیست؟ وضعِ جهان این چنین فتاد
پُرکن ز باده جام دمادم بگوشِ هوش / بشنو از و حکایتِ جمشید و کیقباد
حافظ گرت ز پندِ حکیمان ملالت است / کوته کنیم قصه که عمرت دراز باد

سحرم دولتِ بیدار به بالین آمد / گفت، برخیز که آن خسروِ شیرین آمد
درهوا چند معلق زنی و جلوه کنی / ای کبوتر نگران باش که شاهین آمد
رسم بدعهدیِ ایام چو دید ابرِ بهار / گریه‌اش بر سمن و سنبل و نسرین آمد
چون صبا گفتهٔ حافظ بشنید از بلبل / عنبرافشان بتماشایِ ریاحین آمد

سحر چون خسروِ خاور علم بر کوهساران زد / بدستِ مرحمت، یارم درِ امیدواران زد
چو پیشِ صبح روشن شد که حالِ مهرِ گردون چیست / برآمد خنده‌ای خوش بر غرورِ کامگاران زد
نگارم دوش در مجلس بعزمِ رقص چون برخاست / گره بگشود از گیسو و بر دلهای یاران زد
دوامِ ملکِ عمرِ او بخواه از لطفِ حق حافظ / که چرخ این سکهٔ دولت بنامِ شهسواران زد

سحر بلبل حکایت با صبا کرد / که عشقِ گل بما دیدی؟ چها کرد؟
من از بیگانگان هرگز ننالم / که بامن هرچه کرد آن آشنا کرد
بشارت بر بکویِ می‌فروشان / که حافظ، توبه از زهد و ریا کرد

شاهد آن نیست که موئی و میانی دارد / بندهٔ طلعتِ آن باش که آنی دارد
با خراباتِ نشینان ز کرامات ملاف / هر سخن جائی و هر نکته مکانی دارد
مدعی گو برو و، نکته به حافظ مفروش / کلکِ ما نیز زبانی و بیانی دارد

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید / یا جان رسد بجانان، یا جان ز تن برآید
گفتم بجوئیش کز وی برگیر دل، دلم گفت / کارِ کسیست این کو با خویشتن برآید
گویند ذکرِ خیرش در خیلِ عشقبازان / هرجا که نامِ حافظ در انجمن برآید

من و انکارِ شراب، این چه حکایت باشد؟ ۱۹ غالباً این قدرم عقل کفایت باشد
منکه شبها رهِ تقوی زده ام با دف و چنگ — این زمان سر بره آرم چه حکایت باشد
دوش ازین غصه نخفتم که حکیمی میگفت — حافظ ار باده خورد جای شکایت باشد

من ارچه عاشقم و رند و مست و نامه سیاه ۲۰ هزار شکر که یارانِ شهر بی گنهند
ببین حقیر گدایانِ عشق را کاین قوم — شهانِ بی کمر و خسروانِ بی کلهند

تیرِ مژگانش دراز و غمزهٔ جادو شد کرد — آنچه آن زلفِ دراز و خالِ مشکین کرده اند
شاهدان از آتشِ رخسارِ رنگین دمبدم ۲۱ زاهدان را رخنه ها اندر دل و دین کرده اند

قرة العینِ من آن میوهٔ دل یادش باد — که خود آسان بشد و کارِ مرا مشکل کرد

بس تجربه کردیم درین دارِ مکافات — با دردکشان هرکه در افتاد برافتاد

حافظ، وظیفهٔ تو دعا گفتن ست و بس — در بندِ آن مباش، که نشنید یا شنید

عیب مستان مکن ای خواجه، کزین کهنه رباط — کس ندانست، که رحلت بچه سان خواهد بود

تیرِ عاشق کش ندانم بر دلِ حافظ که زد؟ — این قدر دانم، که از شعرِ ترش، خون میچکید

حدیثِ عشق ز حافظ شنو نه از واعظ — اگرچه صنعتِ بسیار در عبارت کرد

چه مستی ست ندانم، که رو بما آورد؟ — که بود ساقی؟ و این باده از کجا آورد؟

حباب را چو فتد بادِ نخوت اندر سر — کلاهِ داریش اندر سرِ شراب رود

بیانِ شوق چه حاجت؟ که حالِ آتشِ دل — توان شناخت، ز سوزی که در سخن باشد

آنکه پرنقش زد این دایرهٔ مینائی — کس ندانست که در گردشِ پرگار چه کرد؟

آنچه سعی ست، من اندر طلبت بنمودم — این قدر هست، که تغییرِ قضا نتوان کرد

آسمان، بارِ امانت، نتوانست کشید — قرعهٔ فال، بنامِ منِ بیچاره زدند

دیگران قرعهٔ قسمت همه بر عیش زدند — دلِ غم دیدهٔ ما بود که هم بر غم زد

دی عزیزی گفت حافظ میخورد پنهان شراب — ای عزیزِ من گناه آن به که پنهانی بود

رسید مژده، که ایام غم نه خواهد ماند　　چنان نماند و چنین نیز هم نه خواهد ماند

مکن ز غصه شکایت، که در طریق ادب　　به راحتی نرسید آنکه زحمتی نکشید

زاهد خلوت نشین، دوش بمیخانه شد　　از سر پیمان گذشت، بر سر پیمانه شد

ایمن مشو ز عشوهٔ دنیا که این عجوزه　　مکاره می‌نشیند و محتاله می‌رود

ز راه میکده، یاران، عنان بگردانید　　چرا که حافظ ازین راه رفت و مفلس شد

قتل این خسته، بشمشیر تو تقدیر نه بود　　ورنه هیچ از دل بیرحم تو تقصیر نبود

گفتم ز لعل نوش لبان، پیر را چه سود ؟　　گفتا ببوسهٔ شکرینش جوان کنند

گفتم ز مهرورزان رسم وفا بیاموز　　گفتا تو بندگی کن کو بنده پرور آید

گوهر پاک بباید که شود قابل فیض　　ورنه هر سنگ و گلی لولو و مرجان نشود

کس ندانست که منزلگه مقصود کجاست ؟　۲۲　این قدر هست، که بانگ جرسی می آید

معاشران، گره، از زلف یار، باز کنید　　شبی خوش ست، باین قصه اش دراز کنید

هزار نکتهٔ باریکتر ز مو اینجاست　۲۳　نه هر که سر بتراشد قلندری داند

غم دنیای دنی چند خوری ؟ باده بخور　　حیف باشد، دل دانا، که مشوش باشد

واعظان کین جلوه بر محراب و منبر می کنند　　چون به خلوت می روند، آن کار دیگر می کنند

همای اوج سعادت بدام ما افتد　　اگر ترا گذری بر مقام ما افتد

حشمت از ناز به حافظ نکند میل آری　　سرگرانی صفت نرگس شهلا باشد

دیدی آن قهقههٔ کبک خرامان حافظ ؟　۲۴　که ز سرپنجهٔ شاهین قضا غافل بود

ای باد مشکبو بگذر سوی آن نگار　　بگشا گره ز زلفش و بوی سمن بیار

ای دل بساز با غم هجران و صبر کن　　ای دیده، در فراقش، ازین بیش خون مبار

حافظا، تو تا کی غم مال جهان خوری　　بسیار غم مخور، که جهان نیست پایدار

دلا ز هجر مکن ناله، زان که در عالم　　غم است و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

بدان مثل که شب آبستن آمده ست بروز　　ستاره می شمرم تا که شب چه زاید باز

خواهی که روشنت شود احوالِ سرِّ عشق　　از شمع پرس قصه، ز بادِ صبا مپرس

ما قصهٔ سکندر و دارا نخوانده ایم　　از ما بجز حکایتِ مهر و وفا مپرس

خموش حافظ، و از جورِ یار ناله مکن　　۲۵ ترا که گفت که بر روے خوب حیران باش؟

ریا حلال شمارند و جامِ باده حرام　　۲۶ زہے طریقت و ملت، زہے شریعت و کیش

اگر شراب خوری، جرعهٔ فشان بر خاک　　۲۷ ازان گناه که نفعے رسد بغیر چه باک؟

پاے مالنگ ست و منزل بس دراز　　دست ما کوتاه، و خرما بر نخیل

یا مکن با پیلبانان دوستی　　۲۸ یا بنا کن خانهٔ در خوردِ پیل

این چه شوریست که در دورِ قمر مے بینم　　همه آفاق، پُر از فتنه و شر مے بینم

هر کسے روز بهی مے طلبد از ایام　　مشکل این ست که هر روز بتر مے بینم

ابلهان را همه شربت زگلاب و قند ست　　قوتِ دانا همه از خونِ جگر مے بینم

اسپ تازی شده مجروح بزیرِ پالان　　طوقِ زرین همه در گردنِ خر مے بینم

دختران را همه جنگ ست و جدل با مادر　　پسران را همه بد خواهِ پدر مے بینم

هیچ رحمے نه برادر به برادر دارد　　هیچ شفقت نه پدر را به پسر مے بینم

پندِ حافظ بشنو خواجه برو نیکی کن　　زانکه این پند به از دُرّ و گهر مے بینم

سالها پیروی خدمتِ رندان کردم　　۲۹ تا بفتواے خرد حرص بزندان کردم

سایهٔ بر دلِ ریشم فگن، اے گنجِ مراد　　۳۰ که من این خانه بسوداے تو ویران کردم

توبه کردم که نه بوسم لبِ ساقی و کنون　　۳۱ میگزم لب که چرا گوش بنادان کردم

نقشِ مستوری و مستی نه بدستِ من و تست　　آنچه اُستادِ ازل گفت بکن، آن کردم

دارم از لطفِ ازل منزلِ فردوس طمع　　گرچه دربانیِ میخانه فراوان کردم

صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ　　هرچه کردم همه از دولتِ قرآن کردم

به عزم توبه سحر گفتم، استخاره کنم — بهارِ توبه‌شکن می‌رسد، چه چاره کنم؟
سخن درست بگویم، نمی‌توانم دید — که مے خورند حریفان و من نظاره کنم
گدای میکده‌ام لیک وقتِ مستی بین — ۳۲ که ناز بر فلک و حکم بر ستاره کنم
نه قاضیم نه مدرس نه محتسب نه فقیه — مرا چه سود که منعِ شرابخواره کنم
ز باده خوردنِ پنهان، ملول شد حافظ — به بانگِ بربط و نے، رازش آشکاره کنم

فاش میگویم و از گفتهٔ خود دلشادم — بندهٔ عشقم و از هر دو جهان آزادم
طائرِ گلشن قدسم، چه دهم شرحِ فراق؟ — ۳۳ که درین دامگهِ حادثه چون افتادم؟
من ملک بودم و فردوس برین جایم بود — ۳۴ آدم آورد درین دیرِ خراب آبادم
کوکبِ بخت مرا هیچ منجم نشناخت — یارب از مادرِ گیتی بچه طالع زادم؟
پاک کن چهرهٔ حافظ بسرِ زلف ز اشک — ورنه این سیل دمادم ببرد بنیادم

من ترکِ عشقبازی و ساغر نمی کنم — صد بار توبه کردم و دیگر نمی کنم
باغِ بهشت و سایهٔ طوبیٰ و قصرِ حور — با خاکِ کوی دوست برابر نمی کنم
شیخم بطنز گفت، حرام ست مے مخور — گفتم، مگو که، گوش بهر خر نمی کنم
این تقویم بس ست، که چون زاهدانِ شهر — ناز و کرشمه بر سرِ منبر نمی کنم
حافظ جنابِ پیرِ مغان مامنِ وفاست — من ترکِ خاکبوسی این در نمی کنم

اے دل تو جامِ جم مطلب، خاکِ جم مخواه — کین بود قولِ بلبلِ بستان سرای جم
بشنو ز جامِ باده که این زالِ نوعروس — بسیار کشت شوهرِ چون کیقباد و جم

واعظ مکن نصیحتِ شوریدگان، که ما — با خاکِ کوے دوست بفردوس ننگریم

چو طفلان تا کے اے واعظ فریبی — به سیبِ بوستان و جوے شیرم

اگر غم لشکر انگیزد که خونِ عاشقان ریزد — ۳۵ من و ساقی بهم سازیم و بنیادش براندازیم

عیان نشد که چرا آمدم کجا بودم؟ — دریغ و درد، که غافل ز کارِ خویشتنم

شرم می آیدم از خرقهٔ آلودهٔ خویش — که بدین فضل و هنر نام کرامات بریم

من از بازوے خود دارم بسے شکر — که زورِ مردم آزاری ندارم

حافظ از جورِ تو، حاشا، که بنالد روزے — من، از آن روز که در بندِ توام آزادم

مکن درین چمنم، سرزنش بخودروئی ۳۶ — چنانکه پرورشم میدهند میرویم

پدرم روضهٔ رضوان بدو گندم بفروخت ۳۷ — ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

ما زیاران چشمِ یاری داشتیم — خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

من نه آن رندم که ترکِ شاهد و ساغر کنم ۳۸ — محتسب داند که من این کارها کمتر کنم

شرابِ لعل کش و روے مه‌جبینان بین — خلافِ مذهبِ آنان جمالِ اینان بین

بزیرِ دلقِ مرقع کمندها دارند — درازدستی این کوته‌آستینان بین

بخرمنِ دوجهان سر فرو نمی آرند ۳۹ — دماغِ کبرِ گدایانِ خوشه‌چینان بین

گره ز ابروے پرچین نه می کشاید یار ۴۰ — نیازِ اهلِ دل و نازِ نازنینان بین

غبارِ خاطرِ حافظ ببرد صیقلِ عشق — صفاے نیتِ پاکان و پاکدینان بین

صبح است ساقیا، قدحے پرشراب کن — دورِ فلک درنگ ندارد، شتاب کن

زان پیشتر که عالمِ فانی شود خراب ۴۱ — ما را ز جامِ بادهٔ گلگون خراب کن

ایامِ گل چو عمر برفتن شتاب کرد — ساقی، بدورِ بادهٔ گلگون شتاب کن

ما بختِ خویش خوے ترا آزموده ایم — با دشمنان قدح کش و با ما عتاب کن

حافظ وصال می طلبد از رهِ دعا — یارب دعاے خسته‌دلان مستجاب کن

ز در درآ، و شبستانِ من منور کن — دماغِ مجلسِ روحانیان معطر کن

لبِ پیاله ببوس، آنگه آن بمستان ده — باین لطیفه دماغِ خرد معطر کن

دگر فقیه نصیحت کند که مے مخور یار — پیاله‌ئی بدهش، گو، دماغ را تر کن

پس از ملازمتِ عیش و عشقِ مهرویان — زکارها که کنی شعرِ حافظ از بر کن

منم که شهرهٔ شهرم بعشق ورزیدن   منم که دیده نیالوده ام به بد دیدن

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم ۲۴   که در طریقتِ ما کافری است رنجیدن

به پیرِ میکده گفتم که چیست راه نجات؟ ۲۴   بخواست جامِ مے و گفت باده نوشیدن

مبوس جز لبِ معشوق و جامِ مے حافظ   که دستِ زهد فروشان، خطاست بوسیدن

نصیبِ من چو خرابات کرده است اله   درین میانه بگو زاهدا مرا چه گناه؟

کسے که در ازلش جامِ مے نصیب افتاد   چرا، به حشر، کنند این گناه را درخواه؟

بآبِ زمزم و کوثر سفید نتوان کرد   گلیمِ بختِ کسے را که بافتند سیاه؟

مده بخاطرِ نازک ملالت، از من راه   که حافظ تو همین لحظه گفت بسم الله

صبا تو نکهتِ آن زلفِ مشکبو داری   بیادگار بمانی که بوئے او داری

درآن شمائلِ مطبوع هیچ نتوان گفت   جز این قدر که رقیبانِ تندخو داری

نوائے بلبلت اے گل، کجا پسند افتد؟   که گوشِ هوش بمرغانِ هرزه گو داری

ز جرعهٔ تو سرم مست گشت، نوشت باد   خود از کدام خم است این که در سبو داری؟

دعاش گفتم و خندان بزیرِ لب بگفت   که کیستی تو؟ و با ما چه گفتگو داری؟

ز کنجِ مدرسه حافظ مجوئے گوهرِ عشق   قدم برون نه اگر میلِ جستجو داری

اے دل آن به که خراب از مے گلگون باشی   بے زر و گنج بصد حشمتِ قارون باشی

در مقامے که صدارت بفقیران بخشند   چشم دارم که بجاه از همه افزون باشی

تاجِ شاهی طلبی گوهرِ ذاتی بنما   ور خود از گوهرِ جمشید و فریدون باشی

ساغرے نوش کن و جرعه بر افلاک فشان   تا بچند از غمِ ایام جگر خون باشی؟

حافظ از فقر مکن ناله که گر شعر این است   هیچ خوشدل نپسندد که تو محزون باشی

اے بادِ نسیمِ یار داری   زان نفحهٔ مشکبار داری

زنهار مکن درازدستی   با طرّهٔ او چه کار داری

ای گل تو کجا و روی زیبا ش؟	او مشک تر و تو خار داری
روزی برسی بوصل، حافظ	گر طاقت انتظار داری

هزار جهد بکردم که یار من باشی	قرار بخش دل بیقرار من باشی
دمی بکلبهٔ احزان عاشقان آئی	شبی انیس دل سوگوار من باشی
من این مراد نه بینم بخود که شبی	بجای اشک روان در کنار من باشی
من ارچه حافظ شهرم جوی نمی ارزم	مگر تو از کرم خویش یار من باشی

این خرقه که من دارم در رهن شراب اولی	وین دفتر بیمعنی، غرق می ناب اولی
تا بی سر و پا باشد اوضاع فلک زینسان	در سر هوس ساقی، در دست شراب اولی
چون پیر شدی، حافظ، از میکده بیرون رو	رندی و هوسناکی در عهد شباب اولی

لبش می بوسم و در میکشم می	به آب زندگانی برده ام پی
بده جام می و از جم مکن یاد	که میداند که جم کی بود و کی کی؟
بزن در چنگ چنگ، ای ماه مطرب	رگش بخراش تا بخروشم از وی
زبانت درکش، ای حافظ، زمانی	حدیث بی زبانان بشنو از نی

ترا که هر چه مرادست در جهان داری	چه غم ز حال من زار ناتوان داری؟
چه ذکر لعل لبت میکنم خرد گوید	حدیث با شکرست این که در دهان داری؟
چو گل بدامن ازین باغ می بری حافظ	چه غم ز ناله و فریاد باغبان داری؟

نوبهارست، در آن کوش که خوشدل باشی	که بسی گل بدمد باز و تو در گل باشی
چنگ در پرده همی میدهدت پند، ولی	وعظت آنگاه دهد سود که قابل باشی
حافظا گر مدد از بخت بلندت باشد	صید آن شاهد مطبوع شمائل باشی

جمشید جز حکایت جام از جهان نبرد	زنهار دل مبند بر اسباب دنیوی
خوش فرش بوریا و گدائی و خواب امن	کاین عیش نیست درخور اورنگ خسروی

درویشم و گدا، و برابر نمی‌کنم — پشمین کلاهِ خویش بصد تاجِ خسروی

خوشتر از کوئے خرابات نباشد جائی — گر به پیرانه سرم دست دهد ماوائی
آرزو میکنم، و از تو چه پنهان دارم — شیشهٔ باده و کنجی و رُخ زیبائی

بیاموزمت کیمیائے سعادت — زہم صحبتِ بد، جدائی جدائی
مکن حافظا، از جورِ گردون شکایت — چه دانی تو اے بنده، کارِ خدائی

اے که در کوئے خرابات، مقامے داری — جم وقتِ خودی، ار دست بجامے داری

صبر بر جورِ رقیبان چه کنم؟ گر نکنم — عاشقان را نبود چاره بجز مسکینی

ساقیا، سایهٔ ابرست و بهار و لبِ جوے — من نگویم چه کن، از اهلِ دلی، خود تو بگوے

بگذر ز کبر و ناز که دیده است روزگار — چینِ قبائے قیصر و طرفِ کلاهِ کے

خدا زان خرقه بیزارست صد بار — که صد بت باشدش در آستینے

ساقی نامه

فریبِ جهان قصهٔ روشن ست — ببین تا چه زاید شبِ آبستن ست
دلا در جهان دل مبند زینهار — که کس بر سرِ پل نگیرد قرار
همان مرحله ست این بیابانِ دور — که گم شد در و لشکرِ سلم و تور
همان منزل ست این جهانِ خراب — که دیده ست ایوانِ افراسیاب
نه تنها شد ایوان و کاخش بباد — که خاکش ندارد کسے هم بیاد
چه خوش گفت جمشید با تاج و گنج، — که یک جو نیرزد سرائے سپنج
مغنی کجائے بگلبانگ رود — بیاد آور آن خسروانی سرود
بمستان نوید سرودے فرست — بیارانِ رفته درودے فرست
مغنی بزن چنگ بر ارغنون — ببر از دلم فکرِ دنیائے دون
نگر خاطرم یابد آسایشے — که خوردم غم بادی آلایشے

مغنی بزن خسروانی سرود | بگو با حریفان بآوازِ رود
که از آسمان مژدهٔ فرصت است | مرا بر عدو عاقبت نصرت است
مغنی نوائے طرب ساز کن | بقولِ غزل قصہ آغاز کن
مغنی ازین پرده نقشے بر آر | ببین تا چہ گفت از حرم پرده دار
چنان برکش آہنگِ این داوری | کہ ناہید چنگے برقص آوری
مغنی دف و چنگ را ساز ده | بیارانِ خوش نغمہ آواز ده
رہے زن کہ صوفی بحالت رود | بمستی وصالش حوالت رود
مغنی بیا با نشاط خنگ نیست | کفے بر دفے زن گرت چنگ نیست
شنیدم کہ چون غم رساند گزند ۴۵ خروشیدنِ دف بود سودمند
مغنی کجائے کہ وقتِ گل ست | ز بلبل چمنہا پُر از غلغل ست
ہمان بہ کہ خوشم بجوش آورے | دمِ چنگ را در خروش آورے
مغنی بیا عود را ساز کن | نوآئین نوائے نو آغاز کن
بیک نغمہ دردِ مرا چاره ساز | دلم نیز چون خرقہ صدپاره ساز
مغنی کجائے کہ لطفے کنی | ز مے آتشے در دلم افگنی
بدان آری از فکر خود یکدمم | بہم برزنی کار و بارِ غمم
مغنی کجائے نوائے بزن | بیکتائے او دوتائے بزن
چو خواہد شدن عالم از ما تہی ۴۶ گدائی بسے بہ ز شاہنشہی
مغنی بگو قول دیرواز ساز | کہ بیچارگان را توئی چاره ساز
تو بنمائے راهِ عراقم بزود | کہ بگشایم از دیده صد زنده رود
چو عشاق آرد بیارا صفے | ز چنگ و رباب و زنائے دفے
مغنی تو سیر مرا سحری | ز نائے بہ نئے زن دمِ سحری

ہمے دور کن دولت گر ہمیست
دمے پیشِ دانا به از عالمیست

مغنی کجائی؟ بزن بربطے
بیا ساقیا پر کن از مے بطے

که با ہم نشینیم و عیشے کنیم
دمے خوش برآریم و طیشے کنیم

مغنی نوا ساز کن یک غزل
بآہنگِ چنگ آر اندر عمل

که تا وجد را کارسازی کنم
برقص آیم و خرقه بازی کنم

بیا ساقی آن آبِ آتش خواص
بمن ده که تا یابم از غم خلاص

فریدون صفت کاویانی علم
برافرازم از نشئہِ جامِ جم

بیا ساقی این نکته بشنو زنے
که یک جرعه مے به ز دیہیمِ کے

بیا ساقی آن مے که جان پرور است
دلِ خسته را ہمچو جان درخور است

بده کز جہان خیمه بیرون زنم
سراپرده بالائے گردون زنم

بیا ساقی آن مے که حال آورد
کرامت فزاید کمال آورد

بمن ده که بس بیدل افتاده ام
وزین ہر دو بے حاصل افتاده ام

بیا ساقی آن بکرِ مستور مست
که اندر خرابات دارد نشست

بمن ده که بدنام خواہم شدن
مریدِ مے و جام خواہم شدن

قطعه

به سمعِ خواجه رسان اے رفیقِ وقت شناس
بخلوتے که در آن اجنبی صبا باشد

لطیفۂ بمیان آر و خوش بخندانش
بنکتۂ که دلش را دران رضا باشد

پس آنگہے ز کرم آن قدر بپرس ز لطف
که گر وظیفه تقاضا کنم روا باشد؟

رباعیات

ہجرت که بجانِ من درویش آمد
گوئی نمکے بجگرِ ریش آمد

می ترسیدم کز تو شوم روزے دور
دیدی که ہمان روز بدیدم پیش آمد

گویند که فردوس برین خواهد بود — فردا می ناب و حور عین خواهد بود
گر ما می و معشوقه گزیدیم چه باک — چون عاقبت کار چنین خواهد بود

گل گفت اگر دستگهی داشتمی — بگریختمی اگر رهی داشتمی
با بیگنهی مرا چنین می سوزند — ای وای بمن گر گنهی داشتمی

باشاهد شوخ و شنگ و بابربط و نی — کنجی و کتابی و دو یکی شیشهٔ می
چون گرم شود ز باده مارا رگ و پی — منت نبرم بیک جو از حاتم طی

قصیده

سپیده دم که صبا بوی بوستان گیرد — چمن ز لطف هوا نکته بر جنان گیرد
هوای چنگ بد الحان زند صلای صبوح — که پیر صومعه راه در مغان گیرد
هوا ز نکهت گل در چمن تتق بندد — افق ز رنگ شفق رنگ گلستان گیرد
بنزهتگاه چمن رو که خوش تماشائیست — چو لاله کاسهٔ زرین ارغوان گیرد
صبا نگر که دمادم چو رند شاهد باز ۷۴ — گهی لب گل و گه زلف ضیمران گیرد
چه حالت است که گل در چمن نماید روی ۸۴ — چه آتش است که در مرغ صبح خوان گیرد
چو شمع هر که بافشای راز شد مشغول ۹۴ — بسش زمانه چو مقراض در میان گیرد
کجاست ساقی مهروی من که از سر مهر — چو چشم مست خودش ساغر گران گیرد

خیال شاهی اگر نیست در سر حافظ
چرا به تیغ زبان عرصهٔ زمان گیرد؟

انتخاب

از

کلامِ داغ

گلزارِ داغ آفتابِ داغ مہتابِ داغ

۵۸ نشتر

داغ

نواب مرزا خان نام۔ تخلص داغ۔ دہلی مولد۔ حیدرآباد دکن مدفن۔ ہمیشہ دہلی مین رہے اور ریاست رامپور سے بھی کچھ کچھ تعلق رہا۔ اخیر اخیر بخت نے یاوری کی، نظام دکن کے اُستاد ہوئے، نواب فصیح الملک خطاب پایا اور کئی ہزار روپیہ ماہوار مقرر رہا۔ پچھلے شعرامین انکا سا خوش نصیب دوسرا نہین ہوا۔ انکا کلام بہت ہی عام پسند ہے۔ ارباب نشاط کو انکی غزلین بہت یاد ہین۔ انکے کلام مین روزمرہ کا مزہ ہے۔ امیر مینائی کے یہ ہمعصر تھے۔ شاگردون مین یہ امر مابہ النزاع رہگیا کہ داغ کا پلہ بھاری ہے یا امیر کا جس طرح سودا اور میر کا فیصلہ نہ ہوا نہ ناسخ اور آتش کا جھگڑا چکا، ذوق و غالب اور دبیر و انیس مین اُن کے جیتے جی اُنکے شاگردون نے یہ طے نہین ہونے دیا کہ کس کا پایہ بلند ہے اسی طرح داغ اور امیر کا بھی قضیہ طے نہ ہوا تھا کہ دونون نے حیدرآباد ہی مین سال دوسال کے آگے پیچھے قضا کی۔ سال وفات داغ ۱۳۲۲ھ۔

اب ناظرین دونون کے کلام کو باہم مقابلہ کرکے دیکھین اور خود فیصلہ کرین داغ کے کلام مین بہ نسبت امیر کے کم نشتر دکھائے گئے ہین اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مولف نے بطور خود فیصلہ کردیا سچ یہ ہے کہ انکے عاشقانہ اور چوشیلے کلام مین جتنے نشتر ہین اُتنے کسی شاعر کے کلام مین نہین ہین انتخاب کلام کے وقت گو اُس تہذیب کا چندان خیال نہین رکھا گیا جو اس کتاب کے لیے اختیار کی گئی ہے مگر نشترون کی تعداد لکھتے وقت سختی سے نظر کی گئی تو بہت سے نشتر نظرانداز کیے گئے

غزلیات وابیات

جو ہو سکتا ہے اس سے، وہ کسی سے ہو نہیں سکتا ۱ مگر دیکھو کہ پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا
نگاہِ تیغ، قصہ پاک کیجیے دادخواہوں کا کسی کا فیصلہ گر منصفی سے ہو نہیں سکتا
مزا جو اضطرابِ شوق سے عاشق کو حاصل ہے وہ تسلیم و رضا و بندگی سے ہو نہیں سکتا
خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ؟ ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا

کب سے شبِ فراق، ہوں مشتاق دید کا خورشید ہو گیا ہے مجھے چاند عید کا
کیا قتل حسرتیں ہوئیں دل میں؟ کہ بیکسی لے لے کے نام روتی ہے اک اک شہید کا
زاہد، کمالِ پیرِ مغاں تجھ سے کیا کہوں؟ مرشد وہاں خطاب ہے ادنیٰ مرید کا
حورانِ خلد بولتی ہیں بڑھ کے بولیاں نیلام ہو رہا ہے تمھارے شہید کا
چلنا ہمارے ساتھ ذرا اے شبِ فراق دوزخ میں قحط ہو نہ عذابِ شدید کا
اے داغ کیوں نہ مجھ کو شفاعت کی ہو امید میں ہوں محبِ حسین کا دشمن یزید کا

زندہ عیسیٰ کا نام کرتا تھا اس طرف بھی خرام کرتا تھا
وائے غفلت کہ اب کیا ہم نے ۲ جو ہمیں پہلے کام کرتا تھا
تھی نہ تابِ ستم، تو حضرتِ دل عاشقی کو سلام کرتا تھا
داغ مہماں سرائے دنیا میں اور چند سے قیام کرتا تھا

نہ کبھی جیبِ خجالت سے یہاں سر نکلا قیس دیوانہ تھا گھبرا کے جو باہر نکلا
دادخواہوں کا بھی ارمان بقدر نکلا گر طرفدار ترا داورِ محشر نکلا
آفریں داغ، تجھے خوب نباہی تو نے مرحبا کوچۂ دلدار سے مر کر نکلا

طور کیوں خاک ہوا؟ نور ترا نار نہ تھا ناز تھا حضرتِ موسیٰ سے وہ دیدار کا تھا
یا نہ آتے تھے حسینوں کو یہ اندازِ جفا یا کوئی اگلے زمانے میں خطاوار نہ تھا

شب کو کیوں کر خلشِ دل نہ دکھاتی لذت — تیر ارمان تھا، پیکان نہ تھا، خار نہ تھا

دل کا سودا اور اس عیار سے اور ایسی جگہ — داغ وہ انجمنِ ناز تھی بازار نہ تھا

تیر اُسکا چلتے چلتے جب پریشان ہوگیا — تھک کے بیٹھا میرے دل میں اور پنہاں ہوگیا

کسکا طرّہ، کسکا گیسو، کسکی کاکل، کسکی زلف؟ — سب بلائیں ہوگئیں، جب دل پریشان ہوگیا

دل میں لے دے کر رہا تھا ایک قطرہ خون کا — کچھ نیازِ غم ہوا، کچھ صرفِ مژگان ہوگیا

بوسہ لیکر دل دیا ہے، اور پھر نالاں ہیں داغ — کوئی جانے مفت میں حضرت کا نقصان ہوگیا

کس طرح اُس نگہِ ناز سے جینا ہوگا — زہر دے اُسپہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا

خلد میں پھر کسی کافر ہی کا دل بہلے گا — گر نہ معشوق و مے و ساغر و مینا ہوگا

چین دیتے نہیں وہ داغ کسی طرح مجھے — میں جو مرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ جینا ہوگا

مجھ سے بہتر مرا ملال رہا — کہ ترے دل میں بہ جمال رہا

ذکرِ روزِ جزا یہ کہتے ہیں — اور جو ہم پہ انفعال رہا؟

تو نے آرام کچھ دیا ہے مرگ — زندگی کیا رہی وبال رہا

داغ نے حالِ دل کہا اُن سے — کچھ بھی کمبخت کو خیال رہا؟

آئینہ تصویر کا تیرے نہ لیکر رکھ دیا؟ — بوسے لینے کے لیے کعبے میں پتھر رکھ دیا

ہم نے اُنکے سامنے اوّل تو خنجر رکھ دیا — پھر کلیجا رکھ دیا، دل رکھ دیا، سر رکھ دیا

سن لیا ہے پاس حوروں کے پہنچتے ہیں شہید — اسلیے لاشے پہ میرے اُسنے پتھر رکھ دیا

کل چھیڑ الیں گے یہ، زاہد آج تو ساقی کے ہاتھ — رہن اک جلوہ پہ ہم نے حوضِ کوثر رکھ دیا

ذبح کرتے ہی مجھے، قاتل نے دھوئے اپنے ہاتھ — اور خون آلودہ خنجر غیر کے گھر رکھ دیا

زندگی میں پاس سے دم بھر نہ ہوتے تھے جدا — قبر میں تنہا مجھے یاروں نے کیونکر رکھ دیا

زلف خالی، ہاتھ خالی، کس جگہ ڈھونڈیں اُسے — تم نے دل لیکر کہاں اے بندہ پرور رکھ دیا

داغ کی شامت جو آئی، اضطرابِ شوق میں — حالِ دل کمبخت نے سب اُنکے منہ پر رکھ دیا

کب ہوا؟ اے بتِ بیگانہ ملش تو اپنا — دل جو اپنا ہی نہیں اُسپہ کبھی قابو اپنا
تمکو آشفتہ مزاجون کی خبر سے کیا کام؟ — تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا
وہی ہم تھے کہ جو روتون کو ہنسا دیتے تھے — اب ہر یہ حال کہ تھمتا نہین آنسو اپنا
لگ گئی چُپ تجھے ای داغِ حزین کیون ایسی ؟ — مجکو کچھ حال تو کمبخت بتا تو اپنا

دیکھنا حشر مین، جب تم پہ مچل جاؤن گا — مین بھی کیا وعدہ تمھارا ہون کہ ٹل جاؤن گا
آؤ ملجاؤ کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی، — مین بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤن گا
قبر مین حسرت و ارمان ہین غنیمت ای داغ — رفتہ رفتہ انھین یارون مین بہل جاؤن گا

عجب اپنا حال ہوتا، جو وصالِ یار ہوتا — کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
جو تمھاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا — تمھین منصفی سے کہدو تمھین اعتبار ہوتا؟
ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے — اگر اپنی زندگی کا ہمین اعتبار ہوتا
تمھین ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل — یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

خاطر سے یا لحاظ سے مین مان تو گیا — جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا
گو نامہ بر سے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر — مجکو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا
ہوش و حواس و تاب و توان داغ جا چکے — اب ہم بھی جانے والے ہین سامان تو گیا

میرے قابو مین نہ پہرون دلِ ناشاد آیا ۴ — وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا
لیجیے سُنیے اب افسانۂ فرقت مجھ سے — آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا
آپ کی بزم مین سب کچھ ہی مگر داغ نہین ۵ — ہمکو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

کیا کوئی زمانے مین ستمگر نہین ہوتا؟ — ہوتا ہی مگر تیرے برابر نہین ہوتا
عادت ہی عجب چیز، بُری ہو کہ بھلی ہو — مرتا ہون جو بیچین گھڑی بھر نہین ہوتا
اے داغ ندے جان محبت مین کہ نادان — پھر زندہ جہان مین کوئی مر کر نہین ہوتا

ہمین زمانے مین بدنام تیری خو نے کیا ۶ — دلِ فریفتہ، جو کچھ کیا سو تو نے کیا

گیا رقیب کے گھر بارہا شبِ وعدہ　　بہت ذلیل مجھے تیری جستجو نے کیا
گلہ نہیں اُنسے تو وہ او داغ مجھ سے رکے　　خفا تو اُنکو مری شرحِ آرزو نے کیا

انکار مے کشی نے مجھے کیا مزا دیا　　سینے پہ چڑھ کے اُس نے خُم مے پلا دیا
جو کچھ ہوا تو دل سمجھے لے بیوفا دیا　　تقدیر نے بگاڑ دیا یا بنا دیا
اُس بُت کو جوشِ گریہ نے اتنا کیا اثر　　نقشِ مراد صفحۂ دل سے مٹا دیا
بخشا گیا جو داغ سیہ کار دیکھنا　　جنت کے گی آگ لگا دی جلا دیا

موت کا مجھکو نہ کھٹکا شبِ ہجران ہوتا　　مرے دروازے پہ گر آپ کا دربان ہوتا
خلد میں بند رہے عیش کے سامان بیکار　　لطف جب تھا کہ یہ مجموعہ پریشان ہوتا
داغ کو ہم نے محبت میں بہت سمجھایا　　وہ کہا مان نہ لیتا اگر انسان ہوتا

اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا　　یاد آتا ہے ہمیں، ہائے زمانا دل کا
تم بھی منہ چوم لو، بیساختہ پیار آجائے　　میں سناؤں جو کبھی دل سے فسانا دل کا
ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ　　ہوش آتا ہے، تو آتا ہے ستانا دل کا
بعد مدت کے یہ اے داغ سمجھ میں آیا　　وہی دانا ہے، کہا جس نے نہ مانا دل کا

پارسا کوئی اگر تاکنے والا ہوتا　　دخترِ رز نے بڑا نام اُچھالا ہوتا
ساتھ عشاق کے یہ پھیر بھی لگتا لازمی　　آسمان گر ہمہ تن روئی کا گالا ہوتا
کچھ قیامت تو نہ تھی ہجر کی شب تقدیر؟　　اس بلا کو کسی تدبیر سے ٹالا ہوتا
ہم سناتے جو کوئی درد ہمارا سنتا　　دل دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا
دردِ فرقت کی کسک وصل میں کیا ستاتی؟　　آہ تھمتی اگر اے داغ، تو نالا ہوتا

اُنکے گھر داغ جا کے دیکھ لیا　　دل کے کہنے میں آکے دیکھ لیا
جاؤ بھی کیا کرو گے مہر و وفا؟　　بارہا آزما کے دیکھ لیا
زخمِ دل میں نہیں ہے قطرۂ خون　　خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا

کھینچیے بزم سے ہمیں رخصت — جو سنا تھا وہ آ کے دیکھ لیا
حسن کمیاب نغمہ ہے نایاب ۹ — شہر در شہر جا کے دیکھ لیا
جنس دل ہے یہ وہ نہیں سودا — ہر جگہ سے منگا کے دیکھ لیا
نہ لیا اُس نے خط شرارت سے — نامہ بر کو ہٹا کے دیکھ لیا
اب خریدار ہے نہیں کوئی — مول اپنا بڑھا کے دیکھ لیا

روئے انور نہیں دیکھا جاتا — دیکھیں کیونکر نہیں دیکھا جاتا؟
کیا رہیں ہم؟ کہ ترا حال یہیں — پاس رہ کر نہیں دیکھا جاتا
خط مرا پھینک دیا، یہ کہہ کر — ہم سے دفتر نہیں دیکھا جاتا
مختصر یہ ہے کہ اب داغ کا حال — بندہ پرور نہیں دیکھا جاتا

کچھ ہمیں بھی خیال ہو ہی گیا — آخر اُن سے ملال ہو ہی گیا
نہ کہا تھا، کہ سچ نہ کہلواؤ — آپ کو انفعال ہو ہی گیا
دل لگی کا بھی ہے برا انجام — کہ ہنسی میں ملال ہو ہی گیا
فکر یار کے مضامین سے — داغ نازک خیال ہو ہی گیا

اب دل ہے مقام بیکسی کا ۱۰ — یوں گھر نہ تباہ ہو کسی کا
رونا ہے اب اُس ہنسی خوشی کا — ماتم ہے بہار زندگی کا
کس کس کو مزا ہے عاشقی کا؟ — تم نام تو لو بھلا کسی کا
روکیں انھیں کیا؟ کہ ہے غنیمت — آنا جانا کبھی کسی کا
ایسے سے جو داغ نے نباہی — سچ ہے کہ یہ کام تھا اُسی کا

میں یہ ہزار جگہ حشر میں پکار آیا ۱۱ — کہ اور بھی کوئی مجھ سا گناہگار آیا؟
تمھاری شوخ مزاجی سے چھا گئی حیرت — تمھیں قرار نہ آیا، مجھے قرار آیا
شکستہ دل ہوئی کس کس طرح مری توبہ — سبو لیے ہوئے جو کوئی رند بادہ خوار آیا

کبھی جو دھوپ کی گرمی سے رند چیخ اُٹھے ۱۲ ہوا کے گھوڑے پہ ابر کرم سوار آیا
ڈرے جو حشر میں وہ، مجکو دیکھتے ہی کہا مرا رفیق، مرا داغ جان نثار آیا

امیدوار ہوں کرم بے حساب کا پیتا ہوں ڈگڈگا کے پیالہ شراب کا
میں اک سوال کر کے پشیمان ہو گیا لچھا بندھا ہوا ہے ہزاروں جواب کا
روزہ رکھیں نماز پڑھیں حج ادا کریں اللہ یہ ثواب بھی ہے کس عذاب کا ؟
لاؤں، پیوں، پیالہ بھروں، در کو قفل دوں؟ کیا حکم ہے جناب شیخ حضرت مآب کا؟
اے داغ بخشوائیں گے اُن سے یہ وہ گناہ ہے آسرا جناب رسالت مآب کا

غیر پر لطف و کرم بس ہو چکا ہو چکا ہم پر ستم، بس ہو چکا
ہمکو، اے واعظ ابھی مرنا نہیں وصف گلزار ارم بس ہو چکا
کل جو اک داغ حزیں مشہور تھا آج وہ بیمار غم بس ہو چکا

کوئی پھرے نہ قول سے، بس فیصلا ہوا بوسہ ہمارا آج سے، دل آپ کا ہوا
ماتم ہمارے مرنے کا اُنکی بلا کرے اتنا ہی کہہ کے چھوٹ گئے وہ بُرا ہوا
آباد کس قدر ہے الٰہی، عدم کی راہ ہر دم مسافروں کا ہے تانتا لگا ہوا
اے کاش، میرے تیرے لیے کل یہ حکم ہو لیجاؤ اِن کو خلد میں، جو کچھ ہوا ہوا
کس کس طرح سے اُسکو جلاتے ہیں رات دن وہ جانتے ہیں داغ ہی ہم پر مٹا ہوا

دل مکدر تمام کا نکلا کب یہ آئینہ کام کا نکلا؟
مٹ گئی رسم و راہ بھی اُن سے یہ نتیجہ پیام کا نکلا
گالیاں سنتے ہیں دعا دیکر خوب پہلو کلام کا نکلا
سچ تو یہ ہے کہ عاشقی میں داغ ایک ہی اپنے نام کا نکلا

دل سے بھی باتیں نہیں کرتا کبھی اپنے وہ ستمگر بدگمان، یہ راز دان ہو جائیگا
دل کو مدت میں کیا تھا خوگر درد ستم کیا خبر تھی وہ یکایک مہربان ہو جائیگا

داغ کو ہم یہ نہ سمجھے تھے کہ ترے عشق میں / ہائے ایسا شخص یوں بے خانماں ہو جائیگا

تمھارے خط میں نیا اک سلام کس کا تھا؟ / نہ تھا رقیب، تو آخر وہ نام کس کا تھا؟
وفا کریں گے، نباہیں گے، بات مانیں گے، / تمھیں بھی یاد ہے کچھ، یہ کلام کس کا تھا؟
نہ پوچھ گچھ تھی کسی کی، وہاں، نہ آؤ بھگت / تمھاری بزم میں کل، اہتمام کس کا تھا؟

کیا سمجھتے نہیں، ظاہر کی ملاقات کو ہم؟ / دل تمھارا نہ ملا، ہم نے گلے مل دیکھا
مست تھی آنکھ تری، دل تھا ہمارا بیخود / ہم نے دونوں کو، دمِ معرکہ غافل دیکھا
اُسنے جب حکم دیا تھا، تجھے مرجانا تھا / داغ، تو دے نہ سکا جان، ترا دل دیکھا

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا ۱۳ / تمام رات قیامت کا انتظار کیا
یہ دل کو تاب کہاں ہے؟ کہ ہو مآل اندیش / انھوں نے وعدہ کیا اسنے اعتبار کیا

شبِ فراق جو دستِ دعا بلند ہوا / ندائیں آئیں کہ بابِ قبول بند ہوا
مری زبان نہ تھکی رات کٹ گئی ساری / کھلا جو شکووں کا دفتر تو پھر نہ بند ہوا

بارِ عصیاں کسقدر ہے؟ آدمی جزوِ ضعیف / یہ گرا دے گا جو اتنا بوجھ سر پر لے چلا
منزلِ مقصود تک پہنچے بڑی مشکل سے ہم ۱۴ / ضعف نے اکثر بٹھایا شوق اکثر لے چلا

فتنہ، فساد، رشک، تغافل، غرور، ناز / اسکے سوا ہے اور تری انجمن میں کیا؟
میں خلد میں ہوں اور نکیرین قبر میں ۱۵ / خالی کفن پڑا ہے، دھرا ہے کفن میں کیا؟

شوق ایسا کہ تری راہ میں مر کر بھی چلوں / ضعف ایسا، کہ نہیں جان سے جایا جاتا
وہ خریدار ہی دل کے نہ ہوئے کیا کیجے / ہم بھی کچھ دیتے، کچھ انکو بھی دبایا جاتا

لطف تھا میں بھی شبِ وصل کہیں چھپ جاتا / آدمی انکا مری ٹوہ میں گھر گھر پھرتا
تم نہ آتے، تو یہ انداز کہاں سے چھوٹے؟ / ہاتھ ملتا بزم میں منکر کوئی [illegible] پھرتا

لے چلا جان مری روٹھ کے جانا تیرا / ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا
آرزو ہی رہی صبحِ وطن کی مجھکو / شامِ غربت ہے عجب وقت سہانا تیرا

یہ سمجھ کر تجھے اے موت لگا رکھا ہے ‏ ‏ ‏ کام آتا ہے بُرے وقت میں آنا تیرا

ہمیں فکر کیوں ہو رنج کیوں ہو لگاؤ کیوں ہو؟ ‏ ‏ ‏ کسی سے اگر واسطہ ہو کسی کا

نہ بچے جان کس طرح تیری ادا سے؟ ‏ ‏ ‏ قضا پر کہیں بس چلا ہے کسی کا؟

پہلے تو منفعل وہ ہوئے پھر بگڑ گئے ‏ ‏ ‏ کیوں شکوہ بار بار کیا ہم نے کیا کیا؟

کہدینگے ہم تو داورِ محشر سے صاف صاف ‏ ‏ ‏ اچھوں کو دل نے پیار کیا ہم نے کیا کیا؟

عرش و کرسی پہ کیا خدا ملتا؟ ‏ ۱۲ ‏ آ گئے بڑھتے تو کچھ پتا ملتا

اس جفا کا تجھی مزا ملتا ‏ ‏ ‏ کوئی تجھکو اگر ترا ملتا

اُدھر کی سند بھی ذرا اے پیامبر لینا ‏ ‏ ‏ خدا کے واسطے جلدی مری خبر لینا

جو ہے فردوس سے سودا ابھی تو کر لینا ‏ ‏ ‏ کمی ہو حضرتِ زاہد تو ہم سے بھر لینا

عاشقِ مضطر اگر آرام اپنا دیکھتا ‏ ‏ ‏ عشق کے آغاز میں انجام اپنا دیکھتا

سخت ناکامی تھی اُسکو ورنہ یوں مرتا ہی کیوں؟ ‏ ‏ ‏ کوہکن ملتا ہوا گر کام اپنا دیکھتا؟

زبان ہلاؤ تو ہو جائے فیصلہ دل کا ‏ ‏ ‏ اب آ چکا ہے لبوں پر معاملہ دل کا

کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے ‏ ‏ ‏ وہی بتوں کی شکایت وہی گلہ دل کا

کسی بندے پہ اثر وقت نہ ڈالے اللہ ‏ ‏ ‏ کیا خبر تھی کوئی یوں ہجر میں مر جائیگا

کیوں نہ ہم روئیں مقدر کی پریشانی کو ‏ ‏ ‏ کیا یہ گیسو ہے تمہارا کہ سنور جائیگا

جو عاشقی میں خاک ہوا کیمیا ہوا ‏ ‏ ‏ کہتا تھا آج خاک میں کوئی ملا ہوا

اے عشق رخصت اے ہوس و آرزو سلام ‏ ‏ ‏ اپنا مقام آج سے دار البقا ہوا

ڈوبکر سینے میں اس رنگ سے پیکان نکلا ‏ ‏ ‏ دل سے بیساختہ نکلا کہ وہ ارمان نکلا

کوسوں تک اسکے پاؤں چلا آہ میں غریب ‏ ۱۶ ‏ جب تک مری نظر سے نہ پنہاں وطن ہوا

کر لیتے ہیں حسینوں سے ہزاروں قصے ‏ ‏ ‏ عرصۂ حشر ہوا گوشۂ ابرو نہ ہوا

مجھ سے میکش کو کہاں صبر کہاں کی توبہ؟ ‏ ‏ ‏ لے لیا دوڑ کے جب سامنے ساغر آیا

قدم لینے کو کانٹے منتظر ہین دشتِ وحشت مین — سُنا ہے آج زندان سے ترا دیوانہ چھوٹے گا

تپشِ دل کا تماشا نہ رہا — جب کوئی دیکھنے والا نہ رہا

مجکو وعدے نے ترے جی سے گزرنے نہ دیا — مین نے چاہا تھا کہ مرجاؤن تو مرنے نہ دیا

مضمونِ شوق چھپ نہ سکا اسکو کیا کرون؟ — گو مین نے خط رقیب کے خط مین ملا دیا

دلِ پُر اضطراب نے مارا — اسی خانہ خراب نے مارا

جب جوانی کا مزا جاتا رہا — زندگانی کا مزا جاتا رہا

حسینون کی وفا کیسی جفا کیا؟ — جو دل آیا تو پھر اچھا بُرا کیا؟

کہان رہ کے توبہ نباہون الٰہی؟ — کہ جنت مین بھی محتسب حور نکلا

کسی کا نہ ہوگا قیامت مین کوئی — زمین اور ہوگی فلک اور ہوگا

بنتے ہی بنتے، علمِ الٰہی مین رہ گئی — پیدا نہ ہوتی ورنہ تمھاری کمر کبھی کیا؟

سب نے تو دیدارِ خدا کا کیا — مجکو بھی دیکھا؟ تجھے دیکھا کیا

دیکھ کر اُسکو، تعجب ہے، جنابِ ناصح — مجھ سے فرماتے ہین کیون دل نہ سنبھالا اپنا؟

سُنتا ہون، غیر کا بتِ خودکام ہوگیا — یہ بات سچ ہوئی تو مرا کام ہوگیا

عالمِ یاس مین گھبرائے نہ انسان بہت — دل سلامت ہے تو حسرت بہت ارمان بہت

تم کہ بیداد کرو اور نہ شرماؤ ذرا — ہم کہ ناکردہ گنہ اور پریشان بہت

بزمِ احباب مین، اے داغ ابھی تو ہنس بول — دیکھتے ہین تجھے ہر وقت پریشان بہت

بگڑ گئی ہے یہان بے طرح جہان کی طرح — کہان کی وضع؟ کہان کی ادا؟ کہان کی طرح

حیا نے روک لیا، جذبِ دل نے کھینچ لیا ۱۸ — چلے وہ تیر کی صورت، کھنچے کمان کی طرح

مین اپنے ضعف کے صدقے بٹھا دیا ایسا — ہلے نہ در سے ترے سنگِ آستان کی طرح

خدا قبول کرے داغ تم جو سوئے عدم — چلے ہو عشقِ بتان لے کے ارمغان کی طرح

دل کو صلاح کار بنا کے ہوئے خراب — دشمن وہی ہے دے جو بُری بات کی صلاح

رنجِ فراقِ یار مین مر جاؤن یا جیون؟ مین تجھ سے پوچھتا ہون یہی ہمکسی صلاح
مشتاقِ تیغِ ناز ہون یون کس سے مشورہ دے گا نہ کوئی موت کی یا زندگی صلاح

اُن سے شبِ وصال ہو ذکرِ سحر کیا؟ بوسے لیے، خدا نخواستہ، ہوا ہے دورِ صبح
مین نے شبِ فراق یہ کہکر گزار دی وہ آئی، لے وہ آئی، دلِ ناصبور صبح
بے صبر یون ہے داغ شبِ غم مین فائدہ؟ کمبخت تیرے نالون سے ہوگی ضرور صبح

ملی مجکو جنت قیامت کے بعد ملے کیا خدا جانے جنت کے بعد؟
حیا کے تبسم کے، اغماض کے مزے لے رہا ہون شکایت کے بعد
ملا لون ذرا آنکھ بھی زیرِ تیغ مری جان نکلنے کی حسرت کے بعد
مرے حال پر رحم آہی گیا وہ چلکر پلٹ آئے رخصت کے بعد
تڑپتا نہ دیکھا گیا داغ کا ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد

اے وعدہ فراموش ہمین تجکو جفا یاد یہ بھول بھی کیا بھول ہے یہ یاد ہے کیا یاد
وہ سنتے ہین کب دل سے مری رام کہانی فرماتے ہین کچھ اور بھی ہے اسکے سوا یاد؟
ہندو سے ہے کیون پرسشِ اعمال الٰہی؟ انسان کو رہتی ہے کہان اپنی خطا یاد؟
اُستاد نے اچھا سبقِ عشق پڑھایا جب اسکو بھلاتا ہون، یہ ہوتا ہے سوا یاد
تم بھولتے ہو آج کی بات آج ہی اکثر مشکل ہے اگر وعدۂ فردا نہ رہا یاد
رہتا ہے عبادت مین ہمین موت کا کھٹکا ہم یادِ خدا کرتے ہین، کرلے نہ خدا یاد
معشوق سے ای داغ تغافل کا گلا کیا؟ کیون یاد کرے تجکو؟ کرے اُسکی بلا یاد

لاکھ لکھیے اُٹھا لین، نہ دہ دشمن کا کاغذ کب وہ پڑھتے ہین کسی سوختہ تن کا کاغذ
ہم نے مضمون گرانباریِ غم لکھا تھا دستِ قاصد مین ہوا سیکڑون من کا کاغذ
ناتوان ہون نہ گلے مین مرے باندھو تعویذ توڑ ڈالے مرے گردن کا نہ من کا کاغذ
ورقِ دل پہ کھچی، داغ صنم کی تصویر تھا اسی کام کا یہ اور اسی فن کا کاغذ

تو اُلٹتے ہو کیوں؟ دوپٹے کا تم آنچل دوش پر ... بار ہے پہلے ہی گیسوئے مسلسل دوش پر
میکدے سے ہم چلے بیہوش ہو کر اس طرح ... ہاتھ میں رکھا خمِ مے اور بوتل دوش پر
کشتگانِ ابروئے پُرخم کی دلداد و نیاز ... تم نے رکھی ہے کمان اول ہی اول دوش پر
یہ تجلی بلبے، اُسکے عارضِ پُرنور کی ... جم گیا ہے نور گویا دگردگو انگل دوش پر
لے گئے ہیں آج تو اے داغ وہ سینے سے دل ... سر سلامت آپ پانے کے نہیں کل دوش پر

غیر بھی میری طرح کرتے ہیں آہیں کیونکر؟ ... میں بھی دیکھوں کہ پلٹتی ہیں نگاہیں کیونکر؟
پھر ہے عہدِ جوانی کی اُمنگ اور ترنگ ... دل بھی مانے وہ رقیبوں کو نہ چاہیں کیونکر؟
نہ دلاسا نہ تسلی نہ تشفی نہ وفا ... دوستی اُس بتِ بدخو سے نباہیں کیونکر؟
زیرِ دیوار کبھی جھانک کے تم دیکھ تو لو ۱۹ ناتوان کرتے ہیں دل تھام کے آہیں کیونکر؟
چارہ کا نام جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو ... وہ طریقہ تو بتا دو تمھیں چاہیں کیونکر؟
جب وہ آنکھوں میں سمائے مرے دل میں آئے ۲۰ بند ہوں ناصحِ نافہم یہ راہیں کیونکر؟
شرم سے آنکھ ملاتے نہیں دیکھا اُن کو ... پار ہوتی ہیں کلیجے کے نگاہیں کیونکر؟
دردمندوں سے کہیں ضبطِ فغاں ہوتا ہے؟ ... ڈھلکے چھپکے ترے بیمار کراہیں کیونکر؟
یہ چلن کس نے سکھائے یہ طریقے کس نے؟ ... آگئیں جور و جفا کی تمھیں راہیں کیونکر؟
داغ وہ چاہتے ہیں، غیر کو چاہے یہ بھی ... جو بُرا چاہے ہمارا اُسے چاہیں کیونکر؟

تم نگاہِ عاشقِ دلگیر پر ... ناز ہو جس تیغ پر جس تیر پر
چارہ گر مرتے ہیں کیوں تدبیر پر ... چھوڑ دیں مجھکو مری تقدیر پر
اِس نگاہِ امتحان کو دیکھنا ... ہے کبھی مجھ پر کبھی شمشیر پر
یوں تو سو حیلے بہانے وصل کے ... دل نہیں جمتا کسی تدبیر پر
داغ، سچ ہے جو خدا چاہے کرے ... آدمی کا بس نہیں تقدیر پر

حسرت آتی ہے دلِ ناکام پر ... اس لیے ڈالوں خدا کے نام پر

ہو گیا صیاد بھی عاشق مزاج — خود سجھا جاتا ہے اپنے دام پر
جب پسند آتا ہے میرا شعر انھین — گالیان پڑتی ہین میرے نام پر
جلنے لگتی ہے زبان کہتے ہی داغ — اُف نکل جاتی ہے میرے نام پر

آئے کوئی، تو بیٹھ بھی جائے زرا سی دیر — مشتاق دید لطف اُٹھائے زرا سی دیر
مین دیکھ لون اُسے وہ نہ دیکھے مری طرف — باتون مین اُسکو کوئی لگائے زرا سی دیر
سب خاک ہی مین مجکو ملانے کو آئے تھے — ٹھہرے رہے غبار پہ اپنے زرا سی دیر
تم نے تمام گھر جلایا ہے داغ کو — کیا لطف ہو جو وہ بھی جلائے زرا سی دیر

ناز ہوتا ہے اُنھین مال پرایا لیکر — دونون کی لیتے ہین میرا دل شیدا لیکر
مجھ گرانبار محبت کے ہین لاکھ ہزار — پہنچون جنت مین سہارے پہ سہارا لیکر
ایسے جینے سے تو ہے جان کا دینا اچھا — کیا جیے گر جیے احسان کسی کا لیکر
شرط انصاف ہے یہ داغ کا دعویٰ ہے بجا — آدمی عشق کرے نام ہمارا لیکر

منحصر قدر ہے رحمت کی گنہگارون پر — مال کا مول ہے موقوف خریدارون پر
آگ تلوون سے لگی بزم عدو مین یارب — ۲۱ فرش گل پر ہین مرے پاؤن کہ انگارون پر
داغ کا عشق بھی دنیا سے نرالا دیکھا — دل جب آتا ہے تو آتا ہے دل آزارون پر

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر — بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر
ہم انھین آنکھون سے دیکھین گے ترا حسن و جمال — گر یہی آنکھین رہین اپنی خدا کو دیکھ کر
اچھا دیکھا تم نے اپنے دادخواہون کا ہجوم — اب تو آنکھین کھل گئین روز جزا کو دیکھ کر
حضرت زاہد ہماری [illegible] کی بہار انھین — ۲۲ گدگدی ہوتی ہے دل مین پارسا کو دیکھ کر
ہم سمجھتے جسکو تیری بیوفائی وہ بات تھی — تو بھی عاشق ہو ہی جاتا اُس ادا کو دیکھ کر
غیر نے مہندی لگائی اُسکے ہاتھون پر جو داغ — خون آنکھون مین اُتر آیا حنا کو دیکھ کر

اپنی نظر مین ہیچ ہے سارے جہان کی سیر — دل خوش نہ ہو تو کس کا تماشا کہان کی سیر

بابِ قبول تک نہین پہنچی ہماری آہ
پھر پھر کے کر رہی ہے ابھی آسمان کی سیر

سیرِ خزان بھی دیدۂ عبرت نگر کرے
کیا کی ہے جو کی بہارِ گل و گلستان کی سیر

دلّی مین پھول والون کی ہے ایک سیر داغ
ملبے مین ہم نے دیکھ لی سارے جہان کی سیر

مٹ گئے عشق مین گھر سیکڑون ویران ہوکر
پھر گئی آنکھ تری گردشِ دوران ہوکر

نالے رہ جاتے ہین رک رک کے مرے سینے مین
تیر بیٹھا ہے ترا حلق کا دربان ہوکر

محشر مین بعد پرسشِ اعمال دیکھنا
ہم دیکھتے پھرین گے تماشا ادھر اُدھر

دیکھا ہی صبا اُڑے نہ اسیرون کا آشیان
ہونے نہ پائے ایک بھی تنکا ادھر اُدھر

مین داورِ محشر سے بہت اُلجھتا تھا
وہ ڈانٹ گئے مجھکو برابر سے نکل کر

دلّی سے چلو داغ کرو سیرِ دکن کی
گوہر کی ہوئی قدر سمندر سے نکل کر

سر بھی جائے تو نہ جائے گا یہ سودا ہوکر
مجکو لپٹا ہے جنون جھاڑ کا کانٹا ہوکر

چبھتا ہے مرے دل مین ترے ناز کا انداز
آزار کا آزار ہے انداز کا انداز

کیا جھوم کے مستانہ چلا جانبِ مقتل
دیکھو تو ذرا عاشقِ جانباز کا انداز

یون زیرِ زمین خاک مین اچھا نگولانا
ٹھہرا فلکِ تفرقہ پرداز کا انداز

مین اس سے بھی خوش ہون کہ تری طرزِ جفا ہے
ملتا ہے مرے طالعِ ناساز کا انداز

ہے داغ مقلد مین اسی طرز کے ہم بھی
ہر شعر مین ہے بلبلِ شیراز کا انداز

عرض کرتے ہم جو ہوتے حضرتِ آدم کے پاس
آدمی وہ ہے کہ دنیا مین نہ بھٹکے غم کے پاس

نقدِ دل رکھکر گرہ مین ہوگیا ہے مالدار
اس سے پہلے کیا دھرا تھا گیسوے پرخم کے پاس

تعزیت کو میری وہ آئے تو گھبرا جائین گے
چاہیے بزمِ طرب بھی مجلسِ ماتم کے پاس

دیکھکر فیاض کو گھٹتی ہے کیا شیخِ بخیل
دولت کتنی قارون کی ہوتا اگر حاتم کے پاس

ہاتھ مین طاقت نہین کیا کھینچیے اخفائے عشق
رہگیا آ آکے دامن دیدۂ پرنم کے پاس

کوئی خوبی ہو اُسی مین پوچھتا بھی کون ہے ؟
داغ جیسا دل ہے تیرا پاس ہے عالم کے پاس

شرط بھی اور پھر تمھاری شرط — جیت لی تم نے مین نے ہاری شرط
دل رباؤن کو ہی جفا لازم — دل فگارون کو بیقراری شرط
جوشِ رحمت کے واسطے زاہد — ہے ذراسی گناہگاری شرط
بدگمانون سے عشق کا دعوی — واہ اے داغ خوب ہاری شرط

ہین بہت سے عاشقِ دلگیر جمع — تیرے ترکش مین ہین کتنے تیر جمع؟
اچھی صورت سے ہمین بھی عشق ہے — کرتے ہین تصویر پر تصویر جمع
کس طرح یکجا ہون داغ اپنے عزیز — ہونے دیتی ہے نہین تقدیر جمع

نہ آئی بات جو دل سے زبان تک — وہ پہنچی بدگمان تک رازدان تک
یہ سب جھگڑے ہین جانِ ناتوان تک — رہیگا دم کہان تک، غم کہان تک؟
مزے کی ہے ہماری بھی کہانی — کوئی پہنچا دے اُنکے قصہ خوان تک
رہے کیا مصطفٰے آباد مین داغ — وہ سارے لطف تھے خلد آشیان تک

رہا جذبۂ دل کا اثر دیر تک — ملائے رہے وہ نظر دیر تک
مزے دے گیا ہو نہ پیغامِ شوق — کہ سنتا رہا نامہ بر دیر تک
کچھ ایسی رہی میری تغییرِ حال — وہ سوچا کیے دیکھ کر دیر تک

جو سخت بات سُنے دل تو ٹوٹ جاتا ہے ۲۴ اس آئینہ کی نزاکت کسی کو کیا معلوم

مین نے چاہا جو تمھین اسکا گنہگار تو ہون — مگر اتنا تو سمجھ لو کہ وفادار تو ہون
عمر بھر آپ نے مجھکو کبھی اچھا نہ کہا — خیر اچھا نہ سہی آپ کا بیمار تو ہون
یا خدا پرسشِ اعمال کا دیتا ہون جواب — بات کا ہوش کسے ہے ابھی ہوشیار تو ہون
مے و معشوق سے انکار نہین اے زاہد — عاشقِ زار تو ہون رند قدح خوار تو ہون
گو مرے پاس نہین [illegible] — مین تماشائی اندازِ خریدار تو ہون
داغ مرنے نہین دیتا مجھے رشکِ اغیار — ورنہ مر جاؤن ابھی جان سے بیزار تو ہون

اڑائی خاک تیری جستجو میں ہر کہیں برسوں
پھری ہے آسماں بنکر مرے سر پر زمیں برسوں

صفائی اسکو کہتے ہیں اسی پر ناز ہے تمکو؟
کدورت بیٹھ کر دل سے نکلتی ہی نہیں برسوں

خدا کی شان اب تم داغ کی صورت سے جلتے ہو
وہی دلسوز ہے جو رہ چکا ہے دلنشیں برسوں

حال دل تجھ سے دل آزار کہوں یا نہ کہوں
خوف ہے مانع اظہار کہوں یا نہ کہوں؟

آخر انسان ہوں میں صبر و تحمل کب تک
سیکڑوں سن کے بھی دو چار کہوں یا نہ کہوں؟

آپ کا حال جو غیروں نے کہا ہے مجھ سے
ہیں مرے کان گنہگار کہوں یا نہ کہوں

نہیں چھپتی نہیں چھپتی نہیں چھپتی الفت
سب کہے دیتے ہیں آثار کہوں یا نہ کہوں

داغ ہے نام مرا برق طبیعت میری
گرم اس طرح کے اشعار کہوں یا نہ کہوں

ایک میں دل کے نہ ہونے سے ہزار آفت میں ہوں
غم میں ہوں ماتم میں ہوں حیرت میں ہوں حسرت میں ہوں

کیوں ہوا جاتا ہے دل پر ان بتوں کا اختیار
میں تو یا اللہ تیرے قبضۂ قدرت میں ہوں

شاہ میرا قدرداں، احباب میرے مہرباں
میں کہاں ہوں جب یہ ہوں اے داغ کس جنت میں ہوں

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں
کچھ اشارے سر دیوار ہوا کرتے ہیں

ہیں برا، اور طبیعت مری اچھی، کیا خوب؟
منتخب کیوں مرے اشعار ہوا کرتے ہیں

تیغ بھاری ہے، وہ نازک ہیں، مری عمر دراز
شور سے قتل کے ہر بار ہوا کرتے ہیں

داغ نے خط غلامی جو دیا فرمایا
ایسے ہی لوگ وفادار ہوا کرتے ہیں

جل کے ٹھنڈے ہوئے ترے غم میں
ہمکو جنت ملی جہنم میں

کچھ ترا شوق، کچھ تری حسرت
اور رکھا ہی کیا ہے اب ہم میں؟

چل گئی چال آپ کی ہم پر
سیدھے سادے تھے آگئے دم میں

بزم دشمن میں کس طرح مرتا
موت آتی نہیں جہنم میں

دل کی قیمت بہت ہے نیم نگاہ
یہ تو آئیگا اس سے بھی کم میں

اب عنایت ہے کیوں خدا کے لیے؟
کون سی بات بڑھ گئی ہم میں؟

داغ کو وہ جلا کے کہتے ہیں ہم نے روشن کیا ہے عالم میں

کسی کا مجھکو نہ محتاج رکھ زمانے میں کمی ہے کون سی یارب ترے خزانے میں
ملا نہ خرمنِ ہستی سے کچھ سوائے اجل بھرا ہے زہر مگر اسکے دانے دانے میں
ہمارے دل پہ لگائیں تو وہ خدنگ نگاہ یہ تیر ڈوب کے رہجائے گا نشانے میں
مآل کار خدا جانے داغ کیا ہوگا؟ خدا سے کام پڑا آخری زمانے میں

وہ دشنام لاکھوں مجھے دے رہے ہیں مرے لینے والے مزے لے رہے ہیں
تسلی مرے دل کو کیا دے رہے ہیں کلیجے میں وہ چٹکیاں لے رہے ہیں
خدا زندہ رکھے مرے دوستوں کو بہت چل بسے اور تھوڑے رہے ہیں

دم نہیں، دل نہیں، دماغ نہیں کوئی دیکھے تو اب وہ داغ نہیں
گر قیامت نہیں ہے انسان کو کبھی حاصل اسے فراغ نہیں
داغ کو کیوں مٹائے دیتے ہو دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہیں

نیند آئے جو کسی رات، یہ ممکن ہی نہیں مجھ پہ گزرے نہ قیامت، وہ کوئی دن ہی نہیں
کس بھروسے پہ دکھاؤں نگہ یار کو دل؟ چور کا سارے جہان میں کوئی ضامن ہی نہیں
ہے لڑکپن کا زمانہ، وہ ادا کیا جانیں؟ ابھی موسم ہی نہیں دن ہی نہیں سن ہی نہیں
کسکو اب داغ سنائے غزل اپنی کہکر میر و مرزا ہی نہیں غالب و مومن ہی نہیں

کیوں چراتے ہو دیکھ کر آنکھیں کر چکیں میرے دل میں گھر آنکھیں
ضعف سے کچھ نظر نہیں آتا کر رہی ہیں ڈگر ڈگر آنکھیں
نرگسی تاک جھانک کی عادت لیے پھرتی ہیں در بدر آنکھیں
داغ آنکھیں نکالتے ہیں وہ انکو دیدو نکال کر آنکھیں

سب لوگ جدھر وہ ہیں ادھر دیکھ رہے ہیں ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں
پہلے تو سنا کرتے تھے عاشق کی مصیبت اب آنکھ سے وہ آٹھ پہر دیکھ رہے ہیں

مین داغ ہون مرتا ہون ادھر دیکھیے مجکو ۔ منہ پھیر کے یہ آپ کدھر دیکھ رہے ہین؟

یہ تو نہین کہ تم سا جہان مین حسین نہین ۔ اس دل کو کیا کرون یہ بہلتا کہین نہین

کیا لطف دے رہی ہین ادائین عتاب کی ۔ ہے موجِ بحرِ حسن، وہ چینِ جبین نہین

افسوس ہے کہ درد بھی اب چھوڑتا ہے ساتھ ۔ یہ ہے اخیر وقت کہین ہے کہین نہین

کہتے ہین لوگ داغ سے وہ بدگمان ہین ۔ ایسا تمھاری ذات سے اسکو یقین نہین

کل جو تھا آج وہ مزاج نہین ۔ اس تلون کا کچھ علاج نہین

عشق ہے بادشاہِ عالمگیر ۔ گرچہ ظاہر مین تخت و تاج نہین

صبر بھی دل کو داغ دے لین گے ۔ ابھی کچھ اسکی احتیاج نہین

کبھو دیتے ہین خنجر ہاتھ مین ہم تنکے بیٹھے ہین ۔ کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یون تنکے بیٹھے ہین

دلون پہ سیکڑون سکے ترے جوبن کے بیٹھے ہین ۔ کلیجون پر ہزارون تیر اس چتون کے بیٹھے ہین

یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہین ہے اے دلِ نادان ۔ ابھی پھر روٹھ جائین گے ابھی وہ بن کے بیٹھے ہین

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائین ۔ عظیم آباد مین ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہین

تمام رات وہ جاگین وہ سوئین سارے دن ۔ خبر ہی کیا انھین کیونکر کٹے ہمارے دن؟

خدا بچائے قیامت کے ہین تمھارے دن ۔ یہ پیاری پیاری جوانی یہ پیارے پیارے دن

مجھے گزرتی ہے اک اک گھڑی قیامت کی ۔ جو اس طرح سے گزارے تو کیا گزارے دن؟

ہمیشہ تمکو مبارک ہو داغ اور نشاط ۔ پھرین تمھارے بھی جیسے پھرے ہمارے دن

آپ جنکو ہدفِ تیرِ نظر کرتے ہین ۔ رات دن ہائے جگر ہائے جگر کرتے ہین

تھک گئے نامۂ اعمال کو لکھتے لکھتے ۔ کیا فرشتون کا برا حال بشر کرتے ہین

حضرتِ داغ کو دلی کی ہوا خوب لگی ۔ رات دن عیش ہے جلسون مین بسر کرتے ہین

عذر آنے مین بھی ہے اور بلاتے بھی نہین ۔ باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہین

سر اٹھاؤ تو سہی آنکھ ملاؤ تو سہی ۔ نشۂ مے بھی نہین نیند کے ماتے بھی نہین

زندگی کا نہیں سامان سرِ مو دل میں
مژۂ یار نے کیا چھیڑ دی جھاڑو دل میں
تیر کی طرح سے چلتی ہیں نگاہیں دل پر
تیغ کی طرح اُتر جاتے ہیں ابرو دل میں

روح قالب میں ہے یا غنچہ میں ہے بو پنہاں
بند شیشے میں پری ہے کہ پری رو دل میں؟
شیوۂ راستی ایسا ہے دکن میں اے داغ
بل نہیں رکھتے مسلمان سے ہندو دل میں

وعدہ کرنے کو وہ تیار رہتے سچے دل سے
میں نے کمبخت یہ جانا مجھے دم دیتے ہیں
عہد لیتے ہو کہ پھر بوسہ نہ لینا دیکھو
دینے والے بھی کہیں لے کے قسم دیتے ہیں

اُنکے اک جان نثار ہم بھی ہیں
ہیں جہاں سو ہزار ہم بھی ہیں
بزمِ دشمن میں سے چلا ہے دل
کیسے بے اختیار ہم بھی ہیں

پوچھتا ہے جو مزاج اپنا کوئی فرقت میں
منہ سے اتنا ہی نکلتا ہے دعا کرتے ہیں

دل گیا، تم نے لیا، ہم کیا کریں؟
جانے والی چیز کا غم کیا کریں؟

تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں،
تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہیں

اس ادا سے وہ جفا کرتے ہیں ۲۶ کوئی جانے کہ وفا کرتے ہیں

پوچھے تو کوئی حضرتِ واعظ سے آتی بات
ایسے ہی تھے جناب بھی عہدِ شباب میں؟

اُنکو خط لکھا ہے سو سو پہلو بچا کر خوف سے
ہے عبارت ہی عبارت مدعا کچھ بھی نہیں

سُنا دے قصہ خواں اُن کو مرا حال ۲۷ لگا دے یہ بھی ٹکڑا داستاں میں

ہمارے شمع رو کے سامنے یوں شمع پر جلنا
الٰہی کیسی چربی چھائی پروانے کی آنکھوں میں؟

دو باتوں کی فریاد ہے درگاہِ خدا میں
رحم آئے ترے دل میں، اثر میری دعا میں
تھا عقدہ کشا کون کہ موجود ہیں دیکھو
ٹوٹے ہوئے ناخون گرہِ بندِ قبا میں
ہیں اُس بُتِ مہوش کے بہت چاہنے والے
انگشت نما داغ ہوا سارے جہاں میں

عرصۂ حشر میں اللہ کرے گم مجھکو
اور پھر ڈھونڈھتے گھبرائے ہوئے تم مجھکو
میں نے اس حال پہ بھی تمکو بہت سمجھایا
ضعف سے گرچہ نہ تھی تابِ تکلم مجھکو

مین بھی حیران ہون ای داغ کہ یہ ہی کیا بات ؟ — وعدہ وہ کرتے ہین آتا ہی تبسم مجھکو

چلتے نہین ہین ساتھ مرے ہمسفر کے پانو — ہر گام پر دبانے پڑے راہبر کے پانو

آتی ہی کوے یار سے مستانہ کس قدر — کیا لڑکھڑائے جاتے ہین بادِ سحر کے پانو

وقتِ خرامِ ناز تعجب نہین اگر — فتنے بھی اُڑ کے چوم لین اُس فتنہ گر کے پانو

اے داغ آدمی کی رسائی تو دیکھنا — سر پر دھرے ہین عرش نے خیر البشر کے پانو

واعظ بڑا مزا ہو اگر یون عذاب ہو — دوزخ مین پانون ہاتھ مین جامِ شراب ہو

معشوق کا تو جرم ہو، عاشق خراب ہو — کوئی کرے گناہ کسی پر عذاب ہو

وہ مجھ پہ شیفتہ ہو مجھے اجتناب ہو — یہ انقلاب ہو تو بڑا انقلاب ہو

دنیا مین کیا دھرا ہی؟ قیامت مین لطف ہو — میرا جواب ہو نہ تمھارا جواب ہو

نکلے جدھر سے وہ، یہی چرچا ہوا کیا — اس طرح کا جمال ہو ایسا شباب ہو

در پردہ تم جلاؤ جلاؤن نہ مین چہ خوش — میرا بھی نام داغ ہی گر تم حجاب ہو

میرے پہلو سے وہ اُٹھے غیر کی تعظیم کو — بندگی کو بندگی، تسلیم ہی تسلیم کو

ہی بڑی دولت جو ہاتھ آجائے کوئی خوبرو — اے ہوس ڈھونڈھتا ہی کیا طلا و سیم کو

آسمان دیتا ہی مجھکو رنج غیرون کو خوشی — واہ کیا کہنا ہی، کیا کہنے ہین اس تقسیم کو

اپنے دل کا حال ہی، دم بھر مین کچھ دم بھر مین کچھ — آگ لگ جائے الٰہی اس امید و بیم کو

جب یہان ای داغ وحشت ہی تو آسائش کہان ؟ — جائیے ہندوستان سے کون سی اقلیم کو

ہمارے دل مین بے کھٹکے محبت اپنی رہنے دو — امانت دار کا گھر ہی، امانت اپنی رہنے دو

جو ہین مشتاق اُنکے دل مین حسرت اپنی رہنے دو — کوئی دن اور بھی پردے مین صورت اپنی رہنے دو

دہان ہی بے نیازی داغ اس سے کیا غرض اُنکو ؟ — یہ طاعت اپنی رکھہ چھوڑو عبادت اپنی رہنے دو

انھین یہ جستجو ہی مرنے والا کوئی پیدا ہو — گر بہتر سے بہتر ہو، مگر اچھے سے اچھا ہو

خمارِ مے سے یون وقتِ سحر بگڑا مزاج اپنا — کسی نے رات بھر جیسے پریشان خواب دیکھا ہو

ابھی نفرت ہی تمکو داغ سے وہ اُن بنی کی ہے
خدا چاہے تو اُس کمبخت کو دل سے تمھیں چاہو

تم آئینہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ
مری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ

یہ شامت آئی کہ اُسکی گلی میں دل نے کہا
کھلا ہے روزن دیوار دیکھتے جاؤ

تمھاری آنکھ سے دل سے ہے بے سبب پیچ
ہوئی ہے لڑنے کو تیار دیکھتے جاؤ

ادھر تو آہی گئے اب تو حضرت زاہد
یہیں ہے خانۂ خمار دیکھتے جاؤ

کوئی نہ کوئی ہر اک شعر میں ہے بات ضرور
جناب داغ کے اشعار دیکھتے جاؤ

زلف وہ دام کہ جس دام سے آزاد نہ ہو
آنکھ وہ چور کہ جس چور کی فریاد نہ ہو

ہائے وہ دل وہ کلیجہ میں کہاں سے لاؤں؟ ۲۸
وصل میں شاد نہ ہو ہجر میں ناشاد نہ ہو

جور کے بعد ہے اب حرف تسلی کیسا؟
اُس سے فرمائیے جسکو وہ گھڑی یاد نہ ہو

دیکھ اسے شام غریبی وہ مسافر میں ہوں
جسکو گھر یاد نہ ہو جسکو وطن یاد نہ ہو

کوستے ہیں وہ الٰہی کہ دعا دیتے ہیں
داغ کو دیکھ کے کہتے ہیں یہ ناشاد نہ ہو

جو دل قابو میں ہو تو کوئی رسوائے جہاں کیوں ہو؟
خلش کیوں ہو؟ طپش کیوں ہو؟ قلق کیوں ہو؟ فغاں کیوں ہو

یہ مصرع لکھ دیا ظالم نے میری لوح تربت پر
جو ہو فرقت کی بیتابی تو یوں خواب گراں کیوں ہو

ہمیشہ آدمی کا آدمی غمخوار ہوتا ہے
یہی بے اعتباری ہو تو کوئی رازداں کیوں ہو

ممکن نہیں کہ تیری محبت کی بو نہ ہو
کافر اگر ہزار برس دل میں تو نہ ہو

کیا لطف انتظار جو تو حیلہ جو نہ ہو
کس کام کا وصال اگر آرزو نہ ہو

زاہد مزا تو جب ہے عذاب و ثواب کا
دوزخ میں بادہ کش نہ ہوں جنت میں تو نہ ہو

عشق تاثیر کرے، اور وہ تسخیر بھی ہو
یہ تو سب کچھ ہو مگر خواہش تقدیر بھی ہو

جعلسازوں نے بنایا ہے شکایت نامہ
کیوں خفا آپ ہوئے یہ مری تحریر بھی ہو

خدا شاہد ہے خدا شاہد ہے کیوں کہتے ہو ہم دل کا؟
خدا کو کیا غرض ہے بیچ میں تمھارے درمیاں کیوں ہو

نوید جاں فزا ہے کیا خبر قاتل کے آنے کی
بتاؤ تو سہی تم داغ ایسے شادماں کیوں ہو؟

ہی قیس کا تو شوق زمانے پہ آشکار
کیا جانے کوئی صاحبِ محمل کی آرزو؟

دنیا سراے تنگ ہی محشر ہو جاے تنگ
عاشق کہاں نکال سکے دل کی آرزو؟

کیوں وعدۂ وصال سے دل بدگمان نہ ہو؟
یہ شرط ہی نہیں کہ خدا درمیان نہ ہو

مٹی کی مورت اس سے تو اے داغ خوب ہی
معشوق کیا جو شوخ نہ ہو خوش گلو نہ ہو

تمکو چاہا تو خطا کیا ہی بتا دو مجھکو
دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھا دو مجھکو

یوں میرے ساتھ دفن دلِ بیقرار ہو
چھوٹا سا اک مزار کے اندر مزار ہو

کیوں کرتے ہو دنیا کی ہر اک بات سے توبہ
منظور تمھیں ہی مری ملاقات سے توبہ؟

بیعت بھی جو کرتا ہی تو دستِ سبو پہ
چکرائی ہی کیا رندِ خرابات سے توبہ؟

خود ہم نہ ملیں گے نہ کہیں جائیں گے مہمان
کی آپ نے واللہ نئی گھات سے توبہ

وہ آئی گھٹا جھوم کے للچانے لگا دل
واعظ کو بلا دو کہ چلی ہات سے توبہ

یہ داغ قدح خوار کے کیا جی میں سمائی؟
سنتے ہیں کہ بیٹھے ہیں وہ رات سے توبہ

دل کی ہی پرورش خلشِ درد و غم کے ساتھ
کتنے لگے پڑے ہیں یہاں ایک دم کے ساتھ

چلتا ہی ساتھ ایک مسافر کے دوسرا
ای کاش آرزو ہی نکل جائے دم کے ساتھ

عادت بھی ہی دروغ کی خوفِ خدا بھی ہی
وہ کانپ کانپ جاتے ہیں جھوٹی قسم کے ساتھ

اہلِ دول نہ دیکھیں مجھے چشمِ کم سے داغ
دولت لگی پڑی ہی مرے دم قدم کے ساتھ

لڑ گئی یارِ گلعذار سے آنکھ
اب نہیں چھٹتی ہزار سے آنکھ

دید کا بھی ہی کیا بڑا لپکا؟ ۲۹
نہیں رہتی ذرا قرار سے آنکھ

نشۂ مے اتر گیا اے داغ
کھل گئی نغمۂ ہزار سے آنکھ

یوں شبِ وعدہ رہی طالبِ دیدار کی آنکھ
جس طرح سوے چمن مرغِ گرفتار کی آنکھ

کیوں نہ پُر خون ہو ازل سے؟ کہ ملا ہی مجھکو
شیشہ و بادہ کا دل ساغرِ سرشار کی آنکھ

ہوتی جاتی ہی سوا، بوسۂ لب کی قیمت
دیکھتے جاتے ہیں وہ اپنے خریدار کی آنکھ

ٹپکی پڑتی ہے نگہ سے تری الفت اے داغ ۳۰ کوئی چھپتی ہے محبت کی نظر پیار کی آنکھ

یاں تو بنا ہے جاتے ہیں عشق بتاں کے ساتھ | زاہد بہشت لیں گے وہاں کی وہاں کے ساتھ
چھوٹا نکا نہ دام کو، نہ جلا یا قفس مرا | بجلی کی تیزیاں تھیں فقط آشیاں کے ساتھ
واماندگی نے ایک جگہ تو بٹھا دیا | پھرتے تری تلاش میں کیا کارواں کے ساتھ
مٹتی نہیں ہے خانہ خرابی کسی طرح | کیا میری بیکسی بھی بنی تھی مکاں کے ساتھ؟
سب کو ہے تیری یاد کی لذت، جدا جدا | دل کی ہے دل کے ساتھ زباں کی زباں کے ساتھ
اللہ کرے کہ بند نہ ہو داغ کی زبان | تعریف آپ کی ہے اسی خوش بیاں کے ساتھ

دل لے کے نہ کچھ مانگ صنم اور زیادہ ۳۱ مقدور نہیں، تیری قسم، اور زیادہ
تلوار جو ہو جائے کماں، خوب نہیں ہے ۳۲ ابرو میں نہ دو تان کے خم اور زیادہ
زنداں سے بیاباں میں تو واضح ہوئی بڑھکر | کانٹوں نے لیے میرے قدم اور زیادہ
قاصد مگر اغیار کا لکھا ہے جہاں حال | پاتا ہوں وہاں زور قلم اور زیادہ
صد شکر کہ نواب کے الطاف سے اے داغ | چند اہل سخن جمع ہیں، کم اور زیادہ

ایک طوفان ہے غم عشق میں رونا کیا ہے؟ | نہیں معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہے؟
چار باتیں بھی کبھی آپ نے کھل مل کے کہیں | انہیں باتوں کا ہے رونا، مجھے رونا کیا ہے؟
کاوش و کینہ و بیرحمی و آزار و ہی | اور اپنا اسکے سوا آپ سے ہونا کیا ہے؟
ابر رحمت ہے اُدھر، دیدۂ پرنم ہے اِدھر | مشکل اس نامۂ اعمال کو دھونا کیا ہے؟
اُسکی ٹھوکر سے بھی کمبخت نہ جاگا، افسوس | موت ہے داغ سیہ بخت کا سونا کیا ہے؟

گر مرض ہو دوا کرے کوئی | مرنے والے کا کیا کرے کوئی؟
ایسے گلے کو گلا نہیں کہتے | گر مرے کا گلا کرے کوئی؟
تم سراپا ہو صورت تصویر | تم سے پھر بات کیا کرے کوئی؟
کہتے ہیں ہم نہیں خدائے کریم | کیوں ہماری خطا کرے کوئی؟

جنھین لاکھون برس کی حورین ہون　　ایسے جنت کو کیا کرے کوئی؟
منھ لگاتے ہی داغ اترانا　　لطف ہے پھر جفا کرے کوئی؟

جو بے آگ جل جائے وہ دل یہی ہے　　جو بے زخم تڑپے وہ بسمل یہی ہے
برائی نہ چاہے بُرون سے بھلا ہے　　اگر ہے تو دنیا مین مشکل یہی ہے
طبیعت کا آنا ہے آفت کا آنا　　کرے صبر انسان مشکل یہی ہے
نہ آئے گا کوئی نہ بیٹھے گا کوئی　　اگر آپ کا رنگ محفل یہی ہے
خدا نے بنایا بتون سے بگاڑا　　نہ کعبہ نہ بت خانہ وہ دل یہی ہے
وفا وہ کرین، داغ یہ کس نے مانا؟　　مگر آپ کا زعم باطل یہی ہے

نکالو داغ کو اپنے مکان سے　　چلا آیا یہ دیوانہ کہان سے؟
انھین غصہ نہین ہے شوق قاصد　　چلین گے وہ وہان ہم یہان سے
مری آہین رقیبون کی دعائین　　یہ فوجین لڑ رہی ہین آسمان سے
کہان اے داغ اب اپنا ٹھکانا؟　　اٹھا بیٹھے ہین دل دونون جہان سے

جو نکلا پیچ سے کاکل کے دل زلف دوتا لپٹی　　چھٹا جب اک بلا سے دوسری پیچھے بلا لپٹی
صبا اٹکھیلیان کرتی ہے کیا کیا راہ مین اُن سے　　کبھی کاکل سے آ لپٹی کبھی دامن سے جا لپٹی
نہ روکے سے رکا آخر گیا جب داغ اُس کوچے مین　　نہ مانا ایک کا کہنا بہت خلق خدا لپٹی

گلشن مین ہرے ہوکے شجر لائے ثمر بھی　　اے بارش رحمت کوئی چھینٹا تو ادھر بھی
رکھتا ہی نہین کوئی، کہان جا کے رہے دل؟　　مثل گل بازی ہے ادھر بھی ہے ادھر بھی
مین صبح شب وصل نہ دیکھون اُسے جاتے　　آنکھون مین کبھی آ جائے سپیدی سحر بھی
اے داغ دم نزع ہین وہ ناز اٹھاتے　　کیون دیر لگا رکھی ہے جلدی کہین مر بھی

نزاکت مانع زور آزمائی ہوتی جاتی ہے　　کہ شاخ گل سے جب اُن کی کلائی ہوتی جاتی ہے
مخاطب ہون کسی سے بزم مین یہ چھیڑ ہے مجھ پر　　مرے ہی سامنے میری برائی ہوتی جاتی ہے

وہ چشمِ فتنہ زا سے دیکھ کر آئینہ کہتے ہیں
بہت اے شوخ تجھ میں بےحیائی ہوتی جاتی ہے

کدورت سی کدورت تھی مٹا یا داغ کو جس نے؟
بحمد اللہ اب اُن سے صفائی ہوتی جاتی ہے

۳۴ سب سے تم اچھے ہو تم سے مری قسمت اچھی
یہی کمبخت دکھا دیتی ہے صورت اچھی

ہر طرح دل کا ضرر جان کا نقصان دیکھا
نہ محبت تری اچھی، نہ عداوت اچھی

ہجر میں کس کو بلاؤں؟ نہ بلاؤں کس کو؟
موت اچھی ہے الٰہی کہ قیامت اچھی؟

۳۵ عیب اپنے بھی بیان کرنے لگے آخر کار
ہو گئی اُن کو بُرا کہنے کی عادت اچھی

زور و زر سے بھی کہیں داغ حسیں ملتے ہیں؟
اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے؟
ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے

ضعف سے اُٹھتے نہیں دستِ دعا
اب ہماری شرم اُسکے ہات ہے

داغ سے جا کر ملے تھے ہم بھی آج
آدمی خوش وضع خوش اوقات ہے

۳۶ ساتھ شوخی کے کچھ حجاب بھی ہے
اس ادا کا کہیں جواب بھی ہے؟

رحم کر میرے حال پر واعظ
کہ اُمنگیں بھی ہیں شباب بھی ہے

مار ڈالا ہے اس دورنگی نے
مہربانی بھی ہے عتاب بھی ہے

۳۷ عشقبازی کو ہے سلیقہ شرط
یہ گنہ بھی ہے یہ ثواب بھی ہے

داغ کا کچھ پتا نہیں ملتا
کہیں وہ خانماں خراب بھی ہے؟

اُس نے جب یک نگاہ دیکھا ہے
حالِ دل کا تباہ دیکھا ہے

سچ بتا تو نے بھی شبِ فرقت
کبھی روزِ سیاہ دیکھا ہے

واقعی ہم نے تیرے کوچے میں
داغ کو گاہ گاہ دیکھا ہے

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے
اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے؟

ابھی سن ہی کیا ہے؟ جو بیتابیاں ہوں
انھیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے

نتیجہ نہ نکلا، تھکے سب پیامی
وہاں جاتے جاتے یہاں آتے آتے

نہین کھیل اے داغ یارون سے کہدو | کہ آتی ہے اُردو زبان آتے آتے

اطاعت مین اغیار خامی کرینگے | ہمین بندہ پرور غلامی کرینگے
وہ کیا چارۂ تلخکامی کرینگے | یہی نا کہ شیرین کلامی کرینگے؟
نہ گھبراؤ تم داغ مطلب تمھارا | ادا سب پیامی سلامی کرینگے

قیامت ہین بانکی ادائین تمھاری | اِدھر آؤ لے لون بلائین تمھاری
زمانے مین ہین یادگارِ زمانہ | وفائین ہماری جفائین تمھاری
پھڑک جائے کیونکر نہ انسان سُنکر؟ | رسیلی رسیلی صدائین تمھاری
یہ اک داستان ہے نہایت مزے کی | ہم اپنی کہین یا سنائین تمھاری؟
وہ گھبرا گئے آخر اے حضرتِ دل | کہانتک سُنین التجائین تمھاری؟
اُٹھائے ہین صدمے بہت داغ تم نے | الٰہی مرادین بر آئین تمھاری

عرضِ احوال کو گلا سمجھے | کیا کہا مین نے آپ کیا سمجھے؟
اُن اشارون کو کوئی کیا سمجھے | نگہ ناز سے خدا سمجھے
بڑھ رہے ہین گالیان دیکر | مجھ سے وہ پوچھتے ہین کیا سمجھے؟
ان کنایون کو اپنے تم سمجھو | بات وہ ہے جو دوسرا سمجھے
سچ تو یہ ہے کہ وہ بتِ مغرور | اپنے آگے کسی کو کیا سمجھے؟
آدمیت کی شرط ہے اے داغ | خوب اپنا بُرا بھلا سمجھے

لچکتی ہے بہت یار نظر سے | ہمارے ہاتھ لپٹا لو کمر سے
نہ روکا شامِ فرقت کو کسی نے ۲۸ | وہ ہائی دے رہا تھا مین سحر سے
انھین فرصت کہ اسکا سر اُتارا | ہمین فرصت کہ چھوٹے دردِ سر سے
خدا کی دین ہے غم ہو کہ شادی | یہ بندے لاسکے ہین کیا اپنے گھر سے؟
رقیبِ روسیہ کیون سر چڑھا ہے؟ | اسے صدقہ کرو تم داغ پر سے

دل کا سرمایہ وہ دزدیدہ نظر کیا لے گی؟
اُتنا دینا بھی پڑے گا اُسے جتنا لے گی

نہ کریں سر سے لیے حضرتِ ناصح تکلیف
خود طبیعت دلِ بیتاب کو سمجھا لے گی

چین سے آپ رہیں کچھ بھی پروا نہ کریں
کیا شبِ ہجر بلا ہے کہ مجھے کھا لے گی؟

شاہِ دیندار کا وہ فیض ہے جاری ای داغ
حشر تک جس سے ثمر دین کے دنیا لے گی

جب سے بسی ہوئی کسی گلگون قبا میں ہے
میں کیا کہوں کہ نکہتِ گل کس ہوا میں ہے

خالی نہیں ہے اُنکی شرارت سے شرم بھی
جو کچھ بھی ادا سے وہ شوخی حیا میں ہے

گزری کبھی نہ چین سے ہمکو کوئی گھڑی
جو ابتدا میں غم تھا وہی انتہا میں ہے

سر پھوڑنا فضول ہے دم توڑنا عبث
دل پھیرنے بتوں کا یہ قدرت خدا میں ہے

اب دیکھیے جو داغ کو وہ داغ ہی نہیں
سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یادِ خدا میں ہے

ہم اس جہان سے ارمان لیکے جائینگے
خدا کے گھر بھی یہ سامان لیکے جائینگے

ہمیں یہ فکر کہ دل سوچ کر سمجھ کر دیں
اُنھیں یہ ضد کہ اسی آن لیکے جائینگے

اس آستان پہ جو دی جان داغ بیکس نے
جنازہ آپ کے دربان لیکے جائینگے

ہر دم اُسی کی دُھن ہے اُسی کا خیال ہے
چھوٹے چھٹائے ربط پر اب تک یہ حال ہے

جب ہو نہ اعتبار تو کہنے سے فائدہ؟
اللہ جانتا ہے جو اس دل کا حال ہے

کافر نہیں ہوں اور نہ محشر ہے بزمِ یار
اپنے کیے سے پھر مجھے کیوں انفعال ہے

اے داغ اُنکی رنجشِ بیجا کا کیا علاج؟
اپنے قصور پر بھی تو مجھ سے ملال ہے

دل لے ہی چلے ناز سے شوخی سے ہنسی سے
اب اُنکی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے

معشوقوں کو عشاق نے بیدرد بنایا
انصاف تو یہ ہے کہ ہوئی چوک سبھی سے

ای داغ کریں وہ ستم ایجاد کہاں تک؟
کیا ناک میں دم ہے تری ایذا طلبی سے

دل جگر سب آنکھوں سے بہہ کر چلے
مر چلے ای سوزِ فرقت لو مر چلے

کھنچتی ہے رگ رگ ہماری حلق سے
دم میں دم جب تک ہے خنجر چلے

راہ ہے دشوار و منزل دور تر — پا شکستہ کیا کرے؟ کیونکر چلے؟
جس جگہ ٹھہرا دیا ٹھہرے رہے — جس طرف کو لے چلا رہبر چلے
مار ڈالے گی قفس میں بوے گل — ہم اسیروں سے ہوا بچ کر چلے
داغ کے لب پر ہے مصرع درد کا — جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

گر وصل ہو لیکن تجھے باور تو نہیں ہے؟ — ہاں، دل میں نہ ہو آنکی زبان پر تو نہیں ہے
کہہ کر جو جاسے تو پھر جاسے، بلا سے، نہیں پروا — کچھ آپ کا دل میرا مقدر تو نہیں ہے؟
چبھتی ہے تری بات مرے دل میں ہمیشہ — آخر یہ زبان ہے کوئی نشتر تو نہیں ہے؟
پھر وقفِ صنم خانہ کیا، داغ، جو تو نے — کمبخت ترے پاؤں میں چکر تو نہیں ہے؟

مجھے انجام الفت کی پڑی ہے — یہ غم آنکھوں پہر چشم گھڑی ہے
مروت بھی ہو تیری آنکھ میں کاش — کٹیلی ہے، رسیلی ہے، بڑی ہے
جنازہ دیکھ لو عاشق کا در پر ۳۹ — سواری اس مسافر کی کھڑی ہے
امانت رکھ تو لوں داغِ محبت — مگر ڈرتا ہوں یہ جوکھوں بڑی ہے
وہی اک بات ہے لیکن تری بات — عدو سے نرم ہے مجھ سے کڑی ہے
ملازم شاہِ آصف جاہ کے ہیں — جناب داغ کی قسمت بڑی ہے

اک اک نگاہ دگر پہ دل پر سنان لگی — کاری لگی نظر تری، کافر جہان لگی
آیا پسند کو تلخئ دشنام میں مزا — اس چاٹ پر لگی تو تمہاری زبان لگی
اغیار نے نہ جمنے دیا اس جگہ مجھے — اکھڑے قدم وہاں سے طبیعت جہاں لگی
ہنستا ہے مجھکو دیکھ کے وہ پوچھتے ہیں داغ — کمبخت تیرے چوٹ بتا تو کہاں لگی؟

جمع ہیں پاک اک زمانے کے — ہاے جلسے شراب خانے کے
برق پھونکے اڑا لے بادِ خزاں — چار تنکے ہیں آشیانے کے
دل جنت کے بھی ہوں پر داغ — نقش ہیں اس نگارخانے کے

نازِ اعدا اُٹھے گا مشکل سے — دل بہل لیجیے مرے دل سے
میری تصویر بھی وہ دیکھتے ہیں — کس بری آنکھ، کس برے دل سے
مٹ گئے ہم تو جب یہ اُسنے کہا — تونے شکوے کیے تھے کس دل سے؟
آتشِ عشق میں مزا کیا ہے؟ — پوچھیے اسکو داغ کے دل سے

وہ کہتے ہیں گھبرا کے مرے دستِ دعا سے — کیا عرش پہ جا پہنچیں گے یہ ہات ذرا سے؟
میں بزم سے اُٹھ جاؤں، نکل جاؤں، چلا جاؤں — کیا بات ہوئی خیر تو ہے کیوں ہو خفا سے؟
جب دیکھتے ہیں داغ کو ہوتا ہے یہ ارشاد — معلوم نہیں زندہ ہے یہ کس کی دعا سے؟

کچھ جفا بھی ہے کچھ وفا بھی ہے — دل لگی کا یہی مزا بھی ہے
زندگی اور اس زمانے کی — ایسے جینے کا کچھ مزا بھی ہے؟
تیری امداد کے لیے اے آہ — پیچھے پیچھے مری دعا بھی ہے
میں سناؤں تو داستان اپنی — آپ کو بات کا مزا بھی ہے؟
تونے پوچھا نہ ایک دن ہم سے — کچھ ترے دل میں مدعا بھی ہے؟
اسکو عاشق بھی لوگ کہتے ہیں — داغ کا نام دوسرا بھی ہے

اُسکی نگہ سے ہر دم جی پر بنی رہے گی — برچھی میں دل رہے گا دل میں انی رہے گی
نبھ جائے اُسنے اپنی جس طرح ہو غنیمت — یہ جانتے ہیں اکثر بگڑی ہی بنی رہے گی
اے داغ تیری صورت دیکھیں گے وہ نہ ڈر کر — چھائی ہوئی جو منہ پہ یوں مردنی رہے گی

آتے جاتے مرے بالیں پہ قضا ہار گئی — آئی سو بار شبِ وعدہ تو سو بار گئی
جسکو کہتے ہیں اثر وہ نہ ملا ہے نہ ملے — کیا گئی آہ فلک تک بھی اگر پار گئی؟
مرے مرنے کی خبر سن کے کہا خوب ہوا — روز کا قصہ گیا روز کی تکرار گئی
داغ خورشیدِ قیامت نے قیامت کی ہے — آج کیا جانے کہاں اپنی شبِ تار گئی

وہ دل لے کے چپکے سے چلتے ہوئے — یہاں رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے

نہ اترائیے دیر لگتی ہے کیا! زمانے کو کروٹ بدلتے ہوئے
ذرا داغ کے دل پہ رکھو تو ہاتھ بہت تم نے دیکھے ہیں جلتے ہوئے

دیے ہیں ہجر میں دکھ درد کس بلا کے مجھے شبِ فراق میں مارا الٹا الٹا کے مجھے
ملا رہا اہلِ فلک میری مشتِ خاک سے ہیں بگاڑ ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے؟
کہا یہ دل نے، چلو آج کوئے قاتل میں اجل کہاں سے کہاں لے گئی لگا کے مجھے؟
غضب ہے آہ مری داغ نام ہے میرا تمام شہر جلاؤ گے کیا جلا کے مجھے؟

مجھکو جنت میں نہ راحت ہوگی گر یہی دل ہے قسمت ہوگی
تیرے ہاتھوں مجھے اور رنجِ فراق کبھی مرنے کی بھی فرصت ہوگی؟
کوچۂ یار، کوئی چھٹتا ہے؟ میں نہ ہونگا مری تربت ہوگی
اب کے بٹھانے سے اٹھ کر اے داغ کعبے جائیں گے جو وحشت ہوگی

جب پاؤں تھکے تو جستجو کی جب دل نہ رہا تو آرزو کی
کچھ ضبط، ہماری خاطر، اے چشم کچھ شرم ہماری آبرو کی
اس خانہ خراب دل میں اے داغ مٹی ہے خراب آرزو کی

طبیعت کوئی دن میں بھر جائیگی چڑھی ہے یہ ندی اتر جائیگی
رہیں گی دمِ مرگ تک خواہشیں یہ نیت کوئی آج بھر جائیگی؟
نہ جائے کوئی میری میت کے ساتھ مری بیکسی نوحہ گر جائیگی
شبِ وعدہ آجاؤ ورنہ قضا مرے سر یہ احسان دھر جائیگی
دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا؟ گزرنی جو ہوگی گزر جائیگی

ابھی نزاکتِ رفتارِ یار باقی ہے ابھی زمانۂ ناپائدار باقی ہے
مریضِ عشق کی کیا پوچھتے ہو؟ یہ پوچھو کہ زندہ کوئی بھی بیمار دار باقی ہے؟
دمِ اخیر ہے اے داغ توبہ کر توبہ کہ روسیاہ ابھی اختیار باقی ہے

حسرتیں لے گئے اس بزم سے چلنے والے — ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے
دیکھیے کیا ہو الٰہی مرے نامے کا جواب؟ — پاس اُنکے ہیں بہت زہر اُگلنے والے
اِن جفاؤں پہ وفا کوئی نہ کرتا لیکن — دل بدلتا نہیں او آنکھ بدلنے والے
کر دیئے صحبتِ اغیار کے شکوے پہ کہا — آپ اے داغ ہمیشہ کے ہیں جلنے والے

کہنے دیتی نہیں کچھ مُنہ سے محبت تیری ۴۴ — لب پہ رہجاتی ہے آ آ کے شکایت تیری
دیکھیے کرتی ہے رسوا اسے زمانہ کیا کیا؟ ۴۴ — مجکو یہ چاہ مری، تجکو یہ صورت تیری
یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے، ظالم — بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری
کوچۂ یار میں بھی جی نہیں لگتا اے داغ — دیکھیے جائے گی کس روز یہ وحشت تیری

دوست خوش ہونے لگے دوست کے مرجانے سے — غم کا یہ کال پڑا ہے مرے غم کھانے سے
چارہ گر، دیکھ ذرا ہاتھ تو رکھ کر دل پر — لگ گئی آگ زیادہ ترے سمجھانے سے
کیجیے فکرِ سخن خاک، وہ دل ہی نہ رہا — داغ فرصت ہی نہیں، روز کے غم کھانے سے

رنجِ صحبت سے، جو واقف دلِ شیدا ہو جائے — داغ ارمان سبھی، درد تمنا ہو جائے
کچھ نہ ہو تیری محبت میں برا تا ہو جائے — کہ تری راہ مرگی مجکو گوارا ہو جائے
ہوں وہ ناکامِ تمنا جو اجل چاہوں میں — موت آ کر مرے بالیں پہ مسیحا ہو جائے
ترے انداز وہ کافر ہیں جسے ہوش رہا — آدمی کیا ہو فرشتہ ہو تو شیدا ہو جائے
آسمان سے بھی شکایت نہ کروں میں کیا خوب؟ — میرا چاہا تو نہ ہو آپ کا چاہا ہو جائے
دشمنِ جان نہ سہی، آپ مسیحا ہی سہی — داغ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے

یوں مٹا جیسے کہ دہلی سے گمانِ دہلی — تھا جو نام و نشان، نام و نشانِ دہلی
لے گئے لوٹ کے اب شوکت و شانِ دہلی — پوربی بیٹھے اُڑاتے تھے زبانِ دہلی
اس سے بڑھ کر نہیں محشر میں کوئی طول حساب — بس یہی ہوگا کہ ہم اور بیانِ دہلی
میر و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہاں؟ — داغ اب یہ ہیں غنیمت ہمہ دانِ دہلی

کیا شبِ ہجر مرے سر پہ بلا لاتی ہے
اپنے ہمراہ، اجل کو بھی، لگا لاتی ہے

کون، مرنے کو ترے کوچے میں، خود آتا ہے؟
یہ بیتابیِ دل ہے، کہ اُڑا لاتی ہے

جب کہیں، جان سے، میں ہو کے خفا جاتا ہوں
منتوں سے مجھے تقدیر منا لاتی ہے

مجھکو اے داغ، کئی دن سے وہ یہ کہتے ہیں
تجھکو کمبخت یہاں تیری قضا لاتی ہے

سمجھے اے اہلِ کعبہ یاد کیا میخانہ آتا ہے
ادھر دیوانہ جاتا ہے، اُدھر مستانہ آتا ہے

تڑپتا لوٹتا اُڑتا چلا بیتابانہ آتا ہے
یہ مرغِ نامہ بر آتا ہے یا پروانہ آتا ہے؟

وہ نازک ہیں، تو کیا اپنے سے خنجر پھر نہیں سکتا؟
تجھے کچھ ننگ بھی اے ہمتِ مردانہ آتا ہے؟

۴۴ رخِ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے؟

دغا، شوخی، شرارت، بیحیائی، فتنہ پردازی
تجھے کچھ اور بھی اے نرگسِ مستانہ آتا ہے؟

سکندر آئینے سے، جامِ جم سے، خوش ہوا تھا
کوئی میکش کو دیکھے ہاتھ جب پیمانہ آتا ہے!

وہی جھگڑا ہے فرقت کا، وہی قصہ ہے الفت کا
تجھے، اے داغ، کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے؟

کیا تھا جرمِ وفا، لذتِ سزا کے لیے
ستم کے لطف اٹھائے مزے جفا کے لیے

خدا کرے نہ کسی کا امیدوارِ وصال
۴۵ دعائیں مانگتے ہیں، ترکِ مدعا کے لیے

بڑا مزا ہو جو محشر میں ہم کریں شکوہ
۴۶ وہ منتوں سے کہے چپ رہو خدا کے لیے

شریر آنکھ، نگہ بیحیا، چتون شوخ
تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لیے

ملے، تو حشر میں لے لوں، زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طولِ مدعا کے لیے

کسی زمانے میں گستاخ ہم بھی تھے اب تو
۴۷ زبان ہے بہرِ ستائش، دل التجا کے لیے

ترے کہے سے ہم اے داغ، چھوڑ دیں گے عشق؟
خدا کے واسطے دیتا ہے کیوں خدا کے لیے

یہ تو پوچھیں مرے مرقد پہ گزرنے والے
کیا گزرتی ہے تری جان پہ مرنے والے؟

مرحبا اے دل و دیں لے کے مکرنے والے
ہاتھ کانوں پہ مرے نام سے دھرنے والے

غنچۂ گل میں دھرا کیا ہے بتا اے بلبل؟
۴۸ جمع ہیں چند ورق وہ بھی بکھرنے والے

داغ کہتے ہیں جنھیں، لکھیے وہ بیٹھے ہیں یہاں　　آپ کی جان سے دور، آپ پہ مرنے والے

شرکتِ غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری　　غیر کی، ہو کے رہے، یا شبِ فرقت میری

مشتری من، تجھ سا جفاکار، خدا سا منصف　　دل سا الفت طلب اور شہادت میری

اُسکے کوچے سے جنازہ نہ اُٹھائیں احباب　　میں نہ نکلوں گا نہ نکلے گی جو حسرت میری

بخشنے جائیں گے سب کا ربت، روزِ جزا　　کہیں جنت میں نہ پہنچے شبِ فرقت میری

جس طرح تو مرے آغوش سے نکلا ای شوخ　　یوں ہی ہاتھوں سے نکلتی ہے طبیعت میری

کہیں دنیا میں ٹھکانا نہیں اسکا اے داغ　　چھوڑ کر مجھکو کہاں جائے مصیبت میری؟

جس کے پہلو میں ہو تم اُس کا نصیب اچھا ہے　　میری دولت میں تم سے بھی رقیب اچھا ہے

بیٹھے ناوک کی طرح اُٹھے قیامت کی طرح　　یہ ادب جس نے سکھایا وہ ادیب اچھا ہے

شیخ کو تاک کے رندوں نے کہا آپس میں　　مال یہ جبہ و دستار و جریب اچھا ہے

جب صاحب ہوں وہ اس رمز کو سمجھیں اے داغ　　دور رہتا ہے بُرا اور قریب اچھا ہے

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے　　دل سے سب کچھ بُھلا دیا تو نے

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے　　۴۸　　دلِ بے مدعا دیا تو نے

مجھ گنہگار کو جو بخشش دیا　　تو جہنم کو کیا دیا تو نے؟

داغ کو کون دینے والا تھا؟　　جو دیا، اے خدا، دیا تو نے

شبِ وصل، چند پل بسر ہو گئی　　نہیں ہوتے ہوتے سحر ہو گئی

بُرے حال سے یا بھلے حال سے　　کہیں کیا؟ ہماری بسر ہو گئی

غمِ ہجر سے داغ مجھکو نجات　　یقین تھا نہ ہو گی، مگر ہو گئی

نکل جائے یہ حسرت وہ نہیں ہے　　بدل جائے یہ قسمت وہ نہیں ہے

پکارا دیکھ کر میں حور کی شکل　　۵۰　　خداوندا یہ صورت وہ نہیں ہے

گئی محفل کی رونق داغ کے ساتھ　　وہی دم تھا غنیمت وہ نہیں ہے

میری فریاد دوسرا نہ سُنے ۔ تم سُنو اے بتو خدا نہ سُنے

خوب رو وہ جسے زمانہ کہے ۔ گفتگو وہ جسے زمانہ سُنے

داغ کو چین ہی نہیں آتا ۔ اُس سے جب تک بُرا بھلا نہ سُنے

گو دل آزار ہو تم، اچھوں کا دل اچھا ہے ۔ سو بلاؤں سے پھر ارمانِ وصال اچھا ہے

مول لے لیتے ہیں خود رنجِ شبِ وصل میں ہم ۔ کثرتِ عیش میں تھوڑا سا ملال اچھا ہے

تنگ ہمت ہے اگر دولتِ کونین ملی ۔ جو نہ پورا ہو کسی سے وہ سوال اچھا ہے

وہ عیادت کو مرے آتے ہیں لو اور سُنو ۔ آج ہی خوبیِ تقدیر سے حال اچھا ہے

اُس سے کیا خاک ہمنشیں بنتی؟ ۔ بات بگڑی ہوئی نہیں بنتی

آدمی سب فرشتے بن جاتے ۵۱ آسمان پر اگر زمیں بنتی

وعدہ کرتے ہی کیا وہ آجاتے؟ ۔ رات پھر زلفِ عنبریں بنتی

طبعِ نازک کا لطف جب تھا داغ ۔ نازنینوں میں نازنیں بنتی

میری قسمت کس طرح رہتی ہے بل کھائی ہوئی ۔ زلف پر پیچ کیا ہے؟ سختی کی گرہ آئی ہوئی

جب ترے در سے پھرا خلقت کا تماشائی ہوا ۵۵ پیچھے پیچھے داغ آگے آگے رسوائی ہوئی

اے ہجومِ نا امیدی رکھ لے شرمِ آرزو ۔ گوشۂ دل میں الگ بیٹھی ہے شرمائی ہوئی

چل دیا اے داغ کیا منہ پھیر کر وہ شوخ میں ۔ پھر گئی تصویر سی پھر سامنے آئی ہوئی

آدمی مر کے چھٹے ہیں یہ مصیبت کیسی؟ ۔ نہیں انصاف نہ ہو جائے قیامت کیسی؟

سحر و سفاکی و بیباکی و شوخی و عتاب ۔ جس کی آنکھوں میں یہ فتنے ہوں مروت کیسی

یہ ہی تو لیں گے گنہگاروں کو پہنچے زاہد ۔ یہ تو دوزخ کے بھی قابل نہیں جنت کیسی

بخش دے پرسشِ اعمال سے پہلے یارب ۔ پوچھ کر کوئی اگر دے تو سخاوت کیسی

دل کو سمجھائیں گے بہلائیں گے بہلائیں گے ۔ بعد مر جانے کے مل جانے کی فرصت کیسی

نگاہِ شوخ جب اُس سے لڑتی ہے ۔ تو بجلی سی تڑپ کر اگر پڑتی ہے

قیامت میں قیامت کرگیا کون؟ کہ دل تھامے صفِ محشر کھڑی ہی

تجھے دیتا ہون اپنی جان بھی مین مرے دل سے مری ہمت بڑی ہی

بگڑ کر ہم نے سوالزام پائے اب آنکی ہر طرح سے بن پڑی ہی

وقتِ انصاف جو تم پاس ہمارے ہوتے؟ روبرو داورِ محشر کے اشارے ہوتے

کس نے یون پیار کیا کب نے وفا ایسی کی؟ کیون کرین قتل کسی کو وہ ہمارے ہوتے

پھول تھے غیر کی قسمت مین اگرای ظالم تو نے پتھر ہی مجھے پھینک کے مارے ہوتے

دل کو بغل مین پال کے مجبور ہو گئے دشمن کے ساتھ عمر ہماری بسر ہوئی

جا تو سہی، دکھا تو سہی، اُسکو خط مرا آگے سے آگے فکر تجھے نامہ بر ہوئی

ہمسایے مین یہ شور ہی لو داغ کی خبر کمبخت کو تڑپتے ہوئے رات بھر ہوئی

ترے غمزون کو اپنے کام سے کام کسی کے دل کو تاب آئے نہ آئے

شمار اپنی خطاؤن کا بتا دون تمھین شاید حساب آئے نہ آئے

نہ دیکھو داغ کا دیوان، دیکھو سمجھ مین یہ کتاب آئے نہ آئے

راحت طلبی نے مجھے رکھا نہ کہین کا طاعت ہو کسی کی نہ اطاعت ہو کسی کی

یہ داغ ہماری نہین سُنتا نہین سُنتا ایسی بھی الٰہی نہ بُری لت ہو کسی کی

پھول دن بھر مین تروتازہ کہان رہتا ہی؟ آدمی تیس برس تک بھی جوان رہتا ہی

ہم تو سمجھے تھے کہ دربان ہی تمھارا نوکر کیا خبر تھی ملک الموت یہان رہتا ہی؟

کام رکنے کا نہین اے دلِ نادان کوئی خود بخود غیب سے ہو جائے گا سامان کوئی

بیچتا ہون جو خریدے مرے ارمان کوئی مفت دیتا ہون اگر مان لے احسان کوئی

آنکھ مین آنکھ تو ڈالی نہین جاتی ظالم دل مین دل ڈال دے کس طرح سے انسان کوئی

سہ چکی ہی خلشِ دل مگر اب بھی ای داغ پھانس کی طرح کھٹک جاتا ہی ارمان کوئی

ہوگا شبِ فراق کا غم بھی بہت بڑا دل کو ہزار ہاتھ کا کیونکر بنا مین سکے

عادت ہی ہو گئی ہے وہ دیکھیں گے جب مجھے   چتون غضب کی قہر کے تیور بنائیں گے

ساقیا دے بھی مے روح فزا تھوڑی سہی   بیوفا عمر کرے اور وفا تھوڑی سہی
ہم تو اس آنکھ کے ہیں دیکھنے والے دیکھو   جس میں شوخی ہے بہت اور حیا تھوڑی سی

وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں   نگہ نے نیچہ مارا زباں سے آفریں نکلی
کہوں کیا، پہلے ہی آنکھیں نکالیں آپ نے مجھ پر   ابھی کمبخت پوری بات بھی منہ سے نہیں نکلی

مشکل ہے ان آنکھوں سے خدا کو کوئی دیکھے   دیکھے تو بت ناز و ادا کو کوئی دیکھے
جو دیکھتے ہیں چشم تحیر سے ترا حسن   ان دیکھنے والوں کی ادا کو کوئی دیکھے

ہم اگر مانگیں تو اے زاہد یہ بیجا ہے گناہ   بے طلب رکھدے جو کوئی بھر کے ساغر سامنے
یاالٰہی خیر ہو بیٹھے ہیں وہ [illegible] بزم میں   تیغ رکھی ہے برابر اور خنجر سامنے

داغ ہر چند جہاں گرد ہے سودائی ہے ۸۳   آپ کے سر کی قسم آپ کا سودائی ہے
داغ کو اب کسی گلرو سے ملاقات نہیں   ہم نے پرسوں اسی گلشن کی ہوا کھائی ہے

ایسی باتوں سے تو بہتر ہے خموشی، واعظ   کہ تری ضد نے کیا اور گنہگار مجھے
ہو گئی کثرت عصیاں سے مری وہ نوبت   ہے یہ احسان ملائک جو گنہگار لکھے

بیدرد ہیں جو درد کسی کا نہیں رکھتے   ایسے بھی ہیں یارب کہ تمنا نہیں رکھتے
اے داغ، یہ کس کام کی ہستی و جوانی؟   تم ایسے ہیں جو اندیشۂ فردا نہیں رکھتے

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے   جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے
آئے جوش سے سر تربت پہ سرفراز یاں   ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے دل سے اتار دے

مرادیں مانگ رہا ہوں قضا کے آنے کی   بری گھڑی تھی دل شکستہ کے آنے کی
جواب وصل سے کیونکر نہ ہوں میں شادی مرگ   خوشی بھی اور خوشی دلربا کے آنے کی

پھر کہیں چھپتی ہے جب ظاہر محبت ہو چکی   ہم بھی رسوا ہو چکے ان کی بھی شہرت ہو چکی
ہم بدل جائیں گے کیا؟ قسمت بدل جائیگی کیا؟   جب نہ دنیا میں ہوئی عقبیٰ میں راحت ہو چکی

ہم سے پوچھے کوئی، دنیا میں ہے کیا شے اچھی؟ — رنج اچھا ہے، غم اچھا ہے، ملال اچھا ہے
آپ پچتائیں نہیں، جور سے توبہ نہ کریں ۵۴ — آپ گھبرائیں نہیں، داغ کا حال اچھا ہے

ناامیدی بڑھ گئی ہے اس قدر — آرزو کی آرزو ہونے لگی
داغ اترائے ہوئے پھرتے ہیں آج — شاید انکی آبرو ہونے لگی

کس طرح کہوں؟ قیس، ترے دل کو لگی ہے — نالوں سے کبھی آگ بھی محمل کو لگی ہے؟

اگر مر جائیں تو چھٹ جائیں غم سے — مگر یہ ہو نہیں سکتا ہے ہم سے

جب کہا میں نے ہائے لوٹ لیا — دل پکارا کہ میرے یار کسے؟

بھولے ہی بن کے کام نکلتا ہے گاہ گاہ — بن جاتے ہیں ہم آپ ہی ناداں کبھی کبھی

عیش و اقبال عجب شے ہے کہ ہم دیکھتے ہیں ۵۵ — چار ہی دن میں بدل جاتی ہے صورت کیسی؟

اے فلک چین سے دم بھر تو ٹھہرنے دے ۵۶ — ہم بھی بستے ہیں جہاں خلقِ خدا بستی ہے
اب کیوں نہ کروں نالہ، مجھے ڈر تو نہیں ہے؟ — یہ عرصۂ محشر ہے، ترا گھر تو نہیں ہے؟

تدبیر سے، قسمت کی بُرائی نہیں جاتی — بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہیے ۵۷ — خاک سے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے
اے فلک، دے ہمکو پورا غم تو کھانے کے لیے — وہ بھی، حصہ کر دیا سارے زمانے کے لیے

ہجر ہے آفتِ جان وصل بلائے دل ہے — آدمی کے لیے ہر طرح غرض مشکل ہے

رنج و قلق کو صدمہ و ایذا اُٹھائیے — دل کو بچا کے سینے میں کیا کیا اُٹھائیے

جوشِ دل کی وہیں اُبھر آئی — جب ہنسی آئی آنکھ بھر آئی

مزا چکھا نہیں دنیا کا زاہد تو نے دنیا میں — کبھی تو بادہ نوشی کی بھی اے مردِ خدا ہوتے

یار کا پاس نہ آہستہ دلِ ناشاد رہے — نالہ رکتا ہوا، تھمتی ہوئی فریاد رہے

سب اہلِ حشر جب اپنے کیے کو پائیں گے ۵۸ — ٹھہرا مرا لہو تو ہمکو مزا گناہ کا

یوں تو برسوں نہ پلاؤں نہ پیوں، اے زاہد — توبہ کرتے ہی بدل جاتی ہے نیت میری

عادت ہی ہوگئی ہو وہ دیکھین گے جب مجھے ۔۔۔ چتون غضب کی قہر کے تیور بنائین گے

ساقیا دے بھی مے روح فزا تھوڑی سی ۔۔۔ بیوفا عمر کرے اور وفا تھوڑی سی
ہم تو اُس آنکھ کے ہین دیکھنے والے دیکھو ۔۔۔ جسمین شوخی ہو بہت اور حیا تھوڑی سی

وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہین ۔۔۔ نگہ نے غمزہ مارا زبان سے آفرین نکلی
گھورن کیا، پہلے ہی آنکھین نکالین آپ نے مجھ پر ۔۔۔ ابھی کمبخت پوری بات بھی مُنھ سے نہین نکلی

مشکل ہو ان آنکھون سے خدا کو کوئی دیکھے ۔۔۔ دیکھے تو بت ماہ لقا کو کوئی دیکھے
جو دیکھتے ہین چشم تحیر سے ترا حسن ۔۔۔ ان دیکھنے والون کی ادا کو کوئی دیکھے

ہم اگر مانگین تو دے زاہد یہ بیشک ہو گناہ ۔۔۔ بے طلب رکھدے جو کوئی بھر کے ساغر سامنے؟
یاالٰہی خیر ہو بیٹھے ہین وہ یون بزم مین ۔۔۔ تیغ رکھی ہو برابر، اور خنجر سامنے

داغ ہر چند جہان گرد ہو سودائی ہے ۔۔۔ ۵۲ آپ کے سر کی قسم، آپ کا سودائی ہو
داغ کو اب کسی گلگرد سے ملاقات نہین ۔۔۔ ہم نے برسون اسی گلشن کی ہوا کھائی ہو

ایسی باتون سے، تو بہتر ہو خموشی، واعظ ۔۔۔ کر تری ضد نے کیا اور گنہگار مجھے
ہوگئی، کثرتِ عصیان سے مری وہ نوبت ۔۔۔ ہو یہ احسان ملائین جو گنہگار مجھے

بیدرد ہین جو درد کسی کا نہین رکھتے ۔۔۔ ایسے بھی ہین یارب کہ تمنا نہین رکھتے؟
اے داغ، یہ کس کام کی ہستی و جوانی؟ ۔۔۔ تم ایسے جو اندیشۂ فردا نہین رکھتے

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے ۔۔۔ جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے
اُترے جو تن سے سر، تو نہ ہے سرفراز بان ۔۔۔ افسانہ ہو کہ وہ مجھے دل سے اُتار دے

مرادین مان رہا ہون قضا کے آنے کی ۔۔۔ بڑی گھڑی تھی دلِ مبتلا کے آنے کی
جوابِ وصل سے کیونکر نہ ہون مین شادی مرگ ۔۔۔ خوشی بھی اور خوشی دلربا کے آنے کی

پھر کہین چھپتی ہے؟ جب ظاہر محبت ہو چکی ۔۔۔ ہم بھی رسوا ہو چکے اُنکی بھی شہرت ہو چکی
ہم بدل جائین گے کیا؟ قسمت بدلجائیگی کیا؟ ۔۔۔ جب نہ دنیا مین ہوئی عقبیٰ مین رحمت ہو چکی

ہم سے پوچھے کوئی، دنیا میں ہی کیا شی اچھی؟ رنج اچھا ہی، غم اچھا ہی، ملال اچھا ہی

آپ پچتائیں نہیں، جور سے توبہ نہ کریں ۵۴ آپ گھبرائیں نہیں، داغ کا حال اچھا ہی

ناامیدی بڑھ گئی ہی اسقدر آرزو کی آرزو ہونے لگی

داغ اترائے ہوئے پھرتے ہیں آج شاید انکی آبرو ہونے لگی

کس طرح کہوں؟ قیس، ترے دل کو لگی ہی نالوں سے کبھی آگ بھی محمل کو لگی ہے؟

اگر مرجائیں تو چھوٹ جائیں غم سے مگر یہ ہو نہیں سکتا ہی ہم سے

جب کہا میں نے ہائے لوٹ لیا دل پکارا کہ میرے یار کسے؟

بھولے ہی بن کے کام نکلتا ہی گاہ گاہ بن جاتے ہیں ہم آپ ہی نادان کبھی کبھی

عیش و اقبال عجب شے ہی کہ ہم دیکھتے ہیں ۵۵ چار ہی دن میں بدل جاتی ہی صورت کیسی؟

اے فلک چین سے دم بھر تو پڑا رہنے دے ۵۶ ہم بھی بستے ہیں جہاں خلق خدا بستی ہی

اب کیوں نہ کروں نالہ مجھے ڈر تو نہیں ہی؟ یہ عرصۂ محشر ہے، ترا گھر تو نہیں ہی؟

تدبیر سے، قسمت کی برائی نہیں جاتی بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہیے ۵۷ خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے

اے فلک، دے ہمکو پورا غم تو کھانے کے لیے وہ بھی، حصہ کر دیا، سارے زمانے کے لیے

ہجر ہی آفتِ جان وصل بلائے دل ہے آدمی کے لیے ہر طرح غرض مشکل ہے

رنج و قلق کو صدمہ و ایذا اٹھائیے دل کو بچا کے سینے میں کیا کیا اٹھائیے

چوٹ دل کی وہیں ابھر آئی جب ہنسی آئی آنکھ بھر آئی

مزا چکھا نہیں دنیا کا زاہد تو نے دنیا میں کبھی تو بادہ نوشی کی بھی اے مردِ خدا ٹھہرے

یار کا پاس نزاکت دلِ ناشاد رہے نالہ رکتا ہوا تھمتی ہوئی فریاد رہے

سب اہلِ حشر جب ایچھے کیے کو پائیں گے ۵۸ ڈرا مرا ہو جو مجکو مرا کیا نہ ملے

یوں تو برسوں نہ پلاؤں نہ پیوں، اے زاہد توبہ کرتے ہی بدل جاتی ہی نیت میری

وہ آئے خندہ پیشانی کہین سے
تبسم ہو عیان چین جبین سے

اُسے افسانۂ غم ڈرتے ڈرتے
سُنایا کچھ کہین سے، کچھ کہین سے

حور کے واسطے زاہد نے عبادت کی ہے
سیر تو جب ہے کہ جنت مین نہ جانے پائے

ملاتے ہو اُسی کو خاک مین جو دل سے ملتا ہے
مری جان چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے

ہر سخن پر روٹھ جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
روٹھ کر پھر مسکرانا کوئی تم سے سیکھ جائے

دیکھا تو شہرِ حسن مین چرچا ہی اور ہے
اُسکی ہوا ہی اور ہے وہ دنیا ہی اور ہے

بیٹھے اُداس، اُٹھے پریشان، خفا چلے
پوچھے تو کوئی آپ سے کیا آئے کیا چلے

تری رنجش کھلی طرزِ بیان سے
نہ تھی دل مین تو کیون نکلی زبان سے

بہت حسرت آتی ہے مجکو یہ سُنکر
کسی پر کوئی مہربان ہو رہا ہے

آج گھبرا کر وہ بولے جب سُنے نالے مرے
جان کے پیچھے پڑے ہین چاہنے والے مرے

دلِ نادان سے ہین نہایت تنگ
اور تم اپنی چشمِ پُرفن سے

انتخاب

از

کلامِ دبیر

مرثیہ۔ رباعی

جلد اوّل

ہشتر

دبیر

میرزا سلامت علی نام تھا اور دبیر تخلص تھا۔ لکھنؤ مین پیدا ہوئے اور وہین دفن ہوئے سال وفات ۱۲۹۲ھ ہی۔ انکے اُستاد کا نام میر ضمیر تھا۔ اسوقت مرثیہ گوئی کا جو رنگ ہو اُسکے موجد میر ضمیر سمجھے جاتے ہین خود انکا شعر "سو مین کہون ہزار مین یہ درد ہو مرا ❊ جو جو کہے اس طرز مین شاگرد ہو مرا" اسکا شاہد ہی۔ میرزا دبیر اور میر انیس کا جوڑ تھا۔ آپس مین چوٹین بھی چلتی تھین اور محبت بھی تھی۔ میر انیس کے مرنے پر میرزا دبیر نے کہا ع طور سینا بے کلیم اللہ و منبر بے انیس۔ جس سے دلی محبت کا پتہ چلتا ہی مگر شاگردون نے میر انیس کے جیتے جی ایک کو دوسرے سے ملنے ندیا۔ حتیٰ کہ سامعین کی بھی تقسیم ہو گئی تھی ایک کو دبیریہ اور دوسرے کو انیسیہ کہتے تھے ایک ہی وقت مجلسین ہوتی تھین۔ دبیریے دربار دبیر مین اور انیسیے دربار انیس مین حاضر ہوتے تھے۔ ان دونون کے جیتے جی یہ فیصلہ نہ ہوا کہ کون بہتر ہی۔ میر و سودا۔ آتش و ناسخ۔ ذوق و غالب اور متاخرین مین امیر و داغ کی طرح انیس و دبیر کا بھی جھگڑا نہ چکا۔

نشتر غزلون مین ہوتے ہین انیس کا کلام مین نے چاہا کہ تبرکاً اس کتاب مین رہے اور اُنکے منتخب اشعار کو بھی مین نے نشتر ہی سے تعبیر کیا۔ مین نے ارادہ کیا تھا کہ سوا انیس کے دوسرے مرثیہ گویون کو اس کتاب مین جگہ ندون لیکن آخر میری یہ رائے ہوئی کہ میر انیس کے ہمعصر میرزا دبیر کو فراموش کرنا عہد کی شاعری پر ایک اعتبار سے ظلم کرنا ہی اسلیے کتاب کے چھپنے کے وقت مرزا صاحب کے کلام بھی کچھ منتخب کیے گئے قلت انتخاب کی وجہ یہ نہین کہ مرزا صاحب پایہ سے کسی طور پر نکارہ ہی بلکہ عجلت اور کم فرصتی اسکا باعث ہی دیگر اساتذہ کے انتخاب وقتاً فوقتاً اُسوقت ہوئے تھے جبکہ میری عمر کا مقتضا تھا اب اسوقت یہ کام میرے لیے مشکل ہی لیکن پھر بھی تمنا کچھ کلام مین نے ہفتہ عشرہ مین منتخب کر ہی لیے۔

مرثیہ

وفات حضرت فاطمہ رضؓ

بلقیس پاسبان ہو، یہ کسکی جناب ہے؟
مریم درود خوان ہو، یہ کسکی جناب ہو؟
شانِ خدا عیان ہو، یہ کسکی جناب ہو؟
دہلیز آسمان ہے، یہ کسکی جناب ہو؟
کرسی زمین سے لیتی ہو، گوشے پناہ کے
بیٹھا ہو عرش سایہ مین اس بارگاہ کے

عفت پکارتی ہو، مقامِ حجاب ہے
شیعو، جنابِ فاطمہؓ کی یہ جناب ہو
حوّا و آسیہ کا یہ باہم خطاب ہے
زہرا کے رعب و دبدبے سے زہرہ آب ہو
جاری ہو منھ سے جاریۂ فاطمہ ہین ہم
مخدومہ کائنات کی وہ خادمہ ہین ہم

الفت خدا کے بعد، حبیبِ خدا کی ہو
منصف کے آگے یہ بھی ولا کبریا کی ہو
پروا نہ فاقہ کی، نہ شکایت جفا کی ہو
ایذا فقط جدائی خیر الوریٰ کی ہو
اب دغدغہ کی فکر، نہ سونے کا دھیان ہو
آنکھون ہین شکل باپ کی، رونے کا دھیان ہو

کچھ نوش کر لیا، جو کسی نے کھلا دیا
لیکن عزا مین، کچھ نہ غذا نے مزا دیا
غش مین، کسی نے منھ مین جو پانی چوا دیا
قطرہ پیا اور آنکھون سے دریا بہا دیا
نسبت ہی کیوں ہے فاطمہؓ کے شور و شین کو
زہراؑ کے بعد روئی ہو زینبؑ حسینؑ کو

سن کم، تعلق زیادہ، تعلق سے فغان سوا
سینے سے دل، تو دل سے جگر ناتوان سوا
رونے سے ہر گھڑی کے ہوئین ہیجان سوا
تپ وہ، کہ مفغون سے تپش استخوان سوا
جب فاطمہؓ نے ہائے پدر کہہ کر آہ کی
وان ہل گئی ضریح رسالت پناہ کی

بیٹے پکارتے ہین کہ قبر پاس آؤ
آیان نہ اتنا رو، غلامون پہ رحم کھاؤ
نانا کہان گئے ہین؟ بلا لائین ہم بتاؤ
ہم کرتے بیان تے ہین نہین تو گلے لگاؤ
نانا کے بعد ہائے یہ بے قید رہم ہوئے
سب اک طرف حضور کے بھی پیار کم ہوئے

ہمسائیاں یہ کہتی ہیں اے عاشق پدر | دیدار مصطفےٰ تو ہے موقوف حشر پر
اُنکے عوض تو اپنی زیارت سے شاد کر | حجرے میں بیٹھتی ہے یہ کہکر وہ نوحہ گر
اب میں ہوں اور ہر ایک حقارت ہے صاحبو | بابا موئی کی خاک زیارت ہے صاحبو

القصہ بعد ہفتہ کے دن آٹھواں ہوا | اور نیل پوش ظلمت شب سے جہاں ہوا
یاں مہر برج حجرۂ ماتم عیاں ہوا | براس طرح، کہ مُردہ کا سب کو گماں ہوا
یہ شکل ہوگئی تھی عزا میں رسولؐ کی | پہچانی بیٹیوں نے نہ صورت بتولؑ کی

۹
قدسی تھے فرش عرش معلی کے آس پاس | تسبیح کی خبر تھی نہ تہلیل کے حواس
دوزخ جدا خروش میں مالک جدا اُداس | غلمان و حور و جن و پری پر ہجوم یاس
غل تھا کہ سب کے دل کو ہلاتی ہے فاطمہؑ | ہے ہے نبیؐ کی قبر پہ جاتی ہے فاطمہؑ

۱۰
چلائی، آہ، وا ابتا، وا محمدا | نور الٰہ، وا ابتا، وا محمدا
ستا ہوں کے شاہ، وا ابتا، وا محمدا | میں ہوں تباہ وا ابتا وا محمدا
بابا بتولؑ آئی ہے تسلیم کے لیے | اُٹھتے نہیں مزار سے تعظیم کے لیے

گذرے ہیں آٹھ دن کہ زیارت نہیں ہوئی | اس بے نصیب سے کوئی خدمت نہیں ہوئی
منبر ہے سونا وعظ و نصیحت نہیں ہوئی | مسجد میں بھی نماز جماعت نہیں ہوئی
حضرت کے مُنہ سے وحی خدا بھی نہیں سُنی | جبرئیلؑ کے پروں کی صدا بھی نہیں سُنی

۱۱
تسلیم میری اے پدر نامدار لو | یہ بال بکھرے، ہاتھوں سے اپنے سنوار لو
راضی ہوں میں نہ گود میں بھی زینہار لو | مشتاق ہوں کہ فاطمہؑ کہہ کر پکار لو
پوچھو یہ تم مزاج تمہارا بخیر ہے | ۲ لونڈی کہے کہ حال جدائی سے غیر ہے

۱۲
القصہ فاطمہؑ ہوئی بیہوش قبر پر | زینبؑ کے پاس دوڑی گئی فضہ ننگے سر
زینبؑ نے پوچھا، خیر تو ہے؟ بولی پیٹ کر | جامہ نبی کا دو کہ سونگھا دوں میں نوحہ گر
ہمسائیاں ہیں گرد ہراساں کھڑی ہوئیں | بی بی کی اماں جان ہیں غش میں پڑی ہوئیں

۱۴
نانا کا خاص جامہ نواسی نے لا دیا
خوشبو نے اسکی وصلِ نبیؐ کا مزا دیا
بڑھ کر درود بات سنائی وہ یاس کی

۱۵
وہ یہ سخن ہے، آہ پکاری وہ بے پدر
یوسفؑ کے دیکھنے کی توقع تھی کسقدر
پوچھوں کہاں؟ تلاش کروں کس دیار میں؟

۱۶
کیا کیا کہوں میں دخترِ خیر الامم کا درد
بچوں کی بیکسی کا علی کے الم کا درد
وہ ماتم، اور آہ، وہ حسرت بتولؑ کی

۱۷
منہ سے پدر کا نام لیا اور رو دیا
فرشِ نبیؐ کی دیکھی ضیا اور رو دیا
صرفہ نہ آہ میں نہ بکا میں نہ بین میں

۱۸
آخر وفورِ گریہ سے عاجز ہوئے عرب
کی عرض فاطمہؑ سے کہوا کے ولیِ رب
کھانے کا کوئی وقت نہ سونے کا وقت ہے

۱۹
ماں باپ نے ہمارے بھی دنیا سے کی قضا
فرمایا مرتضیٰ نے، کہ بتلاؤ تو بھلا
الزام کوئی دے نہیں سکتا بتول کو

۲۰
باہر سے مرتضےٰ گئے گھر میں جھکائے سر
دینے لگے پیام عرب شاہ بحر و بر
قابو میں موت ہووے تو مرجاؤں یا علی

فضہ نے جا کے بی بی کو غش میں سونگھا دیا
جامہ پہ بوسہ فاطمہؑ نے جا بجا دیا
جو بیبیاں تڑپنے لگیں آس پاس کی

یعقوبؑ نے جو سونگھا تھا پیراہن پسر
میری امید قطع ہے بابا سے عمر بھر
یوسف تو میرا سوتا ہے لوگو مزار میں

پہلو کا درد ہاتھ کا درد اور شکم کا درد
ہر اک غضب کا حادثہ ہر اک ستم کا درد
محسن کا چہلم اور سہ ماہی رسولؐ کی

قرآن پڑھ کے ہدیہ کیا اور رو دیا
تکیوں کو سونگھا، بوسہ دیا، اور رو دیا
بے غش ہوئے افاقہ نہ تھا شور و شین میں

حیدر کے پاس رونے کی فریاد لائے سب
یا سیدہ تمھاری رعیت ہے جاں بلب
جو وقت ہو وہ آپ کے رونے کا وقت ہے

ہم تو نہ الیسا روتے، نہ پیٹے، نہ کی عزا
تم میں سے کس کا باپ موا ہے رسول سا
سمجھا تا ہوں میں، خیر یتیمِ رسولؐ کو

منہ ڈھانپے رو رہی تھی اکیلی وہ خوش سیر
گھبرا کے بولی ہائے کروں کیا میں نوحہ گر
بابا کا سوگ لے کے کدھر جاؤں یا علی

۲۱
میری طرف سے اہل مدینہ کو دو پیام
لوگو خفا نہ ہو، مری رخصت ہی صبح و شام
دو چار دن تمھارے محلہ مین ہی مقام
رونے کی دھوم ہو چکی اب کام ہی تمام
دل جسکا مردہ ہو اُسے جینے سے کام کیا؟
بابا سدھارے مجکو مدینے سے کام کیا؟

۲۲
رونے مین اختیار نہین بے پدر ہون مین
لوگو مجھے نہ ٹوکو کہ خستہ جگر ہون مین
امیدوار موت کی آٹھون پہر ہون مین
گر شام کو بجھی تو چراغِ سحر ہون مین
ماتم ہی غیر کا کہ تمھارے رسولؐ کا؟
پر تمکو ناگوار ہے، رونا بتولؑ کا

۲۳
سب کے نبیؐ کا سوگ ہے، کل کے نبیؐ کا غم
یہ بھی نصیب اپنا، کہ الزام پائین ہم
یہ کیا سمجھ کے مُنھ سے نکالا؟ کہ روؤ کم
بے رونقی رسولؐ کے ماتم کی ہی ستم
بیجا تمھاری یہ خفگی ہے مین روؤن گی
کچھ ہو مرے تو جی کو لگی ہے مین روؤنگی

۲۴
حیدرؑ کا اس بیان سے ٹکڑے ہوا جگر
بیت الحزن بنایا بقیعہ مین جلد تر
لکھا ہی ہاتھ تھام کے بیٹون کا ہر سحر
وان جا کے رویا کرتی تھی دن بھر وہ بے پدر
ہنگامِ شام حیدرِ کرار جاتے تھے
روحِ نبیؐ کی دیکے قسم اُن کو لاتے تھے

۲۵
اک دن نگاہ کرتے ہین کیا شاہِ لافتا
مطبخ ہے گرم آرد جو ہے گندھا ہوا
نہلا رہی ہین بچون کو مل مل کے دست و پا
پھیلا دیے ہین کرتے بھی دھو کر جدا جدا
پوچھا کہ اتنے کامون کا جو شغل آج ہے
اسوقت کچھ سنبھال تمھارا مزاج ہے؟

۲۶
بولی کہ آج رات کو ہو جاؤن گی نہال
کل میرے کاروبار مین خود ہوگے تم نڈھال
خدمت کا میرے بچون کی ہوگا کسے خیال؟
نہلا دھلا دیا کہ پریشان تھا اُن کا حال
کرتے بھی دھو دیے قوت بھی کل تک کا دھر چلی
سہرا نہ باندھا ایک یہ ارمان لے چلی

۲۷
پوچھا علیؑ نے تمکو یہ کیونکر ہوا یقین؟
صدیقہؑ نے کہا کہ شدنی ہے، یہ شک نہین
پچھلے کو روتے روتے جو سوئی مین دلحزین
دیکھا کہ ایک باغ مین ہین شاہِ مرسلین
محسن کو میرے اپنے گلے سے لگاتے ہین
بہلاتے تھے نہ رو تری ماں کو بلاتے ہین

۲۸
یہ سن کے ننگے پاؤں میں اُس باغ سے پھری — بس دیکھنا تھا آپ کا دیدارِ آخری
سہواً اگر ہوئی ہو کچھ آزردہ خاطری — بخشو مجھے، کہ موت ہے نزدیک، اب مری
رو کر کہا علی نے ہمیں عذر خواہ ہیں — واللہ بےقصور ہو تم سب گواہ ہیں

۲۹
معصوم سے بھی، ہوتی ہے بی بی خطا کبھی؟ — عسرت کا تم نہ لائیں زباں پر گلا کبھی
اچھا لباس مانگا نہ اچھی غذا کبھی — بیمار جب پڑیں نہ طلب کی دوا کبھی
کیا خوب تم نے مجھ سے نباہی ہے فاطمہؑ — کیونکر نہو، نورِ الٰہی سے ہے فاطمہؑ

۳۰
دنیا کے مال و جاہ پہ تم نے نظر نہ کی — فرمائش ایک دن اسد اللہ پر نہ کی
یوں صبر سے جہاں میں کسی نے بسر نہ کی — فاقہ کشی پہ اپنے پدر کو خبر نہ کی
پہلو پہ در گرا میں حمایت نہ کر سکا — شرمندہ ہوں کہ حقِ رعایت نہ کر سکا

۳۱
وہ بولی یہ کنیز نوازی ہے سر بسر — فرمائیے وصیتِ اولیٰ پہ اب نظر
ہر بے پدر کے بعد نبیؐ آپ تھے پدر — سبطین تو حضور کے ہیں پارۂ جگر
گر چاہتے ہو قبر میں زہرا کے چین کو — دینا نہ رنج میرے حسنؑ اور حسینؑ کو

۳۲
کل ایک رات اور ہیں یاں دونوں میرے لال — بے مادری کی صبح ہے کل اور یہ خورد سال
اب میری طرح آپ کو ان کا رہے خیال — اوجھل نہ ہونے پائیں نظر سے یہ نونہال
حاسد کی چشم بد سے بچائے خدا انھیں — سرمہ کی طرح آنکھوں میں رکھیو سدا انھیں

۳۳
مغرب تلک بس اور ہیں ماں انکے سر پہ اب — کل صبح یہ گھرے گئے یتیمی میں ہے غضب
پروانہ رہیو میرے چراغوں پہ روز و شب — بے ماں کا جان کر کوئی گھڑکے نہ بے سبب
یہ دونوں ہیں صغیر جنابِ امیرؑ کے — جو شاہ ہیں مرے آپ صغیر و کبیر کے

۳۴
والی یتیم بچوں کا ہوتا ہے دل خراب — چلائے گے انکی بات کا دینا نہ تم جواب
بہنوں کو انکی اس سے سوا ہوگا اضطراب — دل انکے لیجو ہاتھ میں بیچارہ و حجاب
زینبؑ سے ہوشیار کہ نازوں کی پالی ہے — اور دردِ سر حسینؑ کی یہ رونے والی ہے

۲۱ سیر اپنی طرف سے اہل مدینہ کو دو پیام
لوگو خفا نہ ہو، مری رخصت ہے صبح و شام
دو چار دن تمھارے محلہ میں ہے مقام
رونے کی دھوم ہو چکی اب کام ہے تمام
دل جسکا مردہ ہو اُسے جینے سے کام کیا؟
بابا سدھارے مجکو مدینے سے کام کیا؟

۲۲ رونے میں اختیار نہیں بے پدر ہوں میں
لوگو مجھے نہ ٹوکو کہ خستہ جگر ہوں میں
اسید وار موت کی آٹھوں پہر ہوں میں
گر شام کو بچی تو چراغ سحر ہوں میں
ماتم ہے غیر کا کہ تمھارے رسولؐ کا؟
پر تمکو ناگوار ہے رونا بتولؓ کا

۲۳ سب کے نبی کا سوگ ہے کل کے نبی کا غم
یہ بھی نصیب اپنا، کہ الزام پائیں ہم
یہ کیا سمجھ کے منہ سے نکالا؟ کہ روؤ کم
بے رونقی رسولؐ کے ماتم کی ہے ستم
بیجا تمھاری یہ خفگی ہے میں روؤں گی
کچھ ہو مرے تو جی کو لگی ہے میں روؤنگی

۲۴ حیدر کا اس بیان سے ٹکڑے ہوا جگر
بیت الحزن بنایا بقیعہ میں جلد تر
لکھا ہے ہاتھ تھام کے بیٹوں کا ہر سحر
واں جا کے رویا کرتی تھی دن بھر وہ بے پدر
ہنگام شام حیدر کرار جاتے تھے
روحِ نبی کی دیکے قسم اُن کو لاتے تھے

۲۵ اک دن نگاہ کرتے ہیں کیا شاہ لافتا
مطبخ ہے گرم آرد جو ہے گندھا ہوا
نہلا رہی ہیں بچوں کو مل مل کے دست و پا
پھیلا دیے ہیں کرتے بھی دھو کر جدا جدا
پوچھا کہ اتنے کاموں کا جو شغل آج ہے
اسوقت کچھ سنبھال تمھارا مزاج ہے؟

۲۶ بولی کہ آج رات کو ہو جاؤں گی بحال
کل میرے کاروبار میں خود ہوگے تم نڈھال
خدمت کا میرے بچوں کی ہوگا کسے خیال؟
نہلا دُھلا دیا کہ پریشان تھا اُن کا حال
کرتے بھی دھوئے قوت بھی کل کا رکھا دیا
سہرا نہ باندھا ایک یہ ارمان لے چلی

۲۷ پوچھا علی نے تمکو یہ کیوں کر ہوا یقین؟
صدیقہ نے کہا، شدنی ہے، یہ شک نہیں
بچپنے کو روتے رہتے جو سوئی میں و حزین
دیکھا کہ ایک باغ میں ہیں شاہِ مرسلین
محسن کو میرے اپنے گلے سے لگاتے ہیں
بہلاتے تھے نہ رو تری ماں کو بلاتے ہیں

یہ سن کے ننگے پاؤن مین اُن باغ سے پھری — بس دیکھنا تھا آپ کا دیدارِ آخری
سہواً اگر ہوئی ہو کچھ آزردہ خاطری — بخشو مجھے، کہ موت ہے نزدیک، اب مری
رو کر کہا علی نے ہمین عذر خواہ ہین — واللہ بے قصور ہو تم سب گواہ ہین

۲۹

معصوم سے بھی، ہوتی ہے بی بی خطا کبھی؟ — عُسرت کا تم نہ لائین زبان پر گِلا کبھی
اچھا لباس مانگا نہ اچھی غذا کبھی — بیمار جب پڑین نہ طلب کی دوا کبھی
کیا خوب تم نے مجھ سے نباہی ہے فاطمہؑ — کیونکر نہو، تو نورِ الٰہی ہے فاطمہؑ

۳۰

دنیا کے مال و جاہ پہ تم نے نظر نہ کی — فرمائش ایک دن اسد اللہ پر نہ کی
یون صبر سے جہان مین کسی نے بسر نہ کی — فاقہ کشی پہ اپنے پدر کو خبر نہ کی
پہلو پہ در گرا مین حمایت نہ کر سکا — شرمندہ ہون کہ حقِ رعایت نہ کر سکا

۳۱

وہ بولی یہ کنیز نوازی ہے سر بسر — فرمایئے وصیتِ اولیٰ پہ اب نظر
ہے بے پدر کے بعد نبیؐ آپ تھے پدر — سبطین تو حضور کے ہین پارۂ جگر
گر چاہتے ہو قبر مین زہرا کے چین کو — دینا نہ رنج میرے حسنؑ اور حسینؑ کو

۳۲

کل ایک رات اور ہین یان وائے میرے لال — بے مادری کی صبح ہے کل اور یہ خرد سال
اب میری طرح آپ کو ان کا رہے خیال — اوجھل نہ ہونے پائین نظر سے یہ نونہال
حاسد کی چشمِ بد سے بچائے خدا انھین — سہرے کی طرح آنکھون مین رکھیو سدا انھین

۳۳

مغرب تلک بس اور ہے ماں انکے سر پہ اب — کل صبح یہ گھرین گے یتیمی مین ہے غضب
پروانہ رہیو میرے چراغون پہ روز و شب — بے ماں کا جان کر کوئی گھڑکے نہ بے سبب
یہ دونون ہین پسر وجنابِ امیرؑ کے — خوش ہین میرے آپ صغیر و کبیر کے

۳۴

والی یتیم بچّون کا ہوتا ہے دل کباب — چلّا کے انکی بات کا دینا نہ تم جواب
سہندون کو ابھی انسے سوا ہوگا اضطراب — دل انکے لیجو ہاتھ مین بے جور و بے حجاب
زینبؑ سے ہوشیار کہ نازون کی پالی ہے — اور درد و صبر حسینؑ کی یہ رونے والی ہے

۳۵ عرضِ دوم یہ ہے مجھے شب کو اُٹھائیو / اور قبر کا نشان نہ کسی جا بنائیو
تربت میں خود اُتاریو اور خود لٹائیو / پھر کانپ کر کہا کہ الٰہی بچائیو
آنکھوں کے آگے قبر کی تنہائی پھر گئی / موتی کی اک لڑی تھی کہ آنکھوں سے گر گئی

۳۶ بولی کہ یا علی یہ قیامت کا وقت ہے / مرنے سے سخت قبر کی وحشت کا وقت ہے
میت پہ بعدِ دفن یہ آفت کا وقت ہے / اس وقت وارثوں کی محبت کا وقت ہے
ہمدم نہیں رفیق نہیں مہرباں نہیں ، ۳ یہ وہ جگہ ہے کوئی کسی کا جہاں نہیں

۳۷ وہ اجنبی مکان وہ اندھیرا اِدھر اُدھر / پہلے پہل وہ بستی سے ویرانے کا سفر
نہ شمع روشنی کے لیے نہ شگافِ در / تنہا یہ وہ کہ دوسرے سے ایک بے خبر
کسکو کوئی پکارے کہاں جا کے کیا کرے؟ / آسان سب پہ قبر کی مشکل خدا کرے

۳۸ اب نذر دے یہ مرثیہ اور عرض کر دبیر / یا سیدہ تمہیں قسمِ خالقِ قدیر
بہرِ رسولِ پاک و پئے حضرتِ امیر / تم پہ فدا ہوئی والدۂ ذاکرِ حقیر
فرمائیے وہ لطف کہ وہ رستگار ہو / حُلّہ کفن ہو، روضۂ رضوان مزار ہو

آمدِ قاصدِ صغریٰ

۱ روانہ نہرِ لبن کو جو شیر خوار ہوا / زباں دکھانے پہ گردن سے تیر پار ہوا
تڑپ کے ہاتھوں پہ حضرت سے ہمکنار ہوا / خزاں ہوا جو وہ گل تو گلے کا ہار ہوا
ادھر تو شاہ کو یہ صدمۂ جگر پہنچا ، اُدھر مدینے سے صغرا کا نامہ بر پہنچا

۲ لہو میں غرق کھڑے تھے کمر جھکائے ہوئے ۴ پسر کی ننھی سی میت گلے لگائے ہوئے
لہو بھرا ہوا دامن اُسے اُڑھائے ہوئے / کفن کی فکر میں منہ خیمے کو پھرائے ہوئے
یہ حال دیکھ کے قاصد کی آس ٹوٹ گئی / ہوا یہ رعشہ کہ ڈورا مہار چھوٹ گئی

۳ اتر کے ناقے سے آداب وہ بجا لایا / مگر حسین تھے بیہوش کچھ نہ فرمایا
وہ نوحہ کرتا ہوا اور متصل آیا / نگاہِ یاس سے منہ دیکھ کر یہ چلایا

قرار دو مجھے میں بے قرار ہوتا ہوں — حسینؑ جان کے تم پر نثار ہوتا ہوں
یہ شتر سوار پکارا کہ آہ وا ویلا — حسینِ فاطمہؑ فدوی ہے قاصدِ صغراؑ
نشان اُسنے دیا تھا جُدا جُدا سب کا — امام عصر کو پھر کھول کر عریضہ دیا
لیا حسین نے باہوں پہ لاشہ اصغرؑ کا — عریضہ ہاتھوں پہ رکھا مریضِ دختر کا

نگاہِ یاس سے شہ نے وہ خط پڑھا خاموش — کبھی گرے کبھی رو دئے کبھی ہوئے بیہوش
شتر سوار کا مُنھ دیکھ کر کیا یہ خروش — لے اب عریضہ اُٹھا دل پہ ہے قلق کا جوش
جواب کون لکھے گا پدر تو مرتا ہے — اب اک نیابت صغراؑ حسین کرتا ہے

وطن سے قاصدِ صغراؑ تو رن میں آیا ہے — یہاں صغیر نے گردن پہ تیر کھایا ہے
گلے سے لاش کو شبیر نے لگایا ہے — سلام کے لیے قاصد نے سر جھکایا ہے
وہ پوچھتا ہے کہ آس آپ کی یہ توڑ گئے — حسینؑ کہتے ہیں اکبر بھی مجکو چھوڑ گئے

ہٹائی چہرے سے اصغر کے خون بھری چادر — پسینہ موت کا ماتھے سے پونچھا سر تا سر
پکارے مُردے کی آنکھوں پہ ہونٹھوں کو رکھ کر — لکھی ہے فاطمہؑ نے دیدہ بوسی اے اصغرؑ
گواہ رہیو کہ فاقے سے چھوٹتا ہے حسینؑ — اور اُنکے بھائی کی آنکھوں کو چومتا ہے حسینؑ

بنا لوں ننھی سی قبر اسکی اے خجستہ سیر — تو لے چلوں پسرِ نوجوان کے لاشے پر
تو پڑھیو لاشۂ اکبر پہ نامۂ خواہر — یہ کہہ کے گھوڑے سے اُترے امامِ جن و بشر
زمین قبر کی خاطر پسند کرنے لگے — مزار کھود کے نالہ بلند کرنے لگے

شتر سوار نے خنجر نیام سے کھینچا — کہا حسینؑ سے مولا ٹھہریں تجھ پہ فدا
ہے آرزو کہ مجھے حشر میں کہے زہراؑ — وہ آیا فدیۂ شبیر و قاصدِ صغراؑ
زہے شرف جو مددگاری حسینؑ کروں — شہید ہو کے ابد تک جناں میں چین کروں

شہادت حضرت عباسؑ

یہ کسکا علم حسینؑ کی منبر کی زیب ہے؟ — کس جنتی کی مشک سے کوثر کی زیب ہے؟

لشکر ہی اسکی زیب، یہ لشکر کی زیب ہے
چہرے کی فردِ مالکِ دفتر کی زیب ہے
رفعت علم کی کہتی ہے ہر عقلمند سے
سقے پہ پڑھ درود صدائے بلند سے

یہ اسکی بارگاہِ ملائک پناہ ہے
دربارِ حق میں جسکی محبت سے راہ ہے
فوجِ خدا گواہ، خدا بھی گواہ ہے
عباسؑ شیر بیشۂ شیرِ الٰہ ہے
تصویر ہے یہ فاتحِ بدر و حنین کی
شمشیر ہے خدا کی، سپر ہے حسینؑ کی

اب رو چکیں مومنین کہ شبیرؑ روتے ہیں
نامی جوان تو گنجِ شہیداں میں سوتے ہیں
بچے تمام پیاس سے جان اپنی کھوتے ہیں
اور اب جدا حسینؑ سے عباسؑ ہوتے ہیں
خالی رفیق و یار سے ہے پہلوے حسینؑ
اسوقت ٹوٹتی ہے اجل بازوے حسینؑ

تمہید شہ سے بہرِ اجازت اٹھائی ہے
جوڑے ہیں ہاتھ پاؤں پہ گردن جھکائی ہے
کرتے ہیں عرض اب دمِ حاجت روائی ہے
آقا کے ہاتھ بندے کی مشکلکشائی ہے
کوثر دیا شہیدوں کو سو لا ہمیں بھی دو
اک قبر کی جگہ لبِ دریا ہمیں بھی دو

پانی ہے جبسے بند مجھے انفعال ہے
کہتا ہوں دل سے صبر کر اب انفعال ہے
حضرت کو آبرو کا مری خود خیال ہے
اب بھی مُصر نہیں ہوں فقط عرضِ حال ہے
یوں فوج کو کوئی نہ علمدار دیوے گا
ایسا بھی واقعہ شہ ہوا ہے نہ ہوئے گا

رو کر کہا حسینؑ نے دریا پہ جاؤگے؟
عباسؑ پانی لاؤگے ہمکو پلاؤگے؟
واللہ بھائی، داغِ جوانی دکھاؤگے
ہم آئے تھے فرات سے پر تم نہ آؤگے
سمجھو تو خیمہ کیوں لبِ دریا سے اٹھ گیا؟
پانی ہمارے نصیب کا دنیا سے اٹھ گیا

عباسؑ جبکہ جانبِ ملکِ جنان چلے
شانے پہ لاکھ شان سے لیکر نشان چلے
زوجہ نے پوچھا، اے مرے والی کہاں چلے
بولے جہان سے اب بچھڑ کے وہاں چلے
اب آخری وداع کی باری نہ آئے گی
آئی ہے سب کی لاش ہماری نہ آئے گی

انگلی سے لکھ کے گردنِ توسن پہ یا علیؑ
اک جست میں سوار ہوا حق کا وہ ولی

فی العور نور و طور کے معنی ہوئے جلی | بجلی جلانا بھول گئے خود رشک سے جلی
ٹھنڈی ہوئی ہوا جو یہ گرمِ عنان ہوا | صرصر کی سانس رک گئی جب رواں ہوا

۹
بڑھ کر کہا عمر نے، وحید الزمان ہے یہ | ہمنام ذوالجلال کا نام و نشان ہے یہ
ہاں، لشکرِ خدا کا نمودی جوان ہے یہ | جعفر شکوہ و حمزۂ صاحب قرآن ہے یہ
سیفِ خدا خطاب ہے عباسؑ نام ہے | یہ بازوئے حسین علیہ السلام ہے

۱۰
عباسؑ بولے مدح کے قابل امام ہیں | بھائی بھی انکے بس حسنِ سبز فام ہیں
باقی جو اور بھائی ہیں وہ سب غلام ہیں | وہ رہنما وہ قبلۂ ہر خاص و عام ہیں
گمراہ ہے تو دور ہو جا اپنی راہ لے | ورنہ یہ ہے نبیؐ کا علم آ پناہ لے

۱۱
ہر سبز پوش خضرؑ نہیں عز و جاہ میں | سرسبز حیدری ہیں جنابِ الٰہ میں
یوسفؑ نہ ہوگا لاکھ گرے کوئی چاہ میں | دن رات کا ہے فرق سفید و سیاہ میں
کوئی یتیم فاطمہؑ سا خوش گہر نہیں | ہر اک یتیم دُرِّ یتیم اے عمر نہیں

۱۲
اب بھی سمجھ خدا کے لیے آ جنان میں آ | مے پانی، لے بہشت، نہ جا نار میں نہ جا
بیعت ہے ابنِ فاطمہؑ کی بیعتِ خدا | تیری بھلائی کے لیے کہتے ہیں ہم کو کیا
سب خاک ہے نہ زر نہ [illegible] کام آئیں گے | تربت میں بوترابؑ ہی آ کر بچائیں گے

۱۳
بولا وہ منہ پھرا کے سنو اے گروہِ شام | لو ہم سے لینے آئے ہیں یہ بیعتِ امام
میں حر نہیں جو ہاں لوں حاکم کا ہوں غلام | دنیا مجھے پسند ہے ایمان کو سلام
بیعت یزید کی تو نہ شاہِ امم کریں | قدرت خدا کی بیعتِ شبیرؑ ہم کریں

۱۴
یاں کان آشنا تھے کب اس بول چال سے | دیکھا لرز کے تیغ کو قہر و جلال سے
بھاگا چھپا کے روئے سیہ کو وہ ڈھال سے | بادل اٹھے نشانوں کے دشتِ قتال سے
تیغیں ادبی ہوئی جو یکایک نکل پڑیں | پرتو سے مچھلیاں بھی دریا اچھل پڑیں

۱۵
بڑھ کر نقیب بولے کہ ہاں سر فروشو ہاں | شیر و دلیر و غازیو تازی کی او جھال

مرتے ہین مرد نام پہ نامرد بہر نان ۔۔۔ سنبھلے ہوئے کہ سامنے ہی ہاشمی جوان
لینا نہ منھ پہ ڈھال، کہ ہستی حباب ہی ۔۔۔ دینا نہ آبرو کہ یہ موتی کی آب ہی

۱۶
بولے بیان رضاے خداوند ذوالجلال ۔۔۔ بسم اللہ اے جناب امیر عرب کے لال
عدل خدا پکارا کہ خون عدو حلال ۔۔۔ پنجہ بڑھایا مہر علی نے سوے ہلال
قبضہ و فور شوق سے دو ہاتھ اُچھل پڑا ۔۔۔ قالب سے ماہ نو کے یہ نو نکل پڑا

۱۷
نکلی غلاف نور سے تفسیر جوہری ۔۔۔ یا آکے دست بوس سلیمان ہوئی پری
یا حجلے سے عروس نے کی جلوہ گستری ۔۔۔ یا ٹہنی یہ شاخ میوۂ طوبیٰ ہری بھری
اس ہاتھ مین مرادین جتنی تھین جو دہ مل گئین ۔۔۔ باچھین خوشی سے تیغ کے قبضے کی کھل گئین

۱۸
سیدھی ہوئی جو تیغ، تو لشکر او لٹ گیا ۔۔۔ میدان سے پانون جمنے سے دل سب کا ہٹ گیا
سب روٹھے تھے زور کو، سب زور گھٹ گیا ۔۔۔ مانند ناف، خوف سے، سینہ سمٹ گیا
بولی یہ تیغ دم سر اعدا پہ لونگی مین ۔۔۔ ۵ برق ہکاری، تو یہ ٹھہرنے نہ دونگی مین

۱۹
پھر تو پکار تھی، یہ ادھر وہ اُدھر گرا ۔۔۔ وہ پنجہ، وہ ہاتھ، وہ خود اور وہ سر گرا
بن بن کے برق سایۂ تیغ ظفر گرا ۔۔۔ وان مورچے سے باپ اُٹھا یان پسر گرا
گر گر کے سر یہ رن مین برابر طپان ہوئے ۔۔۔ جورن مین مرزمین کے معنی عیان ہوئے

۲۰
جوہرون پہ مُردنی کی طرح تیغ چھا گئی ۔۔۔ ہر استخوان مین مثل تپ دق سما گئی
اعجاز خاکساری حیدر دکھا گئی ۔۔۔ مانند خاک، ناریون کے تن کو کھا گئی
سب کے گلون سے ملتی تھی لیکن کی ہوئی ۔۔۔ ۶ جوہر یہ تھے کہ بوجھ سے خود تھی جھکی ہوئی

۲۱
آتے تھے جوڑ توڑ عجب تیغ تیز کو ۔۔۔ سر سے گری جدا کیا پاے گریز کو
سینے سے گرم دیکھ کے اس شعلہ ریز کو ۔۔۔ برق و شرر نے نذر کیا جست و خیز کو
بو گل نے رنگ لالے نے سر عشق تو دیا ۔۔۔ ۷ یہ ہدیہ کیا ہی اپنی نیابت قضا نے دی

۲۲
ڈوبی سپر مین گر کے مئی چال ڈھال سے ۔۔۔ پا لکھ کے تیغ مین ٹیڑھی سیدھی چال سے

اٹھ کر زرہ میں آئی شکوہ و جلال سے — اک جال میں تڑپ کے گئی ایک جال سے
گزری جو چار آئینہ سے منھ کو موڑ کے — غل تھا پری نکل گئی شیشے کو توڑ کے

۲۳
قربانِ برق و بارقۂ تیغِ شعلہ تاب — موتی کی آب و تاب، سمندر کا پیچ و تاب
خود نوح خود سفینہ و خود ماہی و خود آب — سرگوشیاں فرات میں کرنے لگے حباب
ظرفِ تنک میں تھی نہ جگہ اِسکے آب کی — بندھتی تھی اور کھلتی تھی مٹھی حباب کی

۲۴
کاٹا پلک میں آنکھ، تو پتلی میں نور کو — پاؤں میں کجروی کو سروں میں غرور کو
سینے میں بغض و کینہ کو، دل میں فتور کو — نیت میں معصیت کو، طبیعت میں زور کو
ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو ۸ — کیسی زبان، زبان میں یہ کاٹ آئی انکو

۲۵
روکی جو ڈھال اور بھی اندھیر چھا گیا — روزِ سیاہ شامیوں کے منھ پہ آ گیا
آخر بغیر بھاگے نہ ہرگز رہا گیا — اور نہر علقمہ میں یہ بحرِ سخا گیا
دریائے آبرو سے جو دریا کو بھر دیا — دُرِّ نجف نے بحر کو بحرین کر دیا

۲۶
چلّو بھرا فرات سے سرکا کے آستین — عبرت سے دیر تک اُسے دیکھا کیے وہین
پھر لائے امتحان کے لیے ہونٹھوں کے قریں — سینے میں دل تڑپ کے پکارا "نہیں نہیں"
گو مہرِ فاطمہ ہے، یہ مجھ پر حرام ہے — ہفتم سے فاطمہ کا پسر تشنہ کام ہے

۲۷
پانی جو بے حسین کے منھ سے لگائے گا — ہے ہے وفا کا نام ابھی ڈوب جائے گا
اسوقت آبرو جو گئی پھر نہ پائے گا — یہ روز اب زمانے میں کاہے کو آئے گا
حضرت کہاں، فرات کہاں، کربلا کہاں؟ — تا حشر خاتمہ ہے، یہ دکھ یہ بلا کہاں؟

۲۸
غازی نے دل کے شور پہ مرحبا کہا — دریا سے رو کے، پیاسوں کا سب ماجرا کہا
کاندھے پہ مشک بھر کے رکھی 'یا احد' کہا — چلتے ہوئے، اجل نے پیامِ قضا کہا
ہے ہے نصیب پیاسوں کا رستے میں پھر گیا — سقہ حرم کا، فوج کے طوفان میں گھر گیا

۲۹
سہمی ہوئی سکینہ قریب آئی ننگے پا — ننھے سے ہاتھ جوڑ کے حضرت سے یہ کہا

مین جاؤن باباجان نہ آئین اگر چچا
ضامن دیا ہی لو مجھے جھوٹا کرینگے کیا؟
ایسے تو وہ نہین ہین کہ وعدہ بھلائین گے
فرما گئے ہین نہر سے آ کے نہ جائین گے

۳۰
شہ رو کے بولے ٹوٹ پڑا ہم یہ آسمان
سچّے ہین بھائی ٹھیک تمھارا بھی ہی بیان
اچھا نہ آ کے جائے گا حیدر کا وہ نشان
کیا نہر پر اجل نہین آ سکتی میری جان؟
دریا یہ کون روکنے والا قضا کا ہی؟
دو لاکھ سے مقابلہ تیرے چچا کا ہی

۳۱
یہ سُن کے ہو گئی وہ سراسیمہ اور کہا
ہے ہے یہ اب کھُلا مجھے بہلا گئے چچا
لائے کہین صحیح و سلامت اُنھین خدا
یون روٹھون مین کہ اُن کو بھی معلوم ہو ذرا
مجکو بھی ضد ہی پیاس سمجھا اپنی دونگی مین
پانی بھی اُنکا لایا ہوا اب نہ لونگی مین

۳۲
یہ ذکر تھا کہ نہر سے ماتم کا غل ہوا
نوحہ یہ تھا کہ وا ولدی وا مصیبتا
اکبر لپٹ کے رونے لگے شہ سے اور کہا
دادا کی روح روتی ہی مارے گئے چچا
انکی عزا کا آپ بھی سامان کیجیے
شہ بولے، میرا چاک گریبان کیجیے

۳۳
زیرِ علم بچھائی نبیؐ زادیون نے صف
سر ننگے بیٹھی اس طرف اور بیٹا اُس طرف
بیوہ بھی آئی کہتی ہوئی یا شہِ نجف
ملبوس لائی بچّون کا بانوے باشرف
یہ پیرہن تو سقّے کی اولاد کے لیے
اور سادے کپڑے بیوۂ ناشاد کے لیے

۳۴
آئی نظر جو اکبرؑ مظلوم کی قبا
تھرائی تڑپی بیوۂ عباسؑ باوفا
اور دونون ہاتھ جوڑ کے بانو سے یہ کہا
ٹھہرو خدا کے واسطے ہے ہے یہ کیتی کیا؟
اکبرؑ کے کپڑے خلعتِ ماتم مین دیتی ہو
زینب کھڑی ہین انسے نہین پوچھ لیتی ہو

۳۵
اکبرؑ پہ جو کہ آئی ہو میرے پسر پہ آئے
کرتے سکینہ جان کے مری بیٹی پہنے ہائے
اللہ شاہزادے کا سہرا انھین دکھائے
بس اب سدھاریے کہ مرا سایہ پڑ نہ جائے
پُرسے سے سرفراز نہ فرمایئے مجھے
یہ سادے کپڑے آپ نہ پہنایئے مجھے

۳۶
رو کر کہا یہ بانو نے اُس نیک ذات سے
بس بس، کلیجہ پھٹتا ہی ہر ایک بات سے

رنڈ سالہ بہو، فاطمہ کبریٰ کے ہات سے
یہ نامراد بیوہ ہی شادی کی رات سے
بیٹی حسینؑ کی ہی بہو یہ حسنؑ کی ہی
گھونگھٹ میں، فکر دولھا کی خاطر کفن کی ہی

رو رو کے بین فاطمہ کبریٰ نے یہ کیے
ہے ہے دولھن بنی تھی انھیں کاموں کے لیے
بس اے دبیر خوب صلے نظم کے دیے
تائیدِ غیب کے ہین نمونے یہ مرثیے
بحرِ روان ہی یا کہ طبیعت ملی ہی یہ؟
سقاے اہلِ بیت کی دریادلی ہے یہ

شہادتِ حضرت عباسؑ

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہی
رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہی
رستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہی
ہر قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہی
۹ شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؑ کے پسر کو
جبرئیل لرزتے ہین سمیٹے ہوئے پر کو

ہیبت سے ہین نہ قلعۂ افلاک کے در بند
جلاد فلک بھی نظر آتا ہے نظر بند
وا ہے، کمرِ چرخ سے، جوزا کا کمر بند
سیارے ہین غلطان صفتِ طائرِ پربند
ہاتھوں سے عطارد کے قلم چھوٹ پڑا ہی
خورشید کے پنجے سے علم چھوٹ پڑا ہی

ہر بند کھلا قبر مین رستم کے کفن کا
اور چرخ پہ ڈھلنے لگا بہرام کا مٹکا،
تھا ہوش تہمتن کو نہ اپنے سر و تن کا
نام اُڑ گیا مہر دن سے سلاطینِ زمن کا
جب شیر نے شیر دن سے صدا رنجہ کیا ہی
جنگاہ مین آج اُسنے قدم رنجہ کیا ہی

ناگاہ ہوا غل کہ علمدار وہ آیا
لختِ جگرِ حیدرِؑ کرار وہ آیا
قہر و غضبِ حضرتِ جبار وہ آیا
فرزندِ پیمبرؐ کا مددگار وہ آیا
اب جانوں کے بچنے کا کوئی طور نہین ہی
عباس ہی عباس کوئی اور نہین ہے

تلوار جو آری ہوئی حضرت کی سپر سے
ظالم نے لیا خنجرِ ہندی کو کمر سے
۱۰ خنجر تو اُدھر سے چلا تلوار ادھر سے
اُسوقت ہوا آ نہ سکی بیچ مین ڈر سے
۱۱ اسوار کے سر پہ جو پڑی ہانپ کے بیٹھا
تھرا کے یہ اُٹھی تو فرس کانپ کے بیٹھا

مین جاؤن باباجان نہ آئین اگر چچا　　ضامن دیا ہو لو مجھے جھوٹا کرین گے کیا؟
ایسے تو وہ نہین ہین کہ عذر بھلائین گے　　فرما گئے ہین نہر سے آ کے نہ جائین گے

۳۰
شہ رو کے بولے ٹوٹ پڑا ہم پہ آسمان　　سچے ہین بھائی ٹھیک تمھارا بھی ہو بیان
اچھا نہ آ کے جائے گا حیدر کا وہ نشان　　کیا نہر پر اجل نہین آ سکتی میری جان؟
دریا پہ کون روکنے والا قضا کا ہو؟　　دو لاکھ سے مقابلہ تیرے چچا کا ہو

۳۱
یہ سُن کے ہو گئی وہ سراسیمہ اور کہا　　ہے ہے یہ اب کھُلا مجھے بہلا گئے چچا
لائے کہین صحیح و سلامت اُنھین خدا　　یون روٹھون مین کہ اُن کو بھی معلوم ہو ذرا
مجکو بھی ضد ہو پیاس سے جان اپنی دونگی مین　　پانی بھی اُنکا لایا ہوا اب نہ لونگی مین

۳۲
یہ ذکر تھا کہ نہر سے ماتم کا غل ہوا　　نوحہ یہ تھا کہ وا ولدی وا مصیبتا
اکبر لپٹ کے رونے لگے شہ سے اور کہا　　دادا کی روح روتی ہو مارے گئے چچا
انکی عزا کا آپ بھی سامان کیجیے　　شہ بولے، میرا چاک گریبان کیجیے

۳۳
زیرِ علم بچھائی نبیؐ زادیون نے صف　　بیوہ بھی آئی کہتی ہوئی یا شہِ نجف
سر ننگے بیٹھی اس طرف اور بیٹا اُس طرف　　ملبوس لائی بچون کا بانوے با شرف
یہ پیرہن تو سقے کی اولاد کے لیے　　اور سادے کپڑے بیوہ ناشاد کے لیے

۳۴
آئی نظر جو اکبرؑ مظلوم کی قبا　　تھرائی تڑپی بیوہ عباسؑ با وفا
اور دونون ہاتھ جوڑ کے بانو سے یہ کہا　　ٹھہرو خدا کے واسطے ہے ہے یہ کیا کیا؟
اکبرؑ کے کپڑے خلعتِ ماتم مین دیتی ہو　　زینب کھڑی ہین اُنسے نہین پوچھ لیتی ہو

۳۵
اکبرؑ پہ جو کہ آئی ہو میرے پسر پہ آئے　　اللہ شاہزادے کا سہرا انھین دکھائے
کرتے سکینہ جان کے مری بیٹی پہنے ہائے　　بس اب سدھارئیے کہ مرا سایہ پڑ نہ جائے
پُرسے سے سرفراز نہ فرمائیے مجھے　　یہ سادے کپڑے آپ نہ پہنائیے مجھے

۳۶
رو کر کہا یہ بانو نے اُس نیک ذات سے　　بس بس، کلیجہ پھٹتا ہو ہر ایک بات سے

رنڈسالہ بہو، فاطمۂ کبریٰ کے ہات سے
یہ نامراد بیوہ ہی شادی کی رات سے

بیٹی حسینؑ کی ہے بہو یہ حسنؑ کی ہے
گھونگھٹ میں، فکرِ دولہا کی خاطر کفن کی ہے

رو رو کے بین فاطمۂ کبریٰ نے یہ کیے
ہے ہے دولھن بنی تھی انھیں کاموں کے لیے

بس اے دبیرؔ خوب صلے نظم کے دیے
تائیدِ غیب کے ہیں نمونے یہ مرثیے

بحرِ رواں ہے یا کہ طبیعت ملی ہے یہ؟
سقائے اہلِ بیت کی دریادلی ہے یہ

شہادتِ حضرت عباسؑ

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے

رستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہے
ہر قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہے

شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؑ کے پسر کو ۹
جبرئیل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

ہیبت سے ہیں نہ قلعۂ افلاک کے دربند
جلادِ فلک بھی نظر آتا ہے نظر بند

وا ہے، کمرِ چرخ سے، جوزا کا کمربند
سیارے ہیں غلطاں صفتِ طائرِ پربند

ہاتھوں سے عطارد کے قلم چھوٹ پڑا ہے
خورشید کے پنجے سے علم چھوٹ پڑا ہے

ہر بند کھلا قبر میں رستم کے کفن کا
اور چرخ پہ ڈھلنے لگا بہرام کا مٹکا

تھا ہوش تہمتن کو نہ اپنے سر و تن کا
نام اُڑ گیا مہروں سے سلاطینِ زمن کا

جس شیر نے شیروں سے صدا پنجہ کیا ہے
جنگاہ میں آج اُس نے قدم رنجہ کیا ہے

ناگاہ ہوا غُل کہ علمدار وہ آیا
لختِ جگرِ حیدرِ کرار وہ آیا

قہر و غضبِ حضرتِ جبار وہ آیا
فرزندِ پیمبرؐ کا مددگار وہ آیا

اب جانوں کے بچنے کا کوئی طور نہیں ہے
عباس ہے عباس کوئی اور نہیں ہے

تلوار جو آری ہوئی حضرت کی سپر سے
ظالم نے لیا خنجرِ ہندی کو کمر سے

خنجر تو اُدھر سے چلا تلوار اِدھر سے ۱۰
اُس وقت ہوا آ نہ سکی بیچ میں ڈر سے

اسوار کے سر پہ جو پڑی ہانپ کے بیٹھا ۱۱
تھرا کے یہ اُٹھی تو فرس کانپ کے بیٹھا

اُس تیغ نے سرکش کے جو ترکش میں کیا گھر — غل تھا کہ گرا بُرجِ کبوتر میں وہ اژدر
پر تیروں کے کٹ کٹ کے گرے مثلِ کبوتر — ظالم ہوا مضطر صفتِ طائرِ بے پر
ناری نے نہ پھر نیزہ و تلوار سنبھالی ۱۲ — اک ہاتھ سے سر ایک سے دستار سنبھالی
غازی نے کہا بس اسی فن پر تھا تجھے ناز — سیکھا نہ ید آنھیون سے جنگ کا انداز
پھر کھینچی اس انداز سے تیغِ شرر انداز — جو میان کے بھی منہ سے ذرا نکلی نہ آواز
یاں تیغ کو دہشت سے کیا میان نے خالی — واں قالبِ اعدا کو کیا جان نے خالی

دو کرتی ہوئی دامنِ بد کیش سے نکلی — ارواح صفت جسمِ بد اندیش سے نکلی
مچھلی کی طرح بازوے دلریش سے نکلی — آڑی کبھی ہو ہو کے پس و پیش سے نکلی
دم سینے میں کافر کا اور یہ الگ تھی — دو ہو کے وہ دو سمت گرا اور یہ الگ تھی
اس صف پہ گری تیغ جھپٹ کر اُسے مارا — سیدھی گری اُس پر تو الٹ کر اُسے مارا
ہٹ کر اُسے مارا تو پلٹ کر اُسے مارا — بڑھ کر اُسے مارا کبھی گھٹ کر اُسے مارا
اللہ رے صفائی کہ ذرا خون نہ بھرا تھا ۱۳ — یہ کاٹ کے نکلی بھی تو سر تن پہ دھرا تھا

توسن نے کہا دیکھو میں بجلی ہوں ہوا ہوں — تلوار پکاری کہ میں آفت ہوں بلا ہوں
وہ بولا میں طاؤس ہوں عنقا ہوں ہما ہوں — ہنس کر یہ کہا تیغ نے میں قہرِ خدا ہوں
گھوڑے نے کہا لاشوں کو میں روند کے نکلوں — شمشیر پکاری میں کدھر کوند کے نکلوں؟
لوٹا ہوا دریا میں دلاور نظر آیا — دی خضرؑ نے آواز علیؑ کا پسر آیا
دریا میں ہوا شور کہ عالی گہر آیا — تھی دھوم ترائی میں کہ وہ شیر نر آیا
سکتہ یہ ہوا خضرؑ کو الیاسؑ نے دیکھا — پانی کو اُتر گھوڑے سے عباسؑ نے دیکھا

سوکھے ہوئے مشکیزے کا پھر کھولا دہانہ — اور بھرنے لگا جھک کے وہ سرتاجِ زمانہ
اعدا نے کیا دور سے تیروں کا نشانہ — اور چوم لیا حیدرِ کرارؑ نے شانہ
فرمایا کہ کیا کیا مجھے خوش کرتے ہو عباسؑ — پانی مری پوتی سکینہ کے لیے بھرتے ہو عباسؑ

۱۳
دریا سے جو نکلا وہ ید اللہ کا جانی — غل پڑ گیا وہ ابر کرم سے چلا پانی
سقائے سکینہ کی نہ کی مرتبہ دانی — بس آن کے سب ٹوٹ پڑے ظلم کے بانی
قبریں نبی و حیدر و زہرا کی ہلا دیں — سب برچھیوں کی نوکیں کلیجے سے ملا دیں

۱۴
فضہ گئی روتی ہوئی اور پیٹتی آئی — تھا لب پہ مکرر کہ دوہائی ہے دوہائی
سیدانیو مارا گیا شبیرؑ کا بھائی — حیدرؑ کے بھرے گھر کی ہوئی آج صفائی
ہر سمت نظر لشکر غم آتا ہے لوگو — عباسؑ نہ آئیں گے علم آتا ہے لوگو

۱۵
ناگاہ علم شہ کا جھمکتا ہوا آیا — ماتم تھا کہ پنجہ بھی لچکتا ہوا آیا
مشکیزہ بھی بے آب لٹکتا ہوا آیا — اور خون پھریرے سے ٹپکتا ہوا آیا
لشکر کی جو زینت کو قضا لوٹ گئی تھی — صدمے سے الم کی بھی کمر ٹوٹ گئی تھی

۱۶
تھامے ہوئے دامان علم سبط پیمبرؐ — خوں منہ پہ ملے چاک گریباں کھلے سر
دامن کو سنبھالے ہوئے چلاتے تھے اکبرؑ — حمزہؑ کی وفات آج ہوئی اٹھ گئے حیدرؑ
عمو یہ تمامی ہوئی اس جاہ و حشم کی — بس آخری ہے آج زیارت بھی علم کی

۱۷
ڈیوڑھی سے جھکا کر اسے جو خیمے میں لائے — سب اہل حرم زیر علم پیٹتے آئے
غل پڑ گیا ہے ہے اسد اللہ کے جائے — مشکیزہ بھی تیروں سے چھدا زخم بھی کھائے
پیاسے رہے پانی نہ پیا نہر پہ جا کے — صدقے تری سقائی کے قربان وفا کے

۱۸
ناشاد سکینہ کا عجب حال تھا غم سے — ہاں تھامتی تھی اور وہ لپٹتی تھی علم سے
آنکھوں کو چرائے ہوئے سلطان امم سے — چلاتی تھی فریاد چچا چھٹ گئے ہم سے
یہ تشنہ جگر قابل تعزیر ہے لوگو — کیوں پانی کو بھیجا مری تقصیر ہے لوگو

۱۹
روتی تھی بہت حضرت عباسؑ کی دختر — فرمایا سکینہ نے بہن [illegible]
آیا ہے یہ غم دونوں کے حصے میں برابر — تو منہ پہ مرے خاک لگا میں ترے منہ پر
آفت میں گرفتار ہیں مجبور بلا ہیں — عباسؑ علمدار کے ہم اہل عزا ہیں

جب خاکِ عزا دونوں نے ماتھے پہ لگائی — اور ہائے علمدار کہا دھوم مچائی
حضرت کو مگر دیکھ کے واں تاب نہ آئی — آخر چلے میدان کو شہِ کرب و بلائی
طاقت نہ رہی ضبط کی سلطانِ امم کو — اللہ نگہبان کہا شہ نے حرم کو

۱۱ خاموش دبیر اب کہ نہیں طاقتِ گفتار — ہر مصرعہ برجستہ ہے سلکِ دُرِ شہوار
بےمثل ہے یہ مرثیہ بے منت و تکرار — جز عونِ علمدار یہ تقریر ہے دشوار
روشن ہے یہ سب پر کرم شاہِ زمن سے — کیا گوہر مضمون نکلتے ہیں دہن سے

شہادت حضرت امام حسینؑ

۱ پیدا شعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی — پنہاں درازیِ پرِ طاؤسِ شب ہوئی
اور قطع زلفِ لیلیٰ زہرہ لقب ہوئی — مجنوں صفت رقبائے سحر چاک سب ہوئی
فکرِ رفو تھی چرخِ ہنر مند کے لیے — دن چار ٹکڑے ہو گیا پیوند کے لیے

۲ بڑھ کر عمر سے کہنے لگا بانیِ ستم — ابھی تو یہ غذا ہے کہ بھوکے رہیں حرم
نوفل پکارا سیر ہیں آب و غذا سے ہم — کھائی ہے آج قتلِ علمدار کی قسم
چلایا شمر ہم تو اُسی وقت کھائیں گے — جب تین دن کے پیاسے کا سر کاٹ لائیں گے

۳ بولا عمر کہ جھوٹھی یہ باتیں روا نہیں — منہ کا نوالا شیروں کا سر کاٹنا نہیں
دعوے سب بے سند سے تمھیں کچھ حیا نہیں — رستم بھی بھوکا پیاسا کسی سے لڑا نہیں
اترے نہ ہوتے تم جو لبِ نہر چین سے — پھر دیکھتا میں لڑتے ہو کیونکر حسینؑ سے؟

۴ پھر زہر کے بجھے ہوئے خنجر طلب کیے — اپنے ملازموں پہ وہ تقسیم سب کیے
سامان سپہ نے شاہِ عرب سے کیے — ٹکڑے نبیؐ علیؑ کے جگر بے سبب کیے
مانگا شقی نے توسنِ زرّیں لجام کو — کھا پی کے فوج بھی ہوئی حاضر سلام کو

۵ کثرت پہ فوج کی ہوا نازاں وہ خود پرست — بولا کہ اپنی فتح ہے شبیر کی شکست
پہلے کیا فرات کا ظالم نے بند و بست — ٹھہلا کے دس ہزار زرہ پوش تیر دست

دیوار آہنی لب دریا بلند کی
دریا نے بانگ ہائے حسینا بلند کی

شہادت حضرت علی اصغرؑ

۱۰
بانو کے شیرخوار کو شدت سے پیاس ہے
بچے کی نبض دیکھ کے ماں بدحواس ہے
نے دودھ ہے نہ پانی کے ملنے کی آس ہے
پھرتی ہے آس پاس یہ جینے سے یاس ہے
کہتی ہے کیا کروں میں دہائی حسینؑ کی
پتلی پھری ہے آج مرے نورِ عین کی

۱۱
اک دم بھی ہائے غم سے نہیں انفراغ ہے
تازہ ابھی جوانیِ اکبر کا داغ ہے
لو بجھ گئی ہے کان کی گل یہ چراغ ہے
کیا لوٹنے کو موت کے میرا ہی باغ ہے
اصغر کا یا تراب ہے اکبر سدھارے ہیں
کیا خاک میں ملانے کو میرے ہی پیارے ہیں

۱۲
سر ننگے گرد جھولے کے سب کنبے ہے بہم
پھیلا رہے ہیں سمٹے ہوئے پاؤں کو حرم
تکیے پہ سر ڈھلا ہوا رکھتے ہیں دمبدم
چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے کبھی دیکھتے ہیں دم
قرآن کی ہوا کبھی گھبرا کے دیتے ہیں
بانو کو دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں

۱۳
آخر کہا یہ سب نے بلاؤ امام کو
لاؤ خدا کے واسطے لاؤ امام کو
اس بے زبان کا حال سناؤ امام کو
پتلی رنگین گلے کی دکھاؤ امام کو
اکبر کی لاش پہ گئے ہیں قتل گاہ میں
کوئی پکار لو وہ ابھی ہونگے راہ میں

۱۴
حضرت لٹا رہے تھے وہاں لاشۂ جوان
جو بدحواس بیبیوں کی یہ سنی فغان
بولے کہ میں بھائی کو بن بھائی کے کہاں
اکبر تمہاری لاش کا خالق نگاہبان
ہم خیمہ گہ میں جاتے ہیں اصغر بلاتے ہیں
آنکھوں بھی پاس لا کے تمہارے سلاتے ہیں

۱۵
خیمے میں آ کے جھولے سے شبیر نے اٹھائے
اصغر کے کان سے لب اعجاز نما ملائے
چپکے سے کچھ کہا کہ وہ سنتے ہی مسکرائے
سوئے حسینؑ ہاتھ بھی بے ساختہ بڑھائے
بولی سکینہ بابا نے مشکل کشائی کی
بانو مبارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی

۱۶
زینب نے پوچھا شہ سے کہ اے فخر کائنات
کیا آپ نے کہا کہ جو چونکا یہ نیک ذات
فرمایا اسکے دادا ہیں حلال مشکلات
اس بے زبان کے کان میں [illegible]

جب خاکِ عزا دونوں نے ماتھے پہ لگائی ۔ اور ہائے علمدار کہا دھوم مچائی
حضرت کو مگر دیکھ کے واں تاب نہ آئی ۔ آخر چلے میدان کو شہِ کرب و بلائی
طاقت نہ رہی ضبط کی سلطانِ امم کو ۔ اللہ نگہبان کہا شہ نے حرم کو

۱۲
خاموش دبیرؔ اب کہ نہیں طاقتِ گفتار ۔ ہر مصرعۂ برجستہ ہے سلکِ دُرِ شہوار
بے مثل ہے یہ مرثیہ بے سست و تکرار ۔ جُز عونِ علمدار یہ تقریر ہے دشوار
روشن ہے یہ سب پر کرمِ شاہِ زمن سے ۔ کیا گوہرِ مضموں نکلتے ہیں دہن سے

شہادت حضرت امام حسینؑ

۱
پیدا اشعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی ۔ پنہاں درازیِ پرِ طاؤسِ شب ہوئی
اور قطع زلفِ لیلیِ زہرہ لقب ہوئی ۔ مجنوں صفت ردائے سحر چاک سب ہوئی
فکرِ رفو تھی چرخِ ہنرمند کے لیے ۔ دن چار ٹکڑے ہو گیا پیوند کے لیے

۲
بڑھ کر عمر سے کہنے لگے بانیِ ستم ۔ اپنی تو یہ غذا ہے کہ بھوکے رہیں حرم
نوفل پکارا سیر ہیں آب و غذا سے ہم ۔ کھائی ہے آج قتلِ علمدار کی قسم
چلّایا شمر ہم تو اُسی وقت کھائیں گے ۔ جب تین دن کے پیاسے کا سر کاٹ لائیں گے

۳
بولا عمر کہ چپ رہو یہ باتیں روا نہیں ۔ مُنہ کا نوالا شیروں کا سر کاٹنا نہیں
دعوے ہیں بے سند سے تمھیں کچھ حیا نہیں ۔ رستم بھی بھوکا پیاسا کسی سے لڑا نہیں
اُترے نہ ہوتے تم تو لبِ نہر چین سے ۔ پھر دیکھتا میں لڑتے ہو کیونکر حسینؑ سے؟

۴
پھر زہر کے بجھے ہوئے خنجر طلب کیے ۔ اپنے ملازموں پہ وہ تقسیم سب کیے
سامان سبھلنے شاہِ عرب سے کیے ۔ ٹکڑے نبیؐ علیؑ کے جگر بے سبب کیے
مانگا شقی نے توسنِ زرّیں لجام کو ۔ کھا لی کے فوج بھی بعدی حاکمِ سلام کو

۵
کثرت پہ فوج کی ہوا نازاں وہ خود پرست ۔ بولا کہ اپنی فتح ہے شبیر کی شکست
پہلے کیا فرات کا ظالم نے بند و بست ۔ بٹھلا کے دس ہزار زرہ پوش تیز دست

دیوارِ آہنی لبِ دریا بلند کی — دریا نے بانگ ہائے حسینا بلند کی

شہادت حضرت اصغر علی

بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے — بچے کی نبض دیکھ کے ماں بدحواس ہے

نے دودھ ہے نہ پانی کے ملنے کی آس ہے — پھرتی ہے آس پاس یہ جینے سے یاس ہے

کہتی ہے کیا کروں میں دہائی حسین کی — پتلی پھری ہے آج مرے نورِ عین کی

اک دم بھی ہائے غم سے نہیں انفراغ ہے — تازہ ابھی جوانیِ اکبر کا داغ ہے

گو پھر گئی ہے کان کی گل یہ چراغ ہے — کیا لوٹنے کو موت کے سر ہی باغ ہے

اصغر کا ہاتھ اب ہے اکبر سدھارے ہیں — کیا خاک میں ملانے کو میرے ہی پیارے ہیں

سر ننگے گرد جھولے کے سب کنبے ہیں ہم — پھیلا رہے ہیں سمٹے ہوئے پاؤں کو حرم

تکیے پہ سر ڈھلا ہوا رکھتے ہیں دمبدم — چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے کبھی دیکھتے ہیں دم

قرآن کی ہوا کبھی گھبرا کے دیتے ہیں ۱۴ بانو کو دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں

آخر کہا یہ سب نے بلاؤ امام کو — لاؤ خدا کے واسطے لاؤ امام کو

اس بے زبان کا حال سناؤ امام کو — نیلی رگیں گلے کی دکھاؤ امام کو

اکبر کی لاش لے گئے ہیں قتل گاہ میں — کوئی پکار لو وہ ابھی ہونگے راہ میں

حضرت لٹا کے آئے تھے واں لاشۂ جوان — جب بدحواس بیبیوں کی یہ سنی فغان

بولے کہ میں بھائی کو میں بھائی کے کہاں — اکبر تمہاری لاش کا خالق نگہبان

ہم خیمہ گہ میں جاتے ہیں اصغر بلاتے ہیں — آنکھوں بھی پاس لاکے تمہارے سلاتے ہیں

خیمے سرہانے جھولے کے شبیر سر جھکائے — اصغر کے کان سے لب اعجاز ملائے

جھک کے یہ کچھ کہا کہ وہ سنتے ہی مسکرائے — سوئے حسین ہاتھ بھی بے ساختہ بڑھائے

بولی سکینہ بابا نے مشکل کشائی کی — واری مبارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی

۱۵ زینب نے پوچھا شہ سے کہ اے فخر کائنات — کیا آپ نے کہا کہ جو چونکا یہ نیک ذات

شہ بولے اسکے دادا ہیں حلال مشکلات — اس بے زبان کے کان میں [illegible]

چلتے ہو ہیلوے علیؑ اکبر مین سونے کو ؟ آتے ہو سیرے شیعون پہ قربان ہونے کو ؟

۱۳
جھولے سے اٹھ کے قتل کے میدان کو دیکھیے کیا لعل و دُر ہین گنج شہیدان کو دیکھیے
لوٹے ہوئے علیؑ کے گلستان کو دیکھیے خنجر کے پھل کو غنچۂ پیکان کو دیکھیے
یہ سن کے بیبی گود مین جھولے سے آئی ہین مقتل کو شوق تیر مین منہ کو پھیلائے ہین

۱۴
بانو پکاری انپہ تو سب رحم کھائین گے بچہ سمجھ کے پانی بھی دشمن پلائین گے
شہ بولے جو نصیب مین ہوگا وہ پائین گے پہلے انھین کے آگے انھین لیکے جائین گے
خاطر سے انکی پانی کے سائل بھی ہونگے انجام کار یہ ہو کہ ہم انکو روئین گے

۱۵
بانو نے دی قسم کہ یہ فرمائیے نہین گزری ہین ایسے پانی سے لیجائیے نہین
اب دل مرا نہ مانے گا سمجھائیے نہین اصغر کو دیجیے مجھے تڑپوائیے نہین
شہ بولے انکو شیعون سے پیار اکرو گی تم جھولے مین سوتے ٹے کی تو کیا کرو گی تم

۱۶
انبوہ ضرور جائین گے یہ رن مین جائین گے پانی اگر ملے گا تو ان کو پلائین گے
جیتا خدا جو لائے گا ہم لے کے آئین گے پر عمر ہی جو کم ہے تو کیونکر بڑھائین گے
بندے کا کچھ نہ زور نہ کچھ اختیار ہے مختار موت و زیست کا پروردگار ہے

۱۷
سمجھانے پر حسینؑ کے بانو نے رو دیا دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکا لیا
لیکر بلائین بیٹے کی پھر یہ بیان کیا واری سدھارو خیر جو مرضی کبریا
دیکھون پھر آج کب تمھین گود مین لیتی ہون اللہ و نبیؐ کی ضمانت مین دیتی ہون

۱۸
اصغر کو لے چلے جو شہنشاہ بحر و بر ۱۵ منہ پھیر کے اُسنے کنبے پہ حسرت سے کی نظر
ننھا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جھکا کے سر ۱۶ بانو پکاری پھیر کے منہ کو ادھر اُدھر
لوگو مرا کلیجہ نکلتا ہے تھام لو ۱۷ اصغر سدھارتے ہین سبھی ان کو سلام لو

۱۹
گھر سے نہین جنھین یہ دنیا سے جاتے ہین ننھے سے ہاتھ جوڑ کے ماں کو دکھاتے ہین
زینب پکاری ہو حسینؑ کو بھی تو لاتے ہین اتنے دنون کے دودھ کا حق بخشواتے ہین

۲۰
وہ بولی بس کلیجے پہ نشتر نہ مارو تم — لو دودھ جو چھیننے کا بخشا سدھارو تم
ہاتھوں پہ لے کے اسکو چلے شاہِ اتقیا ۱۸ — اور ساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا
لکھا ہے دھوپ تیز تھی اور گرم تھی ہوا — اصغر پہ ماں نے ڈالدی اُجلی سی اک ردا
چادر نہ تھی وہ چہرۂ پُر آب و تاب پر — ٹکڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر

۲۱
ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبطِ مصطفیٰ — لے تو چلا ہوں فوجِ عمر سے کہوں گا کیا
پانی مانگ آتا ہی مجکو نہ التجا — منت بھی گر کرونگا تو وہ دینگے کیا بھلا
پانی کے واسطے نہ سنیں گے عدو مری — بچے کی جان جائیگی اور آبرو مری

۲۲
پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے ۱۹ — چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا تھرا کے رہ گئے ۲۰ — چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہمکو لائے ہیں ۲۱ — اصغر تمھارے پاس غرض لے کے آئے ہیں

۲۳
ماں نے بہت گلے سے لگایا نہ چپ ہوئے — گہوارے میں پھوپھی نے جھلایا نہ چپ ہوئے
بہنوں نے گودیوں میں کھلایا نہ چپ ہوئے — رو رو کے سارے گھر کو رلایا نہ چپ ہوئے
واں اشکبار تھے تو یہاں بیقرار ہیں — پانی کے تم سبھوں سے امیدوار ہیں

۲۴
گر میں بقولِ شمر و عمر ہوں گنہگار — یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصوروار
شش ماہہ بے زبان نبی زادہ شیرخوار — ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بیقرار
سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے — مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

۲۵
مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہان — لی حرملہ نے شانے سے دوناک کی کمان
ترکش سے چپکے کھینچ لیا تیرِ جانستان — جوڑا کمان میں تاک کے حلقومِ بے زبان
چھٹتے ہی حلق چھید کے [illegible] تیر نے ۲۲ — گھبرا کے غش سے کھول دیں آنکھیں صغیر نے

۲۶
کمسن تھا تیر کھاتے ہی بچہ بلک گیا — سوکھے گلے میں خون بھرا دم اٹک گیا
تڑپا جو شہ کے ہاتھوں پہ قامت سرک گیا — ٹوپی گری زمین پہ مکا ڈھلک گیا

ننھی کلائیوں میں تشنج سے بل پڑے ۲۶ ہچکی جو آئی منہ سے انگوٹھے نکل پڑے

۲۷ منہ آسمان سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا؟ دیکھا کہ پار حلق سے تیرِ جفا ہوا

بچہ تڑپ رہا ہے لہو میں بھرا ہوا یوں دیکھتا ہے جیسے کہ کوئی ڈرا ہوا

آنکھیں پھرائے دیتے ہیں تیور بدلتے ہیں آگے تو دودھ اگلتے تھے اب خوں اگلتے ہیں

(حرب و ضرب)

۲۸ اتنے میں بہرِ جنگ بڑھی فوجِ اشقیا اصغرؑ کو شہ نے پہلوئے اکبرؑ میں رکھ دیا

اور دین کے ہلال کو دی بدر کی ضیا کھینچا زبانِ تیغ سے بھی حکمِ کبریا

قرباں ذوالجناحِ شہِ دیں پناہ پر غصہ تو پیچھے آیا یہ پہلے سپاہ پر

۲۹ اس وقت آئے شمر و عمر روبروئے شاہ بولے سپاہ کیا ہوئی؟ اے شاہِ کم سپاہ

کیوں، ہم ہوئے تباہ، کہ اب تم ہوئے تباہ؟ اس لشکرِ قلیل پہ تھا فخر تم کو، واہ!

ہرگز نہ بندگانِ خلیفہ سے ڈرتے تھے اس فوج کے بھروسے پہ بیعت نہ کرتے تھے

۳۰ یہ سن کے سرخی آگئی روئے امام پر بیٹھے سنبھل کے اشہبِ گردوں خرام پر

اور کی نگاہِ شوق علیؑ کی حسام پر فرمایا کیوں میں حملہ کروں فوجِ شام پر

اکبرؑ کی موت لے گئی طاقت حسینؑ کی کیوں تیغ ترک کرے گی رفاقت حسینؑ کی؟

۳۱ تیغِ دو سر یہ سن کے سراپا اچھل پڑی پھولا نہ پھل سمایا تو باہر نکل پڑی

آگے بڑھی تو جان کے پیچھے اجل پڑی اک نہرِ قہرِ حق کی یکایک ابل پڑی

بولی اجل سے چل تو پئے دستِ [illegible] ۳۲ دیکھوں تو کون سمت ادھر کون ہے ادھر

۳۳ شہ اک قدم بڑھے تھے کہ وہ دونوں ہٹ گئے الٹی جو آستین تو دو عالم الٹ گئے

رکھا جو ہاتھ قبضے پہ دل سب کے پھٹ گئے ہر سمت یک بیک دو لڑے کہ طالع پلٹ گئے

بے چین، بھاگو، تم کو قسم اپنے پیر کی کھینچی پھر ذوالفقار جنابِ امیرؑ کی

(ذوالفقار)

۳۳
باہر نیام سے سرِ تیغِ رواں ہوا یا آستیں سے یدِ بیضا عیاں ہوا
اژدر نکل کے غار سے شعلہ فشاں ہوا بے پردہ قہرِ خسروِ کون و مکاں ہوا
جوہر نہ تھے وہ تیغِ شہِ خوش خصال میں ۲۵ دن کو چمک رہے تھے ستارے ہلال میں

۳۴
کھنچتے ہی تیغ نے شہِ دیں کو یہ دی ندا اے بے پسر کشتۂ اصغر کو تو بتا
کہہ دے کدھر ہے قاتلِ ہمشکلِ مصطفٰؐ؟ زینبؑ پکاری خیمے کے در سے کہ مرحبا
کوئی حسینیوں کا کشندہ نہ چھوڑیو ہاں ذوالفقار شمر کو زندہ نہ چھوڑیو

۳۵
یہ سن کے دو زبانیں نکالے ہوئے چلی سانچے میں اپنے فتح کو ڈھالے ہوئے چلی
جوہر کا جال دوش پہ ڈالے ہوئے چلی ۲۶ قبضے میں قہرِ حق کو سنبھالے ہوئے چلی
سایہ کو مرگ کے حکم دیا رہ نہ جائیو ۲۷ انگلی اجل کی پکڑے ہوئے لیتا آئیو

۳۶
بو کی طرح دماغوں میں آئی چلی گئی مثلِ ہوا سروں میں سمائی چلی گئی
شعلے کی طرح آگ لگائی چلی گئی صرصر کی طرح خاک اڑائی چلی گئی
سینے میں صاف آتی تھی اور صاف جاتی تھی انداز دم کی آمد و شد کا دکھاتی تھی

۳۷
صرصر جدا و شعلۂ قہرِ خدا جدا رہوار کے قدم بھی نہ تھے ایک جا جدا
خود و سر و دل و جگر و دست و پا جدا سب لوٹتے تھے تیغ کے آگے جدا جدا
نے گردنیں تھیں دوش پہ نے سر تھے خود میں تیغِ علی تھی خود میں اور سر تھے گرد میں

۳۸
کس آب و تاب سے یہ سرِ فوج پر گئی ۲۸ پانی کا گھونٹ بن کے گلے سے اتر گئی
سینے کو کاٹتی ہوئی زیں سے گزر گئی پُرش کی سب کے دل پہ صفائی ٹھہر گئی
خالی عدو کے تن میں بھرا نہ آتا تھا آتا تھا سب کچھ ایک ٹھہرنا نہ آتا تھا

۳۹
آنکھوں میں کوندتی تھی یہ بجلی نظر نہ تھی صف کونسی تھی رن میں کہ زیر و زبر نہ تھی
کچھ انتہا سے پُرشِ تیغِ دو سر نہ تھی یہ کون مبتدا تھی کہ جس کی خبر نہ تھی
یاں تھی وہاں نہ تھی جو ادھر تھی اُدھر تھی ۲۹ پر یہ نہ کچھ کھلا کہ کدھر تھی کدھر نہ تھی

ظلمت تھی میں آنے جانے میں آب حیات تھی ‏ اور روشنی میں نیر اعظم کی ذات تھی
اندھیر کرنے کو یہ قیامت کی رات تھی ‏ منھ سے نکلنا اسکے لیے ایک بات تھی
رن میں تو کافرون کے فقط حلق پر پھری ‏ پیغمبرون میں زبانون پہ مثل خبر پھری

۴۱
سیفی چلی کہ تیغ یداللہ روان ہوئی ‏ تیغ نگہ نیام پلک میں نہان ہوئی
صوفی کی طرح چلہ نشین ہر کمان ہوئی ‏ ہستی فنا تھی اور روان بے امان ہوئی
زیر فلک تڑپنے میں اس ابر ہوا کے ‏ بجلی کے سر پہ رعد گرا چیخ مار کے

۴۲
آنکھیں زرہ کی تیغ سے گردیدہ ہو گئیں ‏ مانند کاہ برچھیان کاہیدہ ہو گئیں
تن پر کمانین سہم کے چسپیدہ ہو گئیں ‏ ۳۰ ‏ تیغیں سمٹ کے قبضوں میں پوشیدہ ہو گئیں
حربے تو ہاتھ سے گرے ہاتھ آستین سے ‏ سر تن سے پاؤن رکن سے رن اٹھا زمین سے

۴۳
ترچھی روان پیادون کے سر پہ اگر ہوئی ‏ سیدھی وہ صف روانہ تھی سپر سفر ہوئی
اللہ ری صفائی لہو میں نہ تر ہوئی ‏ گردن تو اک طرف نہ خبر کو خبر ہوئی
تیغ روان کی طرح جدھر پہ پلٹ گئی ‏ ۳۱ ‏ گردن سر آگے پھینک کے پیچھے کو ہٹ گئی

۴۴
وہ تیغ یون چمک کے سوار اس پہ چپ گئی ‏ کوڑا لگایا رعد نے بجلی تڑپ گئی
لشکر سیاہ کے لیے لرزے کی تپ گئی ‏ دوزخ کے شعلوں کی کفنی تن پہ پھب گئی
دل ناریون کا تپ کی حرارت سے جل گیا ‏ کچھ کچھ بخار تیغ کے دل کا نکل گیا

۴۵
قبضے میں اپنے تیغ دکھاتی تھی سبز و گل ‏ گہ موج و گہ سمندر و گہ طاق و گاہ پل
گہ شعلہ گاہ آتش و گہ باغ و گاہ گل ‏ گہ سیل کی صدا گہے طوفان کا وہ غل
غل تھا کہ دھوپ میں کھڑے کو تپتے ہیں ‏ چھایا ہوا ابر تیغ علی سر پہ برستے ہیں

(خاتمہ)

۴۶
آخر پکارے سب کہ پیمبر کا واسطہ ‏ اے تیغ نوجوانی اکبر کا واسطہ
اے تیغ روح فاتح خیبر کا واسطہ ‏ اے تیغ خورد سالی اصغر کا واسطہ

کوفے کی یا کہ شام کے جانے کی راہ دے — پہنچے سزا کو انبی ہمیں تو پناہ دے
قبضے کو چوم کر یہ پکارے شہِ زمن — بس ذوالفقار بس کہ لرزتے ہیں سب کے تن
شمشیر نے جواب دیا ہو کے نعرہ زن — کچھ یاد ہے خطاب کو ہمشیر کا سخن
لاشوں سے شام و کوفے کے میدان بھرونگی میں — دم لونگی جب کہ شمر کو بیدم کرونگی میں

۴۹
مظلوم نے کہا کہ خدا کی رضا نہیں — زینب کو ہے وہ درد کہ جسکی دوا نہیں
معلوم تجھکو مصلحتِ کبریا نہیں — میری قضا ہے شمر کی اس دم قضا نہیں
زیور یہ آج لوٹے گا زہرا کی آل کا — کاٹے گا یہ گلا ترے صاحب کے لال کا

۵۰
لو مومنو، بپا ہوا محشر، بُکا کرو — تن سے جدا ہوا سرِ سرور، بُکا کرو
لاشہ تڑپ رہا ہے زمیں پر بُکا کرو — نیزے پہ چڑھتا ہے سرِ اطہر، بُکا کرو
سجادئیں لوٹیں فوج پر روسیاہ نے — تکبیر تین بار کہی فرقِ شاہ نے

۵۱
قبروں سے دو پیمبر کہ ماتم کر رہے ہیں یہاں — جبریل پیٹتے رہے ہیں ندا یوں بشور و شین
آگاہ ہو کہ قتل ہوئے شاہِ مشرقین — عابد یتیم ہو گئے مارے گئے حسین
کھیتی علی کی لٹ گئی بستی اجڑ گئی — پردیس میں حسین سے زینب بچھڑ گئی

مصائبِ اہلِ بیتؑ

۱
جب رن میں بوستانِ پیمبر ہوا تباہ — نقدِ حیاتِ نائبِ حیدر ہوا تباہ
سیدانیاں اسیر ہوئیں گھر ہوا تباہ — سردار قتل ہو گیا لشکر ہوا تباہ
محبوس فوج میں حرمِ محترم ہوئے — شب باش قتلگاہ میں اہلِ ستم ہوئے

۲
سردار پھر گئے سپہِ سعد سے تمام — اور آ کے ابنِ سعد سے کرنے لگے کلام
جی چاہتا ہے اب کہ مٹا دیں ترا بھی نام — ناحق تری صلاح سے کاٹا سرِ امام
تجھ سے شقی کا ساتھ دیا آہ کیا کیا! — سید کا خون ہم نے کیا آہ کیا کیا!

۳
وہ بولا کچھ کہو تو ہمیں نے کیا کیا؟ — سب بولے اے شقی، تجھے غارت کرے خدا

اب کیا کرے گا نام نبی تو مٹا چکا
بالفرض تجھکو سبطِ پیمبرؐ سے بغض تھا
سیدانیوں سے آب و طعام اب بھی دور ہے
بیچاری بیبیوں کا بھلا کیا قصور ہے؟

یہ رسم ہے عرب کی، ہیں آگاہ اس سے سب
قوم عرب میں مرتا ہے جس کا عزیز جب
کھانا اُسے کھلاتے ہیں ہمسائے سب عرب
اور حاضری بھی بھیجتے ہیں گھر میں وقتِ شب
بھوکا ہے تین روز سے کنبہ بتولؑ کا
فاقہ نہ ٹوٹا آج بھی آلِ رسولؐ کا

تقسیم تو نے سب کو جو اس دم کیا طعام
آلِ نبیؐ کی بھوک پہ ہم روئے لاکلام
انکا نوالہ حلق میں کھانا ہوا حرام
بیرحمی اور سنگ دلی تجھ پہ ہے تمام
آلِ نبیؐ کے واسطے فکرِ غذا نہیں!
تجھکو حمیتِ عرب، او بیحیا، نہیں؟

بولا یہ ابنِ سعد، کہ لیجاؤ تم شتاب
چالیس خوان کھانے کے اور سرد جامِ آب
تب ایک ایک نے یہ عمر کو دیا جواب
کس منھ سے آگے جائیں؟ ہے اُنسے ہمیں حجاب
پیاروں کو اُنکے سامنے نیزوں پہ لائیں ہم
اور حاضری بھی اُنکے لیے لیکے جائیں ہم

بولا عمر یہ شمر سے، تو جا بانکار
عباسؑ کا تو آپ کو کہتا ہے رشتہ دار
اُسنے کہا میں سب سے زیادہ ہوں شرمسار
زینبؑ کے آگے سینۂ شہ پر ہوا سوار
میں نے کیا شہید شہِ مشرقین کو
میں نے طمانچہ مارا یتیمِ حسینؑ کو

انکار جبکہ جانے میں ایک ایک نے کیا
پھر تو عمر نے زوجۂ حُر کو طلب کیا
بولا یہ کھانا لے کے تو اہلِ حرم میں جا
کرنا مری طرف سے بہت عذر و التجا
شوہر ترا ہے فدیہ شہِ مشرقین کا
دینا تو شہربانو کو پرسا حسینؑ کا

جانے کو مستعد ہوئی جسدم وہ باوفا
ہمراہ اُسکے خواہرِ ہاشم کو بھی کیا
ہاشم بھی ایک فدیہ تھا سبطِ رسولؐ کا
ساتھ اُنکے عورتیں تھیں بہتر پیادہ پا
نوکر بھی گرد و پیش پیادے تمام تھے
مشعل کی روشنی میں وہ خوانِ طعام تھے

تھی آگے آگے زوجۂ حُر شہ کی دوستدار
پر خیمۂ حرم کے جو در تک ہوا گزار

کچھ روشنی بھی خیمے مین باقی نہ زینہار
یہ بات کہکے ہوتی ہے مشغول آہ مین
۱۱
مشعل کی روشنی پہ جو زینبؑ نے کی نگاہ
پھر اس طرح پکاری، ہوا ہم سے کیا گناہ؟
کوئی بھی پوچھتا نہین اِس واردات کو؟
۱۲
گر اور کچھ گمان ہو تو کرلو ہمین شمار
موجود ایک جا ہین تمھارے قصوروار
کل ہم کو لوٹ لیجیو اب کیا ضرور ہے
۱۳
بچے ہمارے مانگ رہے تھے ابھی غذا
ضامن خدا ہے ہم نہین کرنے کے کچھ دغا
اُس سر سے منھ پھرا کے کسے منھ دکھائینگے
۱۴
یہ بات سن کے زوجۂ حر رو دی خوب سا
ہمراہ ساری عورتین کرتی ہوئین بکا
سب عورتون کی شکل تھی پنہان نقاب سے
۱۵
زینبؑ پھر اپنے دل کو یہ دینے لگی خبر
ناگاہ بولی زوجۂ حر پاس آن کر
مین عاشقِ حسینؑ کنیزِ بتولؑ ہون
۱۶
آیا زبان زوجۂ حر پہ جو حر کا نام
بولی تو حر کی زوجہ ہے اے بی بی نیکنام
پہلے خبر نہ تو نے کی زہراؑ کی جائی کو
۱۷
یہ کہکے اُس کو اپنے برابر بٹھا لیا

دیکھا کہ ایک بی بی ہے ڈیوڑھی پہ بیقرار
اصغرؑ ہے قتلگاہ مین، مین خیمہ گاہ مین
بولی، کہ لو پھر آئی ہمین لوٹنے سپاہ
لوگو ڈرو خدا کے غضب سے یہ کیا ہے آہ؟
لوٹے ہوؤن کو لوٹنے آئے ہو رات کو؟
بھاگا نہین ہے کوئی تمھارا گناہگار
اس سے تو ہم سبھون کو کرو قتل ایک بار
نے قیدی بھاگے جاتے ہین نے صبح دور ہے
بہلا کے اُن سبھون کو ابھی ہے سُلا دیا
ہے فوج مین تمھاری سرِ شاہِ کربلا
قرآن بیچ مین ہے نہ ہم بھاگ جائینگے
پردہ اُٹھا کے خیمے مین آئی وہ با وفا
خوانِ طعام رکھدیے خیمے مین جا بجا
زینبؑ نے سر جھکا لیا اپنا حجاب سے
ان خوانون مین یقین ہے شہیدون کے سر نہ ہون
لونڈی سلام کرتی ہے بی بی کرو نظر
مین زوجۂ ہر اول سبطِ رسولؐ ہون
تعظیم کو کھڑی ہوئی وہ خواہر امام
حق بخشے حر کو واہ عجب کر گیا وہ نام
سر ننگے آئی در پہ تری پیشوائی کو
بلہ نہ تھا جو ڈھانپ کے منھ روئے خوب سا

آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کے لگی رونے اور کہا   پرسا میں حر کا دیتی ہوں تو ساتھ دے مرا
وہ رو کے بولی نام نہ لو اس غلام کا   میں تمکو دینے آئی ہوں پرسا امام کا

بانو نے حر کی زوجہ سے پھر کی یہ گفتگو   ہمدرد میں تمھاری ہوں مجھ سے بھی تم ملو
بانو کی شکل دیکھ کے بولی وہ نیک خو   واللہ دل میں ڈھونڈھ رہی تھی میں آپکو
اکبر تھا لال آپ کا اٹھارہ سال کا   پرسا تو مجھ سے لیجیے اُس خوش خصال کا

مجرا پھر آکے خواہر ہاشم نے بھی کیا   زینبؑ نے پوچھا کون ہے تو غم کی مبتلا
وہ بولی میں کنیز ہوں خفتہ کی باوفا   بھائی یہ آپ کے مرا بھائی ہوا فدا
زینبؑ پکاری عاشق شاہ زمن ہے تو   کلثومؑ ہے بہن مری یا اک بہن ہے تو

بھائی ترا شہید ہوا رن میں بے گناہ   چہرہ اتر گیا ترا احوال ہے تباہ
بھائی کا داغ پوچھے مرے دل سے کوئی آہ   ہاشم کے غم میں صبر تجھے دے مرا الٰہ
ہنستا ہے شمر سن کے مری آہ سرد کو   اُس سے بیان تو کیجیو بھائی کے درد کو

زینبؑ نے رو کے زوجۂ حر سے یہ پھر کہا   بارے تمھارے آنے کا یاں کیا سبب ہوا؟
کی عرض اُسنے لونڈی کی قسمت ہوئی رسا   بھیجے ہیں ابن سعد نے یہ خوان پُر غذا
کہنے سے اُسکے کھانے کے ہمراہ آئی ہوں   یہ حاضری حسینؑ کے مرنے کی لائی ہوں

سنتے ہی نام حاضری شاہ بے کفن   زینبؑ کا سینہ ہل گیا تھرا گیا بدن
بولی کہ ہائے اے مرے ماں جائے بے وطن   اس حاضری کے کھانے کو جیتی رہی بہن
دنیا میں یادگار رہا سانحہ مرا   تم نے نہ ہاتھ اٹھا کے دیا فاتحہ مرا

یہ بین کر کے زوجۂ حر سے کیا خطاب   کھانا تو لے کے آئی تجھے بھی ہوا ثواب
اب دل کو مطلقاً نہیں ذوق طعام و آب   کھایا ہے غم عزیزوں کے مرنے کا بے حساب
ہم سب حسینؑ پیاسے کو ماتم میں یاد رو رہے ہیں   کسکو کھلائیں بچے بھی اسقدر سوتے ہیں

انصاف کر تو پانی بن کیا میں خستہ جان   پیش نظر ہے بھائی کی سوکھی ہوئی زبان

پیاسا سوا حسینؑ کا فرزند نوجواں | کیا ایڑیاں رگڑتا تھا اصغر بھی الاماں
جب تک قضا نہ آئے گی مجھ بے حواس کو | رو دونگی پیاسے بھائی کو اور انکی پیاس کو

۲۵
وہ بولی کوئی عذر زباں پر نہ لائیے | فاقے کے توڑنے کے لیے کچھ تو کھائیے
ان بھوکے پیاسے بچوں کو بھی اب جگائیے | ایک اک نوالہ آلِ نبی کو کھلائیے
اب فاقہ توڑو روحِ پیمبر کے واسطے | پانی بھی پی لو ساقیِ کوثر کے واسطے

۲۶
زینبؑ کو تھا جو زوجۂ حُر کا کمال پاس | سجادؑ کو پکاری ذرا آؤ میرے پاس
ہنگامِ ذبح کہتے تھے بھائی بحالِ یاس | پانی ملے تو بھول نہ جانا ہماری پیاس
دو فاتحہ حسینؑ کا پانی کے جام پر | صدقے میں انکی پیاس کے اور انکے نام پر

۲۷
القصہ شہ کا فاتحہ پانی پہ جب دیا | زینبؑ نے کی وہ آہ کہ محشر بپا ہوا
شانہ ہلا ہلا کے سکینہ کا یہ کہا | پانی پیو اٹھو یہ پھوپھی تم پہ ہو فدا
جاگو ابھی تو واسطے پانی کے روتی تھیں | کل تک تو اپنے باپ کے سینے پہ سوتی تھیں

۲۸
پانی کا نام بالی سکینہ نے جب سنا | گھبرا کے آنکھیں ملتی اٹھی اور یہ کہا
پانی تو تم پہ بند تھا کیونکر تمھیں ملا | کیا آیا نہر سے مرا سقا مرا چچا
دن کو تو فوج گھیرے ہوئے تھی فرات کو | پانی چھپا کے لائے ہیں عباسؑ رات کو؟

۲۹
بانو پکاری سُن کے یہ تقریرِ دل خراش | پانی پیو کرو نہ مرے دل کو پاش پاش
واری چچا کہاں ہے جسے کرتی ہو تلاش؟ | شانے کٹی پڑی ہے لبِ نہر انکی لاش
اٹھو پیو یہ پانی ہے نذرِ امام کا | اب فاتحہ ہوا ہے شہِ تشنہ کام کا

۳۰
ہر چند اختتامِ روایت نہیں ہنوز | پر اے دبیرؔ آتشِ غم سے ہے دل میں سوز
اور آہ مومنوں کی ہے شمعِ جہاں فروز | کر یہ دعا خدا سے کہ ہر شب ہر ایک روز
گردش میں گو سدا فلکِ کینہ جو رہے | یارب علی کے دوستوں کی آبرو رہے

رباعیات

خورشید سرِ شام کہان جاتا ہے؟ روشن ہے دبیرؔ پر، جہان جاتا ہے
مغرب ہی کی جانب کو ہے قبرِ شبیرؔ ۳۲ یہ شمع جلانے کو، وہان جاتا ہے

بانو کو قلق اکبرِؔ ذیجاہ کے تھے نالے، دلِ سوزان سے، بلند آہ کے تھے
گر پوچھتا تھا کوئی کہ کیا سن ہوگا؟ ۳۳ کہتی تھی مسین بھیگی تھین ۱۸ کے تھے

تکلیف دکھاتا ہے زمانہ ہمکو دیتا ہے نہ دولت نہ خزانہ ہمکو
او گردشِ افلاک ہم سمجھتے ہین تجھے ۳۴ تو پیستا ہے جان کے دانہ ہمکو

گھر چھوڑ کے بہرِ جستجو نکلین گے گلزارِ جہان سے مثلِ بو نکلین گے
اس چہ مین گرے تو ہین بمانندِ دلو پر جب نکلین بہ آبرو نکلین گے

رتبہ جسے دنیا مین خدا دیتا ہے دل مین وہ فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتا ہے تہی دست ثنا آپ اپنی جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

رحمت کا تری امیدوار آیا ہون منہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہون
چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل ۳۵ تابوت مین کاندھے پہ سوار آیا ہون

مال و زر و افسر و حشم ملتا ہے ممکن ہے نگین، طبل و علم ملتا ہے
عنقا و گہر گرد سرخ، پارس، اکسیر یہ سب ملتے ہین دوست کم ملتا ہے

گو صورتِ دریا ہمہ تن جوش ہون مین لب خشک ہین چشم تر ہے پھر خاموش ہون مین
کیا پوچھتے ہو؟ مقام و مسکن کیسا؟ ۳۶ مانندِ حباب خانہ بردوش ہون مین

عابد کو دوا اور نہ غذا دیتے ہین ۳۷ سوتا ہے تو زنجیر ہلا دیتے ہین
سادات کو قید اس مہینے مین کیا قیدی کو محرم مین چھڑا دیتے ہین

[illegible] یہ کرم حضرتِ باری کا ہے مشکور رہے شکرگزاری کا ہے
دی ہے جو خدا نے سرفرازی مجکو ۳۸ ثمرہ یہ نہالِ خاکساری کا ہے

انتخاب

از

دیوانِ ذوق

مشتہر

ذوق

شیخ ابراہیم تخلص ذوق دہلی مولد و مدفن سنہ ۱۲۷۱ھ سال وفات۔

یہ بڑا ہی ذی علم اور ذہین شاعر تھا۔ غالب اسکا ہمعصر تھا غالب کے بعض بعض کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذوق کے پایۂ شاعری کو اردو میں خود سے کمتر نہیں سمجھتا تھا اور بعض متقدمین کی تو یہ رائے ہے کہ غالب سے ذوق بڑھا ہوا تھا لیکن سچ یہ ہے کہ کثرت رائے ہمیشہ غالب کی طرفدار رہی اور رہیگی۔ ذوق دہلی کے برائے نام بادشاہ "بہادر شاہ ظفر" کا استاد تھا بادشاہ اپنے کلام برابر اسے دکھاتا تھا اور اسکی بڑی عزت کرتا تھا غالب بھی وظیفہ خوار شاہی تھا اسلیے وہ اپنے مزاج کے خلاف ذوق سے زیادہ منھ آنا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ اب اسے ذوق کے پایۂ شاعری کی سطوت سمجھیے یا کہ توسل شاہی کی برکت خیال فرمایئے ایک مرتبہ غالب نے ایک شاہزادے کے بیاہ میں سہرا لکھا اسکا ایک شعر تھا "ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں + دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا" اسکے جواب میں بادشاہ کے ایما سے ذوق نے بھی ایک سہرا لکھا اور بہت اچھا لکھا اسکا ایک شعر یہ ہے "جنکو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنادو انکو + دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا" غالب نے معذرت کے طور جو قطعہ لکھکر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اسکے دو شعر یہ ہیں "مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات + مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے + روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ + سودا نہیں جنون نہیں وحشت نہیں مجھے"

ذوق کے قبل کسی اور شاعر نے دربار شاہی میں وہ رسوخ لازوال نہ پایا تھا جو ذوق کو نصیب ہوا اسے یا تو ظفر اور ذوق کے اعتدال طبیعت پر محمول کریں یا یہ سمجھیں کہ نہ ظفر کو اختیارات شاہی کا غرور تھا اور نہ ذوق نے اپنے بزرگوں کی تمکنت دیکھی تھی ان ہی کا وقت جب تھا کہ بادشاہ کو تفکرات ملکی ایک طرف مشغول رکھتے تھے اور شاعروں کو بزرگوں کی تلوار کی یاد دوسری طرف پریشان رکھتی تھی۔

غزلیات وابیات

جس انسان کو سگِ دنیا بنایا ۱ فرشتہ اُسکے ہمسایا بنایا
لحد میں بھی ترے مضطر نے آرام خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا؟
رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم ۲ کبھی کج فہم کو سیدھا بنایا
احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے نکل جاتے مگر رستا نہ پایا
نظیر اُسکا کہاں عالم میں ہے اے ذوق کہیں ایسا نہ پائے گا، نہ پایا

نام یوں پستی میں، بالا تر، ہمارا ہو گیا جس طرح پانی، کنوئیں کی تہ میں تارا ہو گیا
ایک دم بھی، ہم کو جینا ہجر میں تھا ناگوار پر امیدِ وصل میں برسوں گوارا ہو گیا
ذوق، اس بحرِ جہاں میں کشتیِ عمرِ رواں جس جگہ پر جا لگی، وہ ہی کنارا ہو گیا

نالہ اس شور سے کیوں میرا دہائی دیتا اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا
دیکھو، چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا آسمان، آنکھ کے تِل میں ہے دکھائی دیتا
لاکھ دیتا فلک آزار، گوارا تھے مگر ایک تیرا نہ مجھے داغِ جدائی دیتا
منہ سے بس کرتے نہ ہر گز یہ خدا کے بندے گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا
دیکھ گر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشین دیدۂ روزنِ دل سے ہے دکھائی دیتا

کسی بیکس کو، اے بیداد گر، مارا تو کیا مارا؟ جو آپ ہی مر رہا ہو، اُسکو گر مارا تو کیا مارا؟
نہ مارا آپ کو جو خاک ہو، اکسیر بن جاتا اگر پارے کو، اے اکسیر گر، مارا تو کیا مارا؟
بڑے موذی کو مارا، نفسِ امارہ کو گر مارا ۳ نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا؟
تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے الٰہی، پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا؟
ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثلِ قلقلِ مینا کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا؟
جگر، دل، دونوں پہلو میں ہیں زخمی اُسنے کیا جانیں اِدھر مارا تو کیا مارا اُدھر مارا تو کیا مارا؟

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا؟

دلِ بدخواہ میں تھا مارنا، یا چشمِ بد بیں میں
فلک پر ذوق تیرِ آہ گر مارا تو کیا مارا؟

میں کہاں سنگِ درِ یار سے ٹل جاؤنگا؟
نہ وہ پتھر ہے پھسلنا، کہ پھسل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ لے چل مجکو
ورنہ میں جاکے وہاں، دیکھ، مچل جاؤنگا

دل کہے ہے کہ مجھے روزنِ سینے سے نکال
ورنہ خون ہو کے میں آنکھوں سے نکل جاؤنگا

گر پڑا آگ میں پروانہ دمِ گرمیِ شوق
سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت، کہ جل جاؤنگا

جنبشِ برگ صفت، باغِ جہاں میں اے ذوق
کچھ نہ ہاتھ آئے گا تو ہاتھ تو مل جاؤنگا

اس سے تو اور آگ، وہ بے درد ہو گیا
اب آہِ آتشیں سے بھی، دل سرد ہو گیا

سینے میں بوالہوس کے بھی تھا آبلہ مگر
نشتر کا نام سنتے ہی منھ زرد ہو گیا

پیرِ مغان کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد مرد، مرد جوان مرد ہو گیا

جدا ہوں یار سے ہم، اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

دکھا دے جلوہ جو مسجد میں وہ بتِ کافر
تو چیخ اٹھے مؤذن جدا خطیب جدا

جدا نہ دردِ جدائی ہو گر مرے اعضا
حروفِ درد کی صورت ہوں، اے طبیب جدا

ہے اور علم و ادب، مکتبِ محبت میں
کہ ہے، وہاں کا معلم جدا، ادیب جدا

فراقِ خلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک
الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا

کیا حبیب کو مجھ سے جدا فلک نے اگر
نہ کر سکا مرے دل سے غمِ حبیب جدا

کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم؟ اے ذوق
کہ ہونے والے ہیں سب ہم سے عنقریب جدا

نشۂ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

دیکھو قسمت کا لکھا اُس نے پڑھا خط سو بار
دھیان پر میرا نہ مضمون کسی آن چڑھا

حضرتِ عشق کی درگاہ میں آکر اے ذوق
دل و دین دیتے ہیں سب گبر و مسلمان چڑھا

نیچہ جب سل وہ بانکا جوان لینے لگا
موت کے جی میں مزے یہ نیچہ جان لینے لگا

مجکو ہر شب ہجر کی، ہونے لگی جون روزِ حشر — مجھسے یہ کس دن کے بدلے آسمان لینے لگا؟
ہی جو غنچون کا چٹکنا انگلیون کی سی چٹک — یہ بلائین کسکی، باغ، اے باغبان لینے لگا؟
جس نے کی اس میکدہ مین بیعتِ دستِ سبو — وہ قدم تیرے، بس اب ہی پیرِ مغان، لینے لگا
لے کے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے، بہار — اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہان لینے لگا
موت اسکو یاد کرتی ہی خدا جانے کہ گور — یون ترا بیمارِ غم جو ہچکیان لینے لگا
رات کو اے ذوق اُسکی نوکِ مژگان کا خیال — تن پہ ہر سو سے مرے، کارِ سنان لینے لگا

ایک دن بالکل نہ تھین، اے چارہ گر اچھا ہوا — داغ ادھر تازہ ہوا، گر زخم اُدھر اچھا ہوا
ہے برا تو ہی، نظر آیا اگر تجھکو برا — تو ہی اچھا ہے، تجھے معلوم اگر اچھا ہوا
ذوق کے مرنے کی سنکر پہلے تو کچھ رک گئے — پھر کہا تو یہ کہا، منہ پھیر کر، اچھا ہوا

عبث جان منتظر ہونٹھون پر ہے، وہ شوخ کب آیا! — اگر حیلم کو بھی آیا، تو ہم جانینگے اب آیا
وہ آئین یا نہ آئین، ہین نہین رنجیدہ دل اُنسے — مگر یہ رنج ہے، کیون رنج اُنسے بے سبب آیا؟
لگائی زلف کو شانے نے جو انگلی یکبار ادل — یہ گستاخی، بھلا رہ تو سہی او بے ادب آیا
ترے ڈر سے نہ آیا پاس کوئی ہچکیانون کے — مگر رونا کبھی چوری سے بعد از نیم شب آیا
مین لینے ذوق کے قربان کہ بستی مین محبت کی — بلایا کس نے اسکو؟ یہ جب آیا بے طلب آیا

آنکھین مری تلوون سے وہ مل جائے تو اچھا — ہے حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا
جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر — جو دل نہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا
بیمارِ محبت نے لیا تیرے سنبھالا — لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا
تاثیرِ محبت عجب اک حب کا عمل ہے — لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا
فرقت سے ترے تارِ نفس سینہ مین میرے — کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا
وہ صبح کو آئے تو کرون باتون مین دوپہر — اور چاہون کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا
ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کرون شام — اور پھر کہون گر آج سے کل جائے تو اچھا

جب گل ہو تو پھر وہ ہی کہون گل کی طرح سے
گر آج کا دن بھی یونہین ٹل جاے تو اچھا

القصہ نہین چاہتا مین جاے وہ یان سے
دل اُسکا یہین کاش بہل جاے تو اچھا

ہی قطعِ رہِ عشق مین اے ذوق ادب شرط
جون شمع تو اب سر ہی کے بل جاے تو اچھا

کہے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا
کمی جو مجھ سے کرے تو پیے لہو میرا

نہ پہنچا گردنِ جانان تک اور لوٹ کے ہاے
پڑا گلے مین مرے دستِ آرزو میرا

ہمیشہ مین ہون اسی داؤگھات مین اے ذوق
کہ رام ہو وہ غزالِ پلنگ خو میرا

بعد مُردن بھی خیالِ چشمِ فتان ہی رہا
سبزۂ تربت مرا وقفِ غزالان ہی رہا

کب لباسِ دُنیوی مین چھپتے ہین روشن ضمیر
جامۂ فانوس مین بھی شعلہ عریان ہی رہا

مدتون دل اور پیکان دونون سینے مین رہے
آخرش دل بہ گیا خون ہو کے پیکان ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
۴ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

سب کو دیکھا اُس سے اور اُسکو نہ دیکھا جون نگاہ
وہ رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

آگے زلفین تھی ملین چین اور اب آنکھین تنی
ملکِ دل اپنا ہمیشہ کافرستان ہی رہا

مجھ مین اُنمین ربط ہے گویا برنگِ بوے گل
وہ رہا آغوش مین گویا گریزان ہی رہا

دین و ایمان ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت مین
اب نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ ایمان ہی رہا

وہ کون ہے مجھ پر جو تاسف نہین کرتا؟
پر میرا جگر دیکھ کہ مین اُف نہین کرتا

کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے مین اُنکے
اور دم مرا جانے مین توقف نہین کرتا

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے
دنیا کے زر و مال پہ مین تُف نہین کرتا

پڑھتا نہین خطِ غیر مرا وان کسی عنوان
جب تک کہ عبارت مین تصرف نہین کرتا

اے ذوق تکلف مین ہے تکلیف سراسر
۵ آرام سے وہ ہے جو تکلف نہین کرتا

اُسنے جب مال بہت رد و بدل مین مارا
ہم نے دل اپنا اٹھا اپنی بغل مین مارا

آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا
کہین یہ جاے نہ اس جنگ و جدل مین مارا

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا؟ پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہیں آتا گر آج بھی وہ رشکِ مسیحا نہیں آتا

کیا جانے اسے وہم ہے کیا میری طرف سے جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہائیں شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت پھر دیکھیے آتا بھی ہے دم یا نہیں آتا

ساتھ اُنکے ہیں ہم سایہ کے مانند ولیکن اسپر بھی جدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا

دل مانگنا مفت اور پھر اُسپہ تقاضا کچھ قرض تو دینے پہ تمھارا نہیں آتا؟

جاتی ہے زلفوں کی لٹک دل سے ہمارے افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہگاروں کا؟

محتسب، گرچہ دل آزار ہے میخواروں کا دیجیے اک جام، تو ہے یار بھی یاروں کا

اس طپش کا ہے مزا دل ہی کو حاصل ہوتا کاش میں عشق میں سر تا بقدم دل ہوتا

موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انسان ہے وہ خودبیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

سرمہ ہے سفّاک شہرہ ہے نگاہِ یار کا سچ کہا ہے باڑھ کاٹے تمام ہے تلوار کا

کوچۂ زلفِ بتاں میں دل پڑا ہو گا کہیں پوچھتے ہو کیا ٹھکانا اُس خدائی خوار کا

پانی طبیب دے ہے ہمیں کیا؟ بجھا ہوا ہے، دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا

نہ بکھریں دامنِ الیاس گردابِ بلا میں ہم کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا

بیٹھ رہیے تو قفس ہے عجب آرام کی جا پر ہے جب تک ہمیں شوقِ رہائی کرتا

نہ ہوا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا مستعد جب وہ ہوا ہائے تو خنجر نہ ہوا

محفل میں شورِ قلقلِ مینائے مل ہوا لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قُل ہوا

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی — کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا

کیوں کہہ کے مکرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا — کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

وہ دیکھیں کس طرح ہر روز فرقت دیکھ کر جیتا — کہ جو عاشق ہو تیرا تیری صورت دیکھ کر جیتا

یوں لائے وان سے ہم دل صد پارہ ڈھونڈھ کر — دیکھا جہاں پڑا کوئی ٹکڑا اٹھا لیا

جنت ہے زندگی میں، زمانہ شباب کا — پیری ہے پہلے مرگ سے ہونا عذاب کا

ہم برہنہ پا، جنون اور گرم پتھر زیر پا — دوپہر ہے، سایہ بھی بیٹھے ہے دب کر زیر پا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں؟ — کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہ گیا؟

یاں تک عدو زمانہ ہے مرد دلیر کا — جھلسیں ہیں منہ شکار کیے پر بھی شیر کا

لگا ہے تیر دل پر آہ کس کافر کی مژگاں کا — نشان سوفار کا معلوم ہوتا ہے پیکاں کا

مسجد میں اُسنے ہمکو آنکھیں دکھا کے مارا — کافر کی دیکھ شوخی گھر میں خدا کے مارا

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب؟ — کام چور، اس کام پر کس منہ سے اُجرت کی طلب؟

عمر کی دل میں رہی اُس سرو قامت کی طلب — یہ طلب ہے اپنی یارب کس قیامت کی طلب؟

دور رہ، اور دیر مت رہ، سا مثلِ ہلال — شہر میں تجھکو اگر ہو اپنی شہرت کی طلب

گر گلستانِ جہاں میں تنگ ہے تو غنچہ وار — کر کشادہ دل سے اپنے ذوق وسعت کی طلب

سمجھے سینے کی عظمت تو نہ بیٹھے ہرگز — سرِ جمشید پہ اور کرکسِ جامِ شراب

مجنوں نے دی لگا جو سرِ خارزار پشت — پشت اب ہجومِ خار سے ہے پشتِ خار پشت

بارِ زمانہ پشت پہ لیکر کشر کی طرح — سیدھی فلک نے کی نہ کبھی ایک بار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق — اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

معلوم جو ہوتا ہمیں انجامِ محبت — لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کناں نعش پہ میری — سونپا کیے تو نے مجھے ناکامِ محبت؟

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج — کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

ریشِ سفیدِ شیخ مین ہی ظلمتِ فریب — اس مکر چاندنی مین نہ کرنا گمانِ صبح
زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مِل اِن بتون سے تو؟ — دیتا ہے کوئی ایسی بھی مرشد اصلاح؟
بدخصلتون کو کرتا ہی بالانشین فلک — اونچی ہی آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ
مسواک نے بڑھایا ہی زاہد کا اعتبار — ہی یہ بھی اسکی ایک شجرِ مکر و فن کی شاخ

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد — سینے مین ہو گی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد
کیا روکا اپنے گریے کو ہم نے کہ لگ گئی — پھر وہ ہی آنسوؤن کی جھڑی دو گھڑی کے بعد
کوئی گھڑی اگر وہ ملایم ہوئے تو کیا — کہ بیٹھین گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد
کل اُس سے ہم نے ترکِ ملاقات کی، تو کیا؟ — پھر اُس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد
پروانہ گردِ شمع کے شب دو گھڑی رہا — پھر دیکھی اُسکی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد
کیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوقؔ کس طرح — پھر تو نہ ٹھہرے پاؤن گھڑی دو گھڑی کے بعد

۸ یون اسیرانِ قفس تک کوئی پہنچا گلبرگ — جیسے غربت مین شفیقانِ وطن کا کاغذ

دکھا نہ جوش و خروش اپنا زور پہ چڑھ کر — گئے جہان مین دریا بہت اُتر چڑھ کر
ہنر شناس کو دکھلا ہنر کی خوبی، زر — اگر کھلے ہے تو صرّاف کی نظر چڑھ کر
۹ جو مارے نفس کو اور کرے اپنے غصے کو زیر — بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھ کر
ہماری خاک پہ برپا ہے ذوقؔ فتنۂ حشر — سمندِ ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھ کر

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالے کر — چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لیکر
شرطِ ہمت نہیں مجرم ہو گرفتارِ عذاب — تو نے کیا چھوڑا اگر چھوڑے گا بدلا لیکر
مجھ سا مشتاقِ جمال ایک نہ پاؤ گے کہین — گرچہ ڈھونڈھو گے چراغِ رخِ زیبا لیکر
وان سے یان آئے تھے اے ذوقؔ تو کیا لائے تھے — یان سے تو جائینگے ہم لاکھ تمنا لیکر

۱۰ کل گئے تھے تم جسے بیمارِ ہجران چھوڑ کر — چل بسا وہ آج سب ہستی کا سامان چھوڑ کر
طفلِ اشک ایسا گرا دامانِ مژگان چھوڑ کر — پھر نہ اٹھا کوچۂ چاکِ گریبان چھوڑ کر

میں وہ مجنوں ہوں جو نکلوں کنجِ زنداں چھوڑ کر / سیبِ جنت تک نہ کھاؤں سنگِ طفلاں چھوڑ کر

میں ہوں وہ گمنام جب دفتر میں نام آیا مرا / رہ گیا بس منشیِ قدرت جگہ واں چھوڑ کر

ہو گیا طفلی ہی سے دل میں ترازو تیرِ عشق / بھاگتے ہیں مکتب سے ہم اوراق میزاں چھوڑ کر

دل تو لگتے ہی لگے گا حوریانِ عدن سے / باغِ ہستی سے چلا ہوں ہائے پریاں چھوڑ کر

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدرِ سخن / کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر / پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

اس مرغِ ناتواں پہ ہے حسرت جو رہ گیا / مرغانِ کوہ و زاغ سے دور اور شکستہ پر

اے ذوق ہجر طائرِ دل کو کہاں فراغ؟ / کوسوں ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

صفا کے لکھی ہی ہر صورت کہ دل آئینہ میں کدورت / کہ بیٹھ جائے گی بالضرورت اس آئینہ میں یہ زنگ ہو کر

بادام دو جو بھیجے ہیں بٹوے میں ڈال کر / ایما ہے یہ کہ بھیج دو آنکھیں نکال کر

مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو آن کے پاس / بدگماں وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس

کیا زباں چلتی ہے اس بزم میں بدگویوں کی / منہ میں انکے یہ زباں ہیں کہ الٰہی مقراض

صفحۂ دہر پہ یکدل نہ ہوا ایک سے ایک / دل کے دو حرف ہیں سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

چھپے نہ حلقۂ گیسو کے تابدار میں دل / بلا سے گر ہو الجھاؤ دلاں ہزار میں دل

یہ جسم زار ہے یا میرے پیرہن میں دل؟ / گرہ ہے تار میں یا میرے جسمِ زار میں دل؟

بغل میں جیسے میرا دل بغل کا دشمن ہے / نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی کنار میں دل

اٹھا تو اسکے مرے ہمنشیں بھلا اے ذوق / رہے گا میرے عوض ہا میرا کوئے یار میں دل

بلائیں آنکھوں سے انکی ہم لیتے ہیں / ہم اپنے ہاتھوں کا مژگاں سے کام لیتے ہیں

ترے خرام کے پیرو ہیں جتنے ہیں فتنے / قدم سب آن کے وقتِ خرام لیتے ہیں

شبِ وصال کے روزِ فراق میں کیا کیا / نصیب مجھ سے مرے انتقام لیتے ہیں

ہم اسکے در کے قابل نہیں ہیں ذوق شہ قدر ۱۱ / جو عشق میں دل مضطر کو تھام لیتے ہیں

ہمارے ہاتھ سے اے ذوق وقتِ مے نوشی — ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہین

۱۲ وقتِ پیری شباب کی باتین — ایسی ہین جیسے خواب کی باتین

۱۳ اُسکے گھر لے چلا مجھے دیکھو — دلِ خانہ خراب کی باتین

واعظا چھوڑ ذکرِ نعمتِ خُلد — کر شراب و کباب کی باتین

تجھکو رسوا کرینگی خوب اے دل — تیری یہ اضطراب کی باتین

۱۴ سُنتے ہین اُس کو چھیڑ چھیڑ کے ہم — کس مزے سے عتاب کی باتین

ذکر کیا جوشِ عشق مین اے ذوق — ہم سے ہون صبر و تاب کی باتین

ہے جی مین اپنے غرۂ جوہر کو توڑ دون — آئینۂ خیالِ سکندر کو توڑ دون

ساقی لڑائیون سے تری چاہتا ہے جی — باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دون

احسان ناخدا کے اُٹھائے مری بلا — کشتی خدا پہ چھوڑ دون لنگر کو توڑ دون

۱۵ نازک کلامیان مری توڑین عدو کا دل — مین وہ بلا ہون شیشے سے پتھر کو توڑ دون

پھر اُس غمزہ کو یاد کرے دل تو لین ذوق — نشتر چبھو کے مین سرِ نشتر کو توڑ دون

تو کہے غنچہ کو اُس لب پہ دھڑی خوب نہین — چُپ کر شمہ چھوٹا سا ادب بات تری خوب نہین

سامنے شمع کے لنا نہین ناصح جب تک — سحر کھا نامرا دو چار گھڑی خوب نہین

خوبرویون سے سب آنکھ لڑی پر افسوس — قسمت اے ذوق کہین اپنی لڑی خوب نہین

---

۱۶ خط پڑھ کے اور بھی وہ ہوا پیچ و تاب مین — کیا جانے لکھدیا اُسے کیا اضطراب مین

۱۷ یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین — وان ایک خامشی تری سب کے جواب مین

ہے بادہ خورگی مین ہوا ذوق جب ہنوز — کی توبہ بے وقوف نے ناحق شباب مین

---

۱۸ گل پریشان ہوا ہنس کے چمن مین آخر — دیکھا اے غنچہ دہان خندہ زنی خوب نہین

بات ہم نے تو بنائی تھی وہان خوب مگر — تھی جو بگڑی ہوئی قسمت تو بنی خوب نہین

---

۱۹ عدو کا خوب نہین طبع کی روانی مین — کہ موجِ فساد کی آتی ہے سینہ بانی مین

نہین خضاب سے مطلب ہمین یہ ہین مو سفید — سیاہ پوش ہوئے ماتم جوانی مین

ہم اپنے جذبۂ دل کے اثر کو دیکھتے ہین ۲۰ — وہ پہلے بزم مین دیکھین کدھر کو دیکھتے ہین؟

گہر کو جوہری صراف زر کو دیکھتے ہین ۲۱ — بشر کے دیکھنے والے بشر کو دیکھتے ہین

اسکے دل سے یون تو پھر اُس بت قاتل کو ندون — جان دون مال دون ایمان دون پر دل کو ندون

چار ٹکڑے کردن دل کے کہ نہین ہو سکتا — لب کو دون رُخ کو ندون زلف کو دون تل کو ندون

دشنام دو کہ بوسہ خوشی پر ہے آپ کی — رکھتے فقیر کام نہین رد و کد سے ہین

گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غم ہجران دل مین ۲۲ — ہم نے جانا تھا کوئی دن کا ہی مہمان دلمین

نہ ڈال آبلہ سے گرمی فغان منہ مین — کہ جیسا بیٹھ رہون بھر کے گھنگھنیان منہ مین

مرے نالون سے چپ ہین مرغ خوش الحان نہ گاتے ہین — صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے مین؟

سینہ و دل پہ مرے زخم جگر ہنستے ہین — ہنسنے دو چارہ گرو ہنستے ہی گھر بستے ہین

کہتی ہے ماہی بریان کہ دہر ان قضا ۲۳ — داغ دیتے ہین اُسے جسکو درم دیتے ہین

آسمان اور وہ ان بنا ہم کو — خاک مین تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہمکو

یہ تو یون مضطرب اور سینے مین الٰہی کیون روزن — دل کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہم کو

دیکھا آخر کو نہ پھوڑے کی طرح پھوٹ بہے — ہم بھرے بیٹھے تھے کیون آپ نے چھیڑا ہمکو

ذوق بازیگہ طفلان ہے سراسر یہ زمین — ساتھ لڑکون کے پڑا کھیلنا گویا ہمکو

موت ہی سے کچھ علاج درد فرقت ہو تو ہو — غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو

انتظار یار مین جو چشم ہو جائے سفید — مردمک اسمین کہان ہو داغ حسرت ہو تو ہو

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ — پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو

آج اک بگڑی ہوئی تھی بیکدر مین ہمت کو — ذوق وہ تیری ہی دستار فضیلت ہو تو ہو

آن پہنچی ہے سر گرداب فنا کشتی عمر — ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہم کو

ہم گئے جسکی طرف جون گل بازی اُسنے ۲۴ — پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہمکو

یہ تنگنا ہے دہر نہین منزلِ فراغ　　غافل نہ پاؤن حرص کے پھیلا سو کیڑ تو
کتابِ محبت مین اے حضرتِ دل بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سبق ہو؟　　کہ جب آنکھ تمکو دیکھا تو وہ ہی لیے دستِ افسوس کے ورق ہو

ہاے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو　　مین تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو

زیادہ ہوتا ہے پیری مین فربہ نفسِ امارہ　　یہ بالون کی سپیدی شیر ہے اس راہزن کو

دیکھا دمِ نزع دلارام کو　　عید ہوئی ذوق وبے شام کو

مرتے ہین ترے پیار سے ہم اور زیادہ　　تو لطف مین کرتا ہے ستم اور زیادہ
کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے ردکے ہے　　اُتنا ہی اُسے چاہین گے ہم اور زیادہ
اس عاشقِ بیچارہ کا ہے آج بُرا حال　　گریے سے ہے آنکھونپہ ورم اور زیادہ
لیتے ہین ثمر شاخِ ثمر در کو جھکا کر　　جھکتے ہین سخی وقتِ کرم اور زیادہ
جو کنجِ قناعت مین ہین تقدیر پہ شاکر　　ہے ذوق برابر اُنھین کم اور زیادہ

اے ذوق وقتِ نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ　　ورنہ جگر کو روئے گا تو دھر کے سر پہ ہاتھ
اے شمع ایک چور ہے بادِ نسیمِ صبح　　۲۵　مارے ہے کوئی دم مین ترے تاج زر پہ ہاتھ
جو دیکھے اُسکو تھام کے دل بیٹھ جائے ذوق　　جب ناز سے کھڑا ہو وہ رکھ کر کمر پہ ہاتھ

ہوش و خرد گئے نگہِ سحر فن کے ساتھ　　اب جو ہے اپنی بات سو دیوانے پن کے ساتھ
وحشی کو ہم نے دیکھا اُس آہو نگاہ کے　　جنگل مین پھر رہا تھا قلانچین ہرن کے ساتھ
افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف؟　　لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ
گندم سے ہے سینہ چاک فراقِ بہشت مین　　۲۶　آدم کو کیا نہ ہو گی محبت وطن کے ساتھ
ممکن نہین ہے ذوق علائق سے چھوٹنا　　جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دار الشفا سمجھے　　اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے
ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے　　اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بُت سے خدا سمجھے
تجھے اے سنگدل آرامِ جانِ مبتلا سمجھے　　پڑین پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

مجھے آتا ہے رشک اُس رندِ مے آشام پر ساقی — نہ جو دُرد ما کدر جانے نہ جو خذ ما صفا سمجھے

نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ مین عمرِ رفتہ کا ۔ ۲۷ ۔ بگر سمجھے تو داغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے

سمجھ مین ہی نہین آتی ہے کوئی بات ذوق اُسکی — کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

لیتے ہی دل جو عاشقِ دل سوز کا چلے — تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

کیا ہے چلے گلی سے تری ہم کہ جون نسیم — آئے تھے سر پہ خاک اُڑانے اُڑا چلے

افسوس ہے کہ سایۂ مرغِ ہوا کی طرح ۲۸ ہم جسکے ساتھ ساتھ چلین وہ جُدا چلے

لیجائین تیرے کشتے کو جنّت مین بھی اگر — پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا چلے

اے ذوق ہے غضب نگہِ یار الحفیظ — وہ کیا بچے کہ جسپہ یہ تیرِ قضا چلے

رخصت اے زندانِ جنون زنجیرِ در کھڑکائی ہے — مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

سر بوقتِ ذبح اپنا اُسکے زیرِ پاے ہے — یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جاے ہے

بل بے استغنا کہ وہ یان آتے آتے رہ گئے — اُف ری بیتابی کہ یان تو دم ہی نکلا جاے ہے

نزع مین بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار ۲۹ جانبِ در دیکھے ہے جبکہ ہوش آ جاے ہے

گرا بکے پھرے جیتے وہ کعبے کے سفر سے — تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

وہ خلق سے پیش آتے ہین جو فیض رسان ہین — ہے شاخِ ثمردار مین گل پہلے ثمر سے

اے ذوق کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا ۳۰ بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

الٰہی کس بگینہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے؟ — کہ آج کوچے مین اُسکے شورِ بپا ہے ذنب قتلتنی ہے

غمِ جدائی مین تیرے ظالم کہون مین کیا مجھ پہ کیا بنی ہے — جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دلخراشی ہے جانکنی ہے

بشر جو اس تیرہ خاکدان مین پڑا یہ اُسکی فروتنی ہے — وگرنہ قندیلِ عرش مین بھی اسی کے جلوے کی روشنی ہے

خدنگِ مژگان سے ذوق اُسکے دل اپنا سینہ سپر بنا ہے — مثالِ آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی ہے

آنکھ اُس پُر جفا سے لڑتی ہے — جان کشتی قضا سے لڑتی ہے

نہین مژگان کی دو صفین گویا — اک بلا اک بلا سے لڑتی ہے

شور قلقل یہ کیوں ہے دختر رز | کیا کسی آشنا سے لڑتی ہے
سچ ہے الحرب خدعۃ ای ذوق | نگہ اُسکی دغا سے لڑتی ہے

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی | رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
بیٹھے بھرے ہوئے ہیں خم مے کی طرح ہم | پر کیا کریں کہ مُہر ہے مُنھ پر لگی ہوئی
میت کو غسل دیجو نہ اس خاکسار کے | ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی
یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجاے مُہر ۳۱ | آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی
مُنھ سے لگا ہوا ہی اگر جام مے تو کیا | ہی دل سے یاد ساقی کوثر لگی ہوئی
اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ مُنھ لگا ۳۲ | چھٹتی نہیں ہے مُنھ سے یہ کافر لگی ہوئی

کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے | اُنکا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے
چاہیں گر چارہ جراحت کا محبت والے | بیچیں الماس ونمک سنگ جراحت والے
رہے جوں شیشہ وساعت وہ مکدر دونوں ۳۳ | کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے
حرص کے پھیلتے ہیں پاؤں بقدر وسعت | تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے
نہیں جز شمع مجاور مری بالین مزار | نہیں جز کثرت پروانہ زیارت والے
تو مرے حال سے غافل ہی پراے غفلت کیش | تیرے انداز تغافل نہیں غفلت والے
ناز ہی گل کو نزاکت پہ چمن میں ای ذوق ۳۴ | اسنے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ہی | فریاد نہ کر دیکھ یہ صیّاد غضب ہے
توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی ۳۵ | دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے
اخوان شیاطین ہیں یہ ست حریف دا | کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہی
وہ کونسا غم ہے کہ جو دنیا میں نہیں ہی ۳۶ | اور اسپہ بھی دلکش یہ غم آباد غضب ہے
یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگین | اے ذوق مگر سستی بنیاد غضب ہی

مزے جو موت کے عاشق کبھو بیان کرتے | مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

اگر یہ جانتے چُن چُن کے ہمکو توڑین گے — تو گُل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے
سُراغ عمرِ گزشتہ کا ڈھونڈھیے گر **ذوق** — تمام عمر گزر جائے جستجو کرتے

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہین پاتے — ہنستے ہین مگر تیری ہنسی کو نہین پاتے
کیون ہم نے دیا دل تجھے او سنگدل اپنا؟ — کمبخت ہم اُس سخت گھڑی کو نہین پاتے
وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہین دل مین — لیکن نہین پاتے تو خوشی کو نہین پاتے
معلوم نہین اُسکے دہن ہے کہ نہین ہے — اے **ذوق** ہم اس شے ہی کو نہین پاتے

مزے یہ دل کے لیے تھے نہ تھے زبان کے لیے — سو ہم نے دل مین مزے سوزشِ نہان کے لیے
نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شے — عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لیے
جو پاسِ مہر و محبت کہین یہان بکتا — تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لیے
نہین ہے خانہ بدوشون کو حاجتِ سامان — اثاثہ چاہیے کیا خانہ کمان کے لیے
نشانِ سینہ ہے مرا جب تلک کہ دم مین دم — فغان ہے میرے لیے اور مین فغان کے لیے
دبالِ دوش ہے اس ناتوان کو سر لیکن — لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لیے
بنایا آدمی کو **ذوق** ایک جزوِ ضعیف — اور اس ضعیف سے کل کام دوجہان کے لیے

جو دل قمار خانہ مین بُت سے لگا چکے — وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے
آنا بلا سے اُسکا قیامت سے کم نہین — مرتے ہین انتظار مین اک روز آ چکے
یاد آیا یان کے آنے کا وعدہ نہین تو کب؟ — جب رات کو وہ پاؤن مین مہندی لگا چکے
ہنکار دو آج خوب چلو سیکھے ہو **ذوق** — چھوڑو کہین وظیفہ بہت بڑبڑا چکے

ابرِ تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے — برقِ مضطر تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے — دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
کیا ہوا اے **ذوق** ہین جو مردمک ہم روسیاہ — لیکن آنکھون مین سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزین ہے — نہین یہ بھی معلوم ہے یا نہین ہے

تڑپے تفرقے یہ جدائی سے تیری | کہ مین ہون کہین دل کہین جان کہین ہی
نہ اک آہ کی زخم سو سو اُٹھائے | تجھے آفرین ذوق صد آفرین ہی

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مر جائین گے | مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائین گے
آگ دوزخ کی بھی ہو جائے گی پانی پانی | جب یہ عاصی عرقِ شرم مین تر جائین گے
ہم نہین وہ جو کرین خون کا دعوی تجھسے | بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو مکر جائین گے
ذوق جو مدرسے کے بگڑے ہوئے ہین مُلّا | اُنکو میخانے مین لے آؤ سنور جائین گے

ستمگر تو نے روکا سبکو میرے پاس آنے سے | اجل بھی گر کبھی آئے تو شاید کچھ بہانے سے
اگرچہ ہے اُچکا ہر تو دل و دین اک زمانے سے | نہین اعجب بھی اے کافر ترا ایمان ٹھکانے سے

اک صدمہ درد سر سے مری جان پر تو ہی | لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہی
وہ دل کہ جسمین سوزِ محبت نہ ہوئے ذوق | بہتر ہے اُس سے سنگ کہ اُسمین شرر تو ہی

کیا وہ دنیا جسمین ہو کوشش نہ دین کے واسطے | واسطے دان کے بھی کچھ یا سب یہین کے واسطے
ذوق عاصی ہی تو اُسکا خاتمہ کیجو بخیر | یا الٰہی اپنے ختم المرسلین کے واسطے

رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہل ہمت کا | نہین یہ اتنا کہ بھر کاسہ حباب تو دے

زخم دل پر کیون مرے مرہم کا استعمال ہی ۳۷ | مشک گر مہنگا ہی تو کیا لون کا بھی کال ہی

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر مین گھر کرے | انسان وہ کیا نہ جو دلِ دلبر مین گھر کرے

خوب روکا شکایتون سے مجھے | تو نے مارا عنایتون سے مجھے

گلہاے رنگ رنگ سے ہی رونقِ چمن | اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

کہیے نہ تنگ ظرف سے اے ذوق کبھی راز | کہکر اُسے سُننا ہو ہزارون سے تو کہیے

یہ اقامت ہمین پیغامِ سفر دیتی ہی | زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہی

ساقیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے | کہ مے آشام پیاسے ہین مہینا بھر کے

سُنا کرتے تھے شہرہ ذوق جنکی پارسائی کا | وہ سب یارِ خرابات اپنے نکلے ہمنشین نکلے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہی ۳۸ کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخیِ دوران سے

ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی
ہوتی نہ محبّت تو کچھ آفت بھی نہ ہوتی

جو دل نہ کشمکشِ طُرّۂ دوتا مین پڑے
تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا مین پڑے

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی
چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

پیئین مَے آشکارا ہمکو کسکی ساقیا چوری؟
خدا کی گر نہین چوری تو پھر بندے کی کیا چوری

ہر نہ بولے زیرِ گردون گر کوئی میری سُنے ۳۸ ہر یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

لحد کو چاہیے یون پیرِ پشت خم دیکھے ۳۹ سرا کو جیسے تھکا اونٹ دسدم دیکھے

پھرتے ہین لکھّے پڑھے سو دو ہین ملک و جاہ کے
طفلِ مکتب بٹتے ہین گنبد مین بسم اللہ کے

پاک رکھ اپنا دہن ذکرِ خدائے پاک سے
کم نہین تیری زبان مُنھ مین تری مسواک سے

گر دردہ ہو کھونا دلِ مضطر سے کسی کے
پانی دو بلا وار کے سر پر سے کسی کے

مقابل اُس رُخِ روشن کے شمع گر ہو جائے
صبا یہ دھول لگائے کہ پھر سحر ہو جائے

کِھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچون پہ ہی جو بن کھلے مرجھا گئے

آج تنہا خفقانی سے ہین گھر مین پھرتے
کل کے جو وصل کے عالم ہین نظر مین پھرتے

خط بڑھا زلفین بڑھین کاکل بڑھے گیسو بڑھے
حُسن کی سرکار مین جتنے بڑھے ہندو بڑھے

لاشے کو پھینک دیجیے پھر کہ دفن کیجیے
مردہ بدست زندہ جو چاہیے سو کیجیے

ذوق زیبا ہی جو ہو ریشِ سفیدِ شیخ پر
وسمہ آبِ تاک سے مہندی مے گلرنگ سے

اگر انسان قانع ہو غنی ہو وے دو عالم سے
ہوا کو حرص لیکن اسکی مٹّی خوار کرتی ہی

اگر اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے
لگایا جی کو اپنے روگ جب سے دل لگا بیٹھے

دل کہان سیرِ تماشے پہ برا لگتا ہے
جی کسے لگ جانے سے جینا بھی بُرا لگتا ہے

باقی ہے شیخ کو ابھی حسرت گناہ کی
کالا کرے گا مُنھ بھی جو داڑھی سیاہ کی

کوئی ان تنگ دہانون سے محبّت نکرے
اور جو یہ تنگ کرین مُنھ سے شکایت نکرے

دل گرفتار رہا یار کی عیاری سے ۸۰ ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے خاک مین جب مل گئے دونون برابر ہو گئے

الفت کا مزا جب کوئی مرجائے تو جائے یہ درد سر ایسا ہی کہ سر جائے تو جائے

قطعات

ہاے کل سب آشنا تیرے مریض عشق کے تھے علاج ضعف دل اور ضعف تن کی فکر مین
آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہین با چشم پر آب گاہ تدبیر لحد مین گہ کفن کی فکر مین

اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتایئے معلوم ہے حقیقت ہو حق جناب کی
نکلے ہو میکدے سے ابھی منہ چھپا کے تم دابے ہوئے بغل مین صراحی شراب کی

تو بھلا ہی تو برا ہو نہین سکتا ای ذوق ہی برا وہ ہی کہ جو تجکو برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہی ۸۱ کیون برا کہنے سے تو اُسکے برا مانتا ہی

جنکو اس وقت مین اسلام کا دعوی ہی کمال دیکھتا ہون یہ اب ای ذوق مین اُنکا احوال
جس طرح سے کہ ہنسا دینے کو ہندیون کے ۸۲ نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

رباعیات

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا ہم کیا ہین جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

جب تک تھے گرہ مین احمقون کے پیسے سب کہتے تھے اُنکو آپ ایسے ایسے
مفلس ہوئے تو پھر کسی نے ای ذوق پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے تیسے

ان آنکھون سے روے لالہ گون بھی دیکھا اور اُنکو پر از اشک خون بھی دیکھا
کیا کیا دیکھا نہ رنگ ہم نے ای ذوق یون بھی دیکھا جہان کو دون بھی دیکھا

دنیا کے الم ذوق اُٹھا جب مین گے ہم کیا کہین کیا آئے تھے کیا جائین گے
جب آئے تھے روتے ہوئے آئے تھے اب جائین گے اور دن کو رلا جائین گے

مثنویات

شیشۂ مے کی یہ دراز زبان ‏ اور پھر یہ ستم کہ پنبہ دہان
جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے ‏ پاؤن توبہ کے لڑکھڑانے لگے

شبِ ہجران بسر نہین ہوتی ‏ نہین ہوتی سحر نہین ہوتی
بسترِ رنج و کنجِ تنہائی ‏ رات کیا آئی اک بلا آئی
شام سے حال ہے یہ صبح تلک ‏ نہین لگتی مری پلک سے پلک
نہین کیون بولتے سحر کے طیور ‏ کیا شفق نے کھلا دیا سیندور
دل سے رخصت ہے تاب و طاقت کی ‏ بیقراری نے استقامت کی
ہوسِ سیرِ باغ ہے کسکو؟ ‏ دل ہے کسکو دماغ ہے کسکو؟
کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر ‏ سگِ دیوانہ بن گیا ہے گھر

سہرا

اے جوان بخت مبارک تجھے سر پہ سہرا ‏ آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا
روے فرخ پہ جو ہین تیرے برستے انوار ۴۳ تارِ بارش سے بنا ایک سراسر سہرا
ایک کو ایک پہ تزئین سے ہے دمِ آرائش ‏ سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا
رونمائی مین تجھے دے مہ و خورشید فلک ۴۴ کھولدے منھ کو جو تو منھ سے اٹھا کر سہرا
کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیون کی ۴۵ دمِ نظارہ ترے روے نکو پر سہرا
دُرِ خوش آب مضامین سے بنا کر لایا ‏ واسطے تیرے ترا ذوقِ ثناگر سہرا
جسکو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنادے اسکو ‏ دیکھ اس طرح سے کہتے ہین سخنور سہرا

انتخاب

از

کلیاتِ سعدی

۹۶ فشتر

سعدی

مصلح الدین نام ـ سعدی تخلص مشہور بہ شیخ سعدی ـ شیراز مولد و مدفن ـ سعد ابن زنگی کے زمانہ مین یہ تھے اور اسی رعایت سے سعدی تخلص اختیار کیا تھا ـ امرا کے دربار مین بھی حاضر ہوتے تھے اور فقرا سے بھی لطف ملاقات رکھتے تھے ـ یہ عالم صوفی اور شاعر تھے ـ بہت بڑے سیاح تھے اور بڑے باکمال تھے گلستان اور بوستان انکی تصنیفات مین بہت مشہور ہین ـ مُلا جامی لکھتے ہین ـ

در شعر سہ کس پیمبرانند قولیست کہ جملگی برانند

فردوسی و انوری و سعدی ہر چند کہ لا نبی بعدی

سلطان محمد قاآن حاکم ملتان نے آپ کو چاہا کہ ملتان مین آکر بود و باش اختیار کرین لیکن پیری کی وجہ سے شیخ نے گھر چھوڑنا پسند نہین کیا ـ امیر خسرو کے لیے سفارشی خط شیخ صاحب نے محمد قاآن کے پاس بھیجا تھا اور کچھ اپنی غزلین بھی بھیجی تھین سال ۶۹۱ھ مین شیخ صاحب مر ـ اور شیراز مین دفن ہوئے ـ انکا مقبرہ سعدیہ کے نام سے مشہور ہے ـ

شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی علوم ظاہر مین آپ کے اُستاد تھے اور شیخ شہاب الدین سہروردی علم باطن مین آپ کے مقتدا تھے ـ آپ کے کلام آپکی زیست ہی مین تمام ایشیا مین پہنچ گئے تھے ـ اور پھر آپ کی کتابون نے داخل درس ہوکر ایشیا کی تہذیب و راخلاق مین اثر خاص پیدا کیا ـ سعدی کو اس اعتبار سے ایشیا کا سب سے بڑا معلم کہنا بجا ہے ـ

ہندوستان کی تعلیم یافتہ جماعت مین جو پہلے اتحاد خیال تھا ہمین لوگون کے نزدیک اب کمی آتی جاتی ہے ـ اسکا سبب میرے خیال مین ایک یہ بھی ہے کہ سعدی کی گلستان بوستان اور پندنامہ کی بدولت پہلے ہندوؤن اور مسلمانون کا علم اخلاق ایک ہوتا تھا اور نئے طرز تعلیم مین یہ امر جاتا رہا

پندنامہ معروف بہ کریما

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما ۔ کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا

اشارت بہ نفس

نکن تکیہ بر عمرِ ناپائدار ۔ مباش ایمن از بازیِ روزگار

مدحِ کرم

ورائے کرم در جہان کار نیست ۔ وزین گرم تر ہیچ بازار نیست

صفتِ سخاوت

سخاوت مسِ عیب را کیمیاست ۔ سخاوت ہمہ درد ہا را دواست

مذمتِ بخل

بخیل ارچہ باشد توانگر بمال ۔ بخواری چو مفلس خورد گوشمال

سخیان ز اموال بر می خورند ۔ بخیلان غمِ سیم و زر می خورند

صفتِ تواضع

دلا گر تواضع کنی اختیار ۔ شود خلقِ دنیا ترا دوستدار

تواضع کند ہوشمند گزین ۔ نہد شاخِ پُر میوہ سر بر زمین

تواضع ز گردن فرازان نکوست ۔ گدا گر تواضع کند خوی اوست

مذمتِ تکبر

تکبر بود عادتِ جاہلان ۔ تکبر نیاید ز صاحب دلان

فضیلتِ علم

چو شمع از پئے علم باید گداخت ۔ کہ بے علم نتوان خدا را شناخت

امتناع از صحبتِ جاہلان

دلا گر خردمندی و ہوشیار — مکن صحبتِ جاہلان اختیار
ترا اژدہا گر بود یارِ غار — ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

صفتِ عدل

رعایت دریغ از رعیت مدار — مرادِ دلِ دادخواہان برار

مذمتِ ظلم

خرابی رسید او بنیدِ جہان — چو بستانِ خرم زبادِ خزان
مکن بر ضعیفانِ بیچارہ زور — بیندیشش آخر ز تنگیِ گور

صفتِ قناعت

اگر تنگدستی ز سختی منال — کہ پیشِ خردمند ہیچ است مال
غنی گر نباشی مکن اضطراب — کہ سلطان نخواہد خراج از خراب

صفتِ طاعت و عبادت

کسے را کہ اقبال باشد غلام — بود میلِ خاطر بطاعت مدام
نماز از سرِ صدق برپائے دار — کہ حاصل کنی دولتِ پائدار
پرستندہ آمرزندہ باش — در ایوانِ طاعت فشیندہ باش

بیانِ شرابِ محبت و عشق

خوش آن دل کہ دارد تمنائے دوست — خوش آنکس کہ در بند سودائے اوست
خوش آنکس کہ شد است برگزیدہ دوست — خوش آنکس کہ شد مفلس کوئے دوست

صفتِ وفا

جدائی ز احباب کردن خطاست — بریدن ز یاران خلافِ وفاست

فضیلتِ شکر

گر از شکرِ ایزد نہ بندی زبان — بدست آوری دولتِ جاودان

بیانِ صبر

ترا گر صبوری بود دستیار   بدست آوری دولتِ پایدار

صفتِ راستی

بہ از راستی در جہان کار نیست ۶ کہ در گلبنِ راستی خار نیست

مذمتِ کذب

دروغ اے برادر مگو زینہار   کہ کاذب بود خوار و بے اعتبار

منعِ امید از مخلوقات

منہ دل درین منزلِ جانستان ۷ کہ در وے نہ بینی دلے شادمان

منہ دل برین دیرِ ناپایدار ۸ ز سعدی ہمین یک سخن یاد دار

گلستان

اثرِ صحبت

دیدم گلِ تازہ چند دستہ   بر گنبدے از گیاہ بستہ

گفتم چہ بود گیاہِ ناچیز   تا در صفِ گل نشیند او نیز

بگریست گیاہ و گفت خاموش ۹ صحبت نہ کند کرم فراموش

گر نیست جمال و رنگ و بویم   آخر نہ گیاہِ باغِ اویم

احسان فراموشی

سگے را لقمہ ہرگز فراموش   نہ گردد، گر زنی صد نوبتش سنگ

و گر عمرے نوازی سفلہ را ۱۰ بکمتر چیزے آید با تو در جنگ

اسراف

ابلے کو روزِ روشن شمعِ کافوری نہد ۱۱ زود بینی کش بشب روغن نباشد در چراغ

چو دخلت نیست خرج آهسته‌تر کن   که میگویند ملاحان سرودی
بکوهستان اگر باران نبارد   بسالی دجله گردد خشک رودی

اعتدال

ایکه مشتاقِ منزلی مشتاب   پندِ من کاربند صبر آموز
اسپ تازی دو تک رود بشتاب   اشتر آهسته میرود شب وروز

جوانی با پدر گفت ای خردمند   مرا تعلیم کن پیرانه یک پند
بگفتا نیکمردی کن نه چندان   که گردد چیره گرگِ تیز دندان

اقبال

بالای سرش ز هوشمندی   میتافت ستارهٔ بلندی

انسان

مرغک از بیضه برون آید و روزی طلبد   آدمی زاده ندارد خردِ عقل و تمیز

بخت واتفاق

شد غلامی که آب جو آرد   آب جو آمد و غلام ببرد
دام هر بار ماهی آوردی   ماهی این بار رفت و دام ببرد

چه کند زورمند وارون بخت؟   بازوی بخت به که بازوی سخت

منعم بکوه و دشت و بیابان غریب نیست ۱۲   هر جا که رفت خیمه زد و بارگاه ساخت

رزق هر چند بیگمان برسد ۱۳   شرطِ عقل است جستن از درها

گه بود کز حکیم روشن رای   بر نیاید درست تدبیری
گاه باشد که کودکی نادان   بغلط بر هدف زند تیری

بخل

بکن نماز بران هیچکس که هیچ نکرد   که عمر در سرِ تحصیل مال کرد و نخورد

بدصوت

چون بآواز آمد آن بربط‌سرای کدخدا را گفتم از بهر خدای

زیبه ام در گوش کن تا نشنوم یا درم بگشای تا بیرون روم

مؤذن بانگ بی‌هنگام برداشت نمیداند که چند از شب گذشت است

درازی شب از مژگان من پرس که یکدم خواب در چشمم نگشت است

بیوفائی

جوانان خردمند و خوب رخسار ۱۴ ولیکن در وفا با کس نپایند

وفاداری مدار از بلبلان چشم ۱۵ که هر دم بر گل دیگر سرایند

بے ہنری

گر بی هنر بمال کند کبر بر حکیم کون خرش شمار اگر گاو عنبر است

آن را که عقل و همت و تدبیر و رای نیست خوش گفت پرده دار که کس در سرای نیست

پسر

سالها بر تو بگذرد که گذار نکنی سوی تربت پدرت

تو بجای پدر چه کردی خیر ۱۶ تا همان چشم داری از پسرت

زنان باردار ای مرد هشیار اگر وقت ولادت مار زایند

از آن بهتر بنزدیک خردمند که فرزندان ناهموار زایند

پیری

دمی چند گفتم برآرم بکام دریغا که بگرفت راه نفس

دریغا که بر خوان الوان عمر دمی چند خوردیم و گفتند بس

تربیت اولاد

هر که در خردیش ادب نکنی در بزرگی فلاح ازو برخاست

چوب تر را چنانکه خواهی پیچ   نشود خشک جز بآتش راست

ہر آن طفل کو جورِ آموزگار ۱۷ نہ بیند جفا بیند از روزگار

پادشاہے پسر بمکتب داد   لوح سیمینش بر کنار نہاد

بر سرِ لوحِ او نوشتہ بزر ۱۸ جورِ اُستاد بہ ز مہرِ پدر

تواضع

این حکایت شنو کہ در بغداد   رایت و پردہ را خلاف افتاد

رایت از گردِ راہ و رنج رکاب   گفت با پردہ از طریقِ عتاب

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم   بندۂ بارگاہِ سلطانیم

من ز خدمت دمے نیاسودم   گاہ و بیگاہ در سفر بودم

تو نہ رنج آزمودۂ نہ حصار   نہ بیابان و باد و گرد و غبار

قدمِ من بسعی پیشتر است   پس چرا عزتِ تو بیشتر است

تو بر بندگانِ مہ روئی   با کنیزان یاسمن بوئی

من فتادہ بدست شاگردان   بسفر پاے بند و سرگردان

گفت من سر بر آستان دارم ۱۹ نہ چو تو سر بر آسمان دارم

ہر کہ بیہودہ گردن افرازد   خویشتن را بگردن اندازد

تہذیب سخن

سخن گرچہ دلبند و شیرین بود   سزاوارِ تصدیق و تحسین بود

چو یکبار گفتی مگو باز پس ۲۰ کہ حلوا چو یکبار خوردند بس

جہل

یکے را زشت خوئے داد دشنام   تحمل کرد و گفت ای نیک فرجام

بتر زانم کہ خواہی گفت آنی   کہ دانم عیبِ من چون من ندانی

تمیز باید و تدبیر و عقل وانگہ ملک ۔ کہ ملک و دولتِ نادان سلاحِ جنگِ خداست

خد

شور بختان بآرزو خواہند ۔ مقبلان را زوالِ نعمت و جاہ
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟
راست خواہی ہزار چشم چنان ۔ کور بہتر کہ آفتابِ سیاہ؟

حسن

با تو مرا سوختن اندر عذاب ۔ بہ کہ شدن با دگرے در بہشت
بوے پیاز از دہنِ خوبروے ۔ نہ بحقیقت کہ گل از دستِ زشت

حکمت

دگر رہ گر نداری طاقتِ نیش ۲۱ مکن انگشت در سوراخِ کژدم
چہ کردی با کلوخ انداز پیکار ۲۲ سرِ خود را بہ نادانی شکستی
چو تیر انداختی بر روے دشمن ۔ چنان دان کاندر آماجش نشستی
گر گزندت رسد ز خلق مرنج ۔ کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج
از خدا دان خلافِ دشمن و دوست ۔ کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست
گرچہ تیر از کمان ہمی گزرد ۲۳ از کمان دار بیند اہلِ خرد
چہ سالہاے فراوان و عمرہاے دراز ۔ کہ خلق بر سرِ ما در زمین بخواہد رفت
چنانکہ دست بدست آمدست ملک بما ۲۴ بدستہاے دگر ہمچنین بخواہد رفت
کس نیاموخت علمِ تیر از من ۲۵ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد
ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ۲۶ کین رہ کہ تو میروی بترکستان ست
خاتونِ خوبصورت و پاکیزہ روے را ۔ نقش و نگار و خاتمِ فیروزہ گو مباش
درویشِ نیک سیرت و فرخندہ روے را ۔ نانِ رباط و لقمۂ دریوزہ گو مباش

گر آب چاه نصرانی نه پاکست | جهود مرده می‌شوئی چه باکست

بدوزد شره دیدهٔ هوشمند | درآرد طمع مرغ و ماهی به بند

چو پرخاش بینی تحمل بیار | که سهلی ببندد در کارزار

یا مکن با پیلبانان دوستی ۲۷ یا بنا کن خانهٔ درخورد پیل

برینکه می‌گذرد دل منه که دجله بسی | پس از خلیفه بخواهد گذشت در بغداد

گرت ز دست برآید چو نخل باش کریم ۲۸ ورت ز دست نیاید چو سرو باش آزاد

حیات انسانی

هردم از عمر میرود نفسی ۲۹ چون نگه میکنم نماند بسی

ایکه پنجاه رفت و در خوابی | مگر این پنج روز دریابی

خجل آنکس که رفت و کار نساخت ۳۰ کوس رحلت زدند و بار نساخت

خواب نوشین بامداد رحیل ۳۱ باز دارد پیاده را ز سبیل

هر که آمد عمارت نو ساخت ۳۲ رفت و منزل بدیگری پرداخت

وان دگر پخت همچنین هوسی | وین عمارت بسر نبرد کسی

یار ناپایدار دوست مدار | دوستی را نشاید این غدار

مادهٔ عیش آدمی شکم است | تا بتدریج میرود چه غم است

گر به بندد چنانکه نگشاید | گو دل از عمر بر کند شاید

ور کشاید چنانکه نتوان بست | گو بشو از حیات دنیا دست

چار طبع مخالف و سرکش | چند روزی بوند باهم خوش

گر یکی زین چهار شد غالب | جان شیرین برآید از قالب

لاجرم مرد عارف کامل ۳۳ ننهد بر حیات دنیا دل

نیک و بد چون همی بباید مرد ۳۴ خنک آنکس که گوی نیکی برد

برگ عیشے بگورِ خویش فرست ‏ کس نیارد زپس تو پیش فرست

عمر برفست و آفتاب تموز ‏ ۳۳ اندکے ماند و خواجہ غرہ ہنوز

اے تہیدست رفتہ در بازار ‏ ترسمت باز ناوری دستار

پندِ سعدی بگوشِ دل بشنو ‏ رہ چنین ست، مرد باش ‏و ببرد

بصورت آدمی شد قطرۂ آب ‏ کہ چل روزش قرار اندر رحم ماند

وگر چل سالہ را عقل و ادب نیست ‏ بہ تحقیقش نشاید آدمی خواند

خادم

غلام آبکش باید و خشت زن ‏ بود بندۂ نازنین مشت زن

خلقت

ہیچ صیقل نکو نداند کرد ‏ آہنے را کہ بد گہر باشد

چون بود اصل جوہرے قابل ‏ تربیت را درو اثر باشد

سگ بدریائے ہفتگانہ بشو ‏ چونکہ تر شد پلید تر باشد

خرِ عیسے اگر بہ مکہ برند ‏ چون بیاید ہنوز خر باشد

خموشی

چو کارے بے فضولِ من برآید ‏ مرا در وے سخن گفتن نشاید

وگر بینم کہ نابینا و چاہ است ‏ ۳۶ اگر خاموش بنشینم گناہ است

خود داری

کہن خرقۂ خویش پیراستن ‏ ۳۷ بہ از جامۂ عاریت خواستن

دفع دشمن

نہ بینی کہ چون گربہ عاجز شود ‏ برآرد بچنگال چشمِ پلنگ

دنیا

اگر دنیا نباشد دردمندیم | اگر باشد بمهرش پای بندیم

راستی

راستی موجب رضای خداست ۳۸ کس ندیدم که گم شد از ره راست

رزق

اگر روزی بدانش در فزودی ۳۹ ز نادان تنگ روزی تر نبودی

بنادان آنچنان روزی رساند ۴۰ که نادان اندران حیران بماند

بخت و دولت بکاردانی نیست | جز بتائید آسمانی نیست

کیمیا گر بغصه مرده برنج ۴۱ ابله اندر خراب یافته گنج

فراموشت نکرد ایزد در آنحال | که بودی نطفهٔ مدفون و مدهوش

روانت داد و طبع و عقل و ادراک | جمال و نطق و رای و فکرت و هوش

ده انگشتت مرتب کرد بر کف | دو بازویت مرتب ساخت بر دوش

کنون پنداری ای ناچیز همت | که خواهد کردنت روزی فراموش

ریا

آنکه چون پسته دیدمش همه مغز | پوست بر پوست بود همچو پیاز

ای طبل بلند بانگ در باطن هیچ | بی توشه چه تدبیر کنی وقت بسیچ

روی طمع از خلق بپیچ ار مردی ۴۱ تسبیح هزار دانه بر دست مپیچ

زمانه

شکوفه گاه شگفته است و گاه خوشیده ۴۲ درخت وقت برهنه است و وقت پوشیده

زبان خلق

بعذر و توبه توان رستن از عذاب خدای | ولیک می نتوان از زبان مردم رست

سخن

سخندان پرورده پیرِ کہن　　بیندیشد آنگہ بگوید سخن

مزن بے تامل بگفتار دم　　نکو گوے گر دیر گوئی چہ غم

بیندیش وانگہ برآور نفس　　وزان پیش بس کن کہ گویند بس

بنطق آدمی بہتر است از دواب ۴۳ دواب از تو بہ گر نہ گوئی صواب

تا مرد سخن نگفتہ باشد ۴۴ عیب و ہنرش نہفتہ باشد

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی ست　　شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

نہ مردست آن بہ نزدیک خردمند　　کہ با پیلِ دمان پیکار جوید

بلے مرد آن کس است از روے تحقیق ۴۵ کہ چون خشم آیدش باطل نہ گوید

در سخن با دوستان آہستہ باش　　تا ندارد دشمنِ خونخوار گوش

پیشِ دیوار آنچہ گوئی ہوشدار　　تا نباشد در پسِ دیوار گوش

شوق

نگارِ من چو در آید بخندۂ نمکین　　نمک زیادہ کند بر جراحتِ ریشان

چہ بودے ار سرِ زلفش بدستم افتادے　　چو آستینِ کریمان بدستِ درویشان

صبر

گرت خوے من آمد ناسزاوار　　تو خوے نیکِ خویش از دست مگذار

صحبت بد

زنہار از قرینِ بد زنہار　　وقنا ربنا عذاب النار

صحبتِ جاہلان

دو عاقل را نباشد کین و پیکار　　نہ دانائے ستیزد با سبکسار

اگر نادان بوحشت سخت گوید　　خردمندش بہ نرمی دل بجوید

دگر در ہر دو جانب جاہلانند ۴۶ اگر زنجیر باشد بگسلانند

امید وار بود آدمی بخیر کسان ۴۷ مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان

بتیشہ کس نتراشد ز روے خارا گل   چنانکہ بانگِ درشت تو می خراشد دل

صحبتِ ناجنس

نہ عجب گر فرو رود نفسش   عندلیبے غراب ہم قفسش

عالم اندر میانۂ جہال   مثلے گفتہ اند صدیقان

شاہدے در میانِ کورانست   مصحفے در کنشتِ زندیقان

طعام

سخن آنگہ کند حکیم آغاز   یا سر انگشت سوے لقمہ دراز

کہ ز ناگفتنش خلل زاید   یا ز ناخوردنش بجان آید

خوردن براے زیستن و ذکر کردن ست   تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن ست

نہ چندان بخور کز دہانت بر آید   نہ چندانکہ از ضعف جانت بر آید

ترکِ احسان خواجہ اولیٰتر   کاحتمالِ جفاے بوّابان

بہ تمناے گوشت مردن بہ ۴۸ کہ تقاضاے زشتِ قصابان

اگر حنظل خوری از دستِ خوشخوے   بہ از شیرینی از دستِ ترشروے

ہر کہ نان از عملِ خویش خورد ۴۹ منتِ حاتمِ طائی نبرد

در بیابانِ خشک و ریگِ روان   تشنہ را در دہان چہ دُر چہ صدف

مردِ بے توشہ کاوفتاد ز پاے   بر کمر بندِ او چہ زر چہ خزف

مرغِ بریان بہ چشمِ مردمِ سیر   کمتر از برگِ ترہ بر خوانست

وانکہ را دستگاہ و قدرت نیست   شلغمِ پختہ مرغِ بریان ست

گوش تواند کہ ہمہ عمر وے   نشنود آوازِ دف و چنگ و نے

دیدہ شکیبد ز تماشاے باغ   بے گل و نسرین بسر آرد دماغ

گر نبود بالشِ آگندہ پر ۵۰ خواب توان کرد حجر زیرِ سر
ورنہ بود دلبرِ ہمخوابہ پیش دست توان کرد در آغوشِ خویش
وین شکمِ بے ہنرِ پیچ پیچ ۵۱ صبر ندارد کہ بسازد بہیچ

طمع

ہر کہ بر خود درِ سوال کشاد ۵۲ تا بمیرد نیاز مند بود
آز بگذار و بادشاہی کن گردنِ بے طمع بلند بود
سگے را اگر کلوخے بر سر آید ز شادی بر جہد کاین استخوانیست
اگر نعشے دو کس بر دوش گیرند لئیم الطبع پندارد کہ خوانیست

ظلم

اگر ز باغِ رعیت ملک خورد سیبے بر آورند غلامانِ او درخت از بیخ
بہ پنج بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد ۵۳ زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ
نہ ہر کہ قوتِ بازوے منصبے دارد بسلطنت بخورد مالِ مردمان بگزاف
توان بحلق فرو بردن استخوان درشت ولے شکم بدرد چون بگیرد اندر ناف
ماری تو کہ ہر کرا ببینی بزنی ۵۴ یا بوم کہ ہر کجا نشینی بکنی
دورانِ بقا چو بادِ صحرا بگذشت تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر کہ جفا بر من کرد ۵۵ بر گردنِ او بماند و بر ما بگذشت

ظنِ نیک

ہر کرا جامہ پارسا بینی پارسا دان و نیک مرد انگار
ور ندانی کہ در نہانش چیست محتسب را درونِ خانہ چہ کار

عجز

بگذار کہ بندۂ کمینم تا در صفِ بندگان نشینم

عشق

نباید بستن اندر چیز کس دل . که دل بر داشتن کاریست مشکل

در چشم من آمد آن سهی سرو بلند بربود دلم ز دست و در پای فگند

این دیدهٔ شوخ میبرد دل بکمند ۵۶ خواهی که بکس دل ندهی دیده به بند

علم

صاحبدلی بمدرسه آمد ز خانقاه بشکست عهد صحبت اهل طریق را

گفتم میان عالم و عابد چه فرق بود تا کردی اختیار از آن این فریق را

گفت او گلیم خویش بدر میبرد ز موج ۵۷ وین جهد می کند که بگیرد غریق را

علم بے عمل

علم چندانکه بیشتر خوانی چون عمل در تو نیست نادانی

نه محقق بود نه دانشمند ۵۸ چارپایے بر او کتابے چند

عمل صالح

دلقت بچه کار آید و تسبیح مرقع خود را ز عملهاے نکوهیده بری دار

حاجت بکلاه برکی داشتنت نیست ۵۹ درویش صفت باش کلاه تتری دار

غلام

بر بنده مگیر خشم بسیار جورش مکن و دلش میازار

او را تو بده درم خریدی ۶۰ آخر نه بقدرت آفریدی

قضا و قدر

قضا دگر نه شود ار هزار ناله و آه بشکر یا بشکایت بر آید از دهنے

فرشتهٔ که وکیلست بر خزاین باد چه غم کند که بمیرد چراغ بیوه زنے

قناعت

نہ بر اشتر سوارم نہ چو اشتر زیر بارم ۶۱ نہ خداوندِ رعیت نہ غلامِ شہریارم

کارِ بے سود

بیفائدہ ہر کہ عمر درباخت ۶۲ چیزے نہ خرید و زر بینداخت

کاہلی

گرچہ بیرون ز رزق نتوان خورد در طلب کاہلی نباید کرد

گوشہ گیری

آنانکہ بکنجِ عافیت بنشستند دندانِ سگ و دہانِ مردم بستند
کاغذ بدریدند و قلم بشکستند وز دست و زبانِ حرفگیران رستند

لطیفہ

آن شنیدی کہ صوفئی میکوفت زیرِ نعلین خویش میخے چند
آستینش گرفت سرہنگے کہ بیا نعل بر ستورم بند

مردم آزاری

من آن مورم کہ در پایم بمالند نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند
کجا خود شکرِ این نعمت گزارم ۶۳ کہ زورِ مردم آزاری ندارم

مردم شناسی

توان شناخت بیک روز در شمائلِ مرد کہ تا کجاش رسیدست پایگاہِ علوم
ولے ز باطنش ایمن مباش و غرّہ مشو ۶۴ کہ خبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم

موت

جہان اے برادر نماند بکس ۶۵ دل اندر جہان آفرین بند و بس
مکن تکیہ بر ملکِ دنیا و پشت ۶۶ کہ بسیار کس چون تو پرورد و کشت
چو آہنگِ رفتن کند جانِ پاک ۶۷ چہ بر تخت مردن چہ بر روے خاک

فرقِ شاہی و بندگی برخاست	چون قضائے نبشتہ آمد پیش
گر کسے خاکِ مردہ باز کند	۶۸ نشناسد توانگر از درویش

ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجانِ کسے	کہ از دہانش بدرمی کنند دندانے
قیاس کن کہ چہ حالت بود درآن ساعت	کہ از وجودِ عزیزش بدر رود جانے

نا اہل

اگر صد سال گبر آتش فروزد	چو یک دم اندران افتد بسوزد

نایابی ہنرمندان

اگر ژالہ ہر قطرۂ دُر شدے	چو خر مہرہ بازار ازو پُر شدے
گر سنگ ہمہ لعلِ بدخشان بودے	پس قیمتِ لعل و سنگ یکسان بودے

نصیحت

ما نصیحت بجاے خود کردیم	روزگارے درین بسر بردیم
گر نیاید بگوشِ رغبتِ کس	بر رسولان بلاغ باشد و بس

تمامی

میانِ دو کس جنگ چون آتش ست	۶۹ سخن چینِ بدبخت ہیزم کش ست

ہمدردی

بنی آدم اعضاے یکدیگر اند	۷۰ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار	دگر عضو ہا را نماند قرار
تو کز محنتِ دیگران بیغمی	نشاید کہ نامت نہند آدمی

آنکہ در راحت و تنعم زیست	او چہ داند کہ حالِ گرسنہ چیست
حالِ درماندگان کسے داند	کہ باحوالِ خویش درماند

ہمسایہ

خانہ را کہ چو تو ہمسایہ است — دہ درم سیم کم عیار ارزد
لیکن امیدوار باید بود — کہ پس از مرگِ تو ہزار ارزد

بوستان

بنامِ جہاندار جان آفرین — حکیمِ سخن بر زبان آفرین

سبب نظم کتاب

در اقصائے عالم بگشتم بسے — بسر بردم ایام با ہر کسے
تمتع ز ہر گوشۂ یافتم ۱، — ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم
چو پاکانِ شیراز خاکی نہاد — ندیدم کہ رحمت بر آن خاک باد
تولائے مردانِ این پاک بوم — برانگیختم خاطر از شام و روم

باب عدل و رائے و تدبیر جہانداری

چراغیکہ بیوہ زنے بر فروخت — بسے دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت
خدا ترس را بر رعیت گمار — کہ معمارِ ملک ست پرہیزگار
سرِ گرگ باید ہم اول برید — نہ چون گوسفندانِ مردم درید
قدیمانِ خود را بیفزائے قدر ۲، — کہ ہرگز نیاید ز پروردہ غدر
چو خدمت گزاریت گردد کہن — حقِ سالیانش فرامش مکن
چو بذلِ تو کردم جوانیِ خویش ۳، — بہنگامِ پیری مرانم ز پیش
برآوردنِ کامِ امیدوار — بہ، از قید بندی شکستن ہزار
چو نرمی کنی خصم گردد دلیر — وگر خشم گیری، شوند از تو سیر
درشتی و نرمی بہم در بہ است ۴، — چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است
جوانمرد و خوش خلق و بخشندہ باش — چو حق بر تو پاشد تو بر خلق پاش

مر ابلیس را دید شخصی بخواب | بقامت صنوبر برو آفتاب
نظر کرد و گفت ای نظیر قمر | ندارند خلق از جمالت خبر
ترا سهمگین روی پنداشتند | بگرمابه در زشت بنگاشتند
بخندید و گفت آن نه شکل منست ۷۵ | ولیکن قلم در کف دشمنست
برانداختم بیخ شان از بهشت | کنونم بکین می نگارند زشت

شنیدم که جمشید فرخ سرشت | بسر چشمهٔ بر بسنگی نوشت
برین چشمه چون ما بسی دم زدند | برفتند چون چشم برهم زدند
گرفتیم عالم بمردی و زور | ولیکن نبردیم با خود بگور
چو بر دشمنی باشدت دسترس | مرنجانش کو را همین غصه بس
عدو زنده سرگشته پیرامنت ۷۶ | به از خون او کشته در گردنت

شنیدم که دارای فرخ تبار | ز لشکر جدا ماند روز شکار
دوان آمدش گله بانی به پیش | شهنشه برآورد تغلق ز کیش
برآورد چوپان بدل خروش | که دشمن نیم در هلاکم مکوش
من آنم که اسپان شه پرورم | بخدمت درین مرغزار آورم
ملک را دل رفته آمد بجای | بخندید و گفت ای نکوهیده رای
ترا یاوری کرد فرخ سروش | وگرنه زه آورده بودم بگوش
نگهبان مرعی بخندید و گفت | نصیحت ز یاران نشاید نهفت
چنانست در مهتری شرط زیست ۷۷ | که هر کهترے را بدانی که کیست؟
توانم من اے نامور شهریار | که اسپی برون آرم از صد هزار
مرا گله بانی بعقلست و رای | تو هم گلهٔ خویش داری بپای
دران دار ملک از خلل غم بود | که تدبیر شاه از شبان کم بود

شنیدم که بگریست سلطانِ روم / بر نیکمردے ز اہلِ علوم
بسے جہد کردم که فرزندِ من / پس از من بود سرورِ انجمن
چه تدبیر سازم چه چاره کنم؟ / که از غم بفرسود جان و تنم؟
تو تدبیرِ خود کن، که آن پورِ خرد / که بعد از تو باشد غمِ خود خورد

چنان قحط سالے شد اندر دمشق / که یاران فراموش کردند عشق
چنان آسمان بر زمین شد بخیل / که لب تر نه کردند زرع و نخیل

شنیدم که یکبار در دجلۂ / سخن گفت با عابدے کلۂ
که من فرِ فرماندہی داشتم / بسر بر کلاہے مہی داشتم
سپہرم مدد کرد و نصرت وفاق / گرفتم ببازوے دولت عراق
طمع کرده بودم که کرمان خورم / که ناگه بخوردند کرمان سرم
بکن، پنبۂ غفلت از گوشِ ہوش / که از مردگان پندے آید بگوش

چنین گفت شوریدۂ در عجم / بکسریٰ که اے وارثِ ملکِ جم
اگر ملک بر جم بماندے و بخت؟ ، ترا چون میسّر شدے تاج و تخت؟
اگر گنجِ قارون بدست آوری / نماند مگر آنچه بخشی بری

باب ۳ عشق

ترا بنده از من بافتد بسے / مرا چون تو دیگر نیفتد کسے

باب ۴ تواضع

یکے قطره باران ز ابرے چکید / خجل شد چو پہنائے دریا بدید
که جائیکه دریاست من کیستم؟ / گر او ہست، حقا که من نیستم
چو خود را بچشمِ حقارت بدید ، صدف در کنارش بجان پرورید
سپہرش بجائے رسانید کار / که شد نامور لولوے شاہوار

فروتن بود هوشمند گزین ۸۰ نهد شاخ پر میوه سر بر زمین

باب ۵ رضا

فرو کوفت پیرے پسر را بچوب بگفت اے پدر بیگناہم مکوب
توان بر تو از جورِ مردم گریست ۸۱ ولے چون تو جورم کنی چارہ چیست؟

شترکرہ با مادرِ خویش گفت پس از رفتن آخر زمانے بخفت
بگفت ار بدستِ منستے مہار ندیدے کسم بارکش در قطار

باب ۶ قناعت

جوینے کہ از سعیِ بازو خورم بہ از میدہ بر خوانِ اہلِ کرم
چہ دلتنگ خفت آن فرومایہ دوش ۸۲ کہ بر سفرۂ دیگران داشت گوش

باب ۷ تربیت

مدر پردہ بر یارِ شوریدہ حال ۸۳ نہ طیبت حرام ست و غیبت حلال

یکے گفت با صوفیِ باصفا ندانی فلانت چہ گفت از قفا
بگفتا خموش اے برادر بخفت ندانستہ بہتر کہ دشمن چہ گفت
تو دشمن تری کاوری بر دہان کہ دشمن چنین گفت اندر میان
سخن چین کند تازہ جنگِ قدیم بخشم آورد نیک مردِ سلیم
میانِ دو تن جنگ چون آتش ست ۸۴ سخن چینِ بدبخت ہیزم کش ست

جوانے زنا سازگاریِ جفت بر پیر مردے بنالید و گفت
گرانباری از دستِ این خصمِ چیر چنان می برم کآسیا سنگِ زیر
ببختی بنہ گفتش اے خواجہ دل کس از صبر کردن نگردد خجل
بشب سنگِ بالاے این خانہ سوز چرا سنگِ زیرین نباشی بروز؟
چو از گلبنے دیدہ باشی خوشی روا باشد ار بارِ خارش کشی

درختی که پیوسته بارش خوری ‌‌ تحمل کن آنگه که خارش خوری
غلام آبکش باید و خشت زن ‌‌ بود بندهٔ نازنین مشت زن

باب ۸ شکر

یکی را عسس دست بربسته بود ‌‌ همه شب پریشان و دل خسته بود
بگوش آمدش در شبِ تیره رنگ ‌‌ که شخصی همی نالد از دستِ تنگ
شنید این سخن دزدِ مغلول گفت ‌‌ تو بارے زغم چند نالی؟ بخفت
برو شکرِ یزدان کن ای تنگدست ‌‌ که دستت عسس تنگ برهم نبست
مکن ناله از بینوائی بسی ‌‌ ۸۵ چو بینی ز خود بینواتر کسی
یکی گوشِ کودک بمالید سخت ‌‌ که ای بوالعجب گرے برگشته بخت
ترا تیشه دادم که هیزم شکن ‌‌ نگفتم که دیوار مسجد بکن
زره باز پس ماندہ میگریست ‌‌ که مسکین تر از من برین دشت کیست؟
خرِ بارکش گفتش ای بے تمیز ‌‌ زجورِ فلک چند نالی؟ تو نیز
برو شکر کن چون بخر برنهٔ ‌‌ که آخر بزیرِ کسان خر نهٔ

باب ۹ توبه

دو بیتم جگر کرد روزے کباب ‌‌ که می گفت گویندهٔ با رباب
دریغا که بے ما بسے روزگار ۸۶ ‌‌ بروید گل و بشگفد لاله زار
بسے تیر و دی ماه و اردی بهشت ۸۷ ‌‌ برآید که ما خاک باشیم و خشت
چرا دل برین کاروانگه نهیم ۸۸ ‌‌ که یاران برفتند و ما در رهیم

باب ۱۰ مناجات

تنم می بلرزد چو یاد آورم ‌‌ مناجاتِ شوریدهٔ در حرم
که می گفت با حق بزاری بسے ‌‌ میفگن که دستم نگیرد کسے

تو دانی که مسکین و بیچاره ایم　　فرو مانده بالنفسِ اماره ایم
خدایا بذاتِ خداوندیت　　باوصافِ بیمثل و مانندیت
چراغِ یقینم فرا راه دار　　ز بد کردنم دست کوتاه دار

شنیدم که مستے زتابِ نبید　　بمقصورهٔ مسجدے در دوید
بنالید بر آستانِ کرم　　که یارب بفردوس اعلیٰ برم
موذن گریبان گرفتش که هین　　سگ و مسجد اے فارغ از عقل و دین
بگفت این سخن پیر و بگریست مست　　که مستم بدار از من اے خواجه دست
عجب داری از لطفِ پروردگار　　که باشد گنهگارے امیدوار
ترا مے نگویم که عذرم پذیر　　درِ توبه باز ست و حق دستگیر
بضاعت نیاوردم الا امید　　خدایا ز عفوم مکن ناامید

قصائد و غزل ابیات

۸۹　چه کند بنده که گردن ننهد فرمان را　　چه کند گوے که عاجز نشود چوگان را
دستِ من گیر که بیچارگی از حد بگذشت　　سرِ من دار که در پاے تو ریزم جان را
سعدی از سرزنشِ خلق نترسد هیهات　　غرقه در بحر چه اندیشه کند طوفان را

ما صلاحِ خویشتن در بینوائے دیده ام　　هر کسے گو مصلحت بیند کارِ خویش را

ایها الناس جهان جاے تن آسانی نیست　　مرد دانا بجهان داشتن ارزانی نیست
۹۰　هر کرا خیمه بصحراے فراغت زده اند　　گر جهان جمله بلرزد غم ویرانی نیست

خوش ست عمر دریغا که جاودانی نیست　　پس اعتماد برین پنج روزِ فانی نیست

هر آن نصیبه که پیش از وجود ننهاد ست　　هر آنکه در طلبش سعی می برد باد ست

۹۱　نمیدانم حدیثِ نامه چون ست　　همی بینم که عنوانش بخون ست
سعدیا حالِ پراگندهٔ گوی آن داند　　که همه عمر بچوگانِ کسے افتاده ست

خود گرفتم که نظر بر رخِ خوبان کفر است — من ازین باز نگردم که مرا این دین است

وقت آنست که مردم رهِ صحرا گیرند — خاصه اکنون که بهار آمد و فروردین است

آنچه سرپنجهٔ سیمینِ تو با سعدی کرد — با کبوتر نکند پنجه که با شاهین است

مرا از آن چه که بیرونِ شهر صحرائیست — قرینِ دوست بهر جا که هست خوش جائیست

کسی که روی تو دیده است ازو عجب دارم — که باز در همه عمرش سرِ تماشائیست

ترا ملامتِ سعدی حلال کی باشد؟ — که بر کناری و او در میانِ دریائیست

هر آنکو سر بگرداند ز حکمت — ازان بیچاره‌تر مسکین نباشد

خلافِ رایِ تو هرگز نباید از سعدی — دلی که از تو بپرداخت با که پردازد؟

دلا اگرچه که تلخ است بیخِ صبر ولیک — چو بر امیدِ وصال است خوشگوار آید

سعدیا کنگرهٔ وصل بلند است ولیک — تا سر اندر ننهی دست بدانجا نرسد

آن نه عشق است که از دل بزبان می‌آید — وان نه عاشق که ز معشوق بجان می‌آید

زندگانی نتوان گفت حیاتی که مراست — زنده آنست که با دوست وصالی دارد

آن کیست که می‌رود به نخچیر — پایِ دلِ دوستان به زنجیر

من این بیتو که پروای تماشا دارم — کافرم گر دلِ باغ و سرِ صحرا دارم

که نه بر نالهٔ مرغانِ چمن شیفته ام — که نه سودای گل و لالهٔ حمرا دارم

بر گلِ روی تو چون بلبلِ مستم واله — از رخِ لاله و نسرین چه تمنا دارم

گرچه لایق نبود گردِ من و دامنِ تو — هر کجا پای نهی فرق در آنجا دارم

گر بمسجد روم ابروی تو محرابِ من است — ور در آتشکده زلفِ تو چلیپا دارم

جانم از پختنِ سودای وصالِ تو بسوخت — تو منِ خام طمع بین که چه سودا دارم

عقلِ مسکین بچه اندیشه فرا دست کنم؟ — دلِ شیدا بچه تدبیر شکیبا دارم؟

سرِ من دار که چشم از همگان بر دوزم — دستِ من گیر که دست از همه بردارم

با توام یکنفس از صحبت بهشت اولی تر کہ من امروز چنینم غم فردا دارم
سعدیا خویشتنم خوان کہ بمعنی ز توام گر بصورت نسب از آدم و حوا دارم

مرا بصورت شاہد نظر حلال بود کہ ہر چہ مینگرم شاہدست در نظرم
دو چشم در سر ہر کس نہادہ اند ولیک ۹۲ تو نقش بینی و من نقشبند مینگرم

کفایت ست ہمین پوستینِ پارینم ہزار سنگ پریشان بہ نگینہ بخورم

ز خسروانِ مقدم چنین کہ میشنوم وفا بعہد نکردست با کس این دوران
بنوبت اند ملوک اندرین سپنج سرای خدای عزوجل راست ملکِ بی پایان

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین بر زوالِ ملکِ مستعصم امیر المومنین
ای محمد گر قیامت می برآری سر ز خاک سر برآور وین قیامت در میانِ خلق بین
نازنینانِ حرم را خونِ خلقِ نازنین ز آستان بگذشت و ما را خونِ دل از آستین
زینہار از دورِ گیتی و انقلابِ روزگار در خیالِ کس نگشتی کانچنان گردد چنین
دیدہ بردار ای کہ دیدی شوکتِ بیت الحرام قیصرانِ روم سر بر خاک و خاقان بر زمین
خونِ فرزندانِ عمِ مصطفی شد ریختہ ہم بر آن خاکی کہ سلطانان نہادندی جبین
وہ کہ گر بر خونِ آن پاکان فرود آید مگس تا قیامت تلخ گردد در دہانش انگبین
بعد ازین آسایش از دنیا نباید چشم داشت قیر در انگشتری باید چو برخیزد نگین
دجلہ خونابست زین پس گر نہد سر در نشیب خاکِ نخلستانِ بطحا را کند با خون عجین
روی دریا در ہم آمد زین حدیثِ ہولناک میتوان دانست بر رویش ز موج افتادہ چین
لیکن از روی مسلمانی و راہِ مرحمت مہربان را دل بسوزد در فراقِ نازنین
تکیہ بر دنیا نشاید کرد و دل بر وی نہاد کآسمان گاہی بمہرست ای برادر گہ بکین
چرخِ گردون با زمین گوئی دو سنگِ آسیاست در میانِ ہر دو روز و شب دلِ مردم طحین
زورِ بازوی شجاعت می نیاید با اجل چون قضا آید نماند قوتِ رای رزین

تیغ هندی بر نیاید روز هیجا از نیام شیر کرّی را که باشد مرگ پنهان از کمین
گر کسا نند از پی مردار دنیا جنگجوی ای برادر گر خردمندی چو سیمرغان نشین
روزگارت با سعادت باد سعدی مدح گوی رایتت منصور و بختت یار و اقبالت قرین

کسی ملامتم از عشق روی آدمی کرد که خیره چند ستانی بخون خود خوردن
نگار من چو درآید بخنده نمکین نمک زیاده کند بر جراحت ریشان
چه بودی ار سر زلفش بدستم افتادی چو آستین کریمان بدست درویشان

ای که پنجاه رفت و در خوابی مگر این پنج روز دریابی
تا کی این باد کبر و آتش خشم ؟ شرم بادت که قطرهٔ آبی
کهل گشتی و همچنان طفلی شیخ گشتی و همچنان شابی
تو به بازی نشسته و ز چپ و راست میرود تیر چرخ پرتابی
تا درین گله گوسفندی هست ننشیند اجل ز قصابی
تو چراغی نهاده بر ره باد خانه در ممر سیلابی
گر برفعت سپهر کیوانی ور بحسن آفتاب و مهتابی
ور بمشرق روی بسیاحی ور بمغرب روی بجلابی
ور بتمکین ابن عفانی ور به نیروی ابن خطابی
ور به نعمت شریک قارونی ور بقوت عدیل سهرابی
ور بهتر شود که سنگ سیاه زر خالص کنی بقلابی
ور به مردی زیاده در گذری ور بشوخی چو برق بشتابی
ملک الموت را بحیله دفن ۹۳ نتوانی که پنجه برتابی
منتهای کمال نقصان ست گل بریزد بوقت سیرابی
خشت بالین گور یاد آور ۹۴ ای که سر بر کنار احبابی

خفتنت زیرِ خاک خواهد بود   ای که در خوابگاهِ سنجابی
بانگِ طبلت نمیکند بیدار   تو مگر مردهٔ نه در خوابی
بس خلایق فریفتست این سیم   که تو لرزان برو چو سیمابی
بس جهاندیده این درخت کهن   که تو پیچان برو چو لبلابی
سعدیا راستی ز خلق مجوی ۹۵ چون تو در نفس خود نمیابی

گرم راحت رسانی ور گزائی   محبت بر محبت می فزائی
همه مرغان خلاص از بند خواهند   من از قیدت نمی خواهم رهائی
چنان از خمر و زمر نای ناقوس   نمی ترسم که از زهد و ریائی
تو در کمند نیفتادهٔ و معذوری   از آن بقوت بازوی خویش مغروری
بخنده گفت که سعدی سخن دراز مکن   میان تهی و فراوان سخن چو طنبوری

هرگز حسد نبردم بر منصبی و مالی ۹۶ الا بر آنکه دارد با دلبری وصالی
دانی کدام دولت در وصف می نیاید   چشمی که باز باشد هر لحظه بر جمالی
دانی کدام جاهل بر حال ما بخندد   کو ره نبوده باشد در عمر خویش حالی
صوفی نظر نبازد جز با چنین حریفی   سعدی غزل نگوید جز بر چنان غزالی

انتخاب
از
کلیاتِ سودا

۲۹ نشتر

سودا

میرزا محمد رفیع نام۔ سودا تخلص۔ دہلی مولد۔ لکھنؤ مدفن۔ انکے باپ میرزا محمد شفیع بطریق تجارت کابل سے دہلی آئے اور یہیں رہگئے۔

خانِ آرزو میرزا کے اُستاد نہ تھے لیکن درجہ اُستادی رکھتے تھے۔ اُنھیں کی صلاح سے میرزا نے بجائے فارسی کے اُردو میں شعر گوئی شروع کی اور حاتم کی شاگردی اختیار کی جب میرزا کی شہرت بڑھی تو شاہِ عالم بادشاہ اپنا کلام انھیں دکھانے لگا لیکن تھوڑے ہی دنوں میں باہمی لطف جاتا رہا۔ اسی زمانہ میں نواب شجاع الدولہ نے لکھنؤ سے طلبی کا خط بھیجا اور اُسمیں برادرِ مشفق مہربانِ من لکھا۔ میرزا کے قدردان جو دہلی میں تھے مانع ہوئے اور میرزا نے جوابِ خط میں یہ رباعی لکھی۔ رباعی

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک؟ آوارہ ازیں کوچہ بآں کو کب تک؟

حاصل یہی اس سے نا؟ کہ دنیا ہووے بالفرض ہوا یوں بھی، تو پھر تو کب تک؟

بالآخر اپنے قدردانوں کے مرنے پر میرزا نے دہلی چھوڑا۔ پہلے فرخ آباد میں نواب بنگش کے یہاں مقیم رہے پھر وہاں سے لکھنؤ پہنچے۔ نواب کی ملازمت تو پہنچتے ہی ملگئی لیکن جب نواب نے ایک موقع پر وہ رباعی یاد دلائی تو میرزا کبیدہ خاطر ہوکر دربار سے کنارہ کش ہوگئے۔

نواب شجاع الدولہ کے مرنے پر جب نواب آصف الدولہ کا زمانہ آیا تو میرزا کی پھر رسائی ہوئی اور ۶ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا جو میرزا کی وفات تک قایم رہا۔ اب میرزا میں جوانی کی اُمنگیں باقی نہ تھیں اور باقی بھی ہوتیں تو آصف الدولہ کی بے نفسی کے سامنے اُنکا زور نہ چلتا۔

میرزا بڑے بددماغ اور نازک مزاج تھے یہی وجہ تھی کہ وہ ہجو بہت لکھتے تھے جہاں کسی سے لڑائی ہوئی دوات اور قلم لیکر بیٹھ گئے لیکن دل میں کینہ نہیں رکھتے تھے ہجو ختم ہوئی اور غصہ فرو ہوا۔ میرزا نے ستر برس کی عمر میں وفات پائی۔ سالِ وفات ۱۱۹۵ھ۔

غزلیات وابیات

مقدور نہیں اسکی تجلی کے بیاں کا　　　چوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن　۱　جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ　۲　دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا؟

سودا جو کبھی گوش سے ہمت کے سنے تو　　　مضموں یہی ہے جرس دل کی فغاں کا

کس سے بیاں کیجیے حال دل تباہ کا　　　سمجھے وہی اسے جو ہو زخمی تری نگاہ کا

مجھکو تری طلب ہے یار تجھکو ہے چاہ غیر کی　　　اپنی نظر میں یاں نہیں طور کوئی نباہ کا

دین و دل و قرار و صبر عشق میں تیرے کھو چکے　　　جیتے جواب کہ ہم بچے نام نہ لینگے چاہ کا

وصل بھی ہو تو دل مرا غم کو نہ چھوڑے ہجر کے　　　یہ تو ہمیشہ ہے رفیق وصل ہے گاہ گاہ کا

سودا آشنا ہیں نے یہ اسپہ ہوا تو مبتلا　　　رشک سے جسکی پھرے ہے داغ جگر ہی ماہ کا

دل مرا پند کو نہ سمجھے گا　　　پند تیری نکو نہ سمجھے گا

سمجھا دانا ہزار حیف کہ تو　　　یہ نہ سمجھا کہ وہ نہ سمجھے گا

بچنے کو آگ سے سمندر کو　　　کچھ نصیحت کرو نہ سمجھے گا

شمع سے دور رہنے کو ہرچند　　　کہو پروانے کو نہ سمجھے گا

یہ سمجھ لے تو آپ سودا کا　　　دل تری گفتگو نہ سمجھے گا

بنا کچھ اپنی چشم کا دستور ہوگیا　۳　دی تھی خدا نے آنکھ یہ ناسور ہوگیا

بھٹکی پھری ہے در سے خدایا مری دعا　　　دروازہ کیا قبول کا مسمور ہوگیا؟

سودا کو کہتے ہیں کہ ہے اس سے محبت　　　کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہوگیا

نے رستم اب جہاں میں نے سام رہ گیا　　　مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا

ساقی تو مجھکو دینے سے کیوں جام رہ گیا　　　ملتا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہ گیا

دل تو نے عبث لکھا تھا نامہ ۴ جو اُس نے دیا جواب دیکھا؟

کھولی گرہ جو غنچے کی تو نے تو کیا عجب؟ | یہ دل کھلے جو تجھ سے تو ہے اے صبا عجب

اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار | تو بھی وہ بُت نہ رام ہوا اے خدا عجب

کی سیر ملک ملک کی **سودا** نے بھی ولے | اے شیخ سکدے کی ہے آب و ہوا عجب

اگر جنگل مین رہیجا تا کسی رات | درختون مین کہین کٹ جاتے اوقات

گردنم را چو بآن تیغ سر و کار افتد | ای خوش آن دم کہ سرم در قدم یار افتد

مژدہ وصل تو اے شوخ بدان می ماند | خبرِ عفو چو در گوشِ گنہگار افتد

پیشِ این بستریان حال دلت ای سودا | ہم چو کالاے بدین کو بہ بازار افتد

اشک کے قطرے سے نیسان کا اثر رکھتی ہے شمع | سر سے لیکر تا قدم سلک گہر رکھتی ہے شمع

اے لالہ گو فلک نے دیے تجکو چار داغ | چھاتی مری سراہ کہ اکیدل ہزار داغ

دوست، در عشقِ تو مارا دشمنِ جان در بغل | تیر مژگان ترا دل گشت و پیکان در بغل

افسرِ شاہی بسر دارم ز خاکِ کوے دوست | گوشۂ خاطر بہ از ملکِ سلیمان در بغل

ہر سمور و قاقم و سنجاب پشتِ پا زدم ۵ | سیگزارم دست ہنگام زمستان در بغل

دردِ دل را با کہ گویم آہ ازین خوبانِ ہند | بہرِ زخمش ہر یکے دارد نمکدان در بغل

آن بہارِ عمر کو؟ **سودا** بیا یاے کہ من ۶ | صبح سیر قسم سوے مکتب گلستان در بغل

نہ غرض کفر سے رکھتے ہین نہ اسلام سے کام؟ | مدعا ساقی سے اپنے ہمین اور جام سے کام

دل نالان کو مرے کسکے ہے آرام سے کام | کوئی بیچین رہے اپنے اسے کام سے کام

گر اکیلا کہین ملجاے ہمین تو دل کا | پیجیے من مانتا اُس شوخ گل اندام سے کام

کیون مین تسکینِ دل اے یار کرون یا نکرون | نالہ جا کر پسِ دیوار کرون یا نکرون؟

ناصحا اٹھ مرے بالین سے کہ دم رکتا ہے | نالے دل کھول کے دو چار کرون یا نکرون؟

کوچۂ یار کو مین رشکِ چمن اے **سودا** | جا کے با دیدہ خونبار کرون یا نکرون؟

گدا دستِ اہلِ کرم دیکھتے ہین ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہین
نوشتے کو میرے مٹاتے ہین رو رو ملایک جو لوح و قلم دیکھتے ہین
اگر سے نہین کام سنبل کے ہم کو کسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہین
مگر تجھ سے رنجیدہ خاطر ہے سودا اُسے تیرے کوچے مین کم دیکھتے ہین

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہون مین موسمِ بہار مین شاخِ بریدہ ہون
گریان بشکلِ شیشہ و خندان بطرزِ جام اس میکدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہون
مین کیا کہون کہ کون ہون سودا بقولِ درد جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین
اے مرغِ دل سمجھ کے تو چشمِ طمع کو کھول تو نے سنا ہو دام جسے ہر دہ دانے مین
چلّے مین کھینچ کھینچ کیا قد کو جون کمان تیر مراد پر نہ بٹھایا نشانے مین
ہمسا سمجھے تو ایک ہمین تجھ سے ہین کئی جا دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے مین
سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر اپنی تو نیند اُڑ گئی تیرے فسانے مین

جی تک تو دے کے لون مین جو ہو کارگر کہین اے آہ کیا کہون نہین بکتا اثر کہین
ساقی ہے اک تبسمِ گل فرصتِ بہار ظالم بھرے ہے جام تو جلدی سے بھر کہین
خونناب یون کبھی نہ مری چشم سے بہا اٹکا نہ جب تلک اُن کے لختِ جگر کہین
اے دل تو کہہ تو مجھ سے کہ مین کیا کرون نثار آوین کبھی جو حضرتِ سودا ادھر کہین

بلبل کہین بتنگ کہین اور ہم کہین ٹک جا یہ دل چلے نہ ہوے ایکدم کہین
درکار کچھ نہین تجھے چلنے مین خضر راہ کوئی سنا نہ بھولتا راہِ عدم کہین
سودا رہے گی آہ اگر آتی متصل اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جاے دم کہین

یہ مین بھی سمجھوں ہون یار وہ یار یار نہین کرون مین کیا کہ مرا دل پہ اختیار نہین
عبث تو سر کی مرے ہر گھڑی قسم مت کھا قسم خدا کی ترے دل مین اب وہ پیار نہین
مین ہون وہ نخل کہ جس نخل کو قیامت تک بہار کیسی ہی آوے تو برگ و بار نہین

جہان کے بیچ عزم دل کہون تعین کرسے ؟ سواے غم کے مرا کوئی غمگسار نہین
ہزار قول کرین یہ بناہ کا سودا مجھے بتون کی محبت کا اعتبار نہین

جس سے پوچھا کہین دل خوش ہو کہین دنیا مین رو دیا انہین نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہین

جگر انکا ہو جو تجکو صنم کہ یاد کرتے ہین میان ہم تو مسلمان ہین خدا بھی کبھو ڈرتے ہین
کسی کے مرگ پر اے دل نہ کیجیے چشم تر ہرگز بہت سا روئیے انکو جو اس جینے پہ مرتے ہین

کیفیت چشم اسکی تجھے یاد ہو سودا ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

زندگی محبوب کیا کیا اسمین ہین محبوبیان بیوفائی نے پہ اسکی ہیٹے دین سب خوبیان

اسباب سے جہان کے کچھ اب پاس گو نہین یہ فکر تو نہین کہ یہ ہو اور وہ نہین

فائدہ کیا خط تجھے لکھ اگر ردتا ہو تمین ۸ نامہ اعمال دل لکھتا ہون اور دھوتا ہون مین

چیز کیا ہون جو کرین قتل وہ آنکھین مجکو پھر گئی دیکھ کے منہ خنجر مژگان مجکو
اے نسیم سحری مہر و مروت سے دور بے نہایت نظر آتا ہو گلستان مجکو
ریختہ اور بھی دنیا مین رہے ای سودا جینے دیوے جو کبھی کاوش دوران مجکو

شیخ نے اس بت کو جس کوچے مین دیکھا شام کو بے چراغ اب ڈھونڈھتا ہی تا سحر اسلام کو
چھوٹ کر تجھ سے نہ پیاوے کسی کو پھیرا مرغ وہ پھنستا نہین جو توڑ بھاگے دام کو
جنس دل کتنی ہی ناکارہ ہو بازار بتان ایک پوچھے لون تو لیوے دوسرا کس کام کو ؟

کرے شمات منفعل کوئی مرے بیداد قاتل کو دکھاوے خاک پروانہ پہ گریان شمع محفل کو
الہی ہو سکت لعم البدل کے تجکو دینے کی مجھے اسکی عوض تو کچھ نہ دے پر پھیر دے دلکو

ایک گل تک مرا مانع نہ ہوا چلتے وقت ۹ خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے دامان مجکو
کسکی ملت مین گنون آپکو بتلا ای شیخ تو مجھے گبر کہے گبر مسلمان مجکو

میکشو روح ہماری بھی کبھی شاد کرو ٹوٹے گر بزم مین شیشہ تو ہمین یاد کرو

لیتا ہو تو کسی کا تو دل سے سمجھ سمجھ ۱۰ بازی نہ جان اسکو بلا لے سمجھ سمجھ

قابل نہین ہے کوئی ملاقات کے دلا — ملتا ہے گر کسی سے تو دل لے سمجھ سمجھ

زاہد نہ کھینچ رنج تو سودا کی وضع کا — جا مدرسہ مین کھینچ تو چلتے سمجھ سمجھ

سودے کی سیر سے جسکو تدبیر نظر آئی — شمشیر کے جوہر کی زنجیر نظر آئی

١١ اس باغ مین اک گل کو خندان جو کہین دیکھا — سو غنچہ کی وہان صورت دلگیر نظر آئی

١٢ کی عمر عبث ضایع خدمت مین ہوس کی — خاک اپنی ہی جب دیکھی اکسیر نظر آئی

صنعت کے مصور نے کھولا جو مرقع کو — ایک اُسمین نہ تیری سی تصویر نظر آئی

اس زلف کو جب دیکھا ہے ہاتھ مین سودا کے — بپھری ہوئی ہاتھی کی زنجیر نظر آئی

جب یار نے اُٹھا کر زلفون کے بال باندھے — تب ہمنے اپنے دلمین لاکھون خیال باندھے

دو دن مین ہم تو ریجھے ای وائے حال انکا — گزرے ہین جنکے دلکو یہان ماہ و سال باندھے

دو چار شعر آگے اُسکے پڑھے تو بولا — مضمون یہ تونے اپنے کیا حسب حال باندھے

سودا جو اُس نے باندھا زلفون مین دل سزا ہے — شعرون مین اُسکے تونے کیون خط و خال باندھے

جاتے ہین لوگ قافلہ کے پیش و پس چلے — دنیا عجب سرا ہے جہان آکے بس چلے

١٣ کہنا صبا سلام ہمارا بہار سے — ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوئے قفس چلے

١٤ اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ — جمعیت دلی یہ ترے پھول ہنس چلے

تیرے سخن کو مین بسر و چشم ناصحا — مانون ہزار بار اگر دل سے بس چلے

١٥ نکلا جو دل سے نالہ تو سینے سے دور تک اشک — سُن مردمان قافلہ بانگ جرس چلے

١٦ صیاد اب تو کیجے قفس سے ہمین رہا — ظالم پھڑک پھڑک کے پر و بال گھس چلے

کام اُس گلی مین سر سے یہ سودا گزر چکا — کیا تاب اک قدم جو اُدھر بو الہوس چلے

---

١٧ گوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے — ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

وہ شخص بار خاطر ہرگز نہ ہو کسی کا — جسکا ندیم ہوئے اُسکی نظر کو پرکھے

جوہر نہوے جسمین جوہر شناس کب ہے — جو صاحب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے

دخترِ سخن کو اپنے پرکھاے آدمی سے — ہرگز نہ کہہ تو سودا ہر جانور کو پرکھے

بولو نہ بول شیخ جی ہم سے کڑے کڑے — یہان چیٹ گیے ہین اس سے عمامہ بڑے بڑے
کیا میکدے مین آنکے چڑھے گا محتسب؟ — ہیوینگے اسکی ضد سے تو اب ہم گھڑے گھڑے
قامت نے تیرے باغ مین جا خطِ بندگی — لکھوا لیا ہی سرو چمن سے کھڑے کھڑے
لمجا گلے سے اب تو مرے یار کیا ہوا؟ — دو روز دوستی مین جو باہم لڑے لڑے
سودا کے ہوتے وامق و مجنون کا ذکر کیا؟ — عالم عبث اکھاڑے ہی مُردے گڑے گڑے

۱۸ نسیم ہے ترے کوچے مین اور صبا بھی ہی؟ — ہماری خاک سے دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہی
۱۹ ترا غرور مرا عجز تا کجا ظالم؟ — ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہی
سمجھ کے رکھیو قدم خارِ دشت پر مجنون — کہ اس نواح مین سودا برہنہ پا بھی ہی

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے؟ — اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے
قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہی ضرور — آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے
فکرِ معاش عشقِ بتان یادِ رفتگان — اس زندگی مین اب کوئی کیا کیا کرے؟
تنہا نہ روزِ ہجر ہی سودا پہ ہے ستم — پروانہ سان وصال مین ہر شب جلا کرے

۲۰ صورت مین مین کہتا نہین ایسا کوئی کب ہی — اک وضع ہی کہ وہ قہر ہی آفت ہی غضب ہی
کیا چیز ہی وہ دل جسے کہتے ہین الٰہی؟ — یک قطرۂ خون سینہ مین آفات طلب ہی
اک طرز ہو لُٹ جانے کی دل کی تو کہون مین — ہر جو حرکت جان کے غارت کا سبب ہی

۲۱ وہی جہان مین رموزِ قلندری جانے — بھبوت تن پہ جو ملبوسِ قیصری جانے
غلام اسکی مین ہمت کا ہون کہ جو اپنے — جگر کے خون کو خوانِ تونگری جانے
زبان ہی منہ مین تو غنچے کی بھی ہی کیا لازم؟ — کہ جسکے منہ مین زبان ہو سخنوری جانے

تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یان خاک کر گئی — شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی
کیجو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ — سینہ سے ارمغان لیے لختِ جگر گئی

پروانہ رات شمع سے اتنی جلے کہ صبح ‎ ‎ خاکستر اُنکی لے کے صبا دوش پر گئی
پروانہ کونسا نہ جلا شام کو کہ شمع ؟ ‎ ‎ رو تی ہوئی نہ بزم سے وقتِ سحر گئی

لاکھ طوفان بجہان ہمکو فلک دکھلاوے ‎ ۲۲ ‎ کسی عاشق کے نہ آنسو کی ڈھلک دکھلاوے
تیرے شوریدہ کو جس دن کہ زمین کو سونپا ‎ ‎ زلزلہ کو بھی خدا وہ نہ فلک نہ دکھلاوے

ہر ایک شی مین سمجھ تو ظہور کس کا ہے؟ ‎ ‎ شرر مین روشنی شعلہ مین نور کسکا ہے؟
دماغِ خلق پُر از کبر ہے مین حیران ہون ‎ ‎ یہ مشتِ خاک مین اتنا غرور کسکا ہے؟

جبینِ یہ ترا وہم کا اک ریشہ ہے ‎ ‎ اور فکرِ معیشت کی ترا پیشہ ہے
مرتا نہ تو کیا جانیے تو کیا کرتا؟ ‎ ‎ اے خانہ خراب اسیہ یہ اندیشہ ہے

جب اس چمن مین چھوڑ کے ہم آشیان چلے ‎ ۲۳ ‎ اک ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہان چلے؟
غنچہ سے مسکرا کے اسے زار کر چلے ‎ ‎ نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے

کیا جانیے کس کس سے نگہ اسکی لڑی ہے ‎ ‎ جس کوچے مین جا دیکھو تو اک لوتھ پڑی ہے

دل اس سینہ مین ہے یا قطرۂ سیماب ہے کیا ہے؟ ‎ ‎ قفس مین مرغ ہے یا ماہیِ بے آب ہے کیا ہے؟

عبث نالان ہے اس گلشن مین تو اے بلبلِ نادان ‎ ۲۴ ‎ نہین ہے رسم یہان کوئی کسی کی داد کو پہنچے
پہنچا کے سہم دیکھ تو کیا کیا نعمت ‎ ‎ کھا دے نہ اُسے آپ وہ اور ہمکو دے

جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے ‎ ۲۵ ‎ یہ یاد رہے ہمکو بہت یاد کروگے

قطعات

تجھ مین عجب سماش ہے سودا کا اندنون ‎ ‎ تو بھی ٹک اُسکو جا کے ستمگار دیکھنا
نہ حرف نہ حکایت نے شعر و نے سخن ‎ ‎ نے سیر باغ و نے گل و گلزار دیکھنا
یا جا کے اُس گلی کو جہان تھا ترا گزار ‎ ‎ لے صبح تا شام کئی بار دیکھنا
تسکین دل نہ اسمین بھی پائی تو پھر شغل ‎ ‎ پڑھنا یہ شعر گر کبھی اشعار دیکھنا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکین روزِ ہجر کو ... پر جو خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا

کہا کلام یہ سودا سے ایک عاقل نے ... کسی سے ربط کوئی زیرِ آسمان نکرے

کیا جو تجربہ اُن دوستون کو بد پایا ... بدی کا جن پہ کسی طرح دل گمان نکرے

یہ سن کے اُس سے کہا شکر اُسکے سودا نے ... شکایت اتنی کسی کی کوئی بیان نکرے

بھلے بُرے کے تجھے امتحان سے ہی کیا کام؟ ۲۶ یہ شکر کر کہ تجھے کوئی امتحان نکرے

قصائد

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہی ... دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منہ مین زبان ہی

مین حضرتِ سودا کو سنا بولتے یارو ... اللہ رے اللہ مگر کیا نظم بیان ہی؟

اتنا مین کیا عرض کہ فرمائیے حضرت ... آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہی؟

سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا ... اس امر مین قاصر تو فرشتے کی زبان ہی

یہان فکرِ معیشت ہی تو وہان دغدغہ حشر ۲۷ آسودگی حیفست نہ یہان ہی نہ وہان ہی

ہے چرخ جب سے ابلقِ ایام پر سوار ... رکھتا نہین ہی دستِ عنان کا بیک قرار

جنکے طویلے بیچ کئی دن کی بات ہی ... ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار

اب دیکھتا ہون مین کہ زمانے کے ہاتھ سے ... موچی سے کفشِ پا کو گٹھاتے ہین وہ اُدھار

تنہا وہی نہ دہر سے عالم خراب ہے ... خست سے اکثرون نے اٹھایا ہی ننگ و عار

نوکر ہین سو روپے کے دیانت کی راہ سے ... گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا خراب و خوار

نہ دانہ و نہ کاہ و نہ تیمار نہ سئیس ۱۰ رکھتا ہو جیسے اسپِ گلی طفلِ شیرخوار

ناطاقتی کا اُسکے کہان تک کرون بیان ... فاقون کا اُسکے اب مین کہانتک کرون شمار؟

مانندِ نقشِ نعل زمین سے بجز فنا ... ہرگز نہ اُٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایک بار

اس مرتبہ کو بھوک سے پہنچا ہی اُسکا حال ... کرتا ہی راکب اُسکا جو بازار مین گزار

قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کروگے یاد / امیدوار ہم بھی ہیں کہتے ہیں یوں چمار

جس دن سے اس قصائی کے کھونٹے بندھا ہے وہ / گزرے ہے اس نمط اسے ہر لیل و ہر نہار

ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھ کر / دیکھے ہے آسمان کی طرف ہو کے بیقرار

تنکا اگر پڑا کہیں دیکھے ہے گھاس کا / چکی کو آنکھ موند کے دیتا ہے وہ پسار

خط شعاع کو وہ سمجھ دستۂ گیاہ / ہر دم زمیں پہ آپ کو ٹیکے ہے بار بار

ہے اسقدر ضعیف کہ اڑ جائے باد سے / میخیں گر اسکے تھان کی ہو دیں نہ استوار

سمجھا نہ جائے یہ کہ وہ ابلق ہے یا سرنگ / خارشت سے زبسکہ ہے مجروح بیشمار

۲۸ ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہیں مکھیاں / کہتے ہیں اسکے رنگ کو مگسی اہل اعتبار

تنہا نہ اسکے غم سے ہے دل تنگ زین کا / خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار

القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور / آیا یہ دل میں جائیے گھوڑے پہ ہو سوار

رہتے تھے گھر کے پاس قضا را وہ آشنا / مشہور جنکے پاس تھا وہ اسپ نابکار

خدمت میں انکی میں نے کیا جا یہ التماس / گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار

فرمایا جب انھوں نے کہ اے مہرباں من / ایسے ہزار گھوڑے کروں تم پہ میں نثار

صورت کا جسکا دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ / سیرت سے نت ہے جنکے سگ خشمگیں کو عار

مانند میخ چوکی لگدزن ہے تھان پر / لا جنب وہ زمیں سے ہے جوں میخ استوار

حشری ہے اسقدر کہ بہ حشر اسکی پشت پر / دجال اپنے منھ کو سیہ کرکے ہو سوار

اتنا وہ سرنگوں ہے کہ سب اڑ گئی ہیں دانت / جبڑے پہ بسکہ ٹھوکروں کی نت پڑے ہے مار

ہے پیر اسقدر کہ جو بتلائے اسکے سن / پہلے وہ لے کے ریگ بیاباں کرے شمار

لیکن مجھے زروئے تواریخ یاد ہے / شیطان اسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار

کم رو ہے اسقدر کہ اگر اسکے نعل کا / لوہا منگا کے تیغ بناوے کبھی لوہار

ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ / رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار

مانندِ اسپِ خانۂ شطرنج اپنے پاؤن / جز دستِ غیر کے نہین چلتا ہے زینہار
سودا نے تب قصیدہ کہا سن کے ماجرا / ہر نام اس قصیدے کا تضحیکِ روزگار

مثنوی

مرادل نام پر اُسکے ہے شیدا / کیا ہے جس نے حسن و عشق پیدا
وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا / وہی معنی ہے طوطی کے سخن کا
چمن مین ذکر سے اُسکے ہے تفریح / گلون کو دانۂ شبنم ہے تسبیح
یہ جلوہ حسن کا ہے گل مین اُس سے / اثر ہے نالۂ بلبل مین اُس سے
دلون کا عاشقون کے محرمِ راز / ادا و ناز کا خوبان کے دمساز
کہین نورِ چراغ خانہ ہے وہ / کہین سوزِ دلِ پروانہ ہے وہ
کسی کے دل مین پاتا ہون اُسے درد / کسی سینے مین تاثیرِ دمِ سرد
اُسی کا جلوہ حسنِ زلف مہرو / اُسی کی نافۂ آہو مین ہے بو
چراغِ دیر و کعبہ سے نہین دور / یہ دونون روشن از یک عالمِ نور
ہر اک جادہ باندازِ دگر ہے ۲۹ / گہر مین آب پتھر مین شرر ہے
خدایا دے تو اپنے عشق کا درد / عنایت کر دلِ گرم و دمِ سرد
تعشق مین کر اپنے اسقدر غرق / نہ مجھسے کفر و دین مین ہو سکے فرق

انتخاب

از

دیوانِ صائب

۵۰ نشتر

صائب

میرزا محمد علی نام - تبریز در نواحی اصفہان مولد - نامی شاعرون مین انکا شمار ہوتا ہی -
خزانہ عامرہ مین انکی بابت لکھا ہی " اگر او را رابع رسل ثلاثہ شعر گویند بجا ست ،، سرو آزاد
اسکی نسبت یہ راے رکھتا ہی کہ ایسا معنی آفرین شاعر کوئی دوسرا پیدا نہین ہوا - خود صائب
اپنی نسبت فرماتے ہین ؎ ز صد ہزار سخنور کہ در جہان آید + یکے چو صائب شوریدہ حال
بر خیزد - حافظ و سعدی کے برابر تو مین انکو نہین سمجھتا لیکن اُن دونون کے بعد انکا درجہ
ضرور ہی - مضمون آفرینی مین انکا درجہ دونون سے بڑھا ہوا ہی - مثلاً شیخ سعدی فرماتے
ہین ؎ اگر عدو کو تو مردجاے شادمانی نیست + کہ زندگانی تو نیز جاودانی نیست +
اسی مضمون کو صائب نے یون ادا کیا ہی ؎ چنان بمرگِ عدو خوش دلی و زین غافل +
کہ موجہا ہمہ بایک دیگر ہم آغوشند + دونون مین جو فرق ہی ظاہر ہی - لیکن باوجود اسکے
وہ کوئی اور ہی شے ہی جو حافظ اور سعدی کو صائب پر بالا رکھتی ہی -

صائب نے اصفہان مین نشو و نما پائی پھر سفر اختیار کیا وہان سے واپس آکر شاہ
خراسان کے دربار مین حاضر ہوئے - پھر دربار جہانگیری کا شوق انھین ہندوستان لایا
یہان سے براہ کشمیر ایران واپس گئے - آخر عمر تک شاہان صفویہ کی حضوری مین رہے
اور وہین ۱۰۸۸ھ مین انتقال کیا -

تذکرون سے معلوم ہوتا ہی کہ انکا کلام بہت بڑی جلد مین ہونا چاہیے لیکن جو نسخہ
" دیوان صائب ،، نام یہان دستیاب ہو سکتا ہی اس سے جو کچھ قابل انتخاب تھا
وہ ہدیہ ناظرین ہی -

غزلیات و ابیات

فقر بقدر کند سلطنتِ عالم را   ہوسِ ملک نباشد پسرِ ادہم را
سکند کارِ خرد نفس چو گردید مطیع ۱   دزد چون شحنہ شود امن کند عالم را
خرد شمار گنہ را کہ گنا ہیست بزرگ   گندمے کرد ز فردوس برون آدم را
نیست ممکن نہ کند صحبتِ نیکان تاثیر   گل بخورشید رساند سرِ شبنم را
کارِ اکسیر کند ہمتِ ذاتی صائب   خاک در دست زر و سیم شود خاتم را

غیرِ حق را مدہی رہ در حریمِ دل چرا؟   میکشی بر صفحۂ ہستی خطِ باطل چرا؟

ترا در بوتۂ گل بہرِ آن دادند این مہلت   کہ سیمِ ناقصِ خود را کنی کامل عیار اینجا

رخیت چون دندان شود افزون غمِ نان خلق را   سدِ راہِ شکوہ گردد نیست دندان خلق را

عجب کہ یک دلِ خوش در جہان شود پیدا   ز شورہ زار کجا زعفران شود پیدا؟

ریشۂ نخلِ کہن سال از جوان افزون تر است ۲   بیشتر دلبستگی باشد بدنیا پیر را

جہان استخوانے است بے مغز صائب   بہ پیشِ سگ انداز این استخوان را

از کدو بوئے شراب آمد بدشواری برون   از سرِ بے مغز نتوان برد حبِ جاہ را

حسد باہلِ حسد کار می کند صائب   چنانکہ آتشِ سوزندہ می خورد خود را

اگر خدائے جہان را سمیع میدانی   مکن بلند برائے خدا تلاوت را

آنچنان کز رفتنِ گل خار میماند بجا   از جوانی حسرتِ بسیار میماند بجا

ندارد بالتعلق سود دست افشاندن از دنیا   کہ آزادی گرفتار نیست مرغِ رشتہ بر پا را

بعصیان مگذران زنہار ایامِ جوانی را   مکن صرفِ زمینِ شور آبِ زندگانی را
بمہرِ خاموشی تیغِ زبان را کن سپر داری   اگر در بستہ میخواہی بہشتِ جاودانی را

ز بیدردان علاجِ دردِ خود جستن بآن ماند ۳   کہ خار از پا برون آرد کسے با نیشِ عقربہا

نیست در دیدهٔ ما سنبلتی دنیا را　　ما نه بینیم کسے را که نه بیند ما را

هر قدر صائب شود بنیادِ نخلِ عمر سست　　ریشهٔ طولِ اِمل در دل شود محکم مرا

رزق ما آید بپاے میهمان از خوانِ غیب　　میزبانِ ماست هر کس میشود مهمان ما

مگس را بے تردد عنکبوت آرد بدامِ خود ۴　　یدِ طولی است در تحصیل روزی گوشه گیران را

هر که با خود دو گواه از رگِ گردن دارد ۵　　می برد پیش دو صد دعویِ بیمعنی را

چون شود همواره دشمن احتیاط از کف مده ۶　　مکرها در پرده باشد آبِ زیرِ کاه را

دل مبر بر عمرِ مستعجل که اسپ تند را　　نیست مانع از دویدن پا فشردن در رکاب

درونِ گنبدِ گردونِ فتنه بار مخسپ　　بزیرِ سایهٔ پل موسمِ بهار مخسپ

فتاده است زمین پیشِ پاے صرصرِ مرگ　　چو گرد بر سرِ این فرشِ مستعار مخسپ

جوابِ آن غزلِ مولویست این صائب　　ز عمرِ یک شبه کم گیر و زینهار مخسپ

خشمِ عالم سوز را کوته زبان کردن بحلم　　آتشِ سوزنده را برخود گلستان کردنست

دلبستگی ست مادرِ هر ماتمے که هست ۷　　میزاید از تعلقِ ما هر غمے که هست

خوردنِ گندم برون انداخت آدم را ز خلد　　تا بدانی پیشِ حق یک جو اطاعت سهل نیست

بهر که هر چه دهی نام آن مبر صائب ۸　　که حقِ خود طلبیدن کم از گدائی نیست

نیست ناقص را کمالے بهتر از اظهارِ عجز ۹　　دستگیرِ ناشنا در دست بالا کردن است

با کمالِ احتیاج از خلق استغنا خوش است　　با دهانِ خشک مردن بر لبِ دریا خوش است

فکرِ شنبه تلخ دارد جمعهٔ اطفال را　　عشرتِ امروز بے اندیشهٔ فردا خوش است

مردمِ همواره را از خاک بر باید گرفت　　رشتهاے بے گره را در گهر باید گرفت

طفل داند دایه را حورِ بهشت و جوے شیر ۱۰　　زشتیِ زالِ جهان بر ناقصان معلوم نیست

روزگارِ زندگی نقشے بر آب بیش نیست　　موج را قسمت ز دریا هیچ و تابے بیش نیست

از خس و خارِ غرض گر پاک باشد سینها　　هیچ باغِ دلکشا چون دیدنِ احباب نیست

درد و زخم بفگن و نام گنہ مبر — آتش بگرمی عرق انفعال نیست

صدای طبل رحیل ست شادیانهٔ او ۱۱ کسیکه توشه باندازهٔ سفر بسته است
چرا غم دگران میکند پریشانم — اگر نه رشتهٔ جانها بیکدگر بسته است
بچرخ میرود آخر درین جهان صائب — چو سکه هرکه دل خویش را بزر بسته است

برمگس هرگز نرفت از دامگاهِ عنکبوت — بر دلِ من این ستم کز رشتهٔ آمال رفت

بهرِ گندم کرد آدم ترکِ نعمای بهشت — چاره از الوانِ نعمت هست و از نان چاره نیست

برون ز کیسهٔ ممسک درم نمی آید — ز دستِ بستهٔ سخا و کرم نمی آید
دهانِ هرکه بد آموز شد بحرفِ سوال ۱۲ جراحتیست که هرگز بهم نمی آید
چسان دوانده کجی ریشه در جهان صائب — که حرفِ راست برون از قلم نمی آید

زوالِ رزقِ حریصان بود غبارِ ملال ۱۳ که غیر گرد ز گندم بآسیا نرسد
جگر گداز بود زرد روئیِ منت — خدا کند که مسِ ما به کیمیا نرسد

نی زر و سیم نه لعل و نه گهر خواهد ماند — در بساطِ تو همین گردِ سفر خواهد ماند
خشت بالینِ تو سازند پرستارانت — از تو هر چند دو صد بالشِ پر خواهد ماند

کسے که عیبِ ترا پیشِ چشم بگذارد ۱۴ ببوس دیدهٔ او را که بر تو حق دارد
بزرگ اوست که بر خاک همچو سایهٔ ابر ۱۵ چنان رود که دلِ مورها نیازارد

مرگ را آماده شو هرگاه گردد مو سفید — زندگی بر طاقِ نسیان نه چو شد ابرو سفید
پرده پوشی چون شبِ تاریک کارِ صبح نیست — دست بردار از سیه کاری چو گردد مو سفید

جامهٔ فتحست آگاهی درین وحشت سرا — غوطه در خون میزند صیدی که غافل میشود
دوستی با ناتوانان مایهٔ روشندلیست ۱۶ موم چون با رشته سازد شمعِ محفل میشود

همیشه خانهٔ شهد ست از حلاوتِ خویش ۱۷ کسے که خانه چو زنبور مختصر دارد
امیدِ مهر ز نوخیزگان مجو صائب — که نونهال کجا طاقتِ ثمر دارد

حضورِ خاطر اگر در نماز شرط شده است — عبادتِ همه روئے زمین قضا دارد

ز بس ز نقشِ تعلق رمیده ام صائب — بمسجدے نهم پا که بوریا دارد

میانِ خوف و رجا حالتیست عاشق را — که خنده در دهن و گریه در گلو دارد

بآبرو ز حیاتِ ابد قناعت کن — که خضرِ وقت بود هر که آبرو دارد

خانهٔ هر که باندازه بود چون زنبور — همه ایام حیاتش بحلاوت گذرد

چون زمین پاک بود تخم مدارید دریغ — صبح حیف است که بے اشکِ ندامت گذرد

مبین بچشمِ حقارت بهیچ خصمِ ضعیف — که پشه گرد برآورد از سرِ نمرود

چو پشه زود سرِ خویش نهد بر باد — کسیکه رخنهٔ لب را نمیکند مسدود

تیغ بر مرده کشیدن ز جوانمردی نیست — غیبتِ مردمِ پیشینه نمی باید کرد

تا به اکسیرِ ریاضت نکنی خون را مشک — خرقه چون نافه ز پشمینه نمی باید کرد

از درِ حق بدرِ خلق مبر حاجتِ خود — شکوه از یار به اغیار نمی باید کرد

بنوبهارِ جوانی اطاعتِ حق کن ۱۸ که چوبِ خشک چو گردید خم نمیگردد

عنانِ نفس ز کف دادن از ادب نیست — سگِ درنده اسیرِ قلاده می باید

چارهٔ دل عقل بتدبیر نتوانست کرد — قصرِ این ویرانه را تعمیر نتوانست کرد

کامیکه برآید ز خسیسانِ نظر تنگ ۱۹ آبیست که از چاه بغربال برآید

هر که زشت است همان زشت بعقبے خیزد ۲۰ کور از خواب محالست که بینا خیزد

در خشک سال آبِ گهر کم نمی شود ۲۱ بخلِ فلک باهلِ قناعت چه میکند

بارانِ بے محل ندهد نفع کشت را ۲۲ در وقتِ پیری اشکِ ندامت چه میکند

پر از گوهر کند نیسان دهانِ تشنهٔ خالی — که مانندِ صدف سالے دهن یکبار بکشاید

نماند از سردمهریهاے دوران در جگر آهم ۲۳ درختے را که سرما سوخت دودش برنمی آید

مکن اعانتِ ظالم ز ساده لوحی ها ۲۴ که تیغ سنگِ فسان را سیاه رو سازد

عارفانیکه بتسلیم و رضا ساخته اند ۲۵ مردک را سپر تیر قضا ساخته اند

نیست ممکن هیچکس ز افتادگی نقصان کند قطره چون از چشم ابر افتاد گوهر می شود

دیدهٔ حرص محالست شود سیر بخاک دام در زیر زمین هم نگران می باشد

محتاج بزیور نبود حسن خداداد دندان گهر حاجت مسواک ندارد

صاف دل محرم و بیگانه نمی داند چیست ۲۶ که بروی همه کس آئینه در باز کند

ازان از گوشهٔ عزلت نمی آیم برون صائب که ترسم سایه بر فرقم همای دولت اندازد

دهن خویش بدشنام میالا زنهار ۲۷ کین زر قلب بهر کس که دهی باز دهد

درین زمانه باطل کسیکه حق گوید برای خویش چو منصور ریسمان تابد

ثنای خود بخود گفتن نمی زیبد ترا صائب ۲۸ چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کی یابد

بردار کلاه نمدی از سر بی مغز کین خوان تهی حاجت سرپوش ندارد

رسد بظالم دیگر ذخیرهٔ ظالم نصیب تیر شود پر چو از عقاب آید

پاک کن از غیبت مردم دهان خویش را ۲۹ ای که از مسواک هر دم میکنی دندان سفید

بغیر شهد خموشی کدام شیرینی ست؟ ۳۰ که از حلاوت آن لب بیکدگر چسپید

بکام هر که شنیدند شهد خاموشی ۳۱ لب از حلاوت آن وا نمیتواند کرد

همه کس از دل و جان امت خاموشانند ۳۲ خامشی مرتبهٔ مهر نبوت دارد

زرفتن دگران خوشدلی ازین غافل ۳۳ که موجها همه بایکدگر هم آغوش اند

شکر قدح تلخ مکافات چه گویم کز خاطر من دغدغهٔ روز جزا برد

رزق ما تنگ ز اندیشهٔ بیحاصل هاست ۳۴ نان کسی میخورد اینجا که غم نان نخورد

کار با عمامه و دور شکم افتاده است خم درین محفل بزرگیها با فلاطون کند

گنبد مسجد شهر از همه فاضل تر بود گر بعمامه کسی کوس فضیلت میزد

میشود روشن ز آتش بوی هر هیزم که هست نیست ممکن عیب خود کس در سفر پنهان کند

دل در جهان مبند که این نونهال را　　از بهر سرزمین دگر سبز کرده اند

دل آگاه در پیری ز غفلت بیش می لرزد　　که وقت صبح اکثر رهروان را خواب می آید

فقیر را ز غنی کاهش ست قسمت و بس　۳۵　ز آشنائی گوهر بریسمان چه رسد؟

بخیهٔ منت جراحت را کند ناسورتر　　رشته از مریم مخواه و سوزن از عیسی مگیر

از زمین برخاستن چشم از زمینداران مدار　۳۶　راست گردیدن توقع زین گران باران مدار

چون علم شد سرنگون لشکر پریشان می شود　　پاے چون لغزید امید از هواداران مدار

از سعی کار عشق شود خام بیشتر　۳۷　پیچد بمرغ بال فشان دام بیشتر

خانهاے کهنه صائب مسکن مار است و مور　۳۸　در کهن سالان بود حرص و تمنا بیشتر

جز گوشهٔ قناعت ازین خاکدان مگیر　۳۹　غیر از کناره هیچ ز اهل جهان مگیر

تلخکام ایمن ز چشم شور ماند بیشتر　　بادهٔ انگور از انگور ماند بیشتر

همیدانند اهل غفلت انجام شراب آخر　　بآتش میروند این غافلان از راه آب آخر

نرمی ز حد مبر که چو دندان مار ریخت　　هر طفل نے سوار کند تازیانه اش

شود عیار بد و نیک در سفر ظاهر　　یکے ست تیر کج و راست تا بود در کیش

لب سوال سزاوار بخیه بیشتر است　　عبث بخرقهٔ خود بخیه میزند درویش

چون سرو در مقام رضا پایدار باش　　آزاده ز انقلاب خزان و بهار باش

قد نهال خم از بار منت ثمر ست　　ثمر قبول مکن سرو این گلستان باش

صحبت ناجنس آتش را بفریاد آورد　　آب در روغن چو باشد میکند شیون چراغ

از طلوع و از غروب مهر روشن شد که چرخ　　هر که را بر داشت صبح از خاک شام افگند بخاک

قد خم گشته رسول سفر عاقبت است　　مشو اے گوے سبک مغز ز چوگان غافل

شمع برگشته محال ست کند قامت راست　　مشو اے دیده دراز پاس ضعیفان غافل

کعبهٔ مقصود را در نقطهٔ دل یافتم　　چون روم بیرون ز خود اکنون که منزل یافتم

از گرفتاران این گلشن چه می پرسی که من　　همچو سرو آزادگان پای در گل یافتم

زسر کلاه نمد را چگونه بردارم　　که زیر تیغ حوادث همین سپر دارم

توان ز دشمن دانا کناره کرد بعقل　　ز تیر کج حذر از راست بیشتر دارم

بگرانباری من رحم کن ای سیل فنا　　که من این بار به امید تو برداشته ام

همان بیگانه ام هر چند با خلق آشنا باشم　　چو نور دیده در یک خانه از مردم جدا باشم

رزق می آید بپای خویش تا دندان بجاست　　آسیا تا هست در اندیشهٔ نان نیستیم

پیوسته ما ز فکر دو عالم مشوشیم　　ما از دو خانه همچو کمان در کشاکشیم

اگر چه خویش را گم کردم از نسیان پیری ها ۴۰　　باین شادم که ایام جوانی رفت از یادم

خطر در آب زیر کاه بیش از بحر می باشد ۴۱　　من از همواری این خلق ناهموار می ترسم

با هر که شکوه از دل افگار می بریم ۴۲　　مجروح را بپیش نمکزار می بریم

هر که اینجا با سرافرازی نهد سر بر زمین　　خط ز خجلت کم کشد در روز محشر بر زمین

ما ز کافر نعمتی از شکر منعم غافلیم　　می گذارد مرغ در هر دانه سر بر زمین

نیست ممکن بفسون بدگهران نیک شوند　　که گره از دم عقرب نتوان وا کردن

زن چه باشد که از مرد دل بفریاد آید　　شاهد عجز بود شکوهٔ دنیا کردن

جدا شو از دو عالم تا توانی با خدا بودن　　که دارد دردسر بسیار با خلق آشنا بودن

بکش در زندگی مردانه جام نیستی بر سر　　که باشد در بلا بودن به از بیم بلا بودن

از عزیزان رفته رفته شد تهی این خاکدان　　یک تن از آیندگان نگرفت جای رفتگان

بیش ازین بر رفتگان افسوس میخوردند خلق　　میخورند افسوس در ایام ما بر ماندگان

نظر بسیر مه مردم سیه مکن صائب　　بگریه تا بتوان دیده را جلا کردن

کسیکه می نهد از حد خود قدم بیرون　　کبوتریست که می آید از حرم بیرون

بی ابر مشکل ست تماشای آفتاب　　صائب نظارهٔ رخ او در نقاب کن

رزق اگر بر آدمی عاشق نمی باشد چرا؟ — از زمین گندم گریبان چاک برآید برون

اوجِ دولت نه مقامیست که غافل باشند ۴۳ — بر لبِ بامِ خطر جهل بود خوابیدن

حرفِ حق با باطلان گفتن ندارد حاصلے — در زمینِ شور صائب دانه افشانی مکن

نیست مفلس را از قربِ اغنیا جز پیچ و تاب ۴۴ — رشته از گوهر ندارد بهره جز لاغر شدن

دائم از روے نسب بر هم تفاخر میکنند — نیستند از یک پدر پنداری ابنائے جهان

گر نمیخواهی شود روشن بمردم حالِ تو — رازِ خود را آگهِ پیراهنِ محرم مکن

از پرِ کاهِ جهان همتِ من مستغنی ست — التجا پیشِ خسیسان نبرد دیدهٔ من

ز صد هزار پسر همچو ماهِ مصر یکے — چنان شود که چراغِ پدر کند روشن

هر سیه روے که کوشش میکند بر جمعِ دل — جمع چون شد میکند هیزم براے سوختن

در کهن سالی ز مرگِ ناگهان غافل مشو — برگ چون شد زرد از بادِ خزان غافل مشو

از چراغے میتوان افروخت چندین شمع را — دولتے چون رو دهد از دوستان غافل مشو

ترکِ افیون را علاجے بهتر از تقلیل نیست ۴۵ — اندک اندک ز آشنایانِ جهان بیگانه شو

الِ خواجهٔ ممسک بزنبورِ عسل ماند — که نیشے ماند از صد خانهٔ پر انگبین با او

راستی پیشهٔ خود کن که بود سبز مدام — مجلس افروزیِ شمع و چمن آرائیِ سرو

طعمهٔ مور شوی گرچه سلیمان شدهٔ — زال میگردی اگر رستمِ دستان شدهٔ

آسیاے فلک از بهرِ تو سرگردانست — تو ز اندیشهٔ روزی چه پریشان شدهٔ

پیشِ عفو و کرم و رحمتِ یزدان صائب — کم گناهیست که از کرده پشیمان شدهٔ

در مجمعِ ما نیست کسے را غمِ خانه — چون ریگِ روان قافلهٔ ماست روانه

دل زود توان کند ز یارانِ مخالف — خوش باش بناسازیِ اوضاعِ زمانه

صائب نکشی تا بگریبان سرِ خود را — هرگز نبری گوے سعادت ز میانه

از توبه شود سرکشیِ نفس زیاده — گیرندگیِ سگ بشود افزون ز قلاده

آن به که بگردِ دلِ درویش کند طوف　　آنرا که میسر نشود حجِ پیاده

در قیامت سپرِ آتشِ دوزخ گردد　　از درم مُهرے اگر بر لبِ سائل زدهٔ

سخن چو تازه بر آید ز کلک بیقدر است　　چو یوسفی که فروشند بر کنارهٔ چاه

اگر دل از علایق کنده باشی　　بمنزل بارِ خود افگنده باشی

مرنجان هیچکه از خود دلے را　　که در روزِ جزا شرمنده باشی

مکن هرگز قبولِ کدخدائی　　۴۶ گرو تا زنده باشی بنده باشی

سواد الوجه فی الدارین فقرا　　حدیثِ مصطفٰے را خوانده باشی

توانی کوسِ شاهی زد در آفاق　　اگر صائب خدا را بنده باشی

گوش تا دل بتماشائے جهان نگذاری　　داغِ افسوس بر آئینهٔ جان نگذاری

جادهٔ این بادیه از نقشِ قدم بیشتر است　　پائے مستانه بصحرائے جهان نگذاری

عمر چون قافلهٔ ریگِ روان در گذر است　　تا بنا بر سرِ این ریگِ روان نگذاری

نرم کن نرم رگِ گردنِ خود را زنهار　　تا سرِ خویش ببالینِ سنان نگذاری

ما بامیدِ عطائے تو چنین نگذاریم　　کارِ ما را بامیدِ دگران نگذاری

زبانِ شکوه اگر همچو خار داشتمے　　همیشه خرمنِ گل در کنار داشتمے

هزار خانهٔ زنبور کردمے پر شهد　　اگر گزیدنِ مردم شعار داشتمے؟

ز آه کشتیِ دل بادبان اگر میداشت　　ازین محیط امید کنار داشتمے

بعیب خویش اگر راه بردمے صائب　　بعیبِ جوئی مردم چه کار داشتمے

یک نفس فارغ ز وسواس تمنا نیستی　　از پریشان خاطری یک لحظه یکجا نیستی

گرچه شد محتاج عینک دیدهٔ بیشرم تو　　همچنان چون کودکان سیر از تماشا نیستی

خامشی را از خدا خواهند دانایان و تو　　خون خود را میخوری یکدم چو گویا نیستی

اگر نسیم سحرگاه مهربان بودے　　ز بوئے گل قفسم رشکِ گلستان بودے

اگر نهفته نه بود کار فرمائی   جهان چنانکه تو میخواستی چنان بودے

قدم برون مگذار از سراے درویشی   که مار گنج بود بوریاے درویشی

بقدر مهر بود اعتبار محضر را   زمینه عار ندارد قباے درویشی

می شود هر کس بمقدار تواضع سربلند   قطرهٔ ناچیز گردد گوهر از افتادگی

نیست جز داغ عزیزان حاصل پایندگی   خضر حیرانم چه لذت میبرد از زندگی

تا تو چون شانه دل چاک مهیا نه کنی ۴۷   پنجه با پنجهٔ آن زلف چلیپا نه کنی

ترا بروز حساب این سخن شود معلوم   که بود سلطنت بے حساب درویشی

ز برگ ریز خزان ایمن اند بے برگان ۴۸   بیک هواست بهار و خزان درویشی

چه حاجت است بغمخواری کسان صائب   که هست رحمت حق غمگسار درویشی

ز خامشی دهن غنچه مشکبو گردید   خوشا لبے که بود مهر دار خاموشی

کشتی شرم تو آن روز شود طوفانی ۴۹   که نهان کردهٔ خود را بتراز و بینی

جرم تو از حساب برون ست و از شمار   اندیشه از حساب براے چه میکنی

آستانت بوسه گاه راست کیشان میشود   از عبادت چون کمان گر قامت خود خم کنی

عنان بدست هوا داده چو برگ خزان   خداے داند تا عاقبت کجا افتی

مے توانی صد دل ویرانه را آباد کرد   از جهان نقدے که صرف خانهٔ گل میکنی

روزیش هرچند بے اندیشه می آید ز غیب   غیر ازین اندیشهٔ دیگر ندارد عالمے

گوشه گیرے که بود شاد به صیادی خلق ۵۰   عنکبوتیست که نازد بشکار مگسے

هر موے بر تن تو شود آه حسرتی   آگاه گر شوی که چه مقدار غافلی

انتخاب

از

کلامِ ظفر

ہر چہار دیوان

۱۹ انشتر

ظفر

ابوظفر محمد بہادر شاہ ثانی تخلص ظفر۔ ہندوستان کا آخری بادشاہ شاہ عالم کو سمجھنا چاہیے کہ اُسکی حیات ہی مین سلطنت ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضے مین جا چکی تھی اور وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا وظیفہ خوار رہگیا تھا۔ محض کمپنی کی رعایت تھی کہ قلعہ دہلی کی حکومت شاہ عالم کو حاصل تھی شاہ عالم کے بعد اُسکا بیٹا محمد اکبر ثانی لال قلعے کا بادشاہ اور وظیفہ خوار قرار پایا یہی حالت اُسکے مرنے پر اُسکے بیٹے بہادر شاہ ظفر کی ہوئی۔ شاعری شاہ عالم بادشاہ کے زمانے سے دربار شاہی کی ایک زینت تھی ظفر کے وقت مین اسے اور بھی رونق ہوئی۔ ولیعہدی کے زمانہ ہی مین ظفر ذوق کا شاگرد ہوا اور تخت پر بیٹھنے کے بعد ذوق کو خاقانی ہند ملک الشعرا کا خطاب دیا اور مرتے دم تک صرف شاعری مشغلہ رکھا۔ یہ بادشاہ باتین ضرور پیدا کرتا تھا اور شعر بہت کہتا تھا طبیعت بھی مضمون آفرین تھی مگر نشست الفاظ کا کام جو شاعری مین بڑی ضروری چیز اور مشکل مرحلہ ہے اُستاد کے متعلق تھا۔ ذوق کے پیچھے بادشاہ کے کلام درست کرنے کا جھگڑا نہ ہوتا تو غالباً ذوق کے اشعار اور بھی پُر لطف ہوتے ذوق کو ہمیشہ اسکا افسوس رہا کہ بادشاہ کی بیگار سے اپنے کلام درست کرنے کا موقع نہین ملتا۔ بہرحال ظفر کا کلام ذوق کی اصلاح کی بدولت یا خود اُسکی آفرینی مضمون کے باعث ضرور اس قابل ہے کہ ہندوستان کے اساتذہ کے کلام کے ساتھ جگہ پائے۔

یہ شاعر صوفی مشرب اور نیک نیت تھا اور آنکھوں مین مروت بھی تھی بلکہ اس مروت کی بدولت وہ ہمیشہ نقصان مین رہا آخر غدر ۵۷ء مین پوربیے سپاہی جب کمپنی کی فوج سے باغی ہوکر دلی پہنچے تو ظفر کو شاہ شطرنج کی طرح تخت پر بٹھلایا۔ ظفر نے بمروت بادشاہ بننا قبول کیا یا مجبوری ایسا کیا یہ صاف ظاہر نہین ہوتا یہ بھی ممکن ہے کہ شوق سلطنت نے اُسکی عقل پر پردہ ڈالدیا ہو بہرحال نتیجہ اس سادہ لوحی کا یہ ہوا کہ وہ گرفتار کرکے رنگون بھیجا گیا ۵۸ء کے بعد مشغلہ شاعری جاتا رہا اسلیے اس کتاب کی اغراض کیلیے یہی سال جلاوطنی ہی سنہ وفات ہے۔

غزلیات و ابیات

ظالم ترے چپ رہنے کا عقدہ نہیں کھلتا — کیا جانے کہ ہر دل میں ترے کیا نہیں کھلتا

جب تک ہو دمِ سرد و رخِ زرد نہ غماز — ہر ایک پہ رازِ دلِ شیدا نہیں کھلتا

اُس مستِ مئے ناز کی اللہ رے تمکین — وہ عالمِ مستی میں بھی اصلا نہیں کھلتا

یاں آئے کہاں سے ہیں کہاں جائینگے یاں سے ۱ — حیراں ہیں ظفر ہم یہ معمّا نہیں کھلتا

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا — کوئی یاں تک اُسے لایا تو ہوتا

مزا رکھتا ہے زخمِ خنجرِ عشق ۲ — کبھی اے بوالہوس کھایا تو ہوتا

نہ بھیجا تو نے لکھ کر ایک پرچہ — ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا

جو کچھ ہوتا سو ہوتا تو نے تقدیر — دہاں تک مجھکو پہنچایا تو ہوتا

دل اُسکی زلف میں اُلجھا ہے کب سے — ظفر اک روز سلجھایا تو ہوتا

رات بھر مجکو غمِ یار نے سونے نہ دیا — صبح کو خوفِ شبِ تار نے سونے نہ دیا

میں وہ مجنوں ہوں کہ زنداں میں نگہبانوں کو — میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا

یاس و غم رنج و تعب میرے ہوئے مونسِ جاں — اے ظفر شب انھیں دو چار نے سونے نہ دیا

غمزہ وہ برسرِ بیداد آیا — مژدہ اے مرگ کہ جلاد آیا

بلبلو دیکھو چمن میں اتنا — نہ کرو شور کہ صیاد آیا

اُڑ گئے ہوش مرے ناصح کے — سامنے جب وہ پریزاد آیا

جو لکھا تھا مری پیشانی میں — سو وہ پیش اے دلِ ناشاد آیا

تو نہ آیا مری سُنکر فریاد — دم لبوں پر دمِ فریاد آیا

دیکھ کر اُس بتِ کافر کے ستم — اے ظفر مجکو خدا یاد آیا

نہیں عشق میں اسکا تو رنج ہمیں کہ قرار و شکیب ذرا نہ رہا — غمِ عشق تو اپنا رفیق رہا کوئی اور بلا سے رہا نہ رہا

دیا اپنی خودی کو جو ہم نے اٹھا وہ جو پردہ بیچ میں حائل تھا ۔۔۔ رہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نشین کوئی دوسرا اسکے سوا نہ رہا
ظفر آدمی اسکو نہ جانیے گا وہ ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا ۳ ۔۔۔ جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

یا مجھے افسرِ شاہانہ بنایا ہوتا ۔۔۔ یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تو نے ۔۔۔ کیون خردمند بنایا نہ بنایا ہوتا
خاکساری کے لیے گرچہ بنایا تھا مجھے ۔۔۔ کاش خاکِ درِ جانانہ بنایا ہوتا
نشۂ عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھکو ۔۔۔ عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا
دلِ صدچاک بنایا تو بلا سے لیکن ۔۔۔ زلفِ مشکین کا ترے شانہ بنایا ہوتا
صوفیون کے جو نہ تھا لائقِ صحبت تو مجھے ۔۔۔ قابلِ جلسۂ رندانہ بنایا ہوتا
روز معمورۂ دنیا مین خرابی ہے ظفر ۔۔۔ ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

ہم نے سبھی کو عشق مین بدظن بنا لیا ۔۔۔ تھا دل جو دوست اسکو بھی دشمن بنا لیا
قصرِ بہشت تجکو مبارک ہو زاہدا ۔۔۔ ہم نے تو کوے یار مین مسکن بنا لیا
بگڑا مزاج دیکھیے کیسے بنے ظفر ۔۔۔ منہ اُس نے یون جو پھیر کے چتون بنا لیا

بے ضبطِ فغان رازِ نہان ہو نہین سکتا ۔۔۔ اور تجھ سے دلا ضبطِ فغان ہو نہین سکتا
جب تک وہ خفا مجھ سے ہین سُن لو کہ طبیبو ۔۔۔ کچھ میرا علاجِ خفقان ہو نہین سکتا
کیا جانیے بلا کیا ہے ترا غمزہ کہ جس سے ۔۔۔ جانبر کوئی اے آفتِ جان ہو نہین سکتا
سودائے محبت مین ظفر سود ہے لیکن ۔۔۔ جب تک نہ ہو رسوائے جہان ہو نہین سکتا

کیا کہون دل مائلِ زلفِ دوتا کیونکر ہوا ۔۔۔ یہ بھلا چنگا گرفتارِ بلا کیونکر ہوا
خاکساری کیا عجب کھوئے اگر دل کا غبار ۔۔۔ خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا
جو نہ ہونا تھا ہوا ہم پر تمھارے عشق مین ۔۔۔ تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا
وہ تو ہے نا آشنا مشہورِ عالم مین ظفر ۔۔۔ پر خدا جانے وہ تجھ سے آشنا کیونکر ہوا

کیا کہون ہے کیا بتون کی آشنائی مین مزا ۴ ۔۔۔ وہ مزا سب اسمین ہے جو ہے خدائی مین مزا

بیٹھا ہے مہندی لگا کر اپنے دست و پا مین — آج ہے اے شوخ تجھ سے ہاتھا پائی کی مزا

دلِ سودا زدہ کب ایک جگہ مین اُلجھا — کبھی کاکل مین کبھی زلف سیہ مین اُلجھا
اے ظفر خوب کیا جس نے کیا ترک لباس — نہ رہا جامہ و دستار و کلہ مین اُلجھا

نہ پوچھو پوچھنے والو بتون مین ہم نے کیا دیکھا ۵ — خدا کا جلوہ دیکھا ہم نے اور ہر دم نیا دیکھا
ترے عالم کو اے یکتا سے عالم ہم نے کیا دیکھا — یہی دیکھا کہ عالم مین نہ تجھ سا دوسرا دیکھا

کو بکو چھوٹے مرے واسطے لاکھون جاسوس — مجھ سے پر کوچۂ جانان کا نہ جانا چھوٹا
اُڑ کے جا سکتا نہین تا سرِ دیوار چمن — دامِ صیاد سے چھوٹا بھی تو مین کیا چھوٹا

بازارِ محبت مین نہ دل بیچ تو اپنا — بک جاتا ہے ساتھ اُسکے ظفر بیچنے والا
ہزار طرح سے کھولا وہ دلربا نہ کھُلا — ہمین نہ کھلنے کا کچھ اُسکے مدعا نہ کھُلا

بتون کی ہے وہ آشنائی کا دھندا ۶ — کہ ہے جسمین ساری خدائی کا دھندا

پہلے تو ہم کو تری عشوہ گری نے مارا — اور اگر اُس سے بچے کم نظری نے مارا

ہم اپنے کنج غم مین نالہ و فریاد کرتے ہین — ہمین کیا گر چمن مین چہچہا ہے عندلیبون کا
مصور جبکہ اُسکی صورتِ مقبول کھینچے گا — نہین کھنچنے کی زلف اور ایک قصہ طول کھینچے گا

کر نہ شکوہ کہ مجھے یہ نہ دیا وہ نہ دیا — شکر کر تو کہ دیا ہے تجھے انسان بنا

اگر سمجھتا ہے بیہودہ گو ہمین ناصح — تو ہمکلام وہ کیون بے شعور ہم سے ہوا
مری نگہ نے مرا راز کہہ دیا اُس سے — بلا سے گر نہ کہا مین نے مدعا نہ کہا

پاؤن آرام سے پھیلائے اُسی نے اپنے — ہاتھ دنیا سے ظفر جس نے یہان کھینچ لیا

ہم صورت اُسکو اپنے جو آئے کئی نظر — حیران ہو کے آئینہ خانے سے اُٹھ گیا

دنیا مین بلا سے اگر آرام نہ پایا ۷ — ہم نے یہی پایا کہ بُرا نام نہ پایا
چڑھا کے تیوری اُٹھے ظفر وہ میرے پہلو سے — خدا جانے کہ بیٹھے بیٹھے اُنکے دل مین کیا آیا
دل کا کچھ کام نہ تجھ سے بُتِ پرفن نکلا — دوست جانا تھا تجھے جان کا دشمن نکلا

ہزار نخلِ خزان دیدہ پر بہار آئی　　نہ اپنا شیب سے پھر عالمِ شباب آیا

بیان کیجے اگر احوال اپنی شامِ غربت کا　　گریبان تا بدامن چاک ہو صبحِ قیامت کا

کام عاشق کا تو مر جانا ہے　　آپ کچھ اسکا نہ غم کیجیے گا

سرنامہ میرے نام کا اور خطِ رقیب کا　　ظالم ترے ستم کے ہین عنوان عجب عجب

بل بے تاثیر تری عشق کہ دیکھا ہم نے　　شمع خاکستر پروانہ پہ گریان تھی رات

غافلو کرتے ہو تم فکر کی تدبیر عبث　　فکر و تدبیر سے ہی چارۂ تقدیر عبث

فکر کردان کی ہمیشہ تجھے رہتا ہی جہان　　یان مکان کرتا ہی کس واسطے تعمیر عبث

وہی پیش آئے گا لکھا جو ہے پیشانی مین　　نامہ کرتے ہو ظفر تم اُسے تحریر عبث

نالون سے میرے آب ہوئے سنگ بارہا　　اُس سنگدل کا دل نہ پسیجا کسی طرح

سمجھایا تو نے ہم کو تو سو طرح ناصحا　　لیکن ہمارا دل نہین سمجھا کسی طرح

بے طرح دامِ زلفِ بتان مین ہی دل اسیر　　چھوٹے یہ اس بلا سے خدایا کسی طرح

ٹوٹے ہزار خارِ غم و نشترِ الم　　پھوٹا نہ میرے دل کا پھپھولا کسی طرح

قدر اے عشق رہے گی تری کیا میرے بعد　　کہ تجھے کوئی نہین پوچھنے کا میرے بعد

خارِ صحرائے جنون یون ہی اگر تیز رہے　　کوئی آئے گا نہین آبلہ پا میرے بعد

بٹھا کے غیر کو قائم نہ کر فساد کی جڑ　　نکال اسکو کہ ہے یہ لب شہ فساد کی جڑ

جو خط کے لکھنے مین برپا ہون سو طرح کی فساد　　تو ٹھہری شاخِ قلم سر بسر فساد کی جڑ

اکھاڑ نخلِ طمع کو کہ باغِ عالم مین　　رکھے ہی یہ شجرِ بے ثمر فساد کی جڑ

ظفر جہان مین نہ ہو کوئی مفسدہ پرداز　　ہنوز مین و زن و زر اگر فساد کی جڑ

خاطر سے ہم ہین آپ کے سنتا کلام تیز　　ورنہ زبان تو رکھتا ہی یہ بھی غلام تیز

تار رونے کا جو باندھا تو نہ توڑا ہم نے　　ہم سے ہر چند وہ کہتے رہے ہنس ہنس اچھی بس

ای ظفر صاحب غرض سے بھاگتے ہین لوگ دور　　اس زمانے مین کہین جاؤ تو جاؤ بے غرض

ناصح نے کہا مجھ سے کہ کر آہ و فغان ضبط — نادان یہ نہ سمجھا کہ محبت مین کہان ضبط
لیکا مجھے بوسے کا انھین عادتِ دشنام — کیا سخت ہی مشکل کہ نہ یان ضبط نہ وان ضبط
رو رو کے نہ کہہ حال کہ رکتا ہی وہ دل مین — کر گریہ کو تو اپنے ظفر وقتِ بیان ضبط

خط مین لکھی ہی ظفر جسکی شکایت ہم نے — ہاے پڑھوانا اُسی سے وہ ہمارا ہی خط
ابھی بھیجے نہ پارا پارا خط — دیکھ تو لیجے ہمیرا سارا خط
خط نہ لکھنے کا اگر شکوہ کردن مین ای ظفر — کہتے ہین وہ کیون لکھین ہم ایسے آوارہ کو خط

اشک تو اتنا بہاتی ہی ولیکن تیرا — سوزِ دل کم نہین ہوتا کسی عنوان ہی شمع
اے ظفر اشکِ ندامت مین نہ ڈوبی کیونکر — کہ جلا کر دلِ پروانہ پشیمان ہے شمع

جو پائی بزم مین ساقی تری جگہ خالی — بھر آیا دیکھ کے دل ساغر و سبو کی طرف

ہی وہ دل ہی تمھارے تم اگر ڈھونڈھو اُسے — پھرتے ہو ناحق بھٹکتے ای ظفر چارون طرف

بھلے دلون مین فرق ہی اُنکی زبان مین فرق — مطلب مین اُنکے فرق ہی اُنکے بیان مین فرق
ہین خاکسار اور فلک پر ترا دماغ — ہے مجھ مین تجھ مین جیسے زمین آسمان کا فرق

نہین ہی درد مجھے اور کچھ سواے فراق — طبیب تجھ سے اگر ہو تو کر دواے فراق

عرق مین ہی گلِ رخسار کے گلاب کا میل — شمیمِ زلف مین ہی بوے مشکناب کا میل
ہمارا میل ہو کیا اُس سے جسکی باتون مین — کبھی ہو لطف کا میل اور کبھی عتاب کا میل
نہ کوہکن سے ملے دل مرا نہ مجنون سے — نہین کسی سے بھی اس خانہ خراب کا میل

کب تمھارا شکوہ جور و ستم کرتے ہین ہم — اور کرتے ہم تو کہد تیکہ ہان کرتے ہین ہم

دوست اپنے کچھ نہ کچھ آ کر خبر دیتے تو ہین — وان کی باتون سے ہمین آگاہ کر دیتے تو ہین
دیکھیے کیا پیش آتا ہی لکھا تقدیر کا — لکھ کے ہم نامہ تجھے ای نامہ بر دیتے تو ہین
یاد رکھنا ایک دن بوسہ بھی دے ہی لینگے ہم — آپ ہمکو گالیان ہر بات پر دیتے تو ہین
اے خدنگِ یار کیون سینے سے نکلا جاے ہی — ہم ترے رہنے کو اپنے دل مین گھر دیتے تو ہین

ہم کو ڈر ہے کے دل وہ جان کا خواہان ہی ہو ۱۰ آپ اُس بے مہر کو دل ای ظفر دیتے تو ہین

تھا فضاے قدس مین اب قالبِ آدم مین ہون چھٹ گیا مجھسے وہ عالم اور ہی عالم مین ہون

اُس بلا سے دیکھیے کیونکر رہائی ہو نصیب مین اسیر اُسکی کمندِ گیسوے پُر خم مین ہون

نالہ نے کی طرح سے اپنی ہستی کا ہے مجھے کیا بھروسا ہو کہ اک دم مین نہین اک دم مین ہون

کام ہے رونے سے مجکو رات دن مانندِ شمع نفٹ خواہ بزمِ عیش مین ہون خواہ بزمِ غم مین ہون

کرتا ہون جب چارہ زخمِ دل اپنا ای ظفر ۱۱ مین ملاتا مشک الماس و نمک مرہم مین ہون

پیرِ عشق جنون کو کیا غرض ہی خضر سے راہ اُنکی اور ہی اور اُنکے رہبر اور ہین

جو ہی دل مین وہ ہی مُنھ پر لاتے ہین آئینہ وار ہم نہین ہین وہ کہ دل مین اور مُنھ پر اور ہین

ہم قناعت کو تری دولت سمجھتے ہین ظفر ڈھونڈھتے جو زر کو ہین وہ طالبِ زر اور ہین

قتل کرتی ہین مجھے اُسکی رسیلی آنکھین رہتی ہین خون سے مرے رو زِ رنگیلی آنکھین

شدتِ گریہ سے کس وقت جدائی مین تری آستین کو نہین رکھتی مری گیلی آنکھین

ساقی مری توبہ کے ٹھہرانے کے نہین پاؤن گر جھومتا آئے گا سحاب ایسے مزے مین

پوچھو نہ یہ تم بوسے لیے کتنے مزے مین رہتا ہی کسے یاد حساب ایسے مزے مین

حال دیوانون کا اپنے پوچھ خارِ دشت سے یعنے افسانے اُسے نوکِ زبان ہتھون کے ہین

اے ظفر جو کچھ کیے ہم نے زبردستی مین کام اُنکے بدلے مل رہے ہین زیردستی مین ہمین

وہ دل لیکر نہ دے تو کیا کرون ای ہمنشین بتلا ہمنت لون کہ اُس سے چھین کر لون کسطرح سے لون

کرتا وہ بیچارہ کیا تدبیر سے چارہ نہین پر کرے کیا چارہ گر تقدیر سے چارہ نہین

وہ گالیان ہی سُناتا ہی اسے ظفر لیکن مجھے خوش آتی ہین اُس بدزبان کی باتین

لاکھون انداز ہین کس کس کو ہم اُنسے پوچھین تمکو یہ کس نے سکھایا؟ اسے کیا کہتے ہین؟

ہم اپنا رازِ دل ظاہر کب ای بیباک کرتے ہین ۱۲ ہمین رسوا ہمارے دیدۂ نمناک کرتے ہین

مین کبھی تو دیکھون کہ تمکو کسطرح آتی ہی نیند ۱۳ اک ذرا میری مصیبت کی کہانی سُن تو لو

نہ پردہ درِ پردہ نشین پکڑ کر بیٹھ ۔ جو بیٹھنا ہی تو اے دل زمین پکڑ کر بیٹھ

گلشن مین جب ادا سے وہ رنگین ادا ہنسے ۔ غنچہ کا منھ ہی کیا کہ جو پھر اے صبا ہنسے؟

یہ کیا ستم ہی ہم تو کہین اپنا حالِ دل ۔ اور رو کے تیرے سامنے تو بیوفا ہنسے

ہنستا ہی تیغِ یار سے اس طرح میرا زخم ۔ ۱۴ جس طرح آشنا سے کوئی آشنا ہنسے

جو دل گرفتہ غنچۂ تصویر ہو ظفر ۔ پھر اُسکو کیا ہنسائے کوئی اور وہ کیا ہنسے

کہان ہی اپنا وہ عالم، کہین اُٹھے کہین بیٹھے ۔ ہوئی ہی اب تو یہ حالت جہان بیٹھے وہین بیٹھے

ارادہ تھا کہ اُنسے آج اپنا حالِ دل کہیے ۔ یہ دیکھو خوب ہے قسمت کہ ہین وہ خشمگین بیٹھے

اُٹھائے دو جہان سے ہاتھ جو تیری محبت مین ۔ ترے دربردہ اے غارتگرِ دنیا و دین بیٹھے

ہمارا نام تو ہی اے ظفر مشہور عالم مین ۔ اگرچہ ہم ہین اپنے گھر مین مانندِ نگین بیٹھے

عجب روش سے اُنھین ہم لگی لگا کے ہنسے ۔ کہ گل تمام گلستان مین کھلکھلا کے ہنسے

ہنسا جو سامنے اُس غیرتِ چمن کے گل ۔ تو چٹکیون مین اُسے غنچے سب اُڑا کے ہنسے

غم و الم میرا اُنکی خوشی کا باعث ہے ۔ کہ جب ہنسے وہ مجھے خوب سا رُلا کے ہنسے

نکالا چارہ گرون نے جو ذکر مرہم کا ۔ تو خوب زخمِ جگر میرے لہلہا کے ہنسے

جب وصلِ دلربا کی تدبیرین کے بگڑی ۔ ۱۵ ہم سمجھے اپنے دل مین تقدیرین کے بگڑی

دیکھو بگاڑ اپنی قسمت کا اُنکے آگے ۔ سو بار باتِ وقتِ تقریرین کے بگڑی

جسوقت زلف لیلی بکھری ظفر سنور کر ۔ مجنون کے واسطے اک زنجیرین کے بگڑی

جلوۂ حق یون نمایان صورتِ انسان مین ہی ۔ نورِ خورشیدِ فلک جیسے مہِ تابان مین ہی

تیری پاسِ آبرو سے روکتا ہون اپنا اشک ۔ ورنہ اک دریا بھرا اس دیدۂ گریان مین ہی

تیرے شیدائی کا ای گل باعث دیوانگی ۔ جو گلستان مین ہی عالم وہ ہی خارستان مین ہی

مجھے بتاؤ مرا کیا گناہ، کیا تقصیر؟ ۔ جو مجھ پہ کھینچ کے تم خنجرِ ستم دوڑے

کرون جو نامۂ شوق اُسکو مین رقم اپنا ۔ تو خود بخود ہو سیاہی روان قلم دوڑے

سمجھ نہ اشک کو لڑکا کہ یہ وہ آفت ہی   لگا کے آگ جو پانی کو چشم نم دوڑے

خرد ہی پہ تکیہ نہ بالکل کرے ۱۶ خدا پہ بھی انسان توکل کرے

وہ ہو روبرو اور نہ دیکھوں اُسے   یہ دل میرا کیونکر تامل کرے

ہے جو مدت مین کبھی وصل کی صورت بنتی   تو گھڑی بھر مرے اُنکے نہین صحبت بنتی

عقل راہِ عشق مین ہمراہ تو میرے نہ ہو ۱۷ راہ لے اپنی کہ تجھ سے رہنمائی ہو چکی

چمن مین نغمۂ بلبل کو سُنکر وہ لگے کہنے   لگے آگ اس چمن کو میرا گھبراتا ہی جی غل سے

پیدا ہوئے ہین شادی و غم باہم اے ظفر ۱۸ خندان اگر ہے برق تو ابر اشکبار رہی

عزیزو، گور مین کیا دل کا داغ جلتا ہی ۱۹ اندھیرے گھر مین ہمارا چراغ جلتا ہی

انتخاب
از
کلامِ
عمرِ خیّام
رباعیاتِ
نشتر ٢٧

عمر خیّام

غیاث الدین ابو الفتح نام - عمر تخلص - نیشا پور مولد - باپ کا نام ابراہیم خیام - پیشہ خیمہ دوزی - اگر ابراہیم محض خیمہ دوز تھا تو ایک معمولی شخص تھا اور اگر خیمہ کی تجارت کرتا تھا اور ظاہر قیاس بھی یہی چاہتا ہے تو ایک بڑا تاجر تھا جو شاہی ضرورتون مین خیمہ مہیا کرتا تھا -
سلجوقیون کے عہد مین نیشا پور رشکِ بغداد تھا - مدینہ کے بعد دمشق اور دمشق کے بعد بغداد - اور بعد بغداد کے غزنی اور پھر نیشا پور وسط ایشیا مین مصر افریقہ مین - قرطبہ قسطنطنیہ غرناطہ یورپ مین - دہلی ہندوستان مین اسلامی دار السلطنتین قرار پائین - اخیر پانچوین صدی مین سلجوقیون کے عہد مین نیشا پور کمالِ عروج پر تھا -

نظام الملک طوسی اور حسن صباح اور عمر خیام نے ایک ساتھ بغداد مین تعلیم پائی تھی الب ارسلان کی وزارت جب نظام الملک کو ملی تو عمر خیام کو سرچشمۂ فیض حاصل ہوا - لیکن عمر نے صرف وظیفہ خواری پر قناعت کی - ملکی معاملات سے عمر کو دلچسپی نہ تھی - علم ہیئت مین اسکو بہت بڑا ملکہ تھا اور حکیم وقت خیال کیا جاتا تھا - بعد ازان سلطنت سلجوقی کے جب ٹکڑے ہوئے تو سلجوقیانِ عراقِ عرب کے دربار مین اسے پادشاہ کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کی عزت ملی اور شاہی منجم کی جگہ اسے مرو مین عطا ہوئی - اسنے ایرانی جنتری مین بکار آمد تبدیلیان کین اسکا جبر و مقابلہ (الجبرا) صدیون تک مقبول رہا - یونانی زبان پر ایسی دستگاہ تھی کہ اس زبان مین لوگ دور دور سے علوم سیکھنے کے لیے اسکے پاس آتے تھے -

فارسی زبان کا نہایت مقبول شاعر یہ خیال کیا جاتا ہے اسکی رباعیان یکجا شایع کی گئین اور یورپ کی زبانون مین اسکے ترجمے ہوئے اسی مجموعہ رباعیات سے جو ہندوستان مین شایع ہوا ہے کچھ کلام انتخاب کیا گیا ہے ۵۰۹ھ سے عراق عرب کے سلجوقیون کا عہد شروع ہوتا ہے اور یہی زمانہ عمر خیام کے عروج کا ہے سال وفات غالباً ۵۱۷ھ ہے

رباعیات

غافل بچه امید درین شومِ سرا بر دولتِ او دل بنه از بهرِ خدا
هرگاه که خواهد کشیند از پا گیرد اجلش دست که بالا بیا

ای دل ز زمانه رسمِ احسان مطلب وز گردشِ دوران سر و سامان مطلب
درمان طلبیِ دردِ تو افزون گردد با درد بساز و هیچ درمان مطلب

بابط میگفت ماهیی در تب و تاب باشد که بجوی رفته باز آید آب
بط گفت چو من و تو گشتیم کباب بود از پسِ مرگِ من چه دریا چه سراب

چون نیست بهر چه هست جز باد بدست چون نیست بهر چه هست نقصان و شکست
پندار که هر چه هست در عالم نیست انکار که هر چه نیست در عالم هست

می خوردن و شاد بودن آئینِ منست فارغ بودن ز کفر و دین دینِ منست
گفتم بعروسِ دهر کابینِ تو چیست؟ گفتا دلِ خرمِ تو کابینِ منست

اسرارِ جهان چنانکه در دفترِ ماست گفتن نتوان زانکه وبالِ سرِ ماست
چون نیست درین مردمِ نادان اهلی نتوان گفتن هر آنچه در خاطرِ ماست

آن به که درین زمانه کم گیری دوست با اهلِ زمانه صحبت از دور نکوست
آنکس که بجملگی ترا تکیه بدوست چون چشمِ خرد باز کنی دشمنت اوست

ای آمده از عالمِ روحانی تفت حیران شده در پنج و چهار و شش و هفت
می خور چو ندانی ز کجا آمده خوش باش ندانی بکجا خواهی رفت

خیام که خیمه های حکمت میدوخت در کورهٔ غم فتاد و ناگاه بسوخت
مقراضِ اجل طنابِ عمرش چو برید دلالِ قضا برایگانش بفروخت

یک هفته شراب خورده باشی پیوست هان تا نه نهی تو روزِ آدینه ز دست

رندیم ما شنبه و آدینه یکیست — جبار پرست باش نه روز پرست

ساقی قدحی که کارِ عالم نفسیست — گر شادی از و یک نفس آن نیز بسیست

خوش باش ز هر چه پیش آید ز جهان — ۲ هرگز نشود چنانکه دل خواهِ کسیست

می میخورم و مخالفان از چپ و راست — گویند مخور باده که دین را اعداست

چون دانستم که می عدوی دین ست — واللہ بخورم خونِ عدو را که رواست

دورانِ جهان بی می و ساقی هیچ ست — بی زمزمهٔ نای عراقی هیچ ست

هر چند در احوالِ جهان می نگرم — حاصل همه عشرت ست و باقی هیچ ست

شادی مطلب که حاصلِ عمر دمی ست — هر ذره ز خاکِ کیقبادی و جمی ست

احوالِ جهان و اصلِ این عمر که هست — ۳ خوابی و خیالی و فریبی و دمی ست

این کهنه رباط را که عالم نام ست — آرامگهِ ابلقِ صبح و شام است

بزمی ست که وا ماندهٔ صد جمشید است — ۴ قصریست که تکیه گاهِ صد بهرام ست

من بندهٔ عاصیم رضای تو کجاست؟ — تاریک دلم نورِ صفای تو کجاست؟

ما را تو بهشت گر بطاعت بخشی — این بیع بود لطف و عطای تو کجاست؟

هر دل که در و مایهٔ تجرید کم ست — بیچاره همه عمر ندیم ندم ست

جز خاطرِ فارغ که نشاطی دارد؟ — ۵ باقی همه هر چه هست اسبابِ غم ست

قدرِ گل و مل باده پرستان دانند — نی تنگدلان و تنگدستان دانند

از بیخبری بی خبری معذوری — ۶ ذوقیست درین باده که مستان دانند

ز آوردنِ من نبود گردون را سود — وز بردنِ من جاه و جلالش نفزود

در هیچ کسی نیز دو گوشم نشنید — کاوردن و بردنِ من از بهر چه بود؟

آنها که کهن شدند آنها که نوند — هر یک بمرادِ خویش یک یک بدوند

این سفله جهان بکس نماند جاوید — رفتند و روند و دیگر آیند و روند

این چرخ جفا پیشه دغا بنیاد　　هرگز گرهٔ بستهٔ کس را نگشاد
هر جا که یکے دید که داغے دارد　　داغے دگرش بر سر آن داغ نهاد

غافل غم و اندیشهٔ لاشے نخورد　　جز جام لبالب و پیاپے نخورد
غم در دل و باده در صراحی باشد　　۷ خاکش بر سر آنکه غم خورد مے نخورد

تا بود دلم ز عشق محروم نشد　　کم بود ز اسرار که محروم نشد
اکنون که همی بنگرم از روے خرد　　معلومم شد که هیچ معلوم نشد

در دهر هر آنکه نیم نانے دارد　　از بهر نشست آشیانے دارد
نه خادم کس بود نه مخدوم کسے　　۸ گو شاد بزی که خوش جهانے دارد

زان پیش که بر سر تو شبخون آرند　　فرماے که تا بادهٔ گلگون آرند
تو زر نه اے غافل نادان که ترا　　۹ در خاک نهند و باز بیرون آرند

قومے ز گزاف در غرور افتادند　　قومے ز پے حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پرده ها بر دارند　　کز کوے تو دور دور دور افتادند

گویند بهشت حور عین خواهد بود　　وانجا مے ناب و انگبین خواهد بود
گر ما مے و معشوق پرستیم رواست　　چون عاقبت کار همی خواهد بود

آنروز که توسن فلک زین کردند　　آرایش مشتری و پروین کردند
این بود نصیب ما ز دیوان قضا　　ما را چه گنه قسمت ما این کردند،

گویند بهشت و حوض کوثر باشد　　وانجا مے ناب و شهد و شکر باشد
پر کن قدح باده و بر دستم نه　　نقدے ز هزار نسیه خوشتر باشد

آنها که جهان زیر قدم فرسودند　　و اندر طلبش هر دو جهان پیمودند،
آگاه نمی شوم که ایشان شب و روز　　زین حال چنانکه هست آگه بودند

تا خاک صراحی بلب آمیخته اند　　بس فتنه که از خاک بر انگیخته اند

من بهتر ازین نمیتوانم بودن ۱۰ کز بوته مرا چنین برون ریخته اند

افسوس که سرمایه زکف بیرون شد   در دستِ اجل بسے جگرها خون شد

کس نامد زان جهان که تا پرسم ازو ۱۱ کاحوالِ مسافرانِ عالم چون شد؟

با یار چو آرمیده باشی همه عمر   خوابے باشد که دیده باشی همه عمر

هم آخرِ عمر رحلتت باید کرد   لذاتِ جهان چشیده باشی همه عمر

دی کوزه گرے بدیدم اندر بازار   بر پاره گلے لگد همے زد بسیار

وان گل بزبانِ حال با وی میگفت   من همچو تو بوده ام مرا نیکو دار

چون حاصلِ آدمی درین جائے دو در   جز دردِ دل و دادنِ جان نیست دگر

خرم دل آنکه یک نفس زنده نبود ۱۲ واسوده کسے که خود نزاد از مادر

گر باده خوری تو با خردمندان خور   یا با صنمِ لاله رخ خندان خور

بسیار مخور و رد مکن فاش مساز ۱۳ اندک خور و گاه خور و پنهان خور

با مردمِ پاک اصل و عاقل آمیز   وز نا اهلان هزار فرسنگ گریز

گر زهر دهد ترا خردمند بنوش ۱۴ ور نوش رسد ز دستِ نا اهل بریز

از حادثهٔ زمانهٔ آینده مپرس   وز هر چه رسد چو نیست پاینده مپرس

این یکدمِ نقد را غنیمت میدان   از رفته میندیش وز آینده مپرس

غم چند خوری زکارِ نا آمده پیش   رنج است نصیبِ مردمِ دور اندیش

خوش باش و جهان تنگ مکن بر دلِ خویش ۱۵ کز خوردنِ غم قضا نگردد کم و بیش

خیام زمانه از کسے دارد ننگ   کو در غمِ ایام نشیند دلتنگ

مے خور تو در آبگینه با نالهٔ چنگ ۱۶ زان پیش که آبگینه آید بر سنگ

ایزد چو نخواست آنچه من خواسته ام   کے گردد راست آنچه من خواسته ام

گر جمله صواب است که او خواسته نیست ۱۷ پس جمله خطا است آنچه من خواسته ام

گویند مرا که می پرستم هستم — گویند مرا عارف و مستم هستم
در ظاهر من نگاه بسیار مکن — کاندر باطن چنانکه هستم هستم

تا دست باتفاق برهم بزنیم — پاے ز نشاط بر سر غم بزنیم
خیزیم و دمے زنیم پیش از دم صبح — کین صبح بسے دمد که ما دم نزنیم

ما خرقۂ زهد بر سر خم کردیم — وز خاک خرابات تیمم کردیم
باشد که درون میکده ها دریابیم ۱۸ عمرے که درین مدرسه ها گم کردیم

چون حاصل آدمی درین شورستان — جز خوردن غصه نیست یا کندن جان
خرم دل آنکه زین جهان زود برفت ۱۹ واسوده کسیکه خود نیامد بجهان

آن قصر که بر چرخ همی زد پهلو — بر درگه او شهان نهادندے رو
دیدیم که بر کنگره اش فاخته ۲۰ بنشسته همی گفت که کوکو کوکو

چون باده خوری ز عقل بیگانه مشو — مدهوش مباش و جهل را خانه مشو
خواهی که مے لعل حلالت باشد — آزار کسے مجوے و دیوانه مشو

این چرخ فلک بهر هلاک من و تو — قصدے دارد بجان پاک من و تو
بر سبزه نشین پیاله کش دیر نماند — تا سبزه برون دمد ز خاک من و تو

ماییم خریدار مے کهنه و نو ۲۱ وانگاه فروشندۂ جنت بدو جو
گفتی ز پس مرگ کجا خواهی رفت — مے پیش من آر و هر کجا خواهی رو

ناکرده گناه در جهان کیست بگو؟ — آنکس که گنه نکرد چون زیست بگو؟
من بد کنم و تو بد مکافات دهی ۲۲ پس فرق میان من و تو چیست بگو؟

نقشیست که بر وجود ما ریخته — صد بوالعجبی ز ما برانگیخته
من زان بهتر ازین نمیتوانم بودن ۲۳ کز بوته مرا چنین فرو ریخته

غره چه شوی بمسکن و کاشانه — بر عمر که هست حاصلش افسانه

همخوابهٔ بادی و تو افروزی شمع ٢٤ بر رهگذر سیل چه سازی خانه
پیری دیدم بخواب مستی خفته — دز گرد شعور خانهٔ تن رفته
می خورده و مست خفته و آشفته — الله لطیف بعباده گفته

اے بے خبر از کار جہان ہیچ نہ — بنیاد شده باد دست ازان ہیچ نہ
شد حدِ وجود در میان دو عدم — اطراف بود تو در میان ہیچ نہ

ما عاشق و رند و مے پرستیم ہمہ — در کوے خرابات نشستیم ہمہ
بگذشت ز قبح و حسن و از وہم و خیال — از ما مطلب ہوش کہ مستیم ہمہ

ابریق مے مرا شکستی ربی — بر من در عیش را ببستی ربی
بر خاک فگندی مے گلگون مرا ٣٥ من مست نیم مگر تو مستی ربی

خواہی کہ پسندیدہ انام شوی — مقبول و قبول خاصہ عام شوی
اندر پے مومن و جہود و ترسا ٣٦ بد گوے مباش تا نکونام شوی

تا کے ز غم زمانہ محزون باشی — با چشم پر آب و دل پر خون باشی
مے نوش و بہ عیش خوشدل میباش — زان پیش کزین دائرہ بیرون باشی

ہر چند ز دستِ دہر غمکش باشی — ور ز جور و جفاے چرخ ناخوش باشی
زنہار ز دستِ ناکسان آبِ زلال ٣٧ بر لب مچکان اگر در آتش باشی

انتخاب

از

کلامِ غالب

دیوانِ غالب اردو

کلیاتِ اسد اللہ خان غالب فارسی

۱۰۵ نشتر

غالب

میرزا اسد اللہ خان نام - میرزا نوشہ معروف - فارسی مین تخلص اسد اور اردو مین غالب
آگرہ مولد - دلی مسکن و مدفن - سال وفات ۱۲۸۵ھ ہجری -

حق یہ ہے کہ تمام شعراے ماضی و حال و مستقبل پر یہ غالب خیال کیے گئے - انکی خصوصیات سے یہ ہے کہ دونون زبان مین انکو پورا ملکہ تھا - فارسی کلام مین شعراے فارس پر باوجودیکہ انکی زبان مادری فارسی نہ تھی گوے سبقت لے گئے اور زبان اردو کا تو ایک طور پر انکو موجد کہنا چاہیے - انسے پہلے میر و سودا اور انکے ہمعصر ذوق نامی شاعر تھے - اور پھر انکے بعد انیس و میر امیر مینائی اور داغ یہ سب چوٹی کے شاعر ہوئے - انمین سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیجاتی ہے تو وہ محض ایک فوری حالت ہوتی ہے ہر ایک کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی پر شاعری ختم ہوگئی اور قول فیصل یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک بجاے خود استاد ہے ع ہر گلے را رنگ و بوے دیگر ست - گلاب کا پھول سونگھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ باغ بھر مین یہی ایک پھول ہے اسکے بعد چنبیلی سونگھیے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ اسکی خوشگواری سب پر بالا ہے جوہی کہتی ہے کہ جو بھینی بھینی خوشبو مجھ مین ہے وہ نازک دماغون کی روح کی جان ہے بیلا جب شام کو سبز پتیون سے غنچہ کی صورت مین اپنا منھ نکالتا ہے تو اسکی دلآویزی کچھ اور ہی لطف دکھاتی ہے اور ہار سنگھار جب گلے مین پڑتا ہے تو بے اختیار منھ سے نکلتا ہے کہ یہ پھولون کا بادشاہ ہے مولسری کامنی اور چنپا جب اپنی اپنی بو دور سے سونگھاتے ہین تو کہنا پڑتا ہے کہ باغ مین اگر یہ پھول نہ ہون تو باغ کا لطف نہین اسی طرح شعراے نامی کے کلام جب پڑھیے تو ہر ایک بجاے خود سب سے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ محض خداداد بات ہے عقل کو اسمین دخل نہین غالب کا کلام ہر وقت غالب سمجھا جاتا ہے - جو عام پسندیدگی اسکے ساتھ وابستہ ہے دوسرے کے ساتھ نہین ہے -

غالب کی خصوصیات سے یہ ہے کہ یہ شیخوار تھا دوسرے شعراے اسلام ہی کے بیانات محض سنی سنائی افواہون پر مبنی کرتے تھے اور خود کبھی کیفیت سنی بھی ہو تو العجب عند اللہ -

غزلیات وابیات

بزمِ شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا — رکھیو یارب یہ درِ گنجینۂ گوہر کھلا

گو نہ سمجھون اُسکی باتین گو نہ پاؤن اُسکا بھید — پر یہ کیا کم ہو کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا؟

در پہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا ۱ — جتنے عرصہ مین مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

کیا رہون غربت مین خوش جب ہو حوادث کا یہ حال — نامہ لاتا ہو وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

اُسکی امت مین ہون مین میرے رہین کیون کار بند؟ — واسطے جس شہ کے **غالب** گنبدِ بے در کھلا

شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا — شعلۂ جوالہ ہر اک حلقۂ گرداب تھا

وان کرم کو عذرِ بارش تھا عنانگیرِ خرام ۲ — گریہ سے یان پنبۂ بالش کفِ سیلاب تھا

وان خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال — یان ہجومِ اشک مین تارِ نگہ نایاب تھا

جلوۂ گل نے کیا تھا وان چراغان آب جو — یان رواں مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا

مین نے روکا رات **غالب** کو وگرنہ دیکھتے — اُسکے سیلِ گریہ مین گردون کفِ سیلاب تھا

بسکہ دشوار ہو ہر کام کا آسان ہونا — آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا

گریہ چاہے ہو خرابی مرے کاشانے کی — در و دیوار سے ٹپکے ہو بیابان ہونا

عشرتِ قتل گہِ اہلِ تمنا مت پوچھ — عیدِ نظارہ ہو شمشیر کا عریان ہونا

کی مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ — ہاے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

حیف اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت **غالب** ۳ — جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

دوست غمخواری مین میری سعی فرمائینگے کیا؟ ۴ — زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائینگے کیا؟

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک؟ ۵ — ہم کہین گے حالِ دل اور آپ فرمائینگے کیا؟

حضرتِ ناصح گر آئین دیدہ و دل فرشِ راہ — پر کوئی اتنا تو سمجھا دے کہ سمجھائینگے کیا؟

آج وان تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہون مین — عذر میرے قتل کرنے مین وہ اب لائینگے کیا؟

گر کیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یون سہی — یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا؟
ہو اب اس حمورہ مین تجا غمِ الفت اسد — ہم نے یہ مانا کہ دلّی مین رہین کھائینگے کیا؟

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا — اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا
ترے وعدہ پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا — کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیمکش کو — یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
یہ کہانکی دوستی ہو کہ بنے ہین دوست ناصح — کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا
غم اگرچہ جان گسل ہو یہ کہان بچین کہ دل ہو — غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا
کہون کس سے مین کہ کیا ہو شبِ غم بری بلا ہو — مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا
ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیون نہ غرقِ دریا — نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہین مزار ہوتا
یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالب — تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

درخورِ قہر و غضب جب کوئی ہمسا نہ ہوا — پھر غلط کیا ہو؟ کہ ہمسا کوئی پیدا نہ ہوا
سینے کا داغ ہو وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا — خاک کا رزق ہو وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا
نام کا میرے ہو جو دکھ کہ کسی کو نہ ملا — کام مین میرے ہو جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا
تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑینگے پرزے — دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

دردِ منت کشِ دوا نہ ہوا ۸ — مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو — اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا
ہم کہان قسمت آزمانے جائین — تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا
کتنے شیرین ہین تیرے لب کہ رقیب — گالیان کھا کے بے مزا نہ ہوا
ہے خبر گرم انکے آنے کی ۹ — آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا
جان دی دی ہوئی اسی کی تھی — حق تو یہ ہو کہ حق ادا نہ ہوا
کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہین — آج غالب غزل سرا نہ ہوا

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا
دل جگر تشنۂ فریاد آیا

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

زندگی یون بھی گذر ہی جاتی
کیون ترا راہگذر یاد آیا

کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی
گھر ترا خلد مین گر یاد آیا

مین نے مجنون پہ لڑکپن مین اسد
سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا
آپ آتے تھے مگر کوئی عنان گیر بھی تھا

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتہ بتلا دون
کبھی فتراک مین تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

پیشہ مین عیب نہین رکھیے نہ فرہاد کو نام
ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوان میر بھی تھا

ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی
آخر اُس شوخ کے ترکش مین کوئی تیر بھی تھا؟

پکڑے جاتے ہین فرشتون کے لکھے پر ناحق
۱۰ آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا؟

ریختی کے تمھین اُستاد نہین ہو غالب
کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہین رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

جاتا ہون داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے
ہون شمعِ کشتہ، درخورِ محفل نہین رہا

مرنے کی اے دل، اور ہی تدبیر کر کہ مین
شایانِ دست و بازوے قاتل نہین رہا

بیدادِ عشق سے نہین ڈرتا مگر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

ذکر اُس پری وش کا، اور پھر بیان اپنا
۱۱ بن گیا رقیب آخر، جو تھا رازدان اپنا

دردِ دل لکھون کب تک؟ جاؤن اُنکو دکھلادون
اُنگلیان فگار اپنی، خامہ خونچکان اپنا

گھستے گھستے مِٹ جاتا آپ نے عبث بدلا
ننگِ سجدہ سے میرے، سنگِ آستان اپنا

تا کرے نہ غمازی، کرلیا ہے دشمن کو
دوست کی شکایت مین ہم نے ہمزبان اپنا

ہم کہان کے دانا تھے، کس ہنر مین یکتا تھے؟
بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا

عشرتِ قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا
۱۲ درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال ۱۳ ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب — چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہو جانا

لے تو لون سوتے مین اُسکے پاؤن کا بوسہ مگر — ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہو جائیگا

دل کو ہم صرفِ وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا؟ — یعنے یہ پہلے ہی نذرِ امتحان ہو جائیگا

وائے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہ ہو ۱۴ اب تلک تو یہ توقع ہے کہ وان ہو جائیگا

فائدہ کیا؟ سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسد — دوستی نادان کی ہے جی کا زیان ہو جائیگا

یہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخِ مکتوب — مگر ستمزدہ ہون ذوقِ خامہ فرسا کا

غمِ فراق مین تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو — مجھے دماغ نہین خندہ ہائے بیجا کا

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے — صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے — اُسکی خطا نہین ہے یہ میرا قصور تھا

دل مین ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہین ۱۵ آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل — جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

یہ لاشِ بے کفن اسدِ خستہ جان کی ہے ۱۶ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹون — وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

اُگا ہے گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر ۱۷ مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دربان کا

صرفہ ہے ضبطِ آہ مین میرا وگرنہ مین — طعمہ ہون ایک ہی نفسِ جانگداز کا

کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب — دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا

نے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے — کہ حسرت سنج ہون عرضِ ستمہائے جدائی کا

درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون — جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے — وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یون ہوتا تو کیا ہوتا

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا — اورون پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا

سرمۂ مفتِ نظر ہون مری قیمت یہ ہے ۱۸ کہ رہے چشمِ خریدار پہ احسان میرا

جان دُرِ ہواے یک نگہِ گرم ہے اسد — پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے؟ — کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا؟

لکھتا ہون اسد سوزشِ دل سے سخن گرم — تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پہ انگشت

مُند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین غالب — یار لائے مرے بالین پہ اُسے پر کس وقت؟

مہربانی ہاے دشمن کی شکایت کیجیے؟ — یا بیان کیجے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست؟

لو ہم مریضِ عشق کے تیمار دار ہین ۱۹ اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج؟

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد — بارے آرام سے ہین اہلِ جفا میرے بعد

منصبِ شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا — ہوئی معزولیِ انداز و ادا میرے بعد

آئے ہے بیکسیِ عشق پہ رونا غالب — کس کے گھر جائیگا سیلابِ بلا میرے بعد

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور — تنہا گئے کیون؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور

مٹجائیگا سر گر ترا پتھر نہ گھسے گا — ہون در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤن — مانا کہ ہمیشہ نہین اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملین گے ۲۰ کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور؟

ہان اے فلکِ پیر جوان تھا ابھی عارف — کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

تم ماہِ شبِ چاردہم تھے مرے گھر کے — پھر کیون نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور؟

تم کون سے ایسے ہو کھرے داد ستد کے — کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھ سے تمھین نفرت سہی نیر سے لڑائی — بچون کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

گذری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش — کرنا تھا جوانمرگ گذارا کوئی دن اور

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہین غالب — قسمت مین ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر — جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر؟

کام اُس سے آ پڑا ہے کہ جسکا جہان مین — لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر
جی مین ہی کچھ نہین ہے ہمارے وگرنہ ہم — سر جاے یا رہے، نہ رہین پر کہے بغیر
مقصد ہے ناز و غمزہ وے گفتگو مین کام — چلتا نہین ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر
بہرا ہون مین تو چاہیے دونا ہو التفات — سنتا نہین ہون بات مکرر کہے بغیر

ہے بسکہ ہر اک اُنکے اشارہ مین نشان اور — کرتے ہین محبت تو گذرتا ہے گمان اور
یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھین گے مری بات — دے اور دل اُنکو جو نہ دے مجکو زبان اور
تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اُٹھین گے — لے آئین گے بازار سے اُٹھ کر دل و جان اور
ہے خونِ جگر جوش مین دل کھول کے روتا — ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشان اور
مرتا ہون اُس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جاے — جلاد کو لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور
ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے — کہتے ہین کہ غالب کا ہے اندازِ بیان اور

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال — رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر
سر پھوڑنا وہ غالبِ شوریدہ حال کا — یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

فراغت کسقدر رہتی مجھے تشویشِ مرہم سے — ۲۱ بہم گر صلح کرتے پارہ ہاے دل نمکدان پر
نہ لڑنا صبح سے غالب، کیا ہوا گر اُسنے شدت کی — ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر
اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے — کہ مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

نہ گُلِ نغمہ ہون نہ پردۂ ساز — مین ہون اپنی شکست کی آواز
تو اور آرایشِ خمِ کاکل — مین اور اندیشہ ہاے دور دراز
لافِ تمکین فریبِ سادہ دلی — ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز
اے ترا غمزہ اک قلم انگیز — اے ترا ظلم سر بسر انداز
تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو — ریزشِ سجدۂ جبینِ نیاز
مجکو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا — مین غریب اور تو غریب نواز

اسد اللہ خان تمام ہوا   اے دریغا وہ رند شاہد باز

کیونکر اس بت سے رکھوں جان عزیز ۲۲ کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز
دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے   ہے ترے تیر کا پیکان عزیز
تاب لائے ہی بنے گی **غالب**   واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

مژدہ اے ذوق اسیری کہ نظر آتا ہے   دام خالی قفس مرغ گرفتار کے پاس
میں بھی رک رک کے نہ مرتا جو زباں کے بدلے ۲۳ دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس
دہن شیر میں جا بیٹھیے لیکن اے دل ۲۴ نہ کھڑے ہو جیے خوبان دل آزار کے پاس
مر گیا پھوڑ کے سر غالب وحشی ہے ہے ۲۵ بیٹھنا اسکا وہ آ کر تری دیوار کے پاس

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک   کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک
دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ   دیکھیں کیا گزرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک
عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب   دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن ۲۶ خاک ہو جائیں گے ہم تمکو خبر ہونے تک
غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج ۲۷ شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

زخم پر چھڑکیں کہاں طفلان بے پروا نمک   کیا مزا ہوتا اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک
یاد ہیں **غالب** مجھے وہ دن کہ وجد ذوق میں   زخم سے گرتا تو میں پلکوں سے چنتا تھا نمک

گر تجکو ہے یقین اجابت دعا نہ مانگ   یعنی بغیر یک دل بے مدعا نہ مانگ
آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد   مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

مجکو دیار غیر میں مارا وطن سے دور   رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

کی وفا ہم سے تو غیر اسکو جفا کہتے ہیں   ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں
آج ہم اپنی پریشانی خاطر ان سے   کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھیے کیا کہتے ہیں
اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو   جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود — قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہین
اک شرر دل مین ہے اُس سے کوئی گھبرائیگا کیا — آگ مطلوب ہے ہمکو جو ہوا کہتے ہین
وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید — مر گیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہین

ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایکدن — ورنہ ہم چھیڑین گے رکھ کر عذرِ مستی ایکدن
قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان — رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایکدن
نغمہ ہاے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے — ۲۸ بے صدا ہو جاے گا یہ سازِ ہستی ایکدن
دھول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہین — ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایکدن

ملتی ہے خوے یار سے نار التہاب مین — کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب مین
کب سے ہون کیا بتاؤن جہان خراب مین — ۲۹ شبہاے ہجر کو بھی رکھون گر حساب مین
قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون — مین جانتا ہون جو وہ لکھین گے جواب مین
مجھ تک کب اُنکی بزم مین آتا تھا دورِ جام — ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب مین
مین اور حظِ وصل خدا ساز بات ہے — جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین
وہ نالہ دل مین خس کی برابر جگہ نپاے — جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب مین
غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی — پیتا ہون روزِ ابر و شبِ ماہتاب مین

حیران ہون دل کو روؤن کہ پیٹون جگر کو مین — مقدور ہو تو ساتھ رکھون نوحہ گر کو مین
لو وہ بھی کہتے ہین کہ یہ بے نام ننگ ہے — یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو مین
چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک راہبر کے ساتھ — پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین
خواہش کو احمقون نے پرستش دیا قرار — کیا پوجتا ہون اُس بتِ بیداد گر کو مین
پھر بیخودی مین بھول گیا راہِ کوے یار — جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو مین
اپنے پہ کر رہا ہون قیاس اہلِ دہر کا — سمجھا ہون دلپذیر متاعِ ہنر کو مین
غالب خدا کرے کہ سوارِ سمندِ ناز — دیکھون علی بہادرِ عالی گہر کو مین

ذکر میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہین | غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دور نہین
قطرہ اپنا بھی حقیقت مین ہی دریا لیکن | ہمکو تقلیدِ تنک ظرفیِ منصور نہین
مین جو کہتا ہون کہ ہم لینگے قیامت مین تمھین | کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم حور نہین
ہون ظہوری کے مقابل مین خفائی غالب | میرے دعوے پہ یہ حجت ہی کہ مشہور نہین

نالہ جز حسنِ طلب ای ستم ایجاد نہین | ہے تقاضائے جفا شکوۂ بیداد نہین
کم نہین وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم | دشت مین ہی مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین
کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت | یہی نقشہ ہی ولے اسقدر آباد نہین
کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب | ۳۰ تمکو بے مہریِ یارانِ وطن یاد نہین؟

نہین، کہ مجکو قیامت کا اعتقاد نہین | شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہین
کوئی کہے کہ شبِ مہ مین کیا برائی ہی | بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہین
کبھی جو یاد بھی آتا ہون مین تو کہتے ہین | کہ آج بزم مین کچھ فتنہ و فساد نہین؟
جہان مین ہو غم و شادی بہم ہمین کیا کام | دیا ہی ہمکو خدا نے وہ دل کہ شاد نہین
تم اُنکے وعدہ کا ذکر اُنسے کیون کرو غالب؟ | یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہین کہ یاد نہین

دایم پڑا ہوا ترے در پر نہین ہون مین | خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہین ہون مین
کیون گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل | ۳۱ انسان ہون پیالہ و ساغر نہین ہون مین
یارب زمانہ مجکو مٹاتا ہی کس لیے؟ | لوحِ جہان پہ حرفِ مکرر نہین ہون مین
حد چاہیے سزا مین عقوبت کے واسطے | ۳۲ آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین
غالب وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا | وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہین ہون مین

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین | ۳۳ خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین
یاد تھین ہمکو بھی رنگا رنگ بزم آرائیان | ۳۴ لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیان ہوگئین
تھین بنات النعشِ گردون دن کو پردہ مین نہان | شب کو انکے جی مین کیا آئی کہ عریان ہوگئین

۳۵ نیند اُسکی ہے دماغ اُسکا ہے راتین اُسکی ہین — تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہو گئین
وہ نگاہین کیون ہوئی جاتی ہین یارب دل کے پار — جو مری کوتاہیِ قسمت سے مژگان ہو گئین
بسکہ روکا مین نے اور سینہ مین اُبھرین پے بہ پے — میری آہین بخیہ چاکِ گریبان ہو گئین
وان گیا بھی مین تو اُنکی گالیون کا کیا جواب — یاد تھین جتنی دعائین صرفِ دربان ہو گئین
۳۶ رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج — مشکلین مجھ پر پڑین اتنی کہ آسان ہو گئین
یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہلِ جہان — دیکھنا اِن بستیون کو تم کہ ویران ہو گئین

---

۳۷ دل ہی تو ہے، نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون؟ — روئین گے ہم ہزار بار، کوئی ہمین ستائے کیون؟
۳۸ دیر نہین، حرم نہین، در نہین، آستان نہین — بیٹھے ہین رہگذر پہ ہم، کوئی ہمین اُٹھائے کیون؟
جب وہ جمالِ دلفروز صورتِ مہرِ نیمروز — آپ ہی ہو نظارہ سوز، پردہ مین منھ چھپائے کیون؟
دشنۂ غمزہ جانستان، ناوکِ ناز بے پناہ، — تیرا ہی عکسِ رخ سہی، سامنے تیرے آئے کیون؟
۳۹ قیدِ حیات و بندِ غم، اصل مین دونون ایک ہین — موت سے پہلے آدمی، غم سے نجات پائے کیون؟
وان وہ غرورِ عز و ناز، یان یہ حجابِ پاسِ وضع — راہ مین ہم ملین کہان، بزم مین وہ بلائے کیون؟
ہان وہ نہین خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی — جسکو ہو دین و دل عزیز اُسکی گلی مین جائے کیون؟
غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہین؟ — روئیے زار زار کیا، کیجیے ہائے ہائے کیون؟

دھوتا ہون جب مین پینے کو اُس سیمتن کے پاؤن — رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاؤن
بھاگے تھے ہم بہت سو اسی کی سزا ہے یہ — ہو کر اسیر دابتے ہین راہزن کے پاؤن
مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور — تن سے سوا فگار ہین اِس خستہ تن کے پاؤن
اللہ رے ذوقِ دشت نوردی کہ بعدِ مرگ — ہلتے ہین خود بخود مرے اندر کفن کے پاؤن
شب کو کسی کے خواب مین آیا نہ ہو کہین؟ — دُکھتے ہین آج اُس بتِ نازک بدن کے پاؤن
غالب مرے کلام مین کیونکر مزا نہ ہو — پیتا ہون دھو کے خسروِ شیرین سخن کے پاؤن

---

۴۰ مہربان ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت — مین گیا وقت نہین ہون کہ پھر آ بھی نہ سکون

ضعف میں طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہی؟ — بات کچھ سر تو نہیں ہی کہ اُٹھا بھی نہ سکون
زہر ملتا ہی نہیں مجکو ستمگر ورنہ — کیا قسم ہی ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکون

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گمان نہیں — اک چھیڑ ہے وگرنہ مرا امتحان نہیں
بوسہ نہیں نہ دیجیے دشنام ہی سہی — آخر زبان تو رکھتے ہو تم گر دہان نہیں
نقصان نہیں جنون میں بلا سے ہو گھر خراب ۱۴۱ — سو گز زمین کے بدلے بیابان گران نہیں

سلطنت دست بدست آئی ہی — جام مے خاتمِ دردلیش نہیں
رازِ معشوق نہ رسوا ہو جائے — ورنہ مر جانے میں کچھ بھید نہیں
کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ ۱۴۲ — ہم کو جینے کی بھی امید نہیں

یہ ہم جو ہجر میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں — کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں
وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہی ۱۴۳ — کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
نظر لگے نہ کہیں اُسکے دست و بازو کو — یہ لوگ کیون مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا — یان آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین؟
کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہلِ بزم — ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کرین؟
مضمحل ہو گئے قویٰ غالب — وہ عناصر میں اعتدال کہان؟

مین اور صد ہزار نوائے جگر خراش — تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہون؟
مانعِ دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں — ایک چکر ہے مرے پاؤن مین زنجیر نہیں
بنا کر فقیرون کا ہم بھیس غالب ۱۴۴ — تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں
اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا — لڑتے ہیں اور ہاتھ مین تلوار بھی نہیں
غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یون — بوسے کو پوچھتا ہون مین منہ سے مجھے بتا کہ یون
مین نے کہا کہ بزمِ ناز غیر سے چاہیے تہی — سُنکے ستم ظریف نے مجکو اُٹھا دیا کہ یون؟
قفس مین ہون گر اچھا بھی نہ جانین میرے شیون کو — مرا ہونا برا کیا ہی نوا سنجانِ گلشن کو؟

خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہین کشاکش مین
کبھی میرے گریبان کو کبھی جانان کے دامن کو

خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آئے
سمجھتا ہون کہ ڈھونڈھے ہے ابھی سے برق خرمن کو

شہادت تھی مری قسمت مین جو دی تھی یہ خو مجھکو
جہان تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یون بیخبر سوتا ۴۴
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہون رہزن کو

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہین غالب
فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
مجکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو؟

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید ۴۵
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو

غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہین
دنیا ہو یارب اور مرا بادشاہ ہو

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو؟
کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو تو کیونکر ہو؟

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہے نام وصال ۴۶
کہ گر نہو، تو کہان جائین؟ ہو تو کیونکر ہو؟

تمھین کہو کہ گذارا صنم پرستون کا ۴۷
بتون کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو؟

الجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ
جو تم سے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو؟

جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا
وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو؟

ہمین پھر اُن سے امید اور انھین ہماری قدر
ہماری بات ہی پوچھین نہ وہ تو کیونکر ہو؟

مجھے جنون نہین غالب ولے بقول حضور
فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو؟

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغان کیون ہو
نہو جب دل ہی سینہ مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

وہ اپنی خو نہ چھوڑین گے ہم اپنی وضع کیون چھوڑین
سبک سر بنکے کیا پوچھین کہ ہم سے سرگران کیون ہو

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازدان کیون ہو

وفا کیسی؟ کہان کا عشق؟ جب سر پھوڑنا ٹھہرا ۴۸
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستان کیون ہو

قفس مین مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

یہ کہہ سکتے ہو ہم دل میں نہیں ہیں پر یہ بتلاؤ | کہ جب دل میں تمھیں تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو
یہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہیں ؟ | عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو
کہا تم نے کہ کیوں ہو غیر کے ملنے میں رسوائی | بجا کہتے ہو، سچ کہتے ہو، پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو
نکالا چاہتا تھا کام کیا طعنوں سے تو غالب | ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھپر مہرباں کیوں ہو

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو | ہم سخن کوئی نہ ہو، اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہیے | کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار | اور اگر مر جائیے، تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

ہے مجکو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلا | ہر چند بر سبیلِ شکایت ہی کیوں نہ ہو؟
ہے آدمی بجاے خود اک محشرِ خیال | ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو
اُس فتنہ خو کے در سے اب اُٹھتے نہیں اسد | اسمیں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا، یعنی | ہوسِ سیر و تماشا، سو وہ کم ہے ہمکو
مقطعِ سلسلۂ شوق نہیں ہے یہ شہر | عزمِ سیرِ نجف و طوفِ حرم ہے ہمکو
لیے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالب | جادۂ رہ کششِ کافِ کرم ہے ہمکو

بساطِ عجز میں تھا ایک دل یک قطرہ خوں وہ بھی | باندازِ چکیدن ہو رہا ہے سرنگوں وہ بھی
رہے اُس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے | تکلف بر طرف، تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی
نہ کرتا کاش نالہ مجکو کیا معلوم تھا ہمدم | کہ ہوگا باعثِ افزائشِ دردِ دروں وہ بھی

غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اُٹھانے کی | فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی
لٹنا پرنیاں میں شعلۂ آتش کا آساں ہے | ولے مشکل ہے حکمت دل میں سوزِ غم چھپانے کی
اُنھیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا | اُٹھے تھے سیرِ گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی
ہماری سادگی تھی التفاتِ ناز پر مرنا | ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی
لکد کوبِ حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی | مری طاقت، کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اُٹھانے کی

ممنون کیا خوب ہے اوضاعِ ابنائے زمان غالبؔ ۴۹ بدی کی اُسنے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

درد سے میرے ہے تجھکو بیقراری ہائے ہائے — کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا؟ — عمر کو بھی تو نہین ہے پائداری ہائے ہائے

خاک مین ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی — اُٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے

کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تارِ برشگال — ہے نظر خو کردۂ اختر شماری ہائے ہائے

گوش مہجورِ پیام و چشم محرومِ جمال — ایک دل تسپر یہ ناامیدواری ہائے ہائے

عشق نے پکڑا نہ تھا غالبؔ ابھی وحشت کا رنگ — رہ گیا تھا دل مین جو کچھ ذوقِ خواری ہائے ہائے

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے — خوش ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہے

ہے ہے خدا نخواستہ تو اور دشمنی؟ — اے شوقِ منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسدؔ — عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی — میری وحشت تری شہرت ہی سہی

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے — کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

میرے ہونے مین ہے کیا رسوائی — اے وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی

عمر ہر چند کہ ہے برق خرام — دل کے خون کرنے کی عادت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلکِ ناانصاف — آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالین گے — بے نیازی تری عادت ہی سہی

اس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے — بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

دل ہی تو ہے سیاستِ دربان سے ڈر گیا — مین اور جاؤن در سے ترے بن صدا کیے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم — تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیے؟

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو — دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہین — بھولے سے اُسنے سیکڑون وعدے وفا کیے

غالب تمھین کہو کہ ملے گا جواب کیا؟ | مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سُنا کیے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجاے ہی | مین اُسے دیکھون بھلا کب مجھ سے دیکھا جاے ہی
شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے | دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جاے ہی
ہوکے عاشق وہ پری رُخ اور نازک بنگیا | رنگ کھُلتا جائے ہی جتنا کہ اُڑتا جاے ہی
نقش کو اُسکے مصور سے بھی کیا کیا ناز ہین | کھینچتا ہی جسقدر اُتنا ہی کھنچتا جاے ہی
سایہ میرا مجھ سے مثلِ دود بھاگے ہی اسد | پاس مجھ آتش بجان کے کس سے ٹھہرا جاے ہی؟

سادگی پر اُسکی مرجانے کی حسرت دل مین ہی | بس نہین چلتا کہ پھر خنجر کفِ قاتل مین ہی
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا | مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہی
گرچہ ہی کس کس برائی سے ولے با اینہمہ | ذکر میرا مجھ سے بہتر ہی کہ اُس محفل مین ہی
بس ہجومِ ناامیدی خاک مین ملجائے گی ۴۹ | یہ جو اک لذت ہماری سعیِ بے حاصل مین ہی
ہی دلِ شوریدہ غالب طلسمِ پیچ و تاب | رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل مین ہے

دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی | دونون کو اک ادا مین رضامند کر گئی
شق ہوگیا ہی سینہ خوشا لذتِ فراغ | تکلیفِ پردہ داریِ زخمِ جگر گئی
وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیان کہان؟ | اُٹھیے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی
اُڑتی پھرے ہی خاک مری کوے یار مین | بارے اب اے ہوا ہوسِ بال و پر گئی
ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی | اب آبروے شیوۂ اہلِ نظر گئی
مارا زمانے نے اسد اللہ خان تمھین | وہ ولولے کہان وہ جوانی کدھر گئی؟

کوئی امید بر نہین آتی | کوئی صورت نظر نہین آتی
موت کا ایک دن مقرر ہی | نیند کیون رات بھر نہین آتی
آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی ۵۰ | اب کسی بات پر نہین آتی
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون | ورنہ کیا بات کر نہین آتی

کیون نہ چیخون کہ یاد کرتے ہین — میری آواز گر نہین آتی
داغِ دل گر نظر نہین آتا — بو بھی اے چارہ گر نہین آتی؟
مرتے ہین آرزو مین مرنے کی — موت آتی ہے پر نہین آتی
کعبے کس مُنھ سے جاؤ گے غالب — شرم تمکو مگر نہین آتی

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟ — آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
ہم ہین مشتاق اور وہ بیزار — یا الٰہی، یہ ماجرا کیا ہے؟
مین بھی مُنھ مین زبان رکھتا ہون — کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟
جبکہ تجھ بن نہین کوئی موجود — پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہین؟ — غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟
شکنِ زلفِ عنبرین کیون ہے؟ — نگہِ چشمِ سرمہ سا کیا ہے؟
سبزہ و گل کہان سے آئے ہین — ابر کیا چیز ہے، ہوا کیا ہے؟
ہم کو اُن سے وفا کی ہے امید — جو نہین جانتے وفا کیا ہے؟
ہان بھلا کر ترا بھلا ہوگا — اور درویش کی صدا کیا ہے؟
جان تم پر نثار کرتا ہون — مین نہین جانتا دعا کیا ہے؟
مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب — مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے؟

پھر کچھ اک دل کو بیقراری ہے — سینہ جویائے زخمِ کاری ہے
پھر جگر کھودنے لگا ناخن — آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے
چشم، دلالِ جنسِ رسوائی — دل، خریدارِ ذوقِ خواری ہے
پھر اُسی بے وفا پہ مرتے ہین — پھر وہی زندگی ہماری ہے
پھر کھُلا ہے درِ عدالتِ ناز — گرم بازارِ فوجداری ہے
ہو رہا ہے جہان مین اندھیر — زلف کی پھر سررشتہ داری ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال ایک فریاد و آہ و زاری ہے

پھر ہوئے ہین گواہِ عشق طلب اشکباری کا حکم جاری ہے

دل و مژگان کا جو مقدمہ تھا آج پھر اُسکی روبکاری ہے

بیخودی بے سبب نہین **غالب** ۵۱ کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

ظلمتکدہ مین میرے شبِ غم کا جوش ہے اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے

نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال مدت ہوئی کہ آشتیِ چشم و گوش ہے

اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل زنہار اگر تمھین ہوسِ نائے و نوش ہے

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے

ساقی بجلوہ دشمنِ ایمان و آگہی مطرب بنغمہ رہزنِ تمکین و ہوش ہے

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط دامانِ باغبان و کفِ گلفروش ہے

لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے

یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم مین نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی ۵۱/۱ اک شمع رہگئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین **غالب** صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

جب بزم مین تو ناز سے گفتار مین آئے جان کالبدِ صورتِ دیوار مین آئے

سایہ کی طرح ساتھ پھرین سرو و صنوبر تو اس قدِ دلکش سے جو گلزار مین آئے

تب نازِ گرانمایگیِ اشک بجا ہے جب لختِ جگر دیدۂ خونبار مین آئے

دے مجھکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر ۵۲ کچھ تجھکو مزا بھی مرے آزار مین آئے

کانٹون کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب اک آبلہ پا وادیِ پُرخار مین آئے

تب چاک گریبان کا مزا ہے دلِ نالان جب اک نفس اُلجھا ہوا ہر تار مین آئے

گنجینۂ معنی کا طلسم اُس کو سمجھیے جو لفظ کہ **غالب** مرے اشعار مین آئے

حسن مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے
اس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
جی مین ہے انکے کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا ۵۳
ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

بے طلب دین تو مزہ اسمین سوا ملتا ہے
وہ گدا جس مین نہ ہو خوے سوال اچھا ہے

انکے دیکھے سے جو آجاتی ہے منھ پر رونق
وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

قطرہ دریا مین جو مل جاے تو دریا ہو جاے
کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے

ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق ۵۴
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا
نہ سہی گر مرے اشعار مین معنی نہ سہی

عشرت صحبت خوبان ہی غنیمت سمجھو
نہو غالب کی اگر عمر طبیعی نہ سہی

شکوہ کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے
یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہے

پر ہون مین شکوہ سے یون راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے؟

کیون نہ ٹھہرین ہدف ناوک بیداد کہ ہم
آپ اٹھا لاتے ہین گر تیر خطا ہوتا ہے

خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ
کہ بھلا چاہتے ہین اور برا ہوتا ہے

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف
آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے ۵۵
تمھین بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے

نہ شعلے مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا
کوئی بتائے کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

جلا ہے جسم جہان دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

رگون مین دوڑتے پھرنے کے ہم نہین قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جسکے لیے ہمکو ہو بہشت عزیز — سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے
پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار — یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی — تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا — وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

غیر لین محفل مین بوسے جام کے — ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے
خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ — ہتھکنڈے ہین چرخ نیلی فام کے
خط لکھین گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو — ہم تو عاشق ہین تمھارے نام کے
رات پی زمزم پہ مے اور صبحدم — دھوئے دھبے جامۂ احرام کے
عشق نے غالب نکما کر دیا — ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اس انداز سے بہار آئی — کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی
دیکھو اے ساکنان خطۂ خاک — اسکو کہتے ہین عالم آرائی
کہ زمین ہو گئی ہے سر تا سر — روکش سطح چرخ مینائی
سبزہ کو جب کہین جگہ نہ ملی — بنگیا روے آب پر کائی
سبزہ و گل کو دیکھنے کے لیے — چشم نرگس کو دی ہے بینائی
ہے ہوا مین شراب کی تاثیر — بادہ نوشی ہے بادپیمائی
کیون نہ دنیا کو ہو خوشی غالب — شاہ دین دار نے شفا پائی

کب وہ سنتا ہے کہانی میری — اور پھر وہ بھی زبانی میری
خلش غمزۂ خونریز نہ پوچھ — دیکھ خونابہ فشانی میری
کیا بیان کرکے مرا روئین گے یار — مگر آشفتہ بیانی میری
ہون ز خود رفتۂ بیداے خیال — بھول جانا ہے نشانی میری
قدر سنگ سر رہ رکھتا ہون — سخت ارزان ہے گرانی میری

گردبادِ رہِ بے تابی ہون صرصرِ شوق ہے بانی میری
کردیا ضعف نے عاجز غالب ننگِ پیری ہے جوانی میری

چاہیے اچھون کو جتنا چاہیے ۵۶ یہ اگر چاہین تو پھر کیا چاہیے؟
چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟ بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے
چاک مت کر جیب بے ایامِ گل کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے
دوستی کا پردہ ہے بیگانگی مُنہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے
منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید ۵۷ ناامیدی اُسکی دیکھا چاہیے
غافل، ان مہ طلعتون کے واسطے چاہنے والا بھی اچھا چاہیے
چاہتے ہین خوبرویون کو اسد آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی، ۵۷/ا لکھ دیجیو یا رب اُسے قسمت مین عدو کی
اچھا ہے سرِ انگشتِ حنائی کا تصور، دل مین نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی
صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب حسرت مین رہے ایک بتِ عربدہ جو کی

نکتہ چین ہے، غمِ دل اسکو سنائے نہ بنے کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے
مین بلاتا تو ہون اُسکو مگر اے جذبۂ دل اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
غیر پھرتا ہے لیے یون ترے خط کو کہ اگر کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے
اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہین تو کیا ہاتھ آئین تو انھین ہاتھ لگائے نہ بنے
کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کیسی ہے پردہ چھوڑا ہے وہ اُسنے کہ اُٹھائے نہ بنے
عشق پر زور نہین، ہے یہ وہ آتش غالب کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

وہ آکے خواب مین تسکینِ اضطراب تو دے ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے
پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے پیالہ گر نہین دیتا نہ دے، شراب تو دے
اسد خوشی سے مرے ہاتھ پانو پھول گئے کہا جو اُسنے ذرا میرے پانو داب تو دے

فریاد کی کوئی لے نہین ہے ، ۵۷ نالہ پابندِ نے نہین ہے
ہر چند ہر ایک شے مین تو ہے — پر تجھ سی کوئی شے نہین ہے
ہان کھائیو مت فریبِ ہستی — ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے
ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب — آخر تو کیا ہے اے نہین ہے

دیا ہے دل اگر اُسکو بشر ہے کیا کہیے؟ — ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہیے؟
سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسشِ حال — کہ یہ کہے کہ سرِ رہگذر ہے کیا کہیے؟
کہا ہے کس نے کہ غالب بُرا نہین لیکن — سوائے اسکے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیے؟

کبھی نیکی بھی اُسکے جی مین گر آجائے ہے مجھ سے — جفائین کر کے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھ سے
خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر اُلٹی ہے — کہ جتنا کھینچتا ہون اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے
وہ بدخو اور میری داستانِ عشق طولانی — ۵۸ عبارت مختصر، قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے
سنبھلنے دے ذرا او نا امیدی کیا قیامت ہے — کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے
قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب — وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے — ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
اک کھیل ہے اورنگِ سلیمان مرے نزدیک — اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے
جز نام نہین، صورتِ عالم مجھے منظور — جز وہم نہین ہستیِ اشیا مرے آگے
مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے — تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے
پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیِ گفتار — ۵۹ رکھدے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے
نفرت کا گمان گزرے ہے مین رشک سے گزرا — کیونکر کہون لو نام نہ اُنکا مرے آگے
ہے موجزن اک قلزمِ خون کاش یہی ہو — آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے
گو ہاتھ کو جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہے — رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے؟ ۶۰ تمھین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے؟

جو مدعی بنے اُسکے نہ مدعی بنیے — جو ناسزا کہے اُسکو نہ ناسزا کہیے

نہین نگار کو الفت نہ ہو، نگار تو ہے — روانیِ روش و مستیِ ادا کہیے

نہین بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہے — طراوتِ چمن و خوبیِ ہوا کہیے

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب ۶۱ — خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے — دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

صرفِ بہائے مے ہوئے آلاتِ میکشی — تھے یہ ہی دو حساب سو یون پاک ہو گئے

رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم — بارے طبیعتون کے تو چالاک ہو گئے

کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر ۶۱ — پردے مین گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

کرنے گئے تھے اُس سے تغافل کا ہم گلا — کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

اس رنگ سے اُٹھائی کل اُسنے اسد کی لاش — دشمن بھی جس کو دیکھ کے غمناک ہو گئے

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی — میرے دل کی دوا کرے کوئی

شرع و آئین پر مدار سہی — ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

چال جیسے کڑی کمان کا تیر — دل مین ایسی کہ جا کرے کوئی

بات پر وان زبان کٹتی ہے — وہ کہین اور سنا کرے کوئی

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ ۶۲ — کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی — بخش دو گر خطا کرے کوئی

کون ہے جو نہین ہے حاجتمند ۶۳ — کس کی حاجت روا کرے کوئی

کیا کیا خضر نے سکندر سے — اب کسے رہنما کرے کوئی

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب ۶۴ — کیون کسی کا گلا کرے کوئی

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے — بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہین لیکن ۶۵ — بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

بھرم کھل جائیگا ظالم تیری قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلے

محبت مین نہین کچھ فرق جینے اور مرنے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہین جس کافر پہ دم نکلے

کہان میخانہ کا دروازہ غالب اور کہان واعظ؟
پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی

اک خونچکان کفن مین کرورون بناؤ ہین
پڑتی ہو آنکھ تیرے شہیدون پہ حور کی

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہو تمہاری شراب طہور کی

آمد بہار کی ہو جو بلبل ہے نغمہ سنج
اڑتی سی اک خبر ہو زبانی طیور کی

گو وان نہین پہ وان کے نکالے ہوئے تو ہین
کعبہ سے ان بتون کو بھی نسبت ہو دور کی

کیا فرض ہو کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کرین کوہ طور کی

گرمی سہی کلام مین لیکن نہ اسقدر ۶۶
کی جس سے بات اسنے شکایت ضرور کی

غالب گر اس سفر مین مجھے ساتھ لے چلین
حج کا ثواب نذر کرون گا حضور کی

غم کھانے مین بودا دل ناکام بہت ہو ۶۷
یہ رنج کہ کم ہو مئے گلفام بہت ہو

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہو ورنہ
ہو یون کہ مجھے درد تہ جام بہت ہو

نے تیر کمان مین ہو نہ صیاد کمین مین
گوشہ مین قفس کے مجھے آرام بہت ہو

کیا زہد کو مانون کہ نہ ہو گرچہ ریائی
پاداش عمل کی طمع خام بہت ہو

زمزم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوف حرم سے
آلودہ بہ مے جامۂ احرام بہت ہو

ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے
شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہو

مدت ہوئی ہو یار کو مہمان کیے ہوئے
جوش قدح سے بزم چراغان کیے ہوئے

کرتا ہون جمع پھر جگر لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوت مژگان کیے ہوئے

پھر گرم نالہ ہاے شرربار ہے نفس
مدت ہوئی ہے سیر چراغان کیے ہوئے

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق | سامان صد ہزار نمکداں کیے ہوئے
مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس | زلف سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے
پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں | سر زیر بار منت درباں کیے ہوئے
غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے | بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کیے ہوئے

نوید امن ہے بیداد دوست جاں کے لیے | رہی نہ طرز ستم کوئی آسماں کے لیے
بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خوں ہے | رکھوں کچھ اپنی بھی مژگان خوں فشاں کے لیے
فلک نہ دور رکھ اس سے مجھے کہ میں ہی نہیں | دراز دستی قاتل کے امتحاں کے لیے
مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر | ۶۸ کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لیے
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری خوشامد سے | اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے
دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے | بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لیے
زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا | کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے
ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا | صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں؟ | سوز غمہائے نہانی اور ہے
بارہا دیکھی ہیں انکی رنجشیں | ۶۹ پر کچھ اب کی سرگرانی اور ہے
دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر | ۷۰ کچھ تو پیغام زبانی اور ہے
ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام | ۷۱ ایک مرگ ناگہانی اور ہے

میں انہیں چھیڑوں اور وہ کچھ نہ کہیں | چل نکلتے جو مے پیے ہوتے
قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو | کاشکے تم مرے لیے ہوتے
میری قسمت میں غم گر اتنا تھا | دل بھی یارب کئی دیے ہوتے
آ ہی جاتا وہ راہ پر غالب | کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

ایک جا حرف وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا | ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

آگ سے پانی مین بجھتے وقت اٹھتی ہے صدا / ہر کوئی درماندگی مین نالے سے ناچار ہے

مجھ سے مت کہہ تو ہمین کہتا تھا اپنی زندگی / زندگی سے بھی مرا جی ان دنون بیزار ہے

میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی / لکھ دیا منجملۂ اسباب ویرانی مجھے

وائے واں بھی شور محشر نے نہ دم لینے دیا / لے گیا تھا گور مین ذوق تن آسانی مجھے

وعدہ آنے کا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے / تم نے کیون سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے؟

سیکھے ہین مہ رخون کے لیے ہم مصوری / تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو؟ / اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

پی جسقدر ملے شب مہتاب مین شراب / اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

ہر اک مکان کو ہے مکین سے شرف اسد / مجنون جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

اپنی گلی مین مجکو نہ کر دفن بعد قتل / میرے پتہ سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے؟

اے ساکنان کوچۂ دلدار دیکھنا / تمکو کہین جو غالب آشفتہ سر ملے

جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی / مشکل کہ تجھ سے راہ سخن وا کرے کوئی

رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے / آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

اے عندلیب یک کف خس بہر آشیان / طوفان آمد آمد فصل بہار ہے

غفلت کفیل عمر و اسد ضامن نشاط / اے مرگ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے؟

ہے دور قدح وجہ پریشانی صہبا / اک بار لگا دو خم مے میرے لبون سے

تا ہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا / سن لیتے ہین گو ذکر ہمارا نہین کرتے

گھر مین تھا کیا کہ ترا غم اسے غارت کرتا / وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے

پیش مین گزرتے ہین جو کوچہ سے وہ میرے / کندھا بھی کہارون کو بدلنے نہین دیتے

نہ لائے شوخی اندیشہ تاب رنج نومیدی / کف افسوس ملنا عہد تجدید تمنا ہے

چشم خوبان خامشی مین بھی نوا پرداز ہے / سرمہ تو کہوے کہ دود شعلۂ آواز ہے

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب ۷۲ ہم بھی کیا یاد کرین گے کہ خدا رکھتے تھے

اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب ۷۳ ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہے

کہتے تو ہو تم سب کہ بُت غالیہ مُو آئے | یکمرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے

چھوڑی اسد نہ ہم نے گدائی مین دل لگی | سائل ہوئے تو عاشقِ اہلِ کرم ہوئے

ہون سراپا سازِ آہنگِ شکایت کچھ نہ پوچھ | ہے یہی بہتر کہ لوگون مین نہ چھیڑے تو مجھے

تو وہ بدخو کہ تحیر کو تماشا جانے | غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحتِ دل کا | کہ اُس مین ریزۂ الماس جزوِ اعظم ہے

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے | عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

مجبور کے نہین ہین سیرِ گلستان کے ہم شے | کیونکر نہ کھائیے کہ ہوا ہے بہار کی

کوہ کے ہون بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے | بے تکلف اے شرارِ جستہ کیا ہو جائیے

غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے | ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہین جسے

(فارسی)

چون بہ قاصد بسپرم پیغام را | رشک نگذارد کہ گویم نام را

آن نیم بارے کہ چون ریزم بجام | زود ریزے در گردش آرد جام را

بیگناہم پیرِ دیر از من مرنج | من ہمی بستہ ام احرام را

دوستان در خشم و غالب بوسہ جوی | شوق نشناسد ہمی ہنگام را

دل تابِ ضبطِ نالہ ندارد خدائے را ۷۵ اندازہ گریۂ بے ہائے ہائے را

مُردم ز فرطِ ذوق و تسلی نمی شوم | یارب کجا برم لبِ خنجر ستائے را

غالب بریدم از ہمہ خواہم کہ زین سپس | کنجے گزینم و بپرستم خدائے را

سحر دمیدہ و گل در دمیدن است مخسپ | جہان جہان گلِ نظارہ چیدن است مخسپ

تو خود خراب و سحر در نشستن انجم | بہ پشت دست بہ دندان گزیدن است مخسپ

ندیمِ مرگ شبے زندہ داشتن ذوقیست — گرت فسانۂ غالب شنیدنیست بخسپ

بوادیے کہ دران خضر را عصا خفتست — بسینہ می سپرم رہ اگرچہ پا خفتست
ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز ۶۶ — گسستہ لنگرِ کشتی و ناخدا خفتست
بخواب چون خودم آسودہ دل مدان غالب — کہ خستہ غرقہ بخون خفتہ است تا خفتست

با من کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست؟ — در امرِ خاص حجتِ دستورِ عام چیست؟
مستم ز خونِ دل کہ دو چشمم ازان پرست — گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیست؟
با دوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام — داند کہ حور و کوثر و دار السلام چیست؟
غالب اگر نہ خرقہ و مصحف بہم فروخت — پرسد چرا کہ نرخِ مئ لعل فام چیست؟

ریزد آن برگ این گل افشاند ۶۷ — ہم خزان ہم بہار در گذر است

آن راز کہ در سینہ نہانست نہ وعظ ست ۶۸ — بر دار توان گفت و بہ منبر نتوان گفت

بجز دو بوقتِ ذبح تپیدن گناہِ من ۶۹ — دانستہ دشنہ تیز نکردن گناہ کیست؟

بہ بندِ پرسشِ حالم نمی توان افتاد — توان شناخت ز بندے کہ بر زبان افتاد
فغانِ من دلِ خلق آب کرد ورنہ ہنوز — نگفتہ ام کہ مرا کار با فلان افتاد
غریبم و تو زبان دانِ من نہ غالب — بہ بندِ پرسشِ حالم نمی توان افتاد

چون گویم از تو بر دلِ شیدا چہ میرود ۷۰ — جنگی بر آبگینہ ز خارا چہ میرود
یک رہ اگر بوادیِ مجنون کند گذار — از ساربانِ ناقۂ لیلا چہ میرود
ہفت آسمان بگردش و ما در میانہ ایم — غالب دگر مپرس کہ بر ما چہ میرود

دوش کز گردشِ بختم گلہ بر روے تو بود ۷۱ — چشم بر سوے فلک و روے سخن سوے تو بود
دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند — کاین ہمانست کہ پیوستہ در ابروے تو بود
لالہ و گل دمد از طرفِ مزارش پسِ مرگ — تا چہا در دلِ غالب ہوسِ روے تو بود

نقاب دار کہ آئینِ رہزنی دارد — جمالِ یوسفی و فرِ ہمی دارد

بباده گر بودم میل شاعرم نه فقیه — سخن چه ننگ ز آلوده دامنی دارد

بیاورید گر اینجا بود زباندانی ۸۲ — غریبِ شهر سخنهای گفتنی دارد

مبارکست رفیق ار چنین بود غالب — ضیای نیرِ ما چشم روشنی دارد

فدای شیوهٔ رحمت که در لباسِ بهار — بعذر خواهیِ رندان باده نوش آمد

پیمانه بران رند حرام است که غالب — در بیخودی اندازهٔ گفتار نداند

بیا و جوشِ تمنای دیدنم بنگر — چو اشک از سرِ مژگان چکیدنم بنگر

ز من بجرمِ تپیدن کناره می‌کردی — بیا بخاکِ من و آرمیدنم بنگر

رسید دانه و بالید و آشیانگه شد — در انتظارِ همای دام چیدنم بنگر

تواضعی نکنم بی تواضعی غالب — بسایهٔ خمِ تیغش خمیدنم بنگر

دودِ سودای تتق بست آسمان نامیدمش — دیده بر خوابِ پریشان زد جهان نامیدمش

وهم خاکی ریخت در چشم بیابان دیدمش — قطرهٔ بگداخت بحرِ بیکران نامیدمش

باد دامن زد بر آتش نوبهاران خواندمش — داغ گشت آن شعله از مستی خزان نامیدمش

غم تمناسازگار آمد وطن فهمیدمش — کرد تنگی حلقهٔ دام آشیان نامیدمش

بود غالب عندلیبی از گلستانِ عجم — من ز غفلت طوطیِ هندوستان نامیدمش

مرا که باده ندارم ز روزگار چه حظ؟ — ترا که هست و نیاشامی از بهار چه حظ؟

گفتم ز شادی نبودم گنجیدن آسان در بغل — تنگم کشید از سادگی در وصلِ جانان در بغل

دانش بهی در باخته خود پیرهن نشناخته — رخ در کنارم ساخته از شرم پنهان در بغل

هان غالبِ خلوت نشین با نوبهاری همنشین — جاسوس سلطان در کمین سلطان و سلطان در بغل

بیا که قاعدهٔ آسمان بگردانیم — قضا بگردشِ رطلِ گران بگردانیم

بگوشه‌ای بنشینیم و در فراز کنیم — بکوچه بر سرِ ره پاسبان بگردانیم

اگر ز شحنه بود گیر و دار نندیشیم — وگر ز شاه رسد ارمغان بگردانیم

بمن وصالِ تو باور نمی کند غالب — بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم

سیر بایم بوسہ و عرضِ ندامت میکنم — اختراعے چند در آدابِ صحبت میکنم

خوش بود فارغ ز بندِ کفر و ایمان زیستن — حیف کافر مردن و آوخ مسلمان زیستن

شیوۂ رندان بے پروا خرام از من مپرس — اینقدر دانم کہ دشوار است آسان زیستن

بر نویدِ مقدمت صد بار جان باید فشاند — بر امیدِ وعدہ ات زنہار نتوان زیستن

غالب از ہندوستان بگریز فرصت مفتِ تست — در نجف مردن خوش است و در صفاہان زیستن

دولت بہ غلط نبود از سعی پشیمان شو — کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

از ہرزہ روان گشتن قلزم نتوان گشتن — جوئی بخیابان رو سیلی بہ بیابان شو

گر چرخِ فلک گردی سر بر خطِ فرمان نہ — ور گوئے زمین باشی وقفِ خمِ چوگان شو

جان دادنم غالب خشنودی روحش را — در بزمِ عزا مے کش در نوحہ غزلخوان شو

چون زبانہا لال و جانہا پُر ز غوغا کردۂ ۸۳ بایدت از خویش پرسید آنچہ با ما کردۂ

گر نہ مشتاقِ عرضِ دستگاہِ حسنِ خویش ۸۴ جان فدایت دیدہ را ہر جہ بینا کردۂ

دیدہ میگرید زبان مینالد و دل می تپد ۸۵ عقدہ ہا از کارِ غالب سر بسر وا کردۂ

مثنویان ـ قصائد ـ قطعات و متفرقات

ہاں مہِ نو! سنیں ہم اُس کا نام — جسکو تو جُھک کے کر رہا ہے سلام

دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح — یہی انداز اور یہی اندام

بارے دو دن کہاں رہا غائب؟ — بندہ عاجز ہے گردشِ ایام

اُڑ کے جاتا کہاں؟ کہ تاروں کا — آسمان نے بچھا رکھا تھا دام

مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص — حبذا اے نشاطِ عامِ عوام

عذر میں تین دن نہ آنے کے — لے کے آیا ہے عید کا پیغام

اُسکو بھولا نہ چاہیے کہنا
صبح جو جائے اور آئے شام

ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا
تیرا آغاز اور ترا انجام

رازِ دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہے؟
مجھ کو سمجھا ہے کیا کہیں نمّام

جانتا ہوں کہ آج دنیا میں
ایک ہی ہے امیدگاہِ انام

میں نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش
غالب اُسکا مگر نہیں ہے غلام

جانتا ہوں کہ جانتا ہے تو
تب کہا ہے بطرزِ استفہام

مہرِ تاباں کو ہو تو ہو اے ماہ
قربِ ہر روزہ بر سبیلِ دوام

تجھکو کیا پایہ روشناسی کا
جز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام

جانتا ہوں کہ اُسکے فیض سے تو
پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام

ماہ بن، ماہتاب بن، میں کون؟
مجھکو کیا بانٹ دے گا تو انعام

میرا اپنا جدا معاملہ ہے
اور کے لین دین سے کیا کام

ہے مجھے آرزوے بخششِ خاص
گر تجھے ہے امیدِ رحمتِ عام

جو کہ بخشے گا تجھکو فرِّ فروغ
کیا نہ دے گا مجھے مئے گلفام

جبکہ چودہ منازلِ فلکی
کر چکی قطع تیری تیزیِ گام

تیرے پرتو سے ہوں فروغ پذیر
کوے و مشکوے و صحن و منظر و بام

دیکھنا میرے ہاتھ میں لبریز
اپنی صورت کا اک بلوریں جام

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا
توسنِ طبع چاہتا تھا لگام

زہرِ غم کر چکا تھا میرا کام
تجھکو کس نے کہا کہ ہو بدنام

مے ہی پھر کیوں نہ میں پیے جاؤں
غم سے جب ہو گئی ہو زیست حرام

بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے
کہ نہ سمجھیں وہ لذتِ دشنام

بوسہ دینے میں اُنکو ہے انکار
دل کے لینے میں جنکو تھا ابرام

چھیڑتا ہون کہ اُن کو غصہ آئے — کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

جب ازل مین رقم پذیر ہوئے — صفحہ ہائے لیالی و ایام

اور اُن اوراق مین بکلک قضا — مجملاً مندرج ہوئے احکام

لکھدیا عاشقون کو شاہدکش — لکھدیا عاشقون کو دشمن کام

آسمان کو کہا گیا کہ کہین — گنبدِ تیز گرد نیلی فام

حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھین — خال کو دانہ اور زلف کو دام

آتش و آب و باد و خاک نے لی — وضعِ سوز و نم و رم و آرام

مہرِ رخشان کا نام خسروِ روز — ماہِ تابان کا اسم شحنۂ شام

تیری توقیع سلطنت کو بھی — دی بدستور صورت ارقام

کاتبِ حکم نے بموجب حکم — اُس رقم کو دیا طرازِ دوام

ہان دلِ دردمند زمزمہ ساز — کیون نہ کھولے درِ خزینۂ راز

خامہ کا صفحہ پر روان ہونا — شاخ گل کا ہے گلفشان ہونا

مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے — نکتہ ہائے خرد فزا لکھیے

بارے آمون کا کچھ بیان ہو جائے — خامہ نخلِ رطب فشان ہو جائے

آم کا کون مردِ میدان ہے — ثمر و شاخ گوے و چوگان ہے

تاک کے جی مین کیون رہے ارمان — آئے یہ گوے اور یہ میدان

آم کے آگے پیش جائے خاک — پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک

نہ چلا جب کسی طرح مقدور — بادۂ ناب بن گیا انگور

یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے — شرم سے پانی پانی ہونا ہے

مجھ سے پوچھو تمھین خبر کیا ہے — آم کے آگے نیشکر کیا ہے

نہ گل اُس مین نہ شاخ و برگ نہ بار — جب خزان آئے تب ہو اُسکی بہار

اور دوڑائیے قیاس کہان؟ — جانِ شیرین مین یہ مٹھاس کہان؟
جان مین ہوتی گر یہ شیرینی — کوہکن باوجودِ غمگینی
جان دینے مین اُسکو یکتا جان — پر وہ یون سہل دے نہ سکتا جان
نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر — کہ دواخانۂ ازل مین مگر
آتشِ گل پہ قند کا ہے قوام — شیرہ کے تار کا ہے ریشہ نام
یا یہ ہوگا کہ فرطِ رافت سے — باغبانون نے باغِ جنت سے
انگبین کے بحکمِ ربُّ النّاس — بھر کے بھیجے ہین سربمہر گلاس
یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات — مدتون تک دیا ہے آبِ حیات
تب ہوا ہے ثمرفشان یہ نخل — ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل
تھا ترنجِ زر ایک خسرو پاس — رنگ کا زرد پر کہان بو باس؟
آم کو دیکھتا اگر اک بار — پھینک دیتا طلاے دست افشار

ہے جو صاحب کے کفِ دست مین یہ چکنی ڈلی — زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے — ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے
مُہرِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھیے — حرزِ بازوے شگرفانِ خودآرا کہیے
مِسّی آلودہ سرانگشتِ حسینان لکھیے — داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے
خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھیے — سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے
اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے — خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلی کہیے
حجرالاسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض — نافہ آہوے بیابانِ ختن کا کہیے
وضع مین اُسکو اگر سمجھیے قافِ تریاق — رنگ مین سبزۂ نوخیزِ مسیحا کہیے
صومعہ مین اُسے ٹھہرائیے گر مُہرِ نماز — میکدہ مین اُسے خشتِ خُمِ صہبا کہیے
کیون اسے قفلِ درِ گنجِ محبت کہیے — کیون اسے نقطۂ پرکارِ تمنا کہیے؟

کیون اسے گوہرِ نایاب تصور کیجے؟ کیون اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے؟
کیون اسے تکمۂ پیراہنِ لیلیٰ لکھیے؟ کیون اسے نقشِ پئے ناقۂ سلمےٰ کہیے؟
بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجے فرض اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے؟

نہ پوچھ اسکی حقیقت، حضورِ والا نے مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی
نہ کھاتے گیہون، نکلتے نہ خلد سے باہر جو کھاتے حضرتِ آدم یہ بیسنی روٹی

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی اپنا بیانِ حُسنِ طبیعت نہین مجھے
سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے
آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلحِ کل ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے
کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے
اُستادِ شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال یہ تاب یہ خیال یہ طاقت نہین مجھے
جامِ جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر سوگند اور گواہ کی حاجت نہین مجھے
مین کون اور ریختہ؟ ہان اس سے مدعا جُز انبساطِ خاطرِ حضرت نہین مجھے
سہرا لکھا گیا زرہِ امتثالِ امر دیکھا کہ چارہ غیرِ اطاعت نہین مجھے
مقطع مین آپڑی ہے سخن گسترانہ بات مقصود اس سے قطعِ محبت نہین مجھے
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے
قسمت بُری سہی یہ طبیعت بُری نہین ۸۶ ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے
صادق ہون اپنے قول کا غالب خدا گواہ کہتا ہون سچ کہ جھوٹ کی عادت نہین مجھے

اے شہنشاہِ آسمان اورنگ اے جہان دارِ آفتاب آثار
تھا مین اک بینوائے گوشہ نشین تھا مین اک دردمندِ سینہ فگار
تم نے مجھکو جو آبرو بخشی، ہوئی میری وہ گرمیِ بازار
کہ ہوا مجھ سا ذرۂ ناچیز روشناسِ ثوابت و سیار

گرچہ از روئے ننگِ بے ہنری / ہوں خود اپنی نظر میں اتنا خوار

کہ گر اپنے کو میں کہوں خاکی / جانتا ہوں کہ آئے خاک کو عار

شاد ہوں لیکن اپنے جی میں کہ ہوں / بادشہ کا غلامِ کار گزار

خانہ زاد اور مرید اور مداح / تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر / نسبتیں ہو گئیں مشخص چار

نہ کہوں آپ سے تو کس سے کہوں / مدعائے ضروری الاظہار

پیر و مرشد اگرچہ مجھکو نہیں / ذوقِ آرائشِ سر و دستار

کچھ تو جاڑے میں چاہیے آخر / تا نہ دے بادِ زمہریر آزار

آپ کا نوکر اور پھرے ننگا؟ / جسم رکھتا ہوں ہے اگرچہ نزار

کچھ خریدا نہیں ہے اب کی سال / کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار

رات کو آگ اور دن کو دھوپ [۸۷] / بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار

آگ تاپے کہاں تلک انسان؟ / دھوپ کھائے کہاں تلک جاندار

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی / وقنا ربنا! عذاب النار

میری تنخواہ جو مقرر ہے / اُس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک / خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار

مجھکو دیکھو تو ہوں بقیدِ حیات / اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار

بس کہ لیتا ہوں ہر مہینے خرج / اور رہتی ہے سود کی تکرار

میری تنخواہ میں تہائی کا / ہو گیا ہے شریک ساہوکار

آج مجھ سا نہیں زمانے میں / شاعرِ نغز گوئے خوش گفتار

رزم کی داستان اگر سُنیے / ہے زبان میری تیغ جوہر دار

بزم کا التزام اگر کیجے، / ہے قلم میرا ابرِ گوہر بار

ظلم ہے گر نہ دو سخن کی داد
قہر ہے گر کرو نہ مجھکو پیار

آپ کا بندہ اور پھروں ننگا
آپ کا نوکر اور کھاؤں ادھار

میری تنخواہ کیجے ماہ بماہ
تا نہ ہو مجھکو زندگی دشوار

ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام
شاعری سے نہیں مجھے سروکار

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

سہل تھا مسہل مگر یہ سخت مشکل آ پڑی
مجھ پہ کیا گزرگی؟ اتنے روز حاضر بن ہوئے

تین دن مسہل سے پہلے تین مسہل کے بعد
تین مسہل، تین تبریدیں یہ سب کے دن ہوئے

(فارسی)

لفظِ کہن و معنیِ نو در ورقِ من
گوئی کہ جوانست و بہارست جہان را

از بہرِ نثارِ قدمِ تست وگرنہ
ایزد بکفِ خاک ادے دل و جان را

در جلوہ پرستم رخ و گیسوے صنم را
در شیوہ پسندم روش و کیشِ مغان را

شرع آنچہ خود بین ومن اینہا یہ ساکبر
کز ساقیِ کوثر طلبم رطلِ گران را

از غالبِ بےبخت مجو منقبت و نعت
دریاب مجونِ جگر آغشتہ فغان را

نازم بہ گرانمایگیِ دل کہ ز سودا
ہر قطرۂ خون یافتہ پیدا ز سویدا

اجزاے وجودم ز گدازی کہ زجان یافت
با لو وبدان شیوہ کہ دل گشت سراپا

دریاب ندا قسم ز کلامم کہ نباشد
مینائے مرا پنبہ لبریز از کفِ صہبا

با نغمۂ مطرب نتوان شد متعصب
از جلوۂ ساقی نتوان کرد تبرا

شوقست کہ چون نکتۂ توحید رساند
از دار برد پایۂ منصور بہ بالا

شوقست کہ فرہاد ازو مردہ بسختی
شوقست کہ مجنون شد ازو بادیہ پیما

شوقست کہ مرآتِ مرا دادہ بہ صیقل
شوقست کزو طوطیِ طبعم شدہ گویا

پیداست کہ ہیچے ہمہ را چہ ستاید
من ذرہ تو خورشید من و مدحِ تو حاشا

اندیشه شُنجاری و رگِ خامه گیاهی — با فکر چه نیروی و تحریر چه یارا

در عرضِ ثنایت نفسم جوهرِ سعنی — در بزمِ ولایت لقبم غالبِ شیدا

آوارهٔ غربت نتوان دید صنم را — خواهم که دگر بتکده سازند حرم را

نازم به صنم خانه که شاهانِ جهان جوی — هم بر درِ آن خانه گذارند حشم را

خون می خورم از ذوق تو دانی که بدین خورد — بر مائدهٔ سیمری نتوان داد شکم را

نازم بکمال خود و بر خود نفزایم — آثارِ در و بامِ صفا دید عجم را

گفتم حدیث دوست بقرآن برابرست — نازم به کفرِ خود که با یمان برابرست

امروز من نظامی و خاقانیم بدهر — دهلی زمن به گنجه و شروان برابرست

سلجوقیم به گوهر و خاقانیم بفن — توقیعِ من بسنجر و خاقان برابرست

گفتم از کثرت و وحدت سخنی گوی برمز — گفت موج و کف و گرداب همانا دریاست

گفتم از بالشِ پر چاره ندارد سرِ من — گفت هر سر که جبینیست سزاے سرِ پاست

گفتم از اهلِ فنا گر خبرے هست بگوے — گفت این قافله بی گردِ رهِ بانگِ دراست

گفتم از داغ چه خیزد که نهندم بر دل — گفت چون دردِ گرانمایه شود داغ دواست

گفتم از چیست که چون شمع گدازد نفسم — گفت اے جانِ پدر روشنیِ طبع بلاست

گر همین جوشِ بهارست چه حاجت بصباست — که خود از تنگیِ جا پیرهنِ غنچه قباست

رشحه بر من بچکان بادهٔ گلرنگ نبوخ — جرعه بر خاک فشاندن روشِ اهلِ صفاست

فیضِ حقیقت قبولِ سخن و شادیِ فتح — به قلم نازم اگر تکیهٔ موسیٰ به عصاست

همچو من شاعر و صوفی و نجومی و حکیم — نیست در دهر قلم مدعی و نکته گو است

جادهٔ عرفی و رفتارِ شفائی دارم — دهلی و آگره شیراز و صفاهانِ منست

تاجرِ نطقم و از کشورِ جان می آیم — مدح و تشبیب و سپاس و گله سامانِ منست

در پیش آمد و جوهر لبم بر دهان نهاد — رازِ دهانِ خویش بلب در میان نهاد

وانگه بمبلغ ریزشِ رازِ لب از زبان
مهرے ز بوسه و گرم بر زبان نهاد

چون لب ز بوسه گنجِ گهرهاے راز شد
بر گنجِ لب ز تیزیِ دندان نشان نهاد

زان رخ که دسبدم زکنارم بسینه سود
گوشے بروے دل پئے درکِ فغان نهاد

تا دید جز بچاکِ گریبان ندوخت چشم
تارے درون روزنِ سوزن روان نهاد

شد صحنِ خانه دجلهٔ خون چون فرو فشرد
آن آستین که بر قطرهٔ خون فشان نهاد

نازم به پیش بینیِ ساقی که هم ز پیش
آورده بود باده و از ما نهان نهاد

ای کز نوازشِ اثر اسم و رسم تو
نامم زمانه غالبِ معجز بیان نهاد

تو و خدا که درین کشمکش که من باشم
چگونه چون دگران زیستن توان بمراد

روان ز غصه سفالیست در گذرگهِ سنگ
خرد ز فتنه چراغیست بر دریچهٔ باد

ز جوشِ خونِ جگر دیده کوزهٔ صبّاغ
ز سوزِ داغ درون سینه کورهٔ حداد

گزارشِ هوسم نوبهار در دی ماه
گزارشِ نفسم آفتاب در مرداد

مرا چو سایه سیاهست روز و شب تاریک
مرا چو شعله معاش است دود و داغ معاد

گهے ز دیدهٔ شم و قرطاس پیرهن سازم
گهے بماتمِ دانش گهے بحسرتِ داد

نفس بلرزه ز بادِ نهیبِ کلکته
نگاه خیره ز هنگامهٔ الهٰ آباد

تو اے ستاره ندانی که رنجم از آزار
تو اے سپهر نسنجی که ترسم از بیداد

ترا غنیمتِ لب مایه گرانیِ کوه
مرا جمعیت به نیروے تیشهٔ فرهاد

من و بلاے تو نطع ادیم و تابِ سهیل
من و جفاے تو شاگرد و سیلیِ استاد

من و ستمِ دلِ رنجور و التفاتِ طبیب
من و خطرِ رگِ مجنون و نشترِ فصاد

ستاره را همه رفتار ز اقتضاے قضاست
چنانکه جنبشِ نرد از انامل نراد

فلک کجائی و طالع چه و ستاره کدام
کنم شکایتِ دشمن ز دوست شرمم باد

آنکه از دوست درین دائرهٔ تنها ماند
جز دران خانه نماند که بصحرا ماند

ما بہ جاے کہ ز جم ماند قناعت کردیم ۸۸ سبکست ار بہ ہند آنچہ ز دارا ماند
سخن از پیشروان ماند ہمانا زین پس — ما نمائیم و گیتی سخن از ما ماند
کیست کز کوشش فرہاد نشان باز دہد؟ — مگر آن نقش کہ از تیشہ بہ خارا ماند
شبنم از روشنی داغ بہ روزم خندد — روزم از تیرگی خویش بہ شبہا ماند

آن بلبلم کہ در چمنستان شاخسار — بود آشیان من شکن طرۂ بہار
وقت مرا روانی کوثر در آستین — بزم مرا طراوت فردوس در کنار
ہموارہ ذوق مستی و لہو و سرور و شور — پیوستہ شعر و شاہد و شمع و مے و قمار
باکیسہ در خصومت و با کاسہ در لجاج — رندان پاکباز و شگرفان شادخوار
بہ مستی شبینہ و خواب سحرگہے — رنگینی سفینۂ اشعار آبدار
اکنون منم کہ رنگ بر دیم نمی رسد — تا رخ بخون دیدہ نشوئیم ہزار بار
صد رہ ز داوری بگرو باز بردہ ام — افتادگی ز خاک و پریشانی از غبار
نقشم بنامہ نیست بجز سرنوشت داغ — تارم بجامہ نیست بغیر از تن نزار

چہرہ آزردہ بگرد و مژہ آغشتہ بخون ۸۹ خود گواہم کہ ز دہلی بچہ عنوان رفتم
اضطرار آئینہ پرواز جلائے وطنست — نہ بدل رفتم ازان لقصہ بل از جان رفتم
ہم جگر تفتہ ز کین خواہی اغیار شدم — ہم دل آزردہ ز بے مہری خویشان رفتم
از تعلق مجبور و بقضا رفتن من — وحشتے بردم از احباب و ہراسان رفتم
داغ حسرت بدل و شکوۂ اختر بزبان ۹۰ منت از بخت کہ بسیار بسامان رفتم
گلکدۂ دام نشاطے ہمہ جا گستردہ ۹۱ بچو د از ولولۂ شوق پر افشان رفتم

ساقی بزم آگہی روزے — راوقے ریخت در پیالۂ من
چون دماغم رسید زان صہبا — شدم از ترکتاز وہم ایمن
ہمرہان سرخوشی حریفانہ — بے محابا گرفتمش دامن

گفتم ای محرم سرای سرور — از ادب دور نیست پرسیدن

اول از دعوی وجود بگو — گفت کفر است در طریقت من

گفتم آخر نمود اشیا چیست؟ — گفت هی هی نمی‌توان گفتن

گفتمش با مخالفان چه کنم — ۹۲ گفت طرح بنای صلح فگن

گفتم این حب جاه و منصب چیست — گفت دام فریب اهرمن

گفتمش چیست منشأ سفرم — گفت جور و جفای اهل وطن

گفتم اکنون بگو که دلی چیست؟ — گفت جانست این جهانش تن

گفتمش چیست این بنارس گفت — شاهدی مست محو گل چیدن

گفتمش چون بود عظیم آباد — گفت رنگین تر از فضای چمن

گفتمش سلسبیل خوش باشد؟ — گفت خوشتر نباشد از سوهن

حال کلکته باز جستم گفت — باید اقلیم هشتمش گفتن

گفتم آدم بهم رسد ز وی — گفت از هر دیار و از هر فن

گفتم این جا چه شغل سود دهد — گفت از هر که هست ترسیدن

گفتم اینجا چه کار باید کرد؟ — گفت قطع نظر ز شعر و سخن

گفتم این ماه پیکران چه کس اند؟ — گفت خوبان کشور لندن

گفتم ایشان مگر دلی دارند ۹۳ — گفت دارند لیکن از آهن

گفتم از بهر داد آمده ام — گفت بگریز و سر بسنگ مزن

گفتم اکنون مرا چه زیبد گفت — آستین بر دو عالم افشاندن

گفتمش باز گو طریق نجات — گفت غالب بکربلا رفتن

گوئی در اهتمام دل و دیده سنت است — پنهان بخون تپیدن و پیدا گریستن

اندوه و خوشدلی نشناسیم کار ماست — یا خنده بر سحاب زدن یا گریستن

کفرست کفر در پے روزی شگفتن — ننگ ست ننگ در غم دنیا گریستن

گاہے بداغ شاہد وساقی گداختن — گاہے بمرگ مام وبابا گریستن

باید بدرد ہرزہ گرستن دگر گریست — بیجا گریستیم دریغا گریستن

رشک آیدم بہ ابر کہ در حد وسع اوست — ۹۴ برخاک کربلاے معلّی گریستن

خود را ندید زان لب بوسہ نشین بکام خویش — زیبد بشور بختی دریا گریستن

ہزار آفرین برمن ودین من — کہ صنم پرستی است آئین من

اے ز وہم غیر غوغا در جہان انداختہ — گفتہ خود حرفے وخود را در گمان انداختہ

دیدہ بیرون و درون از خویشتن چون آگہی — پردۂ رسم پرستش درمیان انداختہ

عاشقان در موقف دار ورسن داد آشتہ — غازیان در معرض تیغ وسنان انداختہ

رنگہا در طبع ارباب قیاس آمیختہ — نکتہ ہا در خاطر اہل بیان انداختہ

آنچنان شمعے براہ شبروان افروختہ — اینچنین گنجے بجیب بیدلان انداختہ

گل چو ماند دیر گرد و جلوہ اش بازار سرد — بہر تجدید طرب طرح خزان انداختہ

تا علاج خستگی آسایش دیگر دہد — ۹۵ خارہا در رہ گزار میہمان انداختہ

سوختہ عالم را صریر کلک من غالب منم — کآتش از بانگ نی اندر نیستان انداختہ

آزرم گل و سرزنش خار نسنجد — نازم بہ گرانمایگی بے سروپائی

چون دید کہ اندوہ نزاید مگر از دل — دل برد ز من تا کند اندوہ ربائی

چون باد کہ در غنچہ کشودن نکشد رنج — فوجش نشود خستہ تن از قلعہ کشائی

در جنگ کند برتن بدخواہ سمومی — در صلح کند برچمن ملک صبائی

غم گاہ ترا زفرّۂ ایام وصالی — دلخواہ ترا زسرعت تاثیر دعائی

(مثنوی باد مخالف)

اے تماشائیان بزم سخن — وے مسیحا دمان نادر فن

اے سخن پرورانِ کلکتہ
وے زبان آورانِ کلکتہ

ہر یکے صدرِ بزمِ بارگہے
شمعِ خلوت سراے کارگہے

اے سخن را طرازِ جان دادہ
صفحہ را سازِ گلستان دادہ

عطر بر مغزِ گیتی افشانان
پہلوانانِ پہلوی دانان

ہمچو من آرمیدۂ این شہر
بہر کارے رسیدۂ این شہر

اسد اللہِ بخت برگشتہ
در خم و پیچ عجز سرگشتہ

گرچہ ناخواندہ میہمانِ شماست
بے سخن ریزہ چینِ خوانِ شماست

بہ تظلم رسیدہ است اینجا
بامید آرمیدہ است اینجا

آرمیدن و مہد روے چار
خستہ را سایۂ دیوار

کارِ احباب ساختن رسم است
۹۶ میہمان را نواختن رسم است

کیستم دل شکستۂ غمزدۂ
بے دلے خستۂ ستمزدۂ

برقِ بے طاقتی بجان زدۂ
آتشِ غم بخان و مان زدۂ

دردمندِ جگر گداختۂ
از غمِ دہر زہرہ باختۂ

چہ بلاہا کشیدہ ام آخر
کہ بدین جا رسیدہ ام آخر

سیہ روزِ غربتم مبینید
تیرہ شبہاے وحشتم مبینید

اندہِ دوری وطن نگرید
غمِ ہجرانِ انجمن نگرید

نہ ہمین نالہ و فغان بہ لبم
من و جان آفرین کہ جان بلبم

مویہ چون موے کردہ است مرا
غصہ بدخوے کردہ است مرا

ذوقِ شعر و سخن کجاست مرا
کے زبانِ سخن سراست مرا

بامن این خشم و کین دریغ دریغ
من چنان تا چنین دریغ دریغ

در مگویید ماجراے رفت
از تو در گفتگو خطاے رفت

مہربانان خدائے را انصاف / تا نخست از کہ بود رسم خلاف

نمک اندر سبوے کہ فگند؟ ۹، / بر چمن رست و خیز دے کہ فگند؟

زلف گفتار را کہ درہم کرد؟ / بزم اشعار را کہ برہم کرد؟

ہمہ عالم غلط کہ گفت نخست؟ / پارۂ زین نمط کہ گفت نخست؟

بیش را بیشتر کہ گفت بمن؟ / بد زمن بیشتر کہ گفت بمن؟

موے را بر کمر کہ گفت غلط؟ / شعر را سر بسر کہ گفت غلط؟

چون بدیدید کا عتراض خطاست / ہرچہ غالب نوشتہ است بجاست

رشتۂ باز پرس تاب کہ داد؟ / معترض را زمن جواب کہ داد؟

چون بدیدید بے گناہی من / تا نہ شستید روسیاہی من

ہر کہ دیدم رہ خموشی رفت / بود لازم بران گرفت گرفت

از چہ بود آن بعرصہ دم نزدن؟ / در رہ آگہی قدم نزدن

نکشودن لبے بہیا وریم / خیرہ بگذاشتن مداوریم

تا بشور آید دل ز بے جگری / بفغان آمدم ز خیرہ سری

از غم دل ستوہ گردیدم / چہرہ با یک گروہ گردیدم

گلہ ہمدانہ گفتگو کردم / پارۂ در سخن غلو کردم

چون شنیدم کہ نکتہ پردازان / قدر دانان و انجمن سازان

از من آزردہ اند زان پاسخ / بنمایش بخاک سودم رخ

خجلت آوردم و جنون کردم / خویشتن آب و دیدہ خون کردم

آب گردیدم و چکیدم من / قطرہ آسا بسر دویدم من

نفس من بجمع در نگرفت / کس نیازم بہیچ بر نگرفت

زان کہ آنہم رضاے یاران بود / رنگے از جوش این بہاران بود

خارِ دامانِ دوستان بودن ۹۸ خوشتر از باغ و بوستان بودن

بندہ ام بندہ مہربانان را — رمزفہمان و نکتہ دانان را

نہ ز آویزشِ بیان ترسم — من و ایمان من کزان ترسم

کہ پس از من لبالہائے دراز — بزبان ماند این حکایت باز

کہ سفیہے رسیدہ بود اینجا — چند روز آرمیدہ بود اینجا

با بزرگان ستیزہ پیش گرفت — زحمتے داد و راہِ خویش گرفت

شوخ چشمے و زشت خوئے بود — بیحیائے و ہرزہ گوئے بود

ہم سفیہانہ گفتگوے داشت — ہم خرابا تیانہ ہوئے داشت

برگِ دنیا نہ ساز و نیش بود — ننگِ دہلی و سرزمینش بود

آہ ازان دم کہ بعد رفتنِ من — خونِ دہلی بود بگردنِ من

این رقمہا کہ ریخت کلکِ خیال — بود سطرے ز نامۂ اعمال

از منِ نارسائے ہیچمدان — معذرت نامہ ایست اے یاران

بوکہ آید ز عذر خواہیِ ما — رحم بر ما و بیگناہیِ ما

آشتی نامۂ و داد پیام — ختم شد والسلام والاکرام

(مناجات)

بروزے کہ مردم شوند انجمن — شود تازہ پیوندِ جان ہا بہ تن

روان را بہ نیکی نوازندگان — بسرمایۂ خویش نازندگان

گہرہاے شہوار پیش آورند — فرو ہیدہ کردار پیش آورند

بہ ہنگامہ با این جگر گوشگان — درآیند مشتے جگر تشنگان

ز حسرت بدل بردہ دندان فرو — ز خجلت سر اندر گریبان فرو

درآن حلقہ من باشم و سینۂ — ز غمہاے ایام گنجینۂ

در آب و در آتش بسر بردہ — ز دشواریِ زیستن مردہ
تن از سایۂ خود بہ بیم اندرون — دل از غم بہ پہلو دو نیم اندرون
ز ناسازی و ناتوانی بہم — دم اندر کشاکش ز پیوندِ دم
ز بس تیرگیہاے روزِ سیاہ — نگہ خوردہ آسیبِ دوش از نگاہ
بدوش ترازو بنہ بارِ من — نسنجیدہ بگزار کردارِ من
بکردار سنجی سفرہ اے رنج — گرانبارِ دردِ عمرم بسنج
کہ من با خود از ہر چہ سنجد خیال — ندارم بغیر از نشانِ جلال
اگر دیگران را بود گفت و کرد — مرا مایۂ عمر رنج است و درد
چہ پرسی؟ چو آن رنج و درد از تو بود — غمے تازہ در ہر نورد از تو بود
فرو ہل کہ حسرت خمیرِ من است — دم سردِ من زہرہ گیرِ من است
مبادا بہ گیتی چو من ہیچکس — نجیبے و لے زہرہ گیرِ نفس
بپرسش مرا در ہم افشردہ گیر — پرِ کاہ را صرصرِ بردہ گیر
دگر ہمچنین ست فرجامِ کار — کہ مے باید از کردہ راندن شمار
مرا نیز بارے گفتار دہ — چہ گویم بر آن گفتہ زنہار دہ
درین خستگی پوزش از من مجوے — بود بندۂ خستہ گستاخ گوے
دل از غصہ خون شد نہفتن چہ سود — چو ناگفتہ دانی نہ گفتن چہ سود
زبان گرچہ من دارم آغاز تست — بہ پشت ار چہ گفتارم آواز تست
ہمانا تو دانی کہ کافر نیم — پرستارِ خورشید و آذر نیم
نکشتم کسے را بہ ہر ہیمنی — نبردم ز کس مایہ در رہزنی
نگرمے کہ آتش نگیرم از دست — بہ ہنگامہ پروازِ سوزم از دست
من اندہ گین و مے اندہ ربائے — چہ میکردم اے بندہ پرور خدائے

حسابِ مے و رامش و رنگ و بوے / ز جمشید و بهرام و پرویز جوے
که از باده تا چهره افروختند / دلِ دشمن و چشمِ بد سوختند
۹۹ نه از من که از تابِ مے گاه گاه / بدریوزه رخ کرده باشم سیاه
نه بستانسرائے نه میخانهٔ / نه دستانسرائے نه جانانهٔ
نه رقصِ پری پیکران بر بساط / نه غوغائے رامشگران در رباط
شبانگه به مے رهنمونم شدی / سحرگه طلبگارِ خونم شدی
تمنائے معشوقهٔ باده نوش / تقاضائے بیهودهٔ مے فروش
چه گویم! چو هنگام گفتن گذشت / ز عمرِ گرانمایه بر من گذشت
بسا روزگاران به دلدادگی / بسا نوبهاران به بے بادگی
بسا روزِ باران و شبهائے ماه / که بوده است بے مے بچشمم سیاه
۱۰۰ افق ها پر از ابرِ بهمن مهی / سفالینه جامِ من از مے تهی
بهاران و من در غمِ برگ و ساز / درِ خانه از بینوائی فراز
جهان از گل و لاله پر بوے و رنگ / من و حجره و دامنے زیرِ سنگ
دمم عیش جز رقصِ بسمل نبود / باندازهٔ خواهشِ دل نبود
اگر تافتم رشتهٔ گوهر گسست / دگر یافتم باده ساغر شکست
چه خواهی ز دلقِ مے آلودِ من / ببین جسمِ خمیازه فرسودِ من
ز پائیز گویم بهارم گذشت / زمے بگذرم روزگارم گذشت
بسا سازگاری ز همسایگان / بسرمایه جوئی ز بے مایگان
همه از سنتِ ناکسان زیرِ خاک / لب از خاکبوسِ خسان چاک چاک
بگیتی درم بینوا داشتی / دلم را اسیرِ هوا داشتی
نه بخشنده شاهے که بارم دهد / بهر بار زر بیل بارم دهد

که چون پیل زانجا بهانگیزمی | زرش بر گدایان فروریزمی
نه نازک نگارے که نازش کشم ۱۰۱ | بهر بوسه زلفِ گدازش کشم

چو زان غمزهٔ نیشے بدل برخورد | رگِ جان غمِ نوکِ نشتر خورد
بدان عمرِ ناخوش که بس داشتم ۱۰۲ | ز جان خار در پیرهن داشتم
چو دل زین هوسها بجوش آیدے | ز دل بانگِ خونم بگوش آیدے
هنوزم همان دل بجوش اندرست | ز دل بانگِ خونم بگوش اندرست
چو آن نامرادی بیاد آیدم | بفردوس هم دل نیاسایدم
دلے را که کمتر شکیبد به باغ | در آتش چه سوزی بسوزنده داغ؟
صبوحے خورم گر شرابِ طهور | کجا زهرهٔ صبح و جامِ بلور
دمِ شیردی هائے مستانه کو؟ | به هنگامه غوغائے مستانه کو؟
دران پاک میخانهٔ بے خروش | چه گنجائے شورشِ نائے و نوش؟
سیه مستیِ ابر و باران کجا؟ | خزان چون نباشد بهاران کجا؟
اگر حور در دل خیالش که چه؟ | غمِ هجر و ذوقِ وصالش که چه؟
چه منت نهد ناشناسا نگار ۱۰۳ | چه لذت دهد وصلِ بے انتظار
گریزد دم بوسه ایمنش کجا؟ ۱۰۴ | فریبد بسوگند دینش کجا؟
برد حکم و نبود لبش تلخگوے | دهد کام و نبود دلش کامجوے
نظربازی و ذوقِ دیدار کو؟ | بفردوس روزن بدیوار کو؟
نه چشم آرزومندِ دلالهٔ | نه دل تشنهٔ ماهِ پرکالهٔ
ازین ها که پیوسته می‌خواست دل | هنوزم همان حسرت آلاست دل
چو پیشش رگے را بکاود ز دل | دو صد دجله خونم تراود ز دل
بهر جرم کز روے دفتر رسد | ز من حسرتے در برابر رسد

بفرمای کین داوری چون بود؟ — کہ از جرمِ من حسرت افزون بود
ہر آئینہ ہیچون منے راہ بند — تلافی فراخور بود نے گزند
بدین مویہ در روزِ امید و بیم — بگریم بدینسان کہ عرشِ عظیم
شود از تو سیلاب را چارہ جوے — تو بخشی بدان گریہ ام آبروے
دگر خونِ حسرت ہدر کردہ — ز پاداش قطع نظر کردہ
گذشتم ز حسرت امیدم ہست — سپید آبروئے سپیدیم ہست
کہ البتہ این رندِ ناپارسا — کج اندیشہ گبرِ مسلمان نما
پرستارِ فرخندہ منشورِ تست — ہوادارِ فرزانہ دستورِ تست
بہ بندِ امیدِ استواری فرست — بہ غالب خطِ رستگاری فرست

رباعیات

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل — سن سن کے اسے سخنورانِ کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش — گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل ،

بھیجی ہے جو مجھکو شاہِ جمجاہ نے دال — ہے لطف و عنایاتِ شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال — ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

سامانِ خور و خواب کہاں سے لاؤں؟ — آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں؟
روزہ مرا ایمان ہے غالب لیکن — خسخانہ و برفاب کہاں سے لاؤں؟

ان سیم کے بیجوں کو کوئی کیا جانے — بھیجے ہیں جو ارمغاں شہ والا نے
گن کر دیویں گے ہم دعائیں سو بار — فیروزے کی تسبیح کے ہیں یہ دانے

(فارسی)

آن مرد کہ زن گرفت دانا نہ بود — از غصہ فراغتش ہمانا نبود

دارد بجهان خانه و زن نیست درد نازم بخدا چرا توانا نبود
ای آنکه ترا سعی بدرمان هنست منعم مکن از باده که نقصان منست
حیف است که بعدِ من بمیراث رود این یک دو سه خم که در شبستانِ منست

غالب روشِ مردمِ آزاده جداست رفتار اسیرانِ رهِ آزاد جداست
ما ترکِ مراد را ارم فهمیده ایم وان باغچهٔ ضبطی شداد جداست

غالب بسخن گرچه بکیست همسر نیست از نشأهٔ هوش هیچ اندر سر نیست
میخواهی و مفت و نغز وانگه بسیار این باده فروش ساقیِ کوثر نیست

در عالمِ بی زری که تلخست حیات طاعت نتوان کرد بامیدِ نجات
ای کاش ز حق اشارتِ صوم و صلوات بودی بوجودِ مال چون حج و زکات

هرچند زمانه مجمعِ جهال ست درجهل نه حالِ شان بیک منوال ست
کودن همه لیک از یکی تا دگری فرقِ خرِ عیسی و خرِ دجال ست

هرچند توان بی سر و سامان بودن بازیچهٔ خوی زشت نتوان بودن
بالله که ز دشنه بر جگر سخت تر است ۱۰۵ از کردهٔ خویشتن پشیمان بودن

آنرا که ز دستِ بی زری پا بست رسوائی نیز لازمِ احوالست
ما خشک لبیم و خرقه آلوده بمی ۱۰۶ ساقی نگرش پیاله از غربالست

عمریست که در خمِ خمارم ساقی تابِ تفِ تشنگی ندارم ساقی
بگشا سرِ مشک و در گلویم سر ده سائل بکفم قدح ندارم ساقی

انتخاب

از

کلامِ غنی

دیوان غنی فارسی

۱۷ انشتر

غنی

ملا محمد طاہر نام۔ کشمیر مولد و مدفن۔ سال وفات سنہ ۱۰۷۹ ہجری۔ یہ شاعر نہایت مستغنی تھا اسنے وطن سے قدم باہر نہین نکالا۔ اسی رعایت سے غنی اسکا تخلص تھا۔ صائب کا ہمعصر تھا اور اُسی رنگ مین کہتا بھی تھا۔ کلام اسکا عام پسند ہوتا تھا۔ دیوانِ غنی درسیات مین داخل ہوگیا تھا۔

صائب کشمیر کے سفر مین اگر غنی سے ملا ہو تو عجب نہین۔

غزلیات وابیات

جنونے کو؟ کہ از قیدِ خرد بیرون کشم پا را   کنم زنجیرِ پاے خویشتن دامانِ صحرا را

بہ بزمِ مے پرستان محتسب خوش عزتے دارد   کہ چون آید بمجلس شیشہ خالی میکند جا را

اگر شہرت ہوس داری اسیرِ دامِ عزلت شو   ۱ کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نامِ عنقا را

ندارد رہ بگردون روح تا باشد نفس در تن   رسائی نیست در پرواز مرغِ رشتہ بر پا را

غنی روزِ سیاہ پیرِ کنعان را تماشا کن   کہ روشن کرد نورِ دیدہ اش چشمِ زلیخا را

ما بلبلان بلند نسازیم خانہ را   خوش کردہ ایم خانۂ یک آشیانہ را

سنگین دل است ہر کہ بظاہر ملائم است   ۲ پنہان درون پنبہ نگر پنبہ دانہ را

روزے کہ گل ز باغ بغارت برد صبا   بلبل بباد دہ سبدِ آشیانہ را

اندیشہ گر ز تنگیِ گورت بود غنی   در زندگی ز خاک بر آور خزانہ را

در فقر ہیچکس نبود آشناے ما   نہ نشست غیرِ گرد کسے در سراے ما

از روزگار روزیِ ما جز شکست نیست   سنگِ فلاخن است مگر آسیاے ما

زان پیشتر کہ دانہ ز خرمن جدا کنند   سوراخِ مور شد دہن آسیاے ما

کاہیدہ است بسکہ تنِ ما ز قیدِ عشق   طوقِ گلوے ما شدہ زنجیرِ پاے ما

مشکل بود گرفتنِ چیزے ز تنگ چشم   نگرفتہ است بخیہ ز سوزن قباے ما

در علمِ فقر ہر کہ شد استاد چون غنی   برداشت نسخہ از ورقِ بوریاے ما

ز روے ماہ سیاہی بنورِ ماہ نرفت   نیامد است بکارے کمالِ خویش مرا

کسے بہ پرسشِ احوالِ من نمی آید   بغیرِ گریہ کہ آید بحالِ خویش مرا

بہ غنچہ تکیہ چو شبنم بزیرِ سر نہ نہم   کہ بہ ز بالشِ پر ہست بالِ خویش مرا

بسانِ شمع کہ افتد ز پیہ خود بگداز   دبالِ گردنِ خود گشت بالِ خویش مرا

حاجت از حد چو رود تا دست دہد استغنا   قد خم حلقه چو شد کار ندارد بعصا
سرکش از جاے نجنبد پئے تعظیم کسے   شمع آسا رگِ گردن بودش رشتهٔ پا
چون مهِ نو که نه گردد ز شفق هرگز سرخ   ناخنِ همتِ من رنگ نگیرد ز حنا

فروغِ شعلهٔ ادراک در پیری کم پیدا   بود این معنی پنهان ز شمعِ صبحدم پیدا
قلم باشد بجاے شمع بزمِ اهلِ معنی را   بود این معنی از تاریکیِ پائے قلم پیدا
نمی باشد مخالف قول و فعلِ راستان باهم   که گفتارِ قلم باشد ز رفتارِ قلم پیدا
غنی تا چند بینی دستگاهِ اهلِ دنیا را   که باشد وسعتِ آن از حصارِ جامِ جم پیدا

ساقی بجام ریز مے پرتگال را   ماهِ تمام ساز بیک شب هلال را
تا رزقِ خود رسد بدهانت چو آسیا ۳   دایم خموش دار زبانِ سوال را
نبود گلِ تواضعِ دشمن بجز گزند   پابوسِ تیشه افگند از پا نهال را

رفت مانندِ شیشهٔ ساغر   عمرِ من در نفس شماریها
روزیِ مار نیست غیر از خاک   خاک بر فرقِ مالداریها
گرد آئینه روشن از نفس است   گر زنی دم ز خاکساریها

وقتیکه صد زخم رسد گر به تنِ ما   زان به که بود داغ سپر بر بدنِ ما
از بس که ضعیفیم بپایِ دگر او   جز مور کسے نیست غنی گورکنِ ما

سعی بهرِ راحتِ همسائگان کردن خوش است   بشنود گوش از براے خوابِ چشم افسانها
بعد مرگم گر خورد افسوس آن سرکش چه سود   میگزد انگشت شمع از ماتمِ پروانها

ز بزمِ مے بروے محتسب که دستارت   چو پنبه سرِ میناست بارِ خاطرها

اگر ز فاقه ببندیم بر شکم سنگے   گمان برند که داریم در بغل نان را
عشق بر یک فرش بنشاند گدا و شاه را   سیل یکسان میکند پست و بلندِ راه را
کاسهٔ خود پُر مکن زنهار از خوانِ کسے ۴   داغ از احسانِ خورشید است بر دلِ ماه را

گلِ آمیزشِ منعم مدان جز داغِ محرومی ۵ نسازد آبِ دریا سبز هرگز خارِ ماهی را
غنی از دولتِ دنیا نگردد عیبِ کس زائل — که زر نتواند از روئے محک بردن سیاهی را

نقصانِ ما بود گلِ حسنِ کمالِ ما — از برگِ خود چو شمع بسوزد نهالِ ما
مارا ز آفتابِ قیامت غنی چه باک — دوزخ ترست از عرقِ انفعالِ ما

نگردد شعرِ من مشهور تا جان در تنم باشد — که بعد از مرگِ آهو نافه بیرون میدهد بو را

بر تواضع هائے دشمن تکیه کردن ابلهی ست ۶ پابوسِ سیل از پا افگند دیوار را

خانهٔ ما زیرِ بارِ منتِ نقاش نیست — نیست نقشے پیشِ ما خوشتر ز نقشِ بوریا

بجو دوری ز همجنسان نشاطے گر طمع داری — چو مے بینی جدا از یک دگر لبهاے خندان را

غنی اگرچه فقیرست همتے دارد — فشانده است بکونین دستِ خالی را

مشهور در سوادِ جهان از سخن شدیم — همچون قلم سفر بزبان میکنیم ما

بهم شیر و شکر آمیزشے دارد نمیدانم — که ره چون نیست در چشمِ سفیدم خوابِ شیرین را

تا زبان چون قلم از کام نیاید بیرون — یکدم این چرخِ سیه کاسه نداد آب مرا

کج را به تکلف نتوان راست نمودن — کے تیر توان ساختن از چوبِ کمانها

نیفتد کارسازان را بکس در کارِ خود حاجت — بخاریدن نباشد احتیاجے پشتِ ناخن را

بے وجه مدان جاهلیِ ما که ز استاد — از همتِ عالی نگرفتیم سبق را

خلل پذیر شد از ضبطِ گریه نورِ نگاه — ز آستین گله دارد چراغِ دیدهٔ ما

عبادتے به جهان به ز خاکساری نیست — به از وضوے عزیزان بود تیممِ ما

چو استعداد نبود کار از اسباب نکشاید — مسیحا کے تواند کرد روشن چشمِ سوزن را

روزیِ ما می‌شود آخر نصیبِ دیگران — طالعِ برگشته همچون آسیا داریم ما

عاشقان روزِ شهادت خسروِ وقتِ تواند — تیشه بر سر افسرِ شاهی بود فرهاد را

یار ما با آئینه گویا ز روے التفات — ساده رویان دوست میدارند روئے ساده را

ز پهلوی ضعیفان ست گرمی پشت سرکش را ، پر کاهی که بینی بال پروازست آتش را

نتوان بُرد ز دشمن بتواضع جان را
قامتِ خم نرهاند ز اجل پیران را

تابوتِ مردهٔ دوش هشیار کرد مارا
پای بخواب رفته بیدار کرد مارا

خویش را باکه بسنجیم غنی در پستی
نیست جز سایهٔ خود سنگِ ترازو مارا

پروانه گو بمیر ز غیرت که شمع را
روشن کنند خلق بخاکِ مزارها

ملایم می شود در گفتگو هر کس که کامل شد
که دایم پنبه باشد بر دهن مینای پر می را

آدمی در عهد پیری بی خرد گردد غنی
می شمارم طفل خود را ریخت تا دندان مرا

هر کس که داد تن به بلا ایمن از بلاست
ویران کجا ز موج شود خانهٔ حباب

آدمِ خاکی ز خامی دارد از می اجتناب
کوزهٔ گل پخته چون گردد نمی ترسد ز آب

هر رگِ گل رشتهٔ باشد بپای عندلیب
دامِ دیگر نیست حاجت از برای عندلیب

هست هر شاخ گلی عشرت سرای عندلیب
بر زمین کی می رسد در باغ پای عندلیب

از صدای خندهٔ گل میشود روشن که نیست
هیچ صوتی دلکشا تر از نوای عندلیب

پیر شد زاهد و از رازِ درون بیخبرست
قدِ خم گشتهٔ او حلقهٔ بیرون درست

هر که پرسد ز غنی وجهِ شکستِ رنگم
دانم از سنگدلیهای بتان بیخبرست

بالشِ خوبانِ دگر از پر ست
شوخِ مرا فتنه بزیرِ سر ست

پیشِ لبِ یار که جان پرورست
هر که زند دم ز مسیحا خرست

موی سر کردم سفید اما خیالت در سرست
اخگرِ پنهان تهِ این تودهٔ خاکسترست

خوابِ راحت در حقیقت مایهٔ دردِ سرست
هر که دارد این مرض پیوسته صاحب بسترست

تا کارِ تو بیداریِ شبهای درازست
چشمت درِ فیض ست که بر روی تو بازست

گر پردهٔ ناموسِ کس از ناخنِ مطرب
در بزمِ طرب پاره نشد پردهٔ سازست

بر روی زمین هیچکس آسوده نباشد
گنجی بود آرام که در زیرِ زمین ست

زشرم انگشت دارد در دہان طفل — سر پستان گرفتن ہم گدائی ست

بے تعب در منزلِ مقصود کس را بار نیست — نردبانِ این سرا جز راہِ ناہموار نیست

بچشمِ خود نتوان دید صبحِ پیری را — خوشم کہ دیدہ ز مو بیشتر سفید شدہ است

زندہ نتوان بود بے لعلت کہ مشتاقِ ترا — یا لبِ شیرینِ تو یا جانِ شیرین بر لب ست

خدا زبانِ مرا چرب و نرمی داد ست — ہزار شکر کہ نانم بروغن افتاد است

مرا بخانہ سفالے ز بینوائی نیست ۸ خوشم کہ در کفِ من کاسہ گدائی نیست

سبحہ در مسجد و در میکدہ پیمانہ خوش ست — گریہ در خانقہ و خندہ بمیخانہ خوش ست

نمیکند بمنِ ناتوان نگہ آن شوخ — زبیم آن کہ بگویند ناتوان بین ست

در ہر نماز دست بزانو چرا زند — زاہد اگر ز کردہ پشیمان نگشتہ ست

از بستن حنا چہ کنی رنجہ دستِ خویش — مشقِ اسیر کردنِ خونین دلان بس است

تا بکے تشنۂ خونم باشد؟ — تیغ را گر بدہی آب خوش ست

بے ریاضت نشود نشۂ عرفان حاصل — تاک تا خشک نگردید مے ناب نیافت

زندہ در گورم اگر گردشِ افلاک کند — بہ کہ در مرگِ عزیزان بسرم خاک کند

میکنم گریہ ز آلودگیِ دامنِ خویش — اشک تا دامنِ آلودۂ من پاک کند

ہر کہ چون گور زند خندہ بماتم زدگان — چشم دارم کہ فلک در دہنش خاک کند

زمار گشتۂ گیسوے دلبران ترسد — چنانکہ مار گزیدہ ز ریسمان ترسد

کسیکہ ابروے آن ترکِ جنگجو بیند — عجب مدار کہ از سایۂ کمان ترسد

گدا چون یافت روزی خویش را داند سلیمانی ۹ بپایِ مور سنگِ آسیا تختِ روان باشد

کارِ گرہ کشا نشود در زمانہ بند — ہرگز کسے ندید در انگشتِ شانہ بند

چو سرکش بر سرِ افتادگی آید مشو ایمن — کہ کارِ خویش خواہد کرد آتش ہر کجا افتد

زند ربطِ بہم پیوستگان را گفتگو برہم — سخن چون در میان آمد و لب از ہم جدا گردد

منصور صفت رخت ز دنیا و دار ماند — پرواز کرد گل ز گلستان و خار ماند

مکن با دوستان از آشنائی اختلاط افزون ۱۰ — درآید چون درون دیده مژگان خار میگردد

کودکان سنگ بکف بر سر راهند غنی ۱۱ — خواهم این قرعه بنام من دیوانه فتد

از تو اصفهانی مردم سخت حیرانم غنی — هر که می افتد بپایم کنده ما می شود

دلم سوزد چو برگی از درختی در خزان افتد — که از برگ خزان آتش بجان بلبلان افتد

ز راه حرص عجب نیست گر بخاک افتند — سبکروان که چو شاهین بلند پروازند

چشم بر راهند میخواران که کی باران شود — ابر میخواهند مستان خانه گو ویران شود

کسی آواره تا کی در دیار خویشتن باشد — چو ریگ شیشه ساعت مسافر در وطن باشد

کبر در سلسلهٔ باده کشان کم باشد — تاک هر چند که بی بار بود خم باشد

چون بسیر چمن آن دلبر طناز آید — رنگ گل بیشتر از بوی بپرواز آید

خوش آن زمان که تیرش از شست جسته باشد — در پهلویم چو ترکش تا پر نشسته باشد

دنیا بزرگ باشد در دیدهٔ غلط بین — اندک بچشم احول بسیار می نماید

ساغر بکف گرفته چو نرگس بیا برون — ترسم باین بهانه دهان ترا بو کنند

هر کسی گوهر مقصود دنیا به سعی — پای من بسکه دوید آبله را پیدا کرد

لب بسوال غنی پیش ممسکان مگشای — که ترسم از دهنت لقمه زبان گیرند

سخت دلبستگی داشت بعالم صیاد — تا نشد بالش او پر زیرم خواب نکرد

میرسد روزی زهر کس در خور همت ز غیب — کی بدام عنکبوت افتد شکاری جز مگس

تا کی آن نازک بدن را تنگ در بر میکشد — روز محشر دست ما و دامن پیراهنش

خاکساران مدد از عالم بالا یابند — گرد را میکند از روی زمین باران پاک

بود کلید در رزق پارسا مسواک — کجا ز دست دهد هیچ آسیا مسواک

نیست عینک که نهادیم ز پیری بر چشم — نگه از شوق جمال تو زند سر بر سنگ

سرو در فصلِ خزان ماند بحال
راستی را نبود بیمِ زوال

به بزمِ دردمندان زار نالیدن هوس دارم
چو نے خواهم که در فریاد باشم تا نفس دارم

بے تو بر فرشِ گل زبیتابی
مرغِ در خون طپیده را مانم

هستیم سرافراز چو خارِ سرِ دیوار
از بسکه درین باغ بپائے نخلیدیم

حسنِ سبزے بخطِ سبز مرا کرد اسیر
دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم

فیض از بیگانه میخواهیم نے از آشنا
چون صدف در بحر آب از جاے دیگر میخوریم

جلوهٔ حسن تو آورد مرا بر سرِ فکر
تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم

جان بلب از ضعف نتواند رسید
من بزورِ ناتوانی زنده ایم

هر پنبه که بر سرِ داغم نهد طبیب
بردارم و فتیلهٔ داغ دگر کنم

گشت چون رشتهٔ عمرم کوتاه ۱۲ معنے سالگره فهمیدم

جاےِ خود چون مهرهٔ شطرنج خالی میکنیم
دشمنِ ما می شود در خانهٔ ما میهمان

سوے چون از سر جدا گردد نمیگردد سفید
عیشِ غربت مرد را پیوسته میدارد جوان

جستجو از بهرِ روزی باعثِ شرمندگی ست
زین خجالت آسیا انگشت دارد در دهان

کامیاب از جامِ وصلت غیر و من از رشکِ داغ
آب میگردد مرا در دیده اورا در دهان

با سبکساران غنی پیوسته همراهی گزین
ره بساحل می برد کشتی بزورِ بادبان

کشادِ کارِ خود نتوان طمع از آشنا کردن
کجا ناخن تواند بند از انگشت وا کردن

اعتبارِ پستِ فطرت میکند ساعت بنیست
گرد آخر ته نشین در وے که شد بالا نشین

چون شمع رسد گر سرِ سرکش بریدن
هرگز ندهد تن بتواضع زخمیدن

از سختیِ زمانه لبِ شکوه وا مکن
بر سنگ اگرچه سایه بیفتی صدا مکن

چاره سازان هم بکارِ خود غنی بیچاره اند
کی تواند بخیه زد سوزن بزخمِ خویشتن

مو گشت سپید و ریخت دندان
در صبح شود ستاره پنهان

از بسکه شعر گفتن شد مبتذل درین عہد | لب بستن ست اکنون مضمون تازہ بستن
چشم ہنر زکس نبود چون صدف مرا | فیضی مگر ز عالم بالا رسد بمن

سیلی نخوری تا زکف اہل زمانہ | چون مہرۂ شطرنج مرو خانہ بخانہ
از توشئہ رہ مگذر و سرگرم سفر باش | چون مور منہ بر سر پا کندۂ ز دانہ
از رشک کند باد صبا بر سر خود خاک | در زلف تو شد بند مگر ناخن شانہ

عزت شاہ و گدا زیر زمین یکسان ست ۱۳ | میکند خاک برائے ہمہ کس جا خالی
یک تن درین زمانہ بیداغ ماتمے نیست | گردیم سیر عالم از ماہ تا بماہی
ایمن مشو ز دشمن شد گرچہ با تو ہمرنگ | آتش کہ خصم کاہ ست دارد لباس کاہی
مدت شادی و غم نیست برابر بجہان | گریۂ شمع شبے خندۂ صبح ست دمے
زیباست عزے آتش اولاد بولہب را ۱۴ | تو ابن بوترابی باید کہ خاک باشی
غنی ز صدر نشینی گزشتہ و شادم | کہ ہر کجا کہ روم ہست جاے من خالی

رباعیات

اے دل نخوری فریب ارباب دغا | غافل نشوی ز دشمن دوست نما
ہر چند کہ آستین نماید فانوس | در کشتن شمع باشدش دست رسا

برخیز غنی ہواے فروردین ست | مے نوش کہ وقت بادہ خوردن این ست
فصلے ست کہ آشیان مرغان چمن | از کثرت گل چون سبد گلچین ست

ہوش ست کہ سرمایۂ صد درد سر ست | فارغ بال آنکہ از جہان بے خبر ست
در بیضہ نمیکنند مرغان فریاد ۱۵ | ہر چند کہ بیضہ از قفس تنگ تر ست

در فصل بہار پارسا نتوان شد | ہمصحبت ارباب ریا نتوان شد
فیضی نبرد ہیچکس از زاہد خشک ۱۶ | سیراب ز موج بوریا نتوان شد

انتخابِ

از

کلیاتِ منیرؔ

نشتر

منیر

سید محمد اسمعیل متخلص بہ منیر باپ کا نام سید احمد حسین متخلص بہ شاد تھا۔ شکوہ آباد مولد تھا۔ لیکن لکھنؤ۔ فرخ آباد۔ باندہ مین زائد تر رہنے کا اتفاق ہوا۔ کلب علی خان کے وقت مین رام پور کی بھی سیر کی تھی۔ بہت ذہین اور پُر گو شاعر تھے۔ انکی غزلون مین مطلع بہت ہوتے تھے۔ اور اشعار مین آمد کی شان ہوتی تھی کہتے چلے جاتے تھے۔ مین نے اکثر دن کو شدید دیکھ کر انکے کلام کا انتخاب کیا۔ مجھے انکے اشعار مین نشتر کم ملے پھر بھی واقعات نگاری کی صفت انمین ضرور تھی اور ہمیشہ خود مصائب مین مبتلا رہے اسلیے اپنے حسب حال جو کچھ لکھتے تھے بہتر لکھتے تھے۔ انکو زمانے کی گردش نے کالے پانی بھی پہنچایا تھا اسکے متعلق انکے کلام مین بھی تذکرہ ہی۔ وہ تذکرہ رنج و غم کی حکائیت ہی اسلیے خواہ مخواہ دل پر اثر کرتا ہے۔ رباعیات مین دیکھیے کالے پانی مین جو تکلیف حقہ اور افیون نہ ملنے سے ہوئی اُسے کس خوبصورتی سے ادا کیا ہی۔ اپنی قید اور قید کے سفر کو جس درد سے بیان کیا ہی وہ خاص انکا حصہ ہی۔ غزل مین انکا یہ شعر ع عجز و نخوت نے قدم جب حد سے باہر رکھدیا + پاؤن پر سر مین نے اُسنے پاؤن سر پر رکھدیا۔ نیا مضمون ہی اور بندش بھی پیاری ہی۔ پھر کہتے ہین ع راہ مین صورت نقش کف پا رہتا ہون + ہر گھڑی ملنے بگڑنے کو پڑا رہتا ہون۔ نرالا مضمون ہی اور بندش بھی اچھی ہی۔ بہر حال اُستادون مین انکا شمار ضرور ہی۔

غزلیات وابیات

دل تو پژمردہ ہی داغِ غم گلستان ہون تو کیا
آنکھیں روتی ہیں دہانِ زخم خندان ہون تو کیا

لاکھون گل رو داغِ حسرت لیگئے زیرِ زمین
باغِ عالم میں اگر دو پھول خندان ہون تو کیا

داغِ غمِ دل پر اُٹھا کر مرنے والے مر گئے
برج قبرون کے اگر سروِ چراغان ہون تو کیا

مسجدین ٹوٹی پڑی ہین صومعہ ویران ہین
یادِ حق میں ایک دو دلہائے سوزان ہون تو کیا

خانقاہیں منہدم ہین میکدہ آباد ہین
رنج میں ہین اہلِ دین خوش اہلِ عصیان ہون تو کیا

لُٹ گئے قصرِ مرصع کھُد گئے زرین محل
رنج سے معمور اگر دلہائے ویران ہون تو کیا

نور کی خلوت میں پریان ناچتی تھیں جس جگہ
اُس جگہ مشعل بکف غولِ بیابان ہون تو کیا

نخلبندانِ ریاضِ فیض و ہمت ہین تباہ
پاسبانِ کشتِ خستہ چند دہقان ہون تو کیا

یوسفون سے ہو گئے بازار خالی ای فلک
زشت رویانِ جہان اجناسِ دُکان ہون تو کیا

دانہ دانہ کے لیے محتاج ہین عالی گہر
اشکِ حسرت اپنے مروارید غلطان ہون تو کیا

صوفیانِ صاف طینت داصلِ حق ہو گئے
خود نما دو چار ننگِ اہلِ عرفان ہون تو کیا

کاملون کو کر دیا برباد تو نے اے فلک
چند نالایق ترے ممنونِ احسان ہون تو کیا

منعم و فیاض ہین محتاج نانِ خشک کے
خاکروبون کو میسر خوانِ الوان ہون تو کیا

بے کفن وہ ہین کہ شانِ میرزائی جنمین تھی
سوگ میں صد چاک دامان و گریبان ہون تو کیا

بجھ گئین شمعین جلین پروانے تو کیا فائدہ
اُڑ گئے پروانے شمعین نور افشان ہون تو کیا

دیکھنے والے نہین آئینے پھر کس کام کے
بے زلیخا شہر سارے یوسفستان ہون تو کیا

سختِ جان و بیحیا دو چار ہم سے جو رہے
ہر گھڑی پابندِ خوفِ عزت و جان ہون تو کیا

کھائے جاتی ہی انھین بھی رات دن فکرِ معاش
روز لبہائے تاسف رزقِ دندان ہون تو کیا

یہ غزل ہی حسبِ حالِ دہر مثلِ قطعہ بند
سُست بتین صورتِ خوابِ پریشان ہون تو کیا

عجز و نخوت نے قدم جب حد سے باہر رکھدیا ۱ پاؤن پر سر ہین نے اُسنے پاؤن سر پہ رکھدیا

مرض عشق کے بدلے مرض سل ملتا کاش پتھر مجھے یارب عوض دل ملتا
کثرت غم سے سماتا نہ کبھی سینہ مین چھاتی پھٹ جاتی جو پتھر کو مرا دل ملتا

بعد مُردن لحد مین گڑتے ہین گھر تو لبتا ہی ہم اُجڑتے ہین
صبحدم گل سے کہتی ہی شبنم مل کے روتے ہین جو بچھڑتے ہین
حرم و دیر سے نبچے سالک دو گھنڈر راستے مین پڑتے ہین
ضعف پیری مین گر رہے ہین دانت ٹانکے اس بخیہ کے اُدھڑتے ہین
لطف بچپن کے کھو رہا ہی شباب ساتھ کھیلے ہوئے بچھڑتے ہین
ہو مبارک منیر شادی وصل آج وہ میرے گھر مین پڑتے ہین

اے فلک مانگی تھین کس نے تجھ سے بھاری بیڑیان گیسوئے جانان کی پہنا پیاری پیاری بیڑیان
پاؤن کو دیتی ہین رنگ خون جاری بیڑیان جنگلون مین کر رہی ہین لالہ کاری بیڑیان
ناتوانی مین دباتی ہین ہماری بیڑیان ہلکے سے ہلکے ہین ہم بھاری سے بھاری بیڑیان
سوے کلکتہ الہ آباد سے پیدل چلے چوب سو رلنگ پر سیکھین سواری بیڑیان
ٹھوکرین کھاتی ہوئی آتی ہین ہر دم ساتھ ساتھ کسقدر رگڑیان اُٹھاتی ہین ہماری بیڑیان
ہم ہین پیدل راہ طولانی سفر ہے دور کا دیکھیے منزل ہی بھاری یا ہین بھاری بیڑیان
دو قدم بڑھکر نہ چلنے پائے انکے ہاتھ سے پاشنہ کوب آئین آخر تک ہماری بیڑیان
دور کر دین خدا نے اندمن مین خود بخود کرتی تھین برسون کی ناحق ذمہ داری بیڑیان
قطع زنجیر ستم کی ہی یہ تاریخ اے منیر کٹ گئین کیا لطف سے آپہی ہماری بیڑیان

راہ مین صورت نقش کف پا رہتا ہون ۲ ہر گھڑی بننے بگڑنے کو پڑا رہتا ہون

ہلکیون کی محبت کا خلل جائے تو جانین یہ پھانس کلیجے سے نکل جائے تو جانین
ہر چند کہ آوارہ بہت ہے دل وحشی باہر ترے کوچے سے نکل جائے تو جانین

دل کے تو خریدار نظر آتے ہین لاکھون ۔۔۔ چٹکی سے کلیجہ کوئی مل جاے تو جانین
سو بار بلائے شبِ فرقت سے بچے ہین ۔۔۔ اب بھی اگر آئی ہوئی ٹل جاے تو جانین
آنے دو منیر آئے اگر فصلِ بہاری ۔۔۔ ہان نخلِ تمنا کبھی پھل جاے تو جانین

ترقی دوگے تم کب تک قدِ بالا کی شہرت کو ۔۔۔ نکلوا دوگے شاید دونون عالم سے قیامت کو
کفن صبحِ وطن کا بھی جو ملتا تو غنیمت تھا ۔۔۔ بچھائے یا کوئی اوڑھے گلیمِ شامِ غربت کو
تری رفتار کے فتنون سے دنیا بھر گئی ساری ۔۔۔ کہین سے آنے کا رستہ نہین ملتا قیامت کو
منیر اُنسے سرِ محفل لپٹ جائین گے ہم کچھ ہو ۔۔۔ سلام آخری ہو آج سے آدابِ صحبت کو

اے بے مثال آپ تو اپنی مثال دیکھ ۔۔۔ ضد ہو تو آئینہ مین وقوعِ محال دیکھ
دن ہو گئے مہینے مہینے ہوئے برس ۔۔۔ عبرت سے روزنامچۂ ماہ و سال دیکھ
اوقات کان یون ہین ضایع نہ کر منیر ۔۔۔ چل لکھنؤ مین صحبتِ اہلِ کمال دیکھ

تم اگر خوش ہو تو فرقت ہی سہی ۔۔۔ عیش جانے دو مصیبت ہی سہی
بیکسی کا تو کہین نام ہٹے ۔۔۔ کوئی تو آئے قیامت ہی سہی
کیا بنا لین گے بگڑ کر مجھ سے ۔۔۔ تیرے تیور مری قسمت ہی سہی
مل تو جائے گی کبھی چپ کی داد ۔۔۔ کچھ نہ کہنا مری عادت ہی سہی
عیش سے گزری جوانی تو منیر ۔۔۔ عہدِ پیری مین مصیبت ہی سہی

حالِ سابق نہ کہے اے دلِ دانا کوئی ۔۔۔ اگلی باتون سے پھر آتا ہے زمانا کوئی
اے فلک یاد ہین طفلی و جوانی کے مزے ۔۔۔ اگلے عہدون مین سے دے ڈال زمانا کوئی
مین بگڑ کر جو اٹھا غیرون سے ارشاد کیا ۔۔۔ نہ بلانا نہ بلانا نہ بلانا کوئی
جو گیے کا ہے مزا تارکِ دنیا ہم ہین ۔۔۔ مجلسِ فقر مین گائے نہ سہانا کوئی
سطرون پر بھی تاکید ہے غربت مین منیر ۔۔۔ دیس کی چیز مرے آگے نہ گانا کوئی

کس طرف کوٹھے سے وہ مہ جلوہ گر ہونیکو ہے ۔۔۔ عید کا چاند آج کیا جانے کدھر ہونیکو ہے

بال پکّے عمر آخر ہو چلی اب آنکھ کھول — آفتاب آتا ہے سر پر دوپہر ہونیکو ہے
جسم خاکی چھوڑ دے گی روح دامن جھاڑ کر — ایک جھٹکے مین جدا گردِ سفر ہونیکو ہے
یوسفِ مضمون کو لائے فکرِ کہنہ اے منیر — یہ زلیخا نوجوان بارِ دگر ہونے کو ہے

آئی خاک اُسکے رہگذر کی — یارب یہ ہوا چلی کدھر کی
بارے تہِ تیغِ یار نکلی — حسرت دم بھر مین عمر بھر کی
مُنھ ڈھانکو نہ وقتِ نزع ایجان — رخصت ہے اب آخری نظر کی
چل دو طرفِ نجف منیر اب — حاجت نہین خضرِ راہ بر کی

کیا فقط مین ہی ہون جفا کے لیے — منھ نہ کھلوائیے خدا کے لیے
صندلِ بوسے یار مفت نہ مانگ — درد پیدا کر اس دوا کے لیے
کربلا مین منیر کو مولا — جلد بلوائیے خدا کے لیے

بت بھی عاشق ہین اپنی صورت کے — ای مین قربان تیری قدرت کے
آتے ہی چشمِ اہلِ دنیا مین — سو گئے پاؤن خوابِ غفلت کے
نہین سنتا ہے ای منیر کوئی — ڈنکے بجتے ہین کوسِ رحلت کے

صبح طالع ہوئی سو بھی اُٹھے سونے والے — آفرین اے مرے بیدار نہ ہونے والے
آنکھین کھو بیٹھتے ہین ہجر مین رونے والے — پکّے داغون کو چھڑا دیتے ہین دھونے والے
اہلِ مسند کو گذر جاتی ہے کھٹکے ہی مین رات ۴ — مست ہین سایۂ دیوار کے سونے والے
نازپروردہ ہین آفت مین گرفتار منیر — تارے گنتے ہین سرِ شام کے سونے والے

پیتے ہین خونِ جگر پیٹ نہین بھرتا ہے — کھا گئی تیرے ندیدون کی نظر غم کو بھی
سخت جانی کے شبِ ہجر کھڑے ہین پہرے — ہونٹھون پر آکے ٹھہرنا نہ پڑے دم کو بھی
زرداروں کو اکسیرِ قناعت نہین ملتی — جب تک نہ لُٹے کوئی یہ دولت نہین ملتی
طفلی کی جوانی مین بھی راحت نہین ملتی — جو کھیل مین کھوئی ہے وہ دولت نہین ملتی

کہنے سُننے کو تو اے یار مری یاد رہے | گالیان منھ مین رہین کانون مین فریاد رہے

یہی انصاف ہو اے فصلِ بہاری تیرا | جال مین مرغِ چمن باغ مین صیاد رہے

آنکھ پھرتے ہی تری مجھ سے خدائی پھر گئی | کیا مری برگشتہ بختی کی دُہائی پھر گئی

قصائد

اس انجمن مین کوئی دل شادمان نہ تھا | تھی اوجڑے گھر کی رات سوادِ جہان نہ تھا

جنسِ شباب کا یہ کبھی قدردان نہ تھا | کیا کہیے اب دوانہ ہمارا یہان نہ تھا

جس بزمِ جان فزا مین ابھی کل کی بات ہو | خالی سرور سے دلِ پیر و جوان نہ تھا

فرشِ نفیس دامن نظارہ سے لطیف | ذی رتبہ میر فرش سے تاجِ شہان نہ تھا

اربابِ عیش کی کہون کیا خوش سلیقگی | وہ کون تھا کہ ہمسرِ شائستہ خان نہ تھا

صحبت برنگِ خاطرِ اطفال روزِ عید | کمتر جوان تازہ سے پیرِ مغان نہ تھا

پریون کے جھنڈ تھے کہین جُھرمٹ حسینون کے | محبوب جنکے آگے مہِ آسمان نہ تھا

فتنہ کے عطر کو سرِ مو بھی نہ تھی جگہ | آشفتہ کوئی گیسوے عنبر فشان نہ تھا

چھائے ہوئے تھے چمپئی رنگون کے قمقمے | جس سے شگفتہ تر چمنِ زعفران نہ تھا

چٹکی بجا بجا کے بلاتے تھے عیش کو | گانے کی دھوم تھی کہین نامِ فغان نہ تھا

مستانہ غزلین تھین طرب انگیز ٹھمریان | وہ کون تھا جو عاشقِ رقصِ بتان نہ تھا

وہ ناچ سحر کا وہ بتانا طلسم کا | وہ بھاؤ تھے کہ نرخِ مسرت گران نہ تھا

وہ بزم دلفریب تھی ایسی کہ رات بھر | رنج و ملال کے لیے رستا جہان نہ تھا

دیکھا اُسی طلسمِ خوشی کو جو صبحدم | جز چند اور کوئی وہان نوحہ خوان نہ تھا

محفوظ اُنکے گوشۂ رحمت مین ہو منیر | جنمین خدا مین فاصلۂ دو کمان نہ تھا

مجھے یہ فکر ہو اے چرخ کچھ تو منھ سے بول | کہ پھر رہا ہو زمانہ مین کیون تو ڈانوان ڈول

کسی جگہ کسی ڈھب سے ٹھہر نہین سکتا | کھُلا یہ حال کہ تو سر سے پاؤن تک ہو گول

نہ ڈھونڈھ مشتری جنس ہمت حاتم — مگر جواہر الطاف کے ردی کا مول
اگر تجھے طلب گوہر مطالب ہی — تو رُخ نکر طرف مصر و چین و استنبول
حضور کے در دولت پہ آکے سائل ہو — ٹھہر کے منطقۂ کہکشان کمر سے کھول
جناب کلب علی خان خدیو عالم فیض — بنے ہین قطرے گہر جسکے جود سے انمول

رت ہی برسات کی بہت پیاری — موج زن جھیلین ندیان ساری

بدلیان چھا رہی ہین گردون پر — زرد اودی سُنہری زنگاری
مچھلیون کی چمک ہین ہی چھلبل — جیسے رقصان بتان فرخاری
کیا ہری دوب جنگلون مین ہے — سبز مخمل سے ہی سوا پیاری
ہر طرف کھل رہے ہین گل بوٹے — جنسے شرمندہ باغ کی کیاری
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین پروائی — لہرین لیتی ہین ندیان ساری
شفق سُرخ رنگ لائی ہی — لالہ گون ہے سپہر زنگاری
ننھی ننھی برستی ہین بوندین — روح پر ہوتی ہی خوشی طاری
کوکلا بگلہ کویلین طاؤس — اپنی تانین سُناتی ہین پیاری
قازین مرغابیان بطین سرخاب — جھیلون کے ساتھ کرتی ہین یاری
کھیت دھانون کے لہلہے شاداب — کر رہے ہین نظر کی دلداری
عکس طوطی ہو جیسے آئینہ مین — پانی انمین ہے اس طرح جاری
سوندھی سوندھی زمین کی مٹی — بھینی بھینی چمن کی بو پیاری
سیر مچھی بھون کی چل کر دیکھ — کیا نمایان ہی قدرت باری

بارے آئی نجات کی باری — کھل گیا عقدۂ گرفتاری
ہمکو منصب ملا رہائی کا — قید کو جائداد بیکاری
پاؤن کو چھوڑ بھاگے بار دوش — سر کو لپشتارۂ گرانباری

کوچ ٹھہرا مقامِ غربت سے — اب وطن چلنے کی ہے تیاری
رخصت اے دوستانِ زندانی — الوداع اے غمِ گرفتاری
الرحیل اے مشقتِ ہر روز — الفراق اے ہجومِ ناچاری
دال چاول سے کہدو رخصت ہون — پانی مین ڈوبے یہ نمک کھاری
مچھلیون سے کہو ہٹ کے سٹرین — گھاس کھودے یہان کی ترکاری
چین بر ہما ملا کے جا پانی — اہلِ آسام جنگلی تاتاری
اپنے دیدار سے معاف کرین — اپنی باتون سے دین سبکباری
کالے پانی سے ہوتے ہین رخصت — اشکِ شادی ہین آنکھون سے جاری
بیٹھتے ہین جہازِ دودی پر — اُٹھتے ہین لنگرِ گرانباری
السلام اے خروشِ بحرِ محیط — السفر اے سفینۂ جاری
سامنے ہر طرف سمندر ہے — سایۂ آسمانِ زنگاری
ہم سفر قافلہ ہین موجون کے — خضر اور نوح کی ہے سالاری
جامِ بلور ہر حباب مین ہے — عکسِ خورشید کی طلاکاری
دن کو خورشید کے زر افشانی — رات کو اوس کی گہرباری
بحرِ اخضر کی پیتی رنگت — فلکِ سبز کی حنا باری
پانی کے اُٹھتے ہین بلند پہاڑ — اُس پر آتی ہے موج کی باری
پانی پر چڑھ کے پانی بہتا ہے — قدرتِ حق کی ہے نموداری
نکلے دریاے شور سے صد شکر — بحرِ شیرین کی آگئی باری
نظر آیا سوادِ کلکتہ — شکر ہے شکرِ حضرتِ باری

مناجات

یہ عرض ہے تری درگاہ مین خداوندا — کہ تیرہ دل ہون نہایت گناہگار ہون مین

مکان ہے دل کافر سے تیرہ تر میرا — سیاہ بخت ہوں یارب سیاہ کار ہوں میں
بلند ہے عرقِ انفعال کا طوفان — وفورِ جرم سے اس درجہ شرمسار ہوں میں
یہ التجا ہے کہ بہرِ نبی و آلِ نبی — معاف کر مجھے تیرا قصوروار ہوں میں
دلِ زمانہ تو رکھ صاف میری جانب سے — اگرچہ آئینۂ دہر کا غبار ہوں میں
خلش کسی کی بھی دل میں نہ مجھ سے پیدا ہو — اگرچہ گلشنِ عالم میں مثلِ خار ہوں میں
زبان چاہتی ہے مانگے مغفرت کی دعا — صدا یہ آتی ہے دل سے خطا شعار ہوں میں
کسی کمال کا دعوی نہیں معاذ اللہ — غرور خاک کروں ننگ روزگار ہوں میں
میرا کلام ہو مقبولِ اہلِ دل یارب — ترے کرم سے بس اتنا امیدوار ہوں میں

قطعہ تاریخ

فرخ آباد اور یارانِ شفیق — چھٹ گئے سب گردشِ تقدیر سے
آئے باندہ میں مقید ہو کے ہم — سو طرح کی ذلت و تحقیر سے
جسقدر احباب خالص تھے وہاں — درگزر کرتے نہ تھے تدبیر سے
پر کہوں کیا کاوشِ اہلِ نفاق — تھے وہ خونریزی میں بڑھکر تیر سے
کچھ شدائد قید کے کہدوں اگر — خون ٹپکے ہر لبِ تقریر سے
باندہ کے زندان میں لاکھوں ستم — سہتے تھے ہم گردشِ تقدیر سے
کوٹھری تاریک پائی مثلِ قبر — تنگ تر تھی حلقۂ زنجیر سے
بول و غائط کی جگہ بستر کے پاس — تھی نجس تر خانۂ خنزیر سے
کیا تیمم کیا وضو ممکن نہ تھا — کیسے طاہر رہتے کس تدبیر سے
ترکِ افیون سے اذیت جو ہوئی — ہے فزون اندازۂ تحریر سے
سختیِ نزعِ یہودی و مجوس — سہل تھی اُس سختیِ تقدیر سے
کوٹھری میں گرمیِ دوزخ سی فزون — دست و پا بدتر تھے آتشگیر سے

کانپتے تھے موسمِ سرما مین یون — جیسے عریان سردیِ کشمیر سے
محنت و مزدوری و تکلیف و رنج — تھا زیادہ حیطۂ تحریر سے
اس جہنم کے موکل سب کے سب — دشمنی رکھتے تھے بے تقصیر سے
قاتلِ اشراف و اہلِ علم تھے — رنج پہنچاتے تھے ہر تدبیر سے
جس مین ٹھگ بدیا مین بے بدل — نقد جان کو چھین لین تزویر سے
پھر الہ آباد مین بھجوا دیا — ظلم سے تلبیس سے تزویر سے
ننگی تلوارین کبھی تھین گرد و پیش — نوکین سنگینون کی بدتر تیر سے
جو الہ آباد مین گزرے ستم — ہین فزون تقریر سے تحریر سے
پھر ہوئے کلکتہ کو پیدل روان — گرتے پڑتے پاؤن کی زنجیر سے
ہتھکڑی ہاتھون مین بیڑی پاؤن مین — ناتوان ترقیس کی تصویر سے
راستے مین ظلمِ اعدا بیشمار — ہر گھڑی تھے شامتِ تقدیر سے
بے حواس و بے لباس و بے دیار — دل گرفتہ جورِ چرخِ پیر سے
نقشہ کلکتہ مین کھچوایا مرا — رنگ منہ کا اڑ گیا تصویر سے
کالے پانی مین جو پہنچے یک بیک — کٹ گئی قیدِ ستم تقدیر سے
یہ کہی تاریخ ہم نے اے منیر — صاف نکلے خانۂ زنجیر سے

رباعیات

دم ناک مین عسرت سے مرا ہو کب تک — حقہ نہ ملے پینے کو اچھا کب تک
تا چند لپیٹون دھجیان نیچہ پر — بدلا کرون پوستِ استخوان کب تک

دل آتشِ مطبخ سے جلانا ٹھہرا — غم کھانے سے بھی سوا یہ کھانا ٹھہرا
کیونکر طمع کی پھر دال گلے — اپنے ہاتھون سے جب پکانا ٹھہرا

ہر چند کہ ہم دل کے کڑے ہوتے ہین — جاڑے کے مگر صدمے بڑے ہوتے ہین

سردی کا خوف دیکھو عریانی مین — کمل کے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہین
ہر خارِ سرِ رہ کو نہ نشتر سمجھو — پھرتے ہو جو ننگے پاؤن بہتر سمجھو
نالش نہ کرو برہنہ پائی کی منیر — ہر آبلہ موزے کے برابر سمجھو

لذّت کی زبان سے جدائی ٹھہری — روکھے کھانے سے آشنائی ٹھہری
گھی کی صورت نظر نہین آتی منیر — شیرِ کنجشک کی ملائی ٹھہری

پڑتی نہین کانون مین مزے کی باتین — اب سنتے ہین تجھ سے روکھی وکھی باتین
کہتا ہے منیر اے لبِ نان یہ بتا — کیا ہو گئین تری چکنی چپڑی باتین

ہر طرح ہے راحت مین خلل ان روزون — بے حقہ کے پڑتی نہین کل ان روزون
ہمدم ہون مین دردِ آہِ سوزان سے منیر — تبخالۂ لب ہے ناریل ان روزون

تنباکو بھی ہوا ہے کڑوا ہم سے — رک رک کر بولتا ہے حقا ہم سے
برسات مین کس غضب کی گرمی ہے منیر ۵ — جھلوانے لگی آگ بھی پنکھا ہم سے

حقہ اور دن کو تو میسر ہے یہان — پر دردِ جگر کام و زبان پر ہے یہان
دیکھو یہ غضب ایک چلم تنباکو ۶ — اک نافۂ مشک کے برابر ہے یہان

زندان مین تو ہم اسیر و مجبول آئے — کس طور سے نیند حسبِ معمول آئے
گھر سے نکلے جو بچھوا اسی مین منیر ۷ — خوابِ راحت پلنگ پر بھول آئے

پہلے ہوئی چھ روپئے ہماری تنخواہ — پھر آٹھ سے دس ہوئی خدا ہے گواہ
ننانوے کا پھیر رہا قید مین بھی — لاحول ولا قوۃ الّا باللہ

ہرچند محاسبون مین کم قوت ہین — پر قیدیون کے کفیلِ کیفیت ہین
لکھ دیتے ہین رہائی و اسیری سب کی — ہم نقل نویسِ دفترِ قسمت ہین

انتخاب

از

کلیاتِ مومن

و نثر

مومن

مومن خان نام۔ مومن تخلص۔ یہ شخص معجون مرکب تھا۔ شاہ عبدالعزیز نے انکے پیدا ہونے کے وقت کان مین اذان دی اور انھین نے مومن خان نام رکھا۔ شاہ عبدالقادر صاحب سے عربی کتابین پڑھین۔ پھر فن طب جو آبائی پیشہ تھا اسکی طرف توجہ کی اور کمال حاصل کیا۔ علم نجوم مین انکو ایسا ملکہ تھا کہ دور دور تک کوئی انکا مدمقابل نہ تھا۔ شروع شروع عاشقی کی طرف طبیعت مائل ہوئی۔ تمام دیوان انکا عاشقانہ مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ پھر نوجوانی ہی مین طبیعت نے پلٹا کھایا مولوی محمد اسماعیل صاحب کے مرشد مولانا سید احمد صاحب بریلوی کے یہ مرید ہوئے اور اخیر اخیر برگزیدگی مین شہرۂ آفاق ہوئے۔

یہ شاعر حافظہ کا بہت قوی تھا۔ شعر پڑھنے کا انداز نرالا رکھتا تھا۔ کسی امیر کی درباداری کبھی نہ کی اور نہ کسی امیر کی مدح مین قصیدہ لکھا صرف ایک مرتبہ رئیس پٹیالہ کی مدح مین ایک قصیدہ لکھا وہ بھی مدحیہ نہین ہے شکریہ کے طور پر ہے رئیس نے ایک ہتھنی بلا طلب انکے نذر کی۔ انکی طبیعت غیور تھی اسکا صلہ سخن مین دیا۔ دلی انکا مولد تھا۔ دلی سے باہر جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ رام پور مین بھی یہ پہنچے تھے۔ راجہ کپور تھلہ نے تین سو روپیہ مہینے پر انھین بلایا تھا لیکن اس خیال سے کہ یہی تنخواہ ایک گویے کی بھی تھی نہ گئے۔ شرفاے دلی سے تھے اور بڑی عزت رکھتے تھے۔ سنہ ۱۲۶۸ ہجری وفات۔

غزلیات وابیات

لگے خدنگ جب اس نالۂ سحر کا سا — فلک کا حال نہ ہو کیا مرے جگر کا سا
نہ جاؤنگا کبھی جنت مین مین نہ جاؤنگا — اگر نہ ہوئیگا نقشہ تمھارے گھر کا سا
خبر نہین کہ اُسے کیا ہوا پھر اُس در پر — نشانِ پا نظر آتا ہے نامہ بر کا سا
دل ایسے شوخ کو **مومن** نے دیدیا کہ وہ ہے — محبِ حسین کا دل رکھے ہے شمر کا سا

اور ایسا کوئی کیا بے سر و سامان ہوگا — کہ مجھے زہر بھی دیجیے گا تو احسان ہوگا
خواہش مرگ ہوا اتنا نہ ستانا ورنہ — دل مین پھر تیرے سوا اور بھی ارمان ہوگا
کیا ستاتے ہو کہ ہے ہجر مین جینا مشکل — تم سے بیرحم پہ مرنے سے تو آسان ہوگا

آخر امید ہی سے چارۂ حرمان ہوگا — مرگ کی آس پہ جینا شبِ ہجران ہوگا
درد ہی جان کی عوض ہر رگ و پے مین ساری — چارہ گر ہم نہین ہونے کے جو درمان ہوگا
دوستی اُس صنمِ آفتِ ایمان سے کرے — **مومن** ایسا بھی کوئی دشمنِ ایمان ہوگا

ٹانکنے چاکِ گریبان کو تو ہر بار لگا — ہاتھ کٹواؤن جو ناصح رہے اب تار لگا
تو کسی کا بھی خریدار نہین، پر ظالم — سر فروشون کا ترے کوچے مین بازار لگا
کعبہ سے جانبِ بت خانہ پھر آیا **مومن** — کیا کرے جی نہ کسی طرح سے زنہار لگا

زرد منھ دکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا — آج ہم نے اُسکو اپنا زور و زر دکھلا دیا
موت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آئی لاش پر — جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا
نام الفت کا نہ لونگا جبتلک ہے دم مین دم — تو نے چاہت کا مزا اے فتنہ گر دکھلا دیا
دیکھلین گے **مومن** یہ ہم ایمان بالغیب آپکا — اُس بتِ پردہ نشین نے جلوہ گر دکھلا دیا

جون نکہتِ گل جنبش ہے جی کا نکل جانا — اے بادِ صبا میری کروٹ تو بدل جانا
عشق انکی بلا جانے عاشق ہون تو سچ ہے نہین — لو مجکو اطبا نے سودے کا خلل جانا

دم نکلنے کی طاقت ہی بیمارِ محبت سے ہے — اتنا بھی غنیمت ہے مومن کا سنبھل جانا

تھے ہمین مومن کی خودداری پہ کیا کیا اعتماد — کیا خبر تھی یہ کہ یون محوِ بتان ہو جائیگا

بنے کیون کر کہ ہے سب کار الٹا — ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

بے طاقتی سے مجھ مین نہین تابِ التفات — بیہودہ فکرِ جور دِگر امتحان ہی اب

پنجۂ شانہ سے تو زلفِ گرہ گیر نہ کھینچ — دل سے دیوانے کو مت چھیڑ یہ زنجیر نہ کھینچ

ہم تو بچتے نہین تا شام وہ آئے بھی تو کیا — اے دعاے سحری منتِ تاثیر نہ کھینچ

روزِ غم کون بھلا اُن کے ہوا ہی شریک — انتظارِ اثرِ نالۂ شبگیر نہ کھینچ

مومن آ کیشِ محبت مین کہ ہی سب جائز — حسرتِ حرمتِ صہبا و مزامیر نہ کھینچ

کھا گیا ہی غمِ بتان افسوس — گھل گئی غم کے مارے جان افسوس

میرے مرنے سے بھی وہ خوش نہوا — جی گیا یون ہی رایگان افسوس

گلِ داغِ جنون کھلے بھی نہ تھے — آگئی باغ مین خزان افسوس

موت بھی ہو گئی ہی پردہ نشین — راز رہتا نہین نہان افسوس

تھا عجب کوئی آدمی مومن — مرگیا کیا ہی نوجوان افسوس

قہر ہے موت ہی قضا ہے عشق — سچ تو یون ہے بُری بلا ہی عشق

وصل مین احتمالِ شادیِ مرگ — چارہ گر دردِ بے دوا ہے عشق

ہمکو ترجیح تم پہ ہے یعنی — دل ربا حسن و جان ربا ہے عشق

اب تو دل عشق کا مزا چکھا — ہم نہ کہتے تھے کیون بُرا ہی عشق

قیس و فرہاد و وامق و مومن — مرگئے سب ہی کیا وبا ہی عشق

امتحان کے لیے جفا کب تک — التفاتِ ستم نما کب تک

سمجھ یہ عاشق نہین ہے کچھ ظالم — صبر آخر کرے وفا کب تک

تمکو خو ہو گئی بُرائی کی — درگزر کیجیے بھلا کب تک

مر چلے اب تو اُس صنم سے ملین — مومن اندیشۂ خدا کب تک

مردِ عشق ستیزہ کار ہے دل — ملک الموت سے دوچار ہے دل

بسکہ مشتاق نازِ یار ہے دل — ستم آموزِ روزگار ہے دل

وصل جانان نہین سوا ے خیال — ہم ہین مایوس امیدوار ہے دل

شبِ ہجران کو سمجھے روزِ جزا — مومن ایسا سیاہ کار ہے دل

کیا کرون کیون کر کون ناصح رُکا جاتا ہے دل — پیش کیا چلتی ہے اُس سے جیسے آجاتا ہے دل

چاہتا ہون مین تو مسجد مین رہون مومن ولے — کیا کرون بتخانہ کی جانب کھچا جاتا ہے دل

جو پہلے دن ہی سے دل کا کہا نہ کرتے ہم — تو اب یہ لوگون کی باتین سنا نہ کرتے ہم

اگر نہ ہاتھ مین اُس دلربا کے دل دیتے — تو دل پہ ہاتھ سدا دھر لیا نہ کرتے ہم

اُس آفتِ دل و جان پر اگر نہ مر جاتے — تو اپنے مرنے کی ہر دم دعا نہ کرتے ہم

اگر نہ دیکھتے وہ پیاری پیاری صورت آہ — تو ایک ایک کے مُنھ کو تکا نہ کرتے ہم

جو غم بتون کا نہ ہوتا تری طرح مومن — تو دیکھ چرخ کو ہے ہے خدا نکرتے ہم

ٹھانے تھے دل مین اب نہ ملین گے کسی سے ہم — پر کیا کرین کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

ہنستے جو دیکھتے ہین کسی کو کسی سے ہم — منھ دیکھ دیکھ روتے ہین کس بیکسی سے ہم

کب چھوڑتے ہین اُس ستم ایجاد کے قدم — سر ہے ہمارا اور ہین جلاد کے قدم

مانے نہ مانے نشترِ تیشہا ے دل کرون — مین خیر تو نہین کہ تماشا ے دل کرون

ہو جان بھی جا کے کچھ تو مداوا ے دل کرون — کب تک مین دل پہ ہاتھ دھرے ہا ے دل کرون

چھٹتا ہے جیتے جی کوئی زنجیرِ زلف سے — دیوانہ ہون کہ چارۂ سودا ے دل کرون

اُس بت کو ترکِ دین سے بھی نہین مومن اعتماد — کیون کر نہ مین شکایتِ اغوا ے دل کرون

بے مزا ہو کر نمک کو بے وفا کہنے کو ہین — کھل گئے زخمون کے مُنھ کس کے برا کہنے کو ہین

دیکھنا کس حال سے کس حال کو پہنچا دیا — بخت تیرے عاشقون کے نارسا کہنے کو ہین

ہوگئے نامِ بتان سُنتے ہی مومن بیقرار
ہم نہ کہتے تھے کہ حضرت پارسا کہنے کو ہین

ہوگئی گھر مین خبر ہی منع وہان جانا ہمین
وہ بھی رسوا ہو خدا جس نے کیا رسوا ہمین

اُس نام کے صدقے جسکی ددولت
مومن رہون اور بتون کو چاہون

ہو تو نہ بیٹھے بٹھائے خراب اے مومن
لڑا نہ اُس بُتِ خانہ خراب سے آنکھین

یہ قدرت ضعف مین بھی ہے فغان کو
کہ دے پٹکے زمین پر آسمان کو

وفا سکھلا رہے گا دل ہمارا
تمھاری خاطرِ نامہربان کو

دلِ مضطر کی بیتابی نے مارا
کہان سے لاؤن اُس آرامِ جان کو

سُن اے مومن یہ ایمان ہے ہمارا
نہ کہنا کفر پھر عشقِ بتان کو

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو لطف مجھ پہ تھے بیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر
مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ نئے گلے وہ شکایتین وہ مزے مزے کی حکایتین
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم مین تم مین بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جسے آپ کہتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا
مین وہی ہون مومنِ مبتلا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اے ناصحو آہی گیا وہ فتنۂ ایام لو
ہمکو کہتے تھے بھلا اب تم تو دل کو تھام لو

کیا قہر ہے کبتک کوئی رہجائے آنسو پی کے یون
ہنس ہنس کے میرے آگئے تم دستِ عدو سے جام لو

مومن تم اور عشقِ بتان اے پیر و مرشد خیر ہے
یہ ذکر اور منہ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا مُنھ
اے شبِ ہجر تیرا کالا مُنھ

بات پوری بھی مُنھ سے نکلی نہین
آپ نے گالیون پہ کھولا مُنھ

شبِ غم کا بیان کیا کیجے
ہے بڑی بات اور چھوٹا مُنھ

جب کہا یار سے دکھا صورت
ہنس کے بولا کہ دیکھو اپنا مُنھ

پھر گئی آنکھ مثلِ قبلہ نما
جس طرف اُس صنم نے پھیرا مُنھ

سنگِ اسود نہین ہی چشمِ بتان بوسہ مومن طلب کرے کیا منہ

ہو صورت خاک جی لگنے کی جنت مین بھلا مومن مری نظرون مین ہی شاہِ جہان آباد کا نقشہ

خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی خبر ہی نعش پہ اُس بیوفا کے آنے کی

نہ جاے کیون دلِ مرغِ چمن کہ سیکھ گئی بہار وضع تری مسکرا کے آنے کی

مجھے یہ ڈر ہی کہ مومن کہین نہ کہتا ہو مری تسلی کو روزِ جزا کے آنے کی

دفن جب خاک مین ہم سوختہ سامان ہونگے فلس ماہی کے گل شمع شبستان ہونگے

ناوک انداز جدھر دیدۂ جانان ہونگے نیم بسمل کئی ہونگے کئی بیجان ہونگے

تو کہان جاے گی؟ کچھ اپنا ٹھکانا کر لے ۲ ہم تو کل خواب عدم مین شبِ ہجران ہونگے

منتِ حضرت عیسیٰ نہ اُٹھائین گے کبھی زندگی کے لیے شرمندۂ احسان ہونگے

ناصحا دل مین تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم لاکھ نادان ہوئے کیا تجھ سے بھی نادان ہونگے

ایک ہم ہین کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی پھر وہی پاؤن وہی خارِ مغیلان ہونگے

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتان مین مومن آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

آج اُس بزم مین طوفان اُٹھا کے اُٹھے یان تلک روئے کہ اُسکو بھی رلا کے اُٹھے

جی ہی مانندِ نشانِ کفِ پا بیٹھ گیا پاؤن کیا کوچہ سے اُس ہوش ربا کے اُٹھے

شعر مومن کے پڑھے بیٹھ کے اُسکے آگے خوب احوالِ دلِ زار سنا کے اُٹھے

تسلی دمِ واپسین ہو چکی ہمین ہو چکی جب نہین ہو چکی

قلق کشتہ سخت جانی ہے پھر امیدِ اجل آفرین ہو چکی

یہان دم نہین شوق سے قتل کر مری خون سے تر آستین ہو چکی

کمین مین ہی مومن وہ کافر صنم بس اب پاسبانی دین ہو چکی

کیونکر یہ کہین منتِ اعدا نہ کرینگے کیا کیا نہ کیا عشق مین کیا کیا نہ کرینگے

ہنس ہنس کے وہ مجھ سے ہی مرے قتل کی باتین — اس طرح سے کرتے ہین کہ گویا نہ کرین گے
کیا نامہ مین لکھون دل وابستہ کا احوال — ۳ معلوم ہے پہلے ہی کہ وہ وا نہ کرین گے
رکھ لیوین گے پتھر مگر ان سنگدلون کو — چھاتی سے لگانے کی تمنا نہ کرین گے

نہ کٹی ہم سے شب جدائی کی — کتنی ہی طاقت آزمائی کی
کیون برا کہتے ہو بھلا ناصح — مین نے حضرت سے کیا برائی کی
مومن آؤ تمھین بھی دکھلادون — سیر بتخانہ مین خدائی کی

لچھی ریشم کی نہ ہاتھون مین پہن — دیکھ نازک ہے کلائی تیری

پھر محبت مین مزا آتا ہے — کیون نہ کھائین ہمین غم کھاتا ہے
کس سے پھر وعدۂ وصلت ہے کہ دل — میرے ملنے کی قسم کھاتا ہے
پھر ہون دیوانہ بیخود کس کا — خار تلوے مرے سہلاتا ہے
پھر دل اک بت کو دیا مومن نے — کب وہ ان باتون سے باز آتا ہے

جوش وحشت سے یہی تو ایکدن — اُلجھین گی زلف دوتا سے تیری
مومن اُس بُت سے بگڑنا ہی نہ تھا — بن چکی بات خدا سے تیری

واسوخت

اے ستمگر کہان تلک بیداد — سر پامال عاشق ناشاد
قول دینا عدو کو حسب مراد — مر گیا تیرے ہاتھ سے فرہاد
فکر جور و سر جفا کب تک — ہوف غیر سے وفا کب تک
اب بھی آجانے دے دل آزاری — چھوڑ دے خود سری و خونخواری
دیکھ اچھی نہین ستمگاری — نہ پڑے صبر نالہ و زاری
کہین تو بھی نہ دل کو کھو بیٹھے — کہین آنکھون کو یون نہ رو بیٹھے
کچھ زمانے کا اعتبار نہین — دور گردون پہ اختیار نہین

عشرتِ دہر پائدار نہین | چرخ کو ایک دم قرار نہین
ہو نہ جاے ہماری بات بڑی | کبھی دن ہے کبھی ہے رات بڑی
حسن آخر ہی بیوفا نرہے | چہرہ گلرنگ و باصفا نرہے
شوخیِ نازش و ادا نرہے | لبِ شیرین مین کچھ مزا نرہے
شور اُٹھے نہ خوشخرامی سے | نہ حلاوت ہو تلخکامی سے

طرہ مارِ سپید سا ہوجاے | کاش ایک جان کی بلا ہوجاے
زلف کے بدلے قد دوتا ہوجاے | خوشنما چہرہ بدنما ہوجاے
آپ ہو کی عوض پریشان ہو | روے آئینہ وار حیران ہو
تیغِ ابرو سے دل فگار نہ ہو | تیرِ مژگان جگر کے پار نہ ہو
خنجرِ غمزہ زخم پار نہ ہو | کوئی دنیا مین جان نثار نہ ہو
ایک قلق طبعِ نازنین پہ رہے | بے ارادے شکن جبین پہ رہے

کلفت آجاے ماہِ کامل مین | داغ رُخ لالہ کے مقابل مین
غنچہ ہو گلرخون کی محفل مین | مثلِ سنبل شکن پڑین دل مین
جلوۂ بے بدل بدل جائے | زلفِ خوش خم کا بل نکل جائے
چھوڑنے کی مرے ندامت ہو | آپ کو دمبدم ملامت ہو
بیٹھتے اُٹھتے ایک قیامت ہو | پھر لے تجھ سے کس کی شامت ہو
یون غضب مین رہے بلا میری | یہ مصیبت سہے بلا میری

فکرِ انجام سے نہ ہو انجان | مجھ سے ملجا تو میرا کہنا مان
اس زمانے کو ظالم اپنا جان | دل مین اپنے ذرا سمجھ نادان
کب تلک کوئی نامراد رہے | بھول جاؤن گا مین بھی یاد رہے
تابِ پرداخت ستمہاے نہان کی حد بھی | قوتِ کشمکشِ آہ و فغان کی حد ہے

کچھ فریبِ دلِ بیتاب و تواں کی حد بھی
ضبطِ سوزاں نفسِ شعلہ فشاں کی حد بھی

کیونکہ خالی نکروں جی کہ بھرا آتا ہے
بیش چلتی جو نہیں غصہ چلا آتا ہے

کب تلک کوئی نہ سرگرم حکایت ہووے
کب تلک لب نہ شرر ریزِ شکایت ہووے

ہو تحمل جو تحمل کی نہایت ہووے
کیجیے صبر اگر صبر کی غایت ہووے

کچھ زباں بھی تو نہیں زور کہ حل بھی نکلے
غم کچھ ارمان نہیں ہے کہ نکل بھی نکلے

جب سے عاشق ہوئے ہم رنج نہ پائے کیا کیا
لب پر آئے نہ گلے جی میں گر آئے کیا کیا

کیا کہیں آہ کہ خاطر میں نہ لائے کیا کیا
جب تلک تاب رہی ناز اٹھائے کیا کیا

پر نہیں حوصلۂ نیم ستم بھی اب تو
بیوفا ہاے ہوئے جاتے ہیں ہم بھی اب تو

دل مرے کہنے میں ہووے تو کچھ اب بھی نکہوں
پر بگڑ ہی گئی جب بات تو کیوں بات سہوں

اسکو بھی چاہیے طاقت کہ میں چپ بیٹھ رہوں
کچھ بن آتی ہی نہیں ہاے عجب رنج میں ہوں

دل یہ کیا ہاتھ دھروں ہاتھ ہی قابو میں نہیں
سر رہے کس پہ کہ حالت مری زانو میں نہیں

دل ہے یا دشمنِ جانی کہ ستاتا ہے مجھے
داغ ہے یا تپِ غیرت کہ جلاتا ہے مجھے

جوش ہے یا شبِ وعدہ کہ پھر آتا ہے مجھے
شکوہ ہے یا خبرِ وصل کہ بھاتا ہے مجھے

غش مگر اسکا تصور ہے کہ آجاتا ہے
جی بھی معشوق ہے گویا کہ چلا جاتا ہے

ہم پہ جو گزرے قلق اسکی بلا سے گزرے
جان سے جائیں ٹلے وہ نہ جفا سے گزرے

ہے وفا سے یہی حاصل تو وفا سے گزرے
کب تلک کچھ نہ کہیں ایسی حیا سے گزرے

پاسِ ناموس ہمیں کیوں ہو جو انکو بھی نہیں
جس نظر سے کہ لحاظ آئے تھا اب بھی نہیں

ملک الموت بھی آتا نہیں ہاں کیا کیجے
کچھ توقع نہیں دلجوئی جاناں کیا کیجے

نہیں کہنے میں زباں منعِ زباں کیا کیجے
دم ہی باقی نہ رہا ضبطِ فغاں کیا کیجے

نالۂ گرم و دمِ سرد کی طغیانی سے ہے
کوئی دن اور جو دنیا کی ہوا کھانی ہے

دل کو اس دشمنِ جانی سے لگانا ہی تھا
باتوں پر اس لبِ دمساز کے جانا ہی نہ تھا

دم مین اُس چشمِ سخن ساز کے آنا ہی نہ تھا　　جور کم سہنے تھے یہ قصّہ بڑھانا ہی نہ تھا
اب بھی اے کاش کچھ ایسا ہو کہ جھگڑا جائے ۴　　رحم آجائے اُسے یا مجھے صبر آجائے

خوب کرتے ہین کہ وہ ظلم کیے جاتے ہین　　رنج دینے کو دل اور دن کے لیے جاتے ہین
دادِ بیرحمی و بیداد دیے جاتے ہین　　ہم بھی ایک اتنی توقع پہ جیے جاتے ہین
کہ جو ہو اُنکی ملاقات تو بدلا لے لین　　جلنے وہ خوب لیے جائین وہ طعنے دی لین
چشمِ فتّان نگہِ شوخ وہ شرما جائے　　عرقِ شرم کے طوفان مین ڈوبا جائے
جی یہ کچھ ایسی بنے رُخ پہ تغیر آجائے　　بگڑے یہ چہرہ کہ مجھ سے بھی نہ دیکھا جائے
ہووے یہ رنگ کہ پھر منہ وہ دکھا ہی نہ سکے　　سر کو زانو سے مری طرح اُٹھا ہی نہ سکے

اے چارہ گر اُچک کہ دمِ چارہ گری ہے　　مین جان سے مرتا ہون تجھے بیخبری ہے
کیون پہلے ہی درمان سے یقین بے اثری ہے　　اپنی سی تو کر دیکھ عبث نسخہ دری ہے
ہو جاؤن مین جانبر تو تری ناموری ہے　　یون دعوی بے مرفہ تو بیہودہ سری ہے
گر ہم سے مریضون کی دوا ہووے تو جانے　　بیمارِ محبت کو شفا ہووے تو جانے

ہر چند کہ درمان ہی نہین عشق بتان کا　　زخمِ دلِ مجروح پہ لگتا نہین ٹانکا
مرنا قلقِ ہجر مین بجینا ہی یہان کا　　پر شکر ہوا سہل علاج اپنی تو جان کا
وہ حال نہین ہے دلِ بیتاب و توان کا　　تھمتا نظر آتا ہے لہو زخمِ نہان کا
تاثیر دوا اب تری کر جائے تو کر جائے　　ہر چند کہ ناسور ہی بھر جائے تو بھر جائے

یعنی کہ دل اُس دشمنِ جانی سے پھرا اب　　گو تھا مرض الموت پہ ممکن ہے شفا اب
بطیا قتیِ جان نہین آزار فزا اب　　سینے سے مرے ہاتھ جدا ہونے لگا اب
وہ عشق کی خاطر ہے نہ وہ پاسِ وفا اب　　وہ فتنہ کی الفت ہے نہ وہ شوقِ بلا اب
کچھ کام نہین پیچ و خمِ زلفِ دوتا سے　　کھایا کرے بل سیکڑون اب میری بلا سے

ایک عمر تلک زیست سے بیزار رہا مین　　سر مشقِ غم و وقفِ صد آزار رہا مین

معشوق کے پرہیز سے بیمار رہا ہین ‌ بے جرم جفاؤن کے سزاوار رہا ہین

کیا کیا نہ مصیبت ہین گرفتار رہا ہین ‌ افسردہ دل گرمیِ اغیار رہا ہین

آخر تپشِ اِس آتشِ خاموش ہین آئی ‌ جان گرمیِ غیرت سے غضب جوش مین آئی

متفرقات

ساقی مے سُرخ رائگان ہو ‌ خم بھر کے کہ چشم خونفشان ہو

اُٹھے بھی نہ تھے کہ گر پڑے ہم ‌ کیا لغزشِ پا زمان زمان ہو

اے ہمدمِ جان نواز تجھ سے ‌ کیا دل کی کہون مین دل کہان ہو

تو چھوڑ مجھے چلا گیا دل ‌ ہے اُس سے زیادہ بیوفا دل

دیتا ہون دم ایسے فتنہ گر پر ‌ انصاف سے دیکھنا مرا دل

اُس چشم نے کر دیا خراب آہ ‌ تھا ورنہ بہت ہی پارسا دل

اے محرمِ راز کیا کہون مین ‌ کس آفتِ جان سے لگا دل

دن پھرتے کہین اگر مرے بھی ‌ کیا گردشِ روزگار ہوتا؟

اے پند شعار ہوش مین آ ‌ کوئی بھی ہے آپ خوار ہوتا

ہم کاہے کو دل کو جانے دیتے ٥ اپنا اگر اختیار ہوتا

ساقی نامہ

ساقیا زہر پلا دے مجکو ‌ شربتِ مرگ چکھا دے مجکو

ہان سیہ مستیِ حرمان یہ نگاہ ‌ دے وہ مے یعنی کفِ مارِ سیاہ

تلخیِ پاسِ عیادت کب تک ‌ حسرتِ ذوقِ شہادت کب تک

کیا ذرا سودۂ الماس نہین ‌ سم ہلاہل ترے کچھ پاس نہین

گر یہان ہے تو اُٹھا لا جلدی ‌ اور نہین پاس تو جا لا جلدی

کیا خمارِ خفقان ہے ظالم ‌ بس جلا جی تو کہان ہے ظالم

بھر دے اک جام کہ مر جاؤن ابھی ‌ بھول کر آپ مین آؤن نہ کبھی

کاسۂ عمر کا بھرنا اچھا ایسے جینے سے تو مرنا اچھا
کاش مر جاؤن کہ چین آئے کہین بد دماغی سے سر زیست نہین
کب تلک نزع کی حالتمین رہون کب تلک یون ستم مرگ سہون
کب تلک چشم سے خون ہو جاری کب تلک درد کرے دلداری
عمر برباد نہ جائے ای کاش دل کی آئی مجھے آئے ای کاش
ہائے یہ ظلم سہا کیونکر جائے ۶ مین جیون اور مرا دل مر جائے
جان ہمہ رنج و سراپا غم ہے رنج سا رنج ہی غم سا غم ہے؟
دیکھتا ہون عجب احوال اپنا کیا ہون کس سے کہون حال اپنا
درد ہجران سے سبھی کو ہے فراغ بات پوچھے کوئی یہ کسکو دماغ
سب ہین بیدرد انھین کسکا غم ہے غم دون کا کسی کو کیا غم ہے
کون پوچھے ہے کسی کا احوال جانتے ہم ہین سبھی کا احوال
کون سنتا ہے فغان درویش ۷ قہر درویش بجان درویش
کوئی ناشاد ہو یا ہو ناکام اپنے سب خوش ہین کسی کو کیا کام
کوئی ہمدم ہے نہ دمساز مرا کوئی محرم ہے نہ ہمراز مرا
کوئی اتنا نہین جو حال سنے متوجہ ہو کچھ احوال سنے
کوئی اتنا نہین جو چارہ کرے ۸ چارہ مومن آوارہ کرے
چارہ گر ہو نہ سکے فکر تو ہو وصل جانان نہ سہی ذکر تو ہو
ماجرا سنکے مرا رونے لگے روتے دیکھے تو ذرا رونے لگے
سینۂ چاک کا گر ہو نہ رفو ۹ ٹانک دے چاک گریبان تو کبھو
چشم خونریز سے خون پاک کرے پیرہن ساتھ مرے خاک کرے
دل ہو مضطر تو نہ آرام لے وہ مین جو تڑپون تو ذرا تھام لے وہ

بزم سا کچھ تہ پہلو رکھدے
سر کو بیٹھون تو وہ زانو رکھدے

کچھ کرے بات زرا بہلائے
جی کسی ڈھب سے مرا بہلائے

ہاے مین ڈھونڈھکے لاؤن کسکو
ماجرا اپنا سناؤن کسکو

کون میرا مگر اپنا ہون مین
عاشق بیکس و تنہا ہون مین

اس تکلم سے یہ مطلب ہے مرا
جو سُنے سمجھے وہ افسانہ مرا

گو کہین ہو وہ کسی جا ہووے
دل مین پر درد زرا سا ہووے

ہو یہ مجھ سا وہ نہ ہو دیوانہ
تا سُنے سمجھے مرا افسانہ

اُسکو پہنچا ہو جدائی کا درد
تا وہ جانے کہ ہے اسمین کیا درد

ماجراے غم حرمان سمجھے
سرگزشت شب ہجران سمجھے

بات کچھ میری زبانی سُن لے
غور سے ساری کہانی سُن لے

سب مضامین و معانی سوچے
مطلب راز نہانی سوچے

نہ کہانی نہ یہ ہے افسانہ
داد و بیداد ہے مظلومانہ

رباعیات

مومن شوق گناہگاری کب تک
اے تیرہ درون سیاہ کاری کبتک
ہان اپنے خدا کو باز آ بہر خدا
اے دشمن دین بتون سے یاری کبتک

جو یہ ہے بخار کا سبب ہے نہ کہو
یہ بات جگر سوز غضب ہے نہ کہو
معلوم نہین تمکو طبیبو احوال
جلتا ہون یہ کہنے سے کہ تپ ہے نہ کہو

کب تک ربط بتان دلجو کی نباہ
کب تک فکر حصول حشمت و جاہ
آتا ہے یہ جی مین چھوڑ سب کچھ مومن
ایک کونے مین بیٹھے کیجے اللہ اللہ

مومن یون بھی کسی پہ مرتا ہے کوئی
اس طرح بھی جان سے گزرتا ہے کوئی
خود کام کیا دل سمجھ کے تونے دیا
نادان ایسا بھی کام کرتا ہے کوئی

انتخاب

از

کُلّیاتِ میر تقی

دیوان ۔ اوّل ۔ دوم ۔ سوم ۔ چہارم ۔ پنجم ۔ ششم

از ناشر

میر

محمد تقی نام ۔ میر تخلص ۔ شرفاے اکبر آباد سے تھے ۔ یہ وہ شاعر ہے جسکو ریختی کا جگت اُستاد کہنا چاہیے ۔ ذوق لکھتا ہے ۔

ذوق یارون نے بہت زور غزل مین مارا   نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب

غالب کہتے ہین ۔

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ   آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

باپ کے مرنے پر خان آرزو کے پاس جو انکے سوتیلے ماموں تھے دلی آئے اور وہین پرورش پائی ۔ دلی مین انکی بڑی قدر ہوئی خود شاہ عالم اور اُنکے دربار کے امرا اور شرفا انکی تعظیم کرتے تھے لیکن خالی تعظیم سے انکا کام نہ چلا یہ دلی سے لکھنؤ پہنچے ۔ لکھنؤ مین انکی بڑی عزت ہوئی ۔ رفتہ رفتہ نواب آصف الدولہ تک رسائی ہوئی اور دو سو روپیہ مہینہ مقرر ہوگیا ۔ مزاج کے بیحد چلے تھے بد دماغی اور نازک مزاجی نے دربار شاہی کی حاضری سے روکا اور گوشہ نشینی مین فقر و فاقہ سے زندگی کے دن پورے کرتے لگے ۔ سو برس کی عمر مین ۱۲۲۵ہجری مین فوت ہوئے ۔

غزلیات وابیات

اُلٹی ہوگئین سب تدبیرین، کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریِ دل نے، آخر کام تمام کیا

عہد جوانی رورو کاٹا، پیری مین لین آنکھین موند
یعنی رات بہت تھے جاگے، صبح ہوئی آرام کیا

یان کے سفید و سیہ مین ہمکو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جون تون شام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اس نے تو
قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا تب ترک اسلام کیا

چمن مین گُل نے جو کل دعویِ جمال کیا
جمالِ یار نے منھ اُسکا خوب لال کیا

فلک نے آہ تری رہ مین ہمکو پیدا کر
برنگِ سبزۂ نورستہ پائمال کیا

لگا نہ دل کو کہین، کیا سُنا نہین تو نے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

وہ اک روش سے کھولے ہوئے بال ہو گیا
سنبل چمن کا مفت مین پامال ہو گیا

اُلجھاؤ پڑ گیا جو ہمین اُسکے عشق مین
دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا

دعویٰ کیا تھا گُل نے ترے رخ سے باغ مین
سیلی لگی صبا کی سو منھ لال ہو گیا

قامت خمیدہ رنگ شکستہ بدن نزار
تیرا تو میر غم مین عجب حال ہو گیا

اتنا نہ تجھ سے ملتے، نہ دل کو کھو کے روتے
جیسا کیا تھا ہم نے ویسا ہی یار پایا

کیا اعتبار یان کا پھر اُسکو خوار دیکھا
جس نے جہان مین آکر کچھ اعتبار پایا

آہون کے شعلے جس جا اُٹھتے تھے میر سے شب
وان جاکے صبح دیکھا مشتِ غبار پایا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا
دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

وہ کج روش نہ ملا مجھ سے راستے مین کبھی
نہ سیدھی طرح سے اُس نے مرا سلام لیا

مزا دکھائین گے بیرحمی کا تری صیاد
گر اضطرابِ اسیری نے زیرِ دام لیا

اگرچہ گوشہ گزین ہون مین شاعرون مین میر
پہ میرے شور نے روئے زمین تمام لیا

دل سے شوقِ رُخِ نکو نہ گیا
جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

ہر قدم پر تھی اُسکی منزل پر — سر سے سوداے جستجو نہ گیا

سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان — لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا

دل مین کتنے مسودے تھے ولے — ایک پیش اُسکے رو برو نہ گیا

سبحہ گردان ہی میر ہم تو رہے — دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

راہِ دردِ عشق مین روتا ہی کیا — آگے آگے دیکھیے ہوتا ہی کیا

قافلے مین صبح کے اک شور ہے — یعنے غافل ہم چلے سوتا ہی کیا

غیرتِ یوسف ہی یہ وقتِ عزیز — میر اُسکو رایگان کھوتا ہے کیا

بارہا گورِ دل جھکا لایا — اب کی شرطِ وفا بجا لایا

دل کہ بس ایک قطرہ خون ہی — ایک عالم کے سر بلا لایا

دل مجھے اُس گلی مین لیجا کر ۳ — اور بھی خاک مین ملا لایا

اب تو جاتے ہین بتکدے سے میر — پھر ملین گے اگر خدا لایا

غم رہا جب تک کہ دم مین دم رہا — دل کے جانے کا نہایت غم رہا

جامۂ احرام زاہد پر نہ جا — تھا حرم مین جب بھی نامحرم رہا

میرے رونے کی حقیقت جسمین تھی ۴ — ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا

صبحِ پیری شام ہونے کو ہی میر — تو نہ چیتا یان بہت دن کم رہا

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا — اب جس جگہ کہ داغ ہی یان آگے درد تھا

دل کی شکستگی سے ڈرائے رکھا ہمین — وان چین جبین پر آئی کہ یان رنگ زرد تھا

عاشق ہین ہم تو میر کے بھی ضبطِ عشق کے — دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

دیکھ آرسی کو یار ہوا محو ناز کا — خانہ خراب ہو جیو آئینہ ساز کا

اس لطف سے نہ غنچۂ نرگس کھلا کبھو — کھلنا تو دیکھ اس مژۂ نیم باز کا

کوتاہ تھا فسانہ جو مرجاتے ہم شتاب — جی پر وبال سب ہے یہ عمرِ دراز کا

پھر میر آج مسجد جامع کے تھے امام ۔ داغ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا

پھرتا ہے زندگی کے لیے آہ خوار کیا؟ ۔ اس وہم کے نمود کا ہے اعتبار کیا؟
کیا جانین ہم اسیرِ قفس زاد اے نسیم ۔ گل کیسے باغ کہتے ہین کسکو بہار کیا؟
عاشق کے دل سے رکھ تسلی کی چشمداشت ۔ ہے برق پارہ یہ اسے آوے قرار کیا؟
آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ وقر میر ۔ یہ اختیار تم نے کیا روزگار کیا؟

یار ہے میر کا مگر گل سا ۔ کہ سحر نالہ کش ہے بلبل سا
کب تھی جرات رقیب کی اتنی ۔ تم نے بھی کچھ کیا تغافل سا
اک نگہ ایک چشمک ایک سخن، ۔ اسمین بھی تمکو ہے تامل سا
بارے مستون نے ہوشیاری کی ۔ دیکھے کچھ محتسب کا منھ پُھل سا
تو نے زنجیر پائی میر مگر ۔ رات سنتے رہے ہین ہم غل سا

ہوئین رسوائیان جسکے لیے چھوڑا دیار اپنا ۔ ہوا وہ بے مروت بیوفا ہرگز نہ یار اپنا،
اگرچہ خاک اڑائی دیدۂ تر نے بیابان کی ۔ وے نکلا نہ خاطر خواہ رونے سے غبار اپنا
گیا وہ بوجھ سب ہلکے ہوئے ہم میر آخر کو ۔ مناسب تھا نہ جانا اس گلی مین بار بار اپنا

چاک کر سینہ دل کو پھینک دیا ۔ کھینچے ایذا ہمیشہ کس کی بلا؟
تمکو جیتا رکھے خدا اے یار ۔ مر گئے ہم تو کرتے کرتے وفا
اٹھ گیا میر تو وہ بالین سے ۔ پھر مری جان مجھ مین کچھ نہ رہا

ہر جا بجا غبار ہمارا اڑا ہوا ۔ تیری گلی مین لائی صبا تو بجا ہوا
آہِ سحر نے دل کی نہ کھولی گرہ کبھی ۔ آخر نسیم سے بھی یہ غنچہ نہ وا ہوا
وہ میر اثر جو شورشِ دل مین تھے ہین کہان؟ ۔ نالے کیے جرس نے بہت سے تو کیا ہوا؟

عیدِ آئندہ تک رہے گا گلا ۔ ہو گئی عید تو گلے نہ ملا
ڈوبے لوہو مین دیکھتے سرِ خار ۔ حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

میر افسردہ دل چمن مین پھرا | غنچۂ دل کہین نہ اسکا کھلا
دل نے ہمکو مثالِ آئینہ | ایک عالم کا روشناس کیا
صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی ۵ | کیا پتنگے نے التماس کیا

مفت آبروے زاہدِ علامہ لے گیا | اک مغبچہ اُتار کے عمامہ لے گیا
داغِ فراق و حسرتِ وصل آرزوے شوق | مین ساتھ زیرِ خاک بھی ہنگامہ لے گیا

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا ۶ | موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا
جیتے جی آہ ترے کوچہ سے کوئی نہ پھرا | جو ستم دیدہ رہا جاکے سو مر کر نکلا
اشک تر قطرۂ خون، لختِ جگر، پارۂ دل | ایک سے ایک عدد آنکھ سے بہتر نکلا
ہم نے جانا تھا، لکھے گا تو کوئی حرف ای میر | پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

کیا اُس نے نشّے مین مجھکو مارا؟ | اتنا بھی تو بے خبر نہ ہوگا
دنیا کی نکر تو خواستگاری | اس سے کبھو بہرہ ور نہ ہوگا

دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا | جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا
اگرچہ عمر کے دس دن یہ لب رہے خاموش | سخن رہے گا سدا میری کم زبانی کا

کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پرپیچ و تاب ۷ | شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا
دور تجھ سے میر نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ | کل جو دیکھا مین نے وہ مطلق نہ پہچانا گیا

شرکتِ شیخ و برہمن سے میر | کعبہ و دیر سے بھی جائے گا
اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد | میر ویرانے مین بنائے گا

حسرت اُسکی جگہ تھی، خوابیدہ ۸ | میر کا کھول کر کفن دیکھا
کُھلا نشہ مین جو پگڑی کا پیچ اُسکے میر | سمندِ ناز کا ایک اور تازیانہ ہوا

آنکھون مین جی مرا ہے اِدھر یار دیکھنا | عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا
آنکھین چرائیو نہ تم ابرِ بہار سے | میری طرف بھی دیدۂ خونبار دیکھنا

جو اس شور سے میرؔ روتا رہیگا ۷ تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا
مجھے کام رونے سے اکثر ہی ناصح ۹ تو کب تک مرے منھ کو دھوتا رہے گا

نہ جانوں میرؔ کیوں ایسا ہی چپکا نمونہ ہے یہ آشوب و بلا کا
کرو دن ہی سے رخصت ورنہ شبکو نہ سونے دیگا شور اس بلبوا کا

روتے پھرتے ہیں ساری ساری رات اب یہی روزگار ہے اپنا
دے کے دل ہم جو ہوگئے مجبور اس مین کیا اختیار ہے اپنا

کیا کہیں کچھ کہا نہیں جاتا اب تو چپ بھی رہا نہیں جاتا
کب تری رہ میں میرؔ گرد آلود لوہو میں آنہا نہیں جاتا

آنسو مری آنکھوں میں ہر دم جو نہ آجاتا تو کام مرا اچھا پردے میں چلا جاتا
اصلح ہے حجاب اسکا ہم شوق کے ماروں سے بے پردہ جو وہ ہوتا تو کس سے رہا جاتا

میں تو حیران ہوں کس کس کا گلا تجھ سے کروں بدگمانی کا تغافل کا ترے کینے کا
میرؔ کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب آج کی رات یہ بیمار نہیں جینے کا

جانے کا نہیں شور سخن کا مرے ہرگز تا حشر جہان میں مرا دیوان رہے گا

جس سر کو غرور آج ہے یاں تاجوری کا کل اسپہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا

بیتاب جی کو دیکھا، دل کو کباب دیکھا جیتے رہے تھے کیوں ہم جو یہ عذاب دیکھا

حالِ دل میرؔ کا رو رو کے سب اے ماہ سنا شب کو القصہ عجب قصۂ جانکاہ سنا

جا پھنسا دامِ زلف میں آخر دل نہایت ہی بے تامل تھا

بن پوچھے کرم سے وہ جو بخش نہ دیتا تو پرسش میں ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا

مارا زمیں میں گاڑا تب اسکو صبر آیا اس دل نے ہمکو آخر یوں خاک میں ملایا

پوچھو تو میرؔ سے کیا کوئی نظر پڑا ہے چہرہ اتر رہا ہے کچھ آج اس جوان کا

لایا مرے مزار پہ اسکو یہ جذبِ عشق جس بیوفا کو نام سے بھی میرے ننگ تھا

اے تو کہ یان سے عاقبتِ کار جائیگا   غافل نرہ کہ قافلہ یک بار جائیگا

کیا کہون کیسا ستم غفلت سے مجھپر ہوگیا   قافلہ جاتا رہا مین صبح ہوتے سو گیا

آخانہ خرابی اپنی مت کر   قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے؟   یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

عالم مین کوئی دل کا طلبگار نہ پایا   اس جنس کا یان ہم نے خریدار نہ پایا

دل سے آنکھون مین لہو آتا ہے شاید راتکو   کشمکش مین بیقراری کے یہ پھوڑا اچھل گیا

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر   ۱۰ مذہبِ عشق اختیار کیا

دکھ اب فراق کا ہم سے سہا نہین جاتا   پھر اس پہ ظلم یہ ہے کچھ کہا نہین جاتا

وصل و ہجران یہ جو دو منزل ہین راہِ عشق کی   دل غریب انمین خدا جانے کہان مارا گیا

چارۂ عشق بجز مرگ نہین کچھ اے میر   اس مرض مین ہے عبث فکر تمھین درمان کا

معیشت ہم فقیرون کی سی اخوانِ زمان سے کر   کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا

کب تلک یہ ستم اٹھائیگا   ایک دن یون ہی جی سے جائیگا

ایسے بتِ بے مہر سے ملتا بھی ہے کوئی   دل میر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

دل کی کچھ قدر کرتے رہنا تم   ۱۱ یہ ہمارا بھی ناز پرور تھا

بے زری کا نہ کر گلہ غافل   ۱۲ رکھہ تسلی کہ یون مقدر تھا

لذت سے نہین خالی جانون کا کھپا جانا   کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا

تیغِ ستم سے اسکی مرا سر جدا ہوا   شکرِ خدا کہ حقِ محبت ادا ہوا

طریق خوب ہے آپس مین آشنائی کا   نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

نہ وہ آئے نہ جائے بیقراری   کسی دن میر تو نہین مر رہون گا

گرچہ امیدِ اسیری پہ یہ ناشاد آیا   دامِ صیاد کا ہوتے ہی خدا یاد آیا

کیا کہون مین میر اپنی سرگذشت   ابتدا سے قصہ مین وہ سو گیا

ایک عالم ہے کشتہ اُس لب کا | الغرض اُس پہ دانت ہی سب کا

آنسو آتا ہے کب نہین آتا | خون آتا ہے جب نہین آتا

دور بیٹھا غبار میر اس سے | عشق بین یہ ادب نہین آتا

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب | ہم بُرے ہی سہی بھلا صاحب

بندگی ایک اپنی کیا کم ہے | اور کچھ تم سے کہئے کیا صاحب

کس نے سن شعر میر یہ نہ کہا | کہیو پھر ہائے کیا کہا صاحب

اندوہ سے ہوئی نہ رہائی تمام شب | مجھ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب

کہتے ہین آگے تھا بتون مین رحم | ہے خدا جانیے یہ کب کی بات ۱۲

ہوتی ہے گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات | پر ہم سے تو تھمی نہ کبھی مُنہ پر آئی بات

نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد | آخر کار کیا کہا قاصد

گر پڑا خط تو تجھ پہ حرف نہین | یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد

سر اُٹھاتے ہی ہو گئے پامال | سبزۂ نو دمیدہ کے مانند

فکر تعمیر مین نہ رہ منعم | زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد

تسکین اپنے دل کی جو پاتا نہین کہین | جز صبر اور کیا کرے بیچارہ دردمند

غیرون سے یہ اشارے ہم سے چھپا چھپا کر | پھر دیکھنا ادھر کو آنکھین ملا ملا کر

ہر گام سدِ رہ تھی بت خانے کی محبت | کعبے تلک تو پہنچے لیکن خدا خدا کر

نخچیر گہ مین تجھ سے جو نیم کشتہ چھوٹا | حسرت نے اُسکو آخر مارا لٹا لٹا کر

اک لطف کی نگہ بھی ہم نے نہ چاہی اُس سے | رکھا ہمین تو اُس نے آنکھین دکھا دکھا کر

ناصح مرے جنون سے آگہ نہ تھا تو ناحق | گو در کیا گریبان سارا سلا سلا کر

مین منع میر تجکو کرتا نہ تھا ہمیشہ | کھوئی نہ جان تونے دل کو لگا لگا کر

ہم بھی پھرتے ہین اک حشم لیکر | دستۂ داغ و فوجِ غم لیکر

دل پہ کب اکتفا کرے ہے عشق جائے گا جان بھی نہ غم لیکر
میر صاحب بھی چوکے اسے بدعہد ورنہ دینا تھا دل قسم لیکر

نہ دعوی تیرے آنے کا نہ کچھ امید طالع سے ۱۴ دلِ بیتاب کو کس منھ سے کہیے کچھ تحمل کر
میر صاحب زمانہ نازک ہے ۱۵ دونون ہاتھون سے تھامیے دستار

دل وہ نگر نہین کہ پھر آباد ہو سکے پچھتاؤگے ضرور یہ بستی اوجاڑ کر
جی مین تھا اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر
وہ سر چڑھا ہے اتنا اپنی فروتنی سے کھویا ہمین نے اسکو ہر لحظہ پاؤن پڑکر

شکوہ آبلہ ابھی سے میر ۱۶ ہے پیارے ہنوز دلی دور

ناز و عتاب و خشم کہان تک اٹھایئے یارب کبھی تو ہم پہ اسے مہربان کر

ہوتا نہین ہے بابِ اجابت کا وا ہنوز بسمل پڑی ہے چرخ پہ میری دعا ہنوز
احوال نامہ بر سے مرا سنکے بول اٹھا جیتا ہے وہ ستمزدہ مہجور کیا ہنوز
بے بال و پر اسیر ہون کنجِ قفس مین میر جاتی نہین ہے سر سے چمن کی ہوا ہنوز

دل جلون پر روتے ہین جنکو ہے کچھ سوزِ جگر شمع رکھتی ہے ہماری گور پر ماتم ہنوز

آگے جب اس آتشین رخسار کے آتی ہے شمع پانی پانی شرم مفرط سے ہوئی جاتی ہے شمع
آتی ہے مجلس مین تو فانوس مین آتی ہے شمع وہ سراپا دیکھ کر پردے مین جلجاتی ہے شمع

محبت نے شاید کہ دی دل کو آگ دھوان سا ہے کچھ اس نگر کی طرف

شوق ہے تو ہے اسکا گھر نزدیک دوری رہ ہے راہ بر نزدیک
آہ کرنے مین دم کو سادھے رہ ۱۷ کہتے ہین دل سے ہے جگر نزدیک
توشۂ آخرت کی فکر رہے جی کے جانے کا ہے سفر نزدیک
دور پھرنے کا ہم سے وقت گیا پوچھ کچھ حال بیٹھ کر نزدیک
مر بھی رہ میر شب بہت رویا ہے مری جان اب سحر نزدیک

مدت ہوئی گھٹ گھٹ کے ہمیں شہر میں تیرے ۔ واقف نہ ہوا کوئی اس اسرار سے ابتک
کیا جانیے ہوتے ہیں سخن لطف کے کیسے ۔ پوچھا نہیں اُسنے تو ہمیں پیار سے ابتک

جیسے شب آگ سا دیکھا سُلگتے ۔ اُسسے پھر خاک ہی پایا سحر تک
گلی تک تیری لایا تھا ہمیں شوق ۔ کہاں طاقت کہ اب پھر جائیں گھر تک

فصلِ خزان میں سیر جو کی ہم نے جائے گل ۔ چھانی چمن کی خاک نہ تھا نقشِ پائے گل
اللہ رے عندلیب کی آوازِ دل خراش ۔ ۱۸ جی ہی نکل گیا جو کہا اُس نے ہائے گل
بلبل ہزار جی سے خریدار اسکی ہے ۔ ۱۹ اے گلفروش کر تو سمجھ کر بہائے گل
گلچین سمجھ کے چنیو کہ گلشن میں میر کے ۔ لختِ جگر پڑے ہیں نہیں برگ ہائے گل

کھچتا ہی اُس طرف ہی کو بے اختیار دل ۔ دیوانہ دل بلا زدہ دل بے قرار دل
کچھ جانتا ہی دل کسے کہتے ہیں دل ہی کیا ۔ آتا ہے جو زبان پہ ترے بار بار دل

طریقِ عشق میں ہے رہنما دِل ۔ پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل
قیامت تھا مروت آشنا دل ۔ موے پر بھی مرا اسمیں رہا دل
رُکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا ۔ کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل

کون کہتا ہے منھ کو کھولو تم ۔ کاشکے پردے ہی میں بولو تم
حکمِ آبِ روان رکھے ہی حسن ۔ بہتے دریا میں ہاتھ دھو لو تم
جب میسر ہو بوسہ اُس لب کا ۔ چُپکے ہی ہو رہو نہ بولو تم
رات گزری ہے سب تڑپتے میر ۔ آنکھ لگ جاے گر تو سو لو تم

آئے تو ہو طبیبو تدبیر گر کرو تم ۔ ایسا نہ ہو کہ میرے جی کا ضرر کرو تم

ہوتا ہی شوقِ وصل کا انکار سے زیاد ۔ کب تجھ سے دل اُٹھاتے ہیں تیری نہیں سے ہم

ز ضعف دست بدیوار دادہ آمدہ ام ۔ بہر دو گام زمانے ستادہ آمدہ ام

یارو مجھے معاف رکھو میں نشے میں ہوں ۔ اب دو تو جام خالی ہے دو میں نشے میں ہوں

ایک ایک قرط دور مین یونہین مجھے بھی دو — جام شراب پُر نہ کرو مین نشے مین ہون
مستی سے درہمی ہی ہے میرے کلام مین — جو چاہو تم بھی مجھکو کہو مین نشے مین ہون
یا ہاتھون ہاتھ لو مجھے مانندِ جامِ مُے — یا تھوڑی دور ساتھ چلو مین نشے مین ہون
معذور ہون جو پاؤن مرا بے طرح پڑے — تم سرگران تو مجھ سے نہو مین نشے مین ہون
نازک مزاج آپ قیامت ہین میر جی — جون شیشہ میرے منہ نہ لگو مین نشے مین ہون

ہوے ستے ستے جفا کاریان — کوئی ہم سے سیکھے وفاداریان
ہماری تو گزری اسی طور عمر — یہی نالہ کرنا یہی زاریان
کہان تک یہ تکلیفِ مالا یطاق — ہوئین مدتون ناز برداریان
نہ بھائی ہماری تو قدرت نہین — کھنچین میر تجھ ہی سے یہ خواریان

عشق مین جی کو صبر و تاب کہان — اُس سے آنکھین لگین تو خواب کہان
ہستی اپنی ہے بیچ مین پردا — ہم نہووین تو پھر حجاب کہان
گریۂ شب سے سرخ ہین آنکھین — مجھ بلانوش کو شراب کہان
عشق کا گھر ہے میر سے آباد — ایسے پھر خانمان خراب کہان

جانے والون مین وان کے ہم بھی ہین — ساتھ اس کاروان کے ہم بھی ہین
جس چمن زار کا ہے تو گلِ تر — بلبل اُس گلستان کے ہم بھی ہین
وجہِ بیگانگی نہین معلوم — ۲۰ تم جہان کے ہو وان کے ہم بھی ہین
اس سرے کی ہے پارسائی میر — معتقد اس جوان کے ہم بھی ہین

اس گلشن دنیا مین شگفتہ نہ ہوا مین — ہون غنچۂ افسردہ کہ مردودِ صبا ہون
تب گرم سخن کہنے لگا ہون مین کہ اک عمر — جون شمع سرِ شام سے تا صبح جلا ہون
سینہ تو کیا فضلِ الٰہی سے بھی اب چاک — ہے وقتِ دعا میر کہ اب دل کو لگا ہون

اب آنکھون مین خون دمبدم دیکھتے ہین — نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہین

عجب اختیاری یہی ہے تو قاصد — ہمین آگے اُسکے قدم دیکھتے ہین
کہان تک بھلا روؤ گے میر صاحب — اب آنکھون کے گرد اک ورم دیکھتے ہین

خوش نہ آئی تمھاری چال ہمین — یون نہ کرنا تھا پائمال ہمین
حال کیا پوچھ پوچھ جاتے ہو — کبھی پاتے بھی ہو بحال ہمین؟
وجہ کیا ہے کہ میر منھ پہ ترے — نظر آتا ہے کچھ ملال ہمین

مدعی مجکو کھڑے صاف برا کہتے ہین — چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہین؟
دیکھ کر اُن کو بجا دل نہین رہتا ہرگز — لوگ جو کچھ انھین کہتے ہین بجا کہتے ہین
حسن تو ہے ہی کرو لطفِ زبان بھی پیدا — میر کو دیکھو کہ سب لوگ بھلا کہتے ہین

دفتر نہین کہانی نہین مثنوی نہین — کیا شرحِ سوزِ عشق کرون مین زبان نہین
اپنا ہی ہاتھ سر پہ رہا اپنے یان سدا — مشفق کوئی نہین ہے کوئی مہربان نہین
اس عہد کو نہ جانیے اگلا سا عہد میر — وہ دور اب نہین وہ زمین آسمان نہین

کس جگہ جاؤن الٰہی کیا دوا پیدا کرون — دل تو کچھ بیٹھا ہی جاتا ہے کرون تو کیا کرون
خاک اُڑاتا اشک افشان ہون جو اکلا تو پھر — دشت کو دریا کرون بستی کو اک صحرا کرون
کعبے جانے سے نہین کچھ شیخ مجکو اتنا شوق — ۲۱ چال وہ بتلا کہ مین دل مین کسی کے جا کرون

جور کیا کیا جفائین کیا کیا ہین — عاشقی مین بلائین کیا کیا ہین
گہ نسیمِ صبا ہے گاہ سموم — اس چمن مین ہوائین کیا کیا ہین
منظرِ دیدہ قصرِ دل اے میر — شہرِ تن مین بھی جائین کیا کیا ہین

مے کشی صبح و شام کرتا ہون — فاقہ مستی مدام کرتا ہون
کوئی ناکام یون رہے کب تک — مین بھی اب ایک کام کرتا ہون
یا تو لیتا ہون دادِ دل یا اب — کام اپنا تمام کرتا ہون

بیکلی بیخودی کچھ آج نہین — ایک مدت سے وہ مزاج نہین

ہم نے اپنی سی کی بہت لیکن — مرضِ عشق کا علاج نہیں
شہرِ خوبی کو خوب دیکھا میر — جنسِ دل کا کہیں رواج نہیں

۲۲ متصل روتے ہی رہیے تو بجھے آتشِ دل — ایک دو آنسو تو اور آگ لگا دیتے ہیں
بے بسی سے تو تری بزم میں ہم بہرے بنے — نیک و بد کوئی کہے بیٹھے سنا کرتے ہیں

۲۳ پھاڑا ہزار جا سے گریبانِ صبر میر — کیا کہہ گئی نسیمِ سحر گُل کے کان میں
ایک فقط ہے سادگی تس پہ بلائے جان ہے تو — عشوہ کرشمہ کچھ نہیں، آن نہیں، ادا نہیں
دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں — وقت ملنے کا مگر داخلِ ایام نہیں
کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا — عجب نسبت ہے بندہ میں خدا میں
کاشکے دل دو تو ہوتے عشق میں — ایک رہتا ایک کھوتے عشق میں
دیکھے ہیں کیا کیا ڈھلکتے ہم نے اشک — بیٹھے موتی سے پروتے عشق میں
تعارف ہمصفیروں سے نہیں کچھ — ہوا ہوں ایک مدت میں رہا میں

سب سرگزشت سن چکے اب چپکے ہو رہو — آخر ہوئی کہانی مری تم بھی سو رہو
اتنا سیاہ خانۂ عاشق سے تنگ کیا — کتنے دنوں میں آئے ہو یاں رات تو رہو
خطرہ بہت ہے میر رہِ صعبِ عشق میں — ایسا نہ ہو کہیں کہ دل و دیں کو کھو رہو

بد زبان ہو جیسے خوش اسلوب ہو — کیا کہیں جو کچھ کہ ہو تم خوب ہو
ایسا شہرِ حسن ہے یہ تازہ رسم — دوستی باہم خوبان معیوب ہو

نہ سمجھا گیا کھیل قدرت کا ہم سے — کیا اُسکو بد خوب بنا کر نکو رو
رہے آبرو میر تو ہے غنیمت — کہ غارت میں دل کی ہر ایک ہے ابرو

یاد جب آتی ہے وہ زلفِ سیاہ — سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتی ہے آہ
یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز — دیکھیے ہوتا ہے کیونکر یوں نباہ
شیخ تو نے خوب سمجھا میر کو — واہ واہ اے بے حقیقت واہ واہ

ظالم یہ کیا نکالی رفتار رفتہ رفتہ — اس چال پر چلے گی تلوار رفتہ رفتہ
چاہت میں دخل مت دے زنہار آرزو کو — کر دے ہے دل کی خواہش بیمار رفتہ رفتہ
گر بتکدے میں جانا ایسا ہی میر جی کا — تو تارِ سبحہ ہوگا زنّار رفتہ رفتہ

لطف کیا ہر کسی کی چاہ کے ساتھ — چاہ وہ ہے جو ہو نباہ کے ساتھ
وقت کڑھنے کے ہاتھ دل پر رکھ — جان جاتی رہے نہ آہ کے ساتھ
میر سے تم برے ہی رہتے ہو — کیا شرارت ہے خیرخواہ کے ساتھ

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسی کے ساتھ — ۲۴ لیجاتے دل کو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

فقیرانہ آئے صدا کر چلے — ۲۵ میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی — کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لیے — ۲۶ ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی ترے — ۲۷ سو یاں سے لہو میں نہا کر چلے
جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی — حقِ بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یاں تک کہ اے بت تجھے — نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے
نہ دیکھا غمِ دوستاں شکر ہے — ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر — ۲۸ جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے؟

غالب کہ یہ دل خستہ شبِ ہجر میں مر جائے — یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گزر جائے
ہر طرفہ شفقتیں نگہ اس آئینہ رو کی — اک پل میں کرے سیکڑوں خون اور مکر جائے
نہ بتکدہ ہے منزلِ مقصود نہ کعبہ — جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدھر جائے
ہر صبح جو خورشید ترے منھ پہ ہی چڑھتا — ایسا نہ ہو یہ سادہ کہیں جی سے اتر جائے
ہم تازہ شہیدوں کو نہ آ دیکھنے ناداں — دامن کی تری زہ کہیں لوہو میں نہ بھر جائے
مت بیٹھ بہت عشق کے آزردہ دلوں میں — نالہ کسی مظلوم کا تاثیر نہ کر جائے

اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہنچے کنارے　　تو میرؔ وطن میرے بھی شاید یہ خبر جاے

نہین وسواس جی گنوانے کے　　ہاے رے ذوق دل لگانے کے

میرے تغیرِ حال پر مت جا　۲۹　اتفاقات ہین زمانے کے

دمِ آخر ہی کیا نہ آنا تھا　　اور بھی وقت تھے بہانے کے

اس کدورت سے ہم سمجھتے ہین　　ڈھب ہین یہ خاک مین ملانے کے

بس ہین دو برگِ گل قفس مین صبا　۳۰　نہین بھوکے ہم آب ودانے کے

دل و دین ہوش و صبر سب ہی گئے　　آگے آگے تمھارے آنے کے

غمزہ ابرو نگہ سے اسکے میرؔ　　کشتہ ہین اپنے دل لگانے کے

دل جو بس بیقرار رہتا ہے　　آج کل مجکو مار رہتا ہے

دل کو مت بھول جانا میرے بعد　　مجھ سے یہ یادگار رہتا ہے

دور مین چشمِ مست کے تیرے　　فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے

ہر گھڑی رنجش ایسی باتون مین　　کوئی اخلاص و پیار رہتا ہے؟

بے ترے ہم ہین تنگ جینے سے　　مرنے کا انتظار رہتا ہے

کیون نہووے عزیز دلہا میرؔ　　کس کے کوچے مین خوار رہتا ہے

کیا کرون شرح خستہ جانی کی　　مین نے مر مر کے زندگانی کی

حالِ بد گفتنی نہین میرا　　تم نے پوچھا تو مہربانی کی

تشنہ لب مر گئے ترے عاشق　　نہ ملی ایک بوند پانی کی

جس سے کھوئی تھی نیند میرؔ نے کل　۳۱　ابتدا پھر وہی کہانی کی

کس غم مین مجکو یارب یہ مبتلا کیا ہے؟　　دل ساری رات جیسے کوئی ملا کیا ہے

تھوڑے دنون سے ہون مین افسردہ کچھ وگرنہ　　پھوڑا سا دل بغل مین برسون جلا کیا ہے

اس گل کی اودر اپنا تب منہ کیا ہے مین نے　　جب آشنا لبون سے صلی علیٰ کیا ہے

ہے منھ پہ میر کے کیا گرد ملال تازہ   یہ خاک میں ہمیشہ یونہیں رلا کیا ہے

گئے جی سے چھوٹے بتوں کی جفا سے   یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے
وہ اپنی ہی خوبی سے رہتا ہے نازان   مرے یا جیے کوئی اسکی بلا سے
طبیب سبک عقل ہرگز نہ سمجھا   ہوا درد عشق آہ دونا دوا سے
نہ شکوہ شکایت نہ حرف حکایت   کہو میر جی آج کیون ہو خفا سے؟

بات شکوہ کی ہم نے گاہ نہ کی   ۳۲ بلکہ دی جان اور آہ نہ کی
واہ اے عشق اس ستمگر نے   جان فشانی پہ میر واہ نہ کی
جس سے تھی چشم ہم کو کیا کیا میر   اس طرف اس نے اک نگاہ نہ کی

یارب کوئی ہو عشق کا بیمار نہووے   مرجائے دلے اسکو یہ آزار نہووے
زندان میں پھنسے طوق پڑے قید میں مرجائے   پر دام محبت میں گرفتار نہووے
صحرائے محبت میں قدم دیکھ کے رکھ میر   یہ سیر سر کوچہ و بازار نہووے

شب گئے تھے باغ میں ہم ظلم کے مارے ہوئے   جان کو اپنی گل مہتاب انگارے ہوئے
گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا   خاک میں مجکو ملا کر مہربان بارے ہوئے
پھرتے پھرتے عاقبت آنکھیں ہماری مندگئین   سو گئے بیہوش تھے ہم راہ کے مارے ہوئے

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مرگئے   اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مرگئے
یون کانون کان گل نے نہ جانا چمن میں آہ   سر کو پٹک کے ہم پس دیوار مرگئے
صد کاروان وفا ہے کوئی پوچھتا نہیں   گویا متاع دل کے خریدار مرگئے

ہے یہ بازار جنون منڈی ہے دیوانون کی   ۳۳ یان دکانیں ہیں جگر چاک گریبانون کی
سرگزشتیں نہ مری سن کہ اچٹتی ہے نیند   ۳۴ خاصیت یہ ہے مری جان ان افسانون کی
میکدے سے تو ابھی آیا ہے مسجد میں میر   ہو نہ لغزش کہیں مجلس ہے یہ بیگانون کی

جس جگہ دور جام ہوتا ہے   وان یہ عاجز مدام ہوتا ہے

ہم تو اک حرف کے نہین ممنون　　کیسا خط و پیام ہوتا ہے
میر صاحب بھی اُسکے ہان تھے پر　　جیسے کوئی غلام ہوتا ہے

اِدھر سے ابر اُٹھ کر جو گیا ہے　　ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے
مصائب اور تھے پر دل کا جانا　　عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے
سرہانے میر کے آہستہ بولو　　۲۵　　ابھی یہ روتے روتے سو گیا ہے

بہار آئی ہی غنچے گل کے نکلے ہین گلابی سے　　نہال سبز جھومے ہین گلستان مین شرابی سے
بہت رویا نوشتے پر مین اپنے دیکھ قاصد کو　　کہ سر ڈالے غریب آتا تھا خط کی بیجوابی سے
مبادا کاردان جاتا رہے تو صبح سوتا ہی　　بہت ڈرتا ہون مین اے میر تیری دیر خوابی سے

کب تلک احوال یہ جب کوئی تیرا نام لے　　عاشقِ بیحال دونون ہاتھ سے دل تھام لے
شاخ گل تیری طرف جھکتی جو ہی اے مستِ ناز　　چاہتا ہی تو بھی میرے ہاتھ سے اک جام لے
ہمنشین کہہ مت بتون کی میر کو تسبیح ہی　　کام کیا اس ذکر سے انکو خدا کا نام لے

کارِ دل اُس مہِ تمام سے ہے　　کاہش اک روز مجھکو شام سے ہی
کوئی تجھ سا بھی کاش مجھکو ملے　　مدعا ہمکو انتقام سے ہے
سہل ہے میر کا سمجھنا کیا ؟　　ہر سخن اُسکا اک مقام سے ہی

نہین ملتا سخن اپنا کسی سے　　ہماری گفتگو کا ڈھب جدا ہی
دلِ بیتاب آفت ہی بلا ہے　　جگر سب کھا گیا اب کیا رہا ہی
نگاہ مین گردِ سر پھرنے تو بولا　　تمھارا میر صاحب سر پھرا ہی

اُس شوخ و ستمگر کو کیا کوئی بھلا چاہے　　جو چاہنے والے کا ہر طور بُرا چاہے
کعبے گئے کیا کوئی مقصد کو پہنچتا ہے　　کیا سعی سے ہوتا ہے جب تک نہ خدا چاہے
ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن　　رہتا ہی ہوئے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے

مدت سے تو دونون کی ملاقات بھی گئی　　ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی

کتنے دنون مین آئی تھی اُسکی شبِ وصال — باہم رہی لڑائی سو وہ بات بھی گئی
پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین — اس عاشقی مین عزتِ سادات بھی گئی

ٹک ایک گڑی اُٹھائی گئی ہم کڑے رہے — ایک ایک سخت بات پہ برسون لڑے رہے
اب کیا کرین نہ صبر ہے دل کو نہ جی مین تاب — کل اُس گلی مین آٹھ پہر بس پڑے رہے

کچھ موجِ ہوا پیچان اے میر نظر آئی — شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
دلی کے نہ تھے کوچے اوراقِ مصور تھے ۳۶ جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

تمنائے دل کے لیے جان دی — سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے
بہت سعی کرنے سے مر رہیے میر ۳۷ بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

منعِ گریہ نہ کر تو اے ناصح — اسمین بے اختیار ہین ہم بھی
میر نام اک جوان سُنا ہوگا — اسی عاشق کے یار ہین ہم بھی

آمیزشِ بیجا ہے تجھے جن سے ہمیشہ — وہ لوگ ہی آخر تجھے بدنام کرینگے
گر دل ہے یہی مضطرب الحال تو اے میر — ہم زیرِ زمین بھی بہت آرام کرین گے

نازکی اِن بتون کی کیا کہیے — پنکھڑی اک گلاب کیسی ہے
میر اِن نیم باز آنکھون مین — ساری مستی شراب کیسی ہے

گریہ ہر وقت کا نہین بے وجہ ۳۸ دل مین کوئی غم نہانی ہے
رنج کھینچے تھے داغ کھائے تھے ۳۹ دل نے صدمے بڑے اُٹھائے تھے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے ۴۰ زمین سخت ہے آسمان دور ہے

خوب تھے وہ دن کہ ہم تیرے گرفتار نہین تھے — غمزدون اندوہ گینون ظلم کے ملزمون مین تھے

ہم خامشون کا ذکر تھا شب اُسکی بزم مین — نکلا نہ حرفِ خیر کسی کی زبان سے

کیا کیا مین نے فلک کا کہ مجھے — خاک ہی مین ملائے جاتا ہے

کبھی میر اُس طرف آکر جو چھاتی کوٹ جاتا ہے — خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے

ہین چراغِ صبح گاہی ہون نسیم — آہ مجھ سے اک دم کے لیے کیا دشمنی ہے

سب مزے درکنارِ عالم کے — یار جب ہم کنار ہوتا ہے

جون جون بڑھاپا آتا ہے ہم جاتے ہین اینٹھے — کس مٹی کا نہ جانیے اپنا خمیر ہے

نسبت اُس آستان سے کچھ ہوئی — برسون تلک ہم نے جبہ سائی کی

ابکی دل انسے بچ گیا تو کیا — چور جاتے رہے کہ اندھیاری

سوائے سنگدلی اور کچھ ہنر بھی ہے؟ — بتو دلون مین تمھارے خدا کا ڈر بھی ہے؟

دیکھتا ہون تو کام میر امیر — اولِ عشق ہی مین آخر ہے

لوٹ منظور ہے کافر اگر ایمانون کی — ادھر آیہ بھی تو بستی ہے مسلمانون کی

مثنوی دریائے عشق

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال — ہر جگہ اُسکی اک نئی ہے چال

دل مین جا کر کہین تو درد ہوا — کہین سینہ مین آہِ سرد ہوا

کہین آنکھون سے خون ہو کے بہا — کہین سر مین جنون ہو کے رہا

کہین رونا ہوا ندامت کا — کہین ہنسنا ہوا جراحت کا

گہ نمک اسکو داغ کا پایا — گہ تپنگا چراغ کا پایا

کہین باعث ہے دل کی تنگی کا — کہین موجب شکستہ رنگی کا

کہین عشاق کی نیاز ہوا — کہین اندوہِ جان گداز ہوا

کہین بے لبت کو لگائی آگ — کہین تیغ و گلو مین رکھی لاگ

کبھی افغانِ مرغِ گلشن تھا — کبھی قمری کا طوقِ گردن تھا

ایک عالم مین دردمندی کی — ایک محفل مین جا سپندی کی

نمکِ چشمِ سینہ ریشان ہے — نگہِ یاس مہر کیشان ہے

جسکو ہوا اسکی التفات نصیب — ہے وہ مہمانِ چند روزہ غریب

ایسی تقریب ڈھونڈھ لاتا ہے — کہ وہ ناچار جی سے جاتا ہے

انتخاب

از

کلیاتِ ناسخ

کا نشتر

ناسخ

شیخ امام بخش متخلص بہ ناسخ لاہور کے ایک مالدار تاجر کے ساتھ بطور فرزند کے لکھنؤ میں تھے
خدا بخش کے بھائیوں سے بعد مرنے خدا بخش کے ترکہ خدا بخش کی بابت نزاع ہوئی۔ بھائیوں نے
انھیں خدا بخش کا پروردہ کہا اور انھوں نے خود کو بیٹا بتایا لیکن عدالت شاہی نے انھیں کا
بیان باور کیا۔ یہ ابتدا میں فیض آباد تھے فیض آباد سے جب دار الخلافت لکھنؤ منتقل ہوا تو یہ بھی
فیض آباد سے لکھنؤ آئے اور وہیں رہے لیکن الہ آباد دائرہ شاہ اجمل میں وہ اکثر جاکر مقیم ہوتے تھے۔
اسی کے متعلق انکا شعر ہے ؎ پھر کے دائرے ہی میں رکھتا ہوں میں قدم + آئی کہاں سے گردش پرکار
پاؤں میں۔ ناسخ نے میر تقی سے کچھ تلمذ کا سلسلہ شروع کیا تھا مگر دونوں طرف نازک مزاجی تھی سلسلہ
قایم نہ ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناسخ نے خود مشق سخن بڑھائی شعر کہتے تھے اور رکھ دیتے تھے بار بار دیکھتے
تھے اور درست کرتے تھے۔ سید انشا مرزا قتیل جرات اور مصحفی ان سب کے مشاعروں میں جاتے تھے لیکن
اپنے اشعار کا پڑھنا اسوقت شروع کیا جب انکے دور ختم ہو چکے تھے اور کہنہ مشق کی حیثیت سے دفعۃً ظاہر ہو کر خود کو سب سے
استاد کہلوا لیا۔ مصحفی کے شاگرد حیدر علی آتش انکے ہمعصر تھے ان دونوں میں خوب چوٹیں چلتی تھیں بعضوں نے
لکھا ہے کہ مصحفی سے ناسخ نے شاگردی شروع کی تھی لیکن ناسخ کی بد دماغی نے یہ سلسلہ بہت جلد مسدود کر دیا
انکے مزاج میں غصہ بہت تھا مشہور ہے کہ ایکدن اپنے خانہ باغ کے بنگلہ میں بیٹھے ہوئے فکر مضمون میں غرق تھے
ایک صاحب آکر بیٹھے انھوں نے بہتیرے اشارے کیے کہ وہ اٹھ جائیں جب وہ نہ سمجھے تو بنگلے کی ٹٹی پر چلم سے
ایک چنگاری اٹھا کر رکھدی جب بنگلہ جلنے لگا تب وہ گھبرا کر اٹھے ناسخ نے ہاتھ پکڑا کہ اب ہم دونوں یہیں جلکر
راکھ کا ڈھیر ہو جانا ہے۔ ناسخ نواب نصیر الدین حیدر کے حضور میں بھی حاضر ہوتے تھے اسکے قبل غازی الدین حیدر کا
عتاب تھا اور بحالت عتاب میں یہ بنارس عظیم آباد الہ آباد گھومتے رہے لیکن زیادہ قیام الہ آباد میں کیا لکھنؤ میں
جب آخر مرتبہ ناسخ الہ آباد سے آئے تو پھر باہر نہ گئے اور یہیں ۱۲۵۴ھ میں وفات پائی حکیم مہدی کہ وزیر سلطنت تھے
جب اختیارات انکے بڑھتے تھے تو انکو لکھنؤ چھوڑنا ہوتا تھا اور جب انکے اختیارات کم ہو جاتے تھے تو یہ واپس آتے تھے۔

غزلیات وابیات

رہے کیونکر نہ دل ہر دم نشانہ ناوکِ غم کا — کہ ہی میرا تولد ہفتمِ ماہِ محرم کا
سخاوت جسکو کہتے ہین کہانی ہی زمانہ مین — بخیلون کی بدولت رہگیا ہی نام حاتم کا
مسی آلودہ لب کو تو نے جس کپڑے سے پونچھا ہے — وہ میرے زخمِ دل کے واسطے پھاہا ہی مرہم کا
گزر ناگاہ جو میرا ہوا شہرِ خموشان مین — عجب نقشہ نظر آیا وہان شاہانِ عالم کا
کہین آئینہ زانوے سکندر کا شکستہ تھا — کسی جانب پڑا تھا کاسۂ سر خاک مین جم کا
محب ہین سایۂ رہ اور عدو ہین خارِرہ ناسخ — مسافر عالمِ امکان مین ہون گویا کوئی دم کا

جب خرامِ ناز کو تو اے پری پیکر اُٹھا — ہر قدم پر جاے کر اک فتنۂ محشر اُٹھا
چاہیے تعمیرِ دل جو ساتھ اُٹھا لیجائے گا — یون خرابی کے لیے دیوار اُٹھا یا در اُٹھا
بات جن نازک مزاجون سے نہ اُٹھتی تھی کبھی — بوجھ اُنسے سیکڑون من خاک کا کیونکر اُٹھا؟
کیا سخن سنجی سے حاصل جب سخندان ہی نہین — زانوے فکرت سے اے ناسخ تو اپنا سر اُٹھا

تو نزاکت سے گلستان تک جو رخصت مانگتا — رنگ روے گل سے اُڑنے کی اجازت مانگتا
غیر حسرت مے گیا یان سے کوئی کیا اپنے ساتھ — آسمان سے کس توقع پر مین دولت مانگتا
ہاتھ اُٹھا کر دونون عالم مین خدا کے سامنے — کیا مین اس وحشت سرا مین غیرِ وحشت مانگتا
گر نہ ہوتا سرخ رو اشکِ غمِ شبیر سے — حشر مین کس مُنہ سے ناسخ مین شفاعت مانگتا

پیشتر سر سے یہان ہوتے ہین سامان پیدا — کھانے کے وقت سے اول ہوئے دندان پیدا
دل جو مجروح ہوا پائے یہ رنگین مضمون — نخلِ گل ہو جو قلم گل ہون دو چندان پیدا
روزِ مولد سے نہین عیش و طرب قسمت مین — رمز یہ ہے جو بشر ہوتے ہین گریان پیدا
کیون نہ ہم عالمِ امکان مین کرین ترکِ لباس — جبکہ خالق نے کیا ہو ہمین عریان پیدا
تا رہین سجدۂ معبود مین ناسخ مصروف — سر سے اسواسطے ہوتے ہین سب انسان پیدا

اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہی وے | آج آتی شبِ فرقت مین تو احسان ہوتا
حسرتِ دل نہین دیتا مین نکلنے ناسخ | ہاتھ شل ہوتے میسر جو گریبان ہوتا

گل فشان عکس ہوا کس کے رخِ رنگین کا | ہے جو آئینہ مین عالم سبدِ گلچین کا

رات ایسا انتظارِ یار مین بیتاب تھا | بسترِ گل پر نہ تھا مین اک پرِ سیماب تھا

ای فلک دیکھون تو کب تک روزِ وصل آتا نہین | منتظر بیٹھا ہون مین بھی گردشِ ایام کا
آزاد ہین قیود سے افتادگانِ خاک ۲ | اُڑتا پھرا شجر سے جو برگِ خزان گرا

مژہ جو ہے وہ گویا اک زبان کا کام کرتی ہے | یہ عالم ہم نے دیکھا ہے کسی چشمِ سخن گو کا

تو نے شہبازِ نگہ کو جو ادھر چھوڑ دیا ۲ | ہم نے بھی طائرِ دل ماندہ کے پر چھوڑ دیا

مانعِ صحرا نوردی پاؤن کی ایذا نہین ۳ | دل دکھا دیتا ہے میرا ٹوٹ جانا خار کا

پہنچے ہم آتش زبانون کو ضررِ دشمن سے کیا | شمع کو کرتا ہے روشن تیرِ ستم گلگیر کا

مال ملتا جو فلک سے ضررِ جان ہوتا | سر نہ ہوتا جو میسر مجھے سامان ہوتا

کبھی روزِ اجل سے طینتِ موذی مین داخل ہے | کیا خالق نے ساتھ افعی کے ناسخ پیچ و خم پیدا

تو نہین ملتا تو ہم بھی تجھ سے اب ملتے نہین | سنگدل ہم نے بھی اپنے دل کو اب پتھر کیا

کی ادھر دل نے کشش کھینچا ادھر سفاک نے | ٹوٹ کر آخر مرے سینہ مین پیکان رہ گیا

جیتے جی جاؤن مین کیونکر کوے جانان چھوڑ کر | بلبلِ نالان کہان جائے گلستان چھوڑ کر
عیشِ تنہائی ہوا مردون کی کثرت سے محال | جاؤن یارب اب کہان شہرِ خموشان چھوڑ کر
مرگیا کیا ناسخِ مے کش جو سارے مے فروش | مسجدون مین بیٹھے اپنی اپنی دکان چھوڑ کر

اگر ہوتا ہے اک دانہ بھی اسمین میری قسمت کا | فلک بجلی گرا دیتا ہے ناسخ میرے خرمن پر

کیا روزِ بد مین ساتھ رہے کوئی ہمنشین ۴ | پتی بھی بھاگتی ہے خزان مین شجر سے دور

اے سبکشو نزاکتِ ساقی تو دیکھنا | نالان ہے رکھ کے مثلِ سبو جام دوش پر

اک دن ہوئی صنوبرِ دل کو نہ تازگی | بے برگ ہو کے نخل ہوئے لاکھ بار سبز

پست و بلند عالمِ بالا کو ایک ہین | کرتا ہے کوہ و دشت کو ابرِ بہار سبز

اُسکے نورِ رخ کے آگے بوستانِ بزم سے | دور ہوتی ہی برنگِ سبزۂ بیگانہ شمع

اشک مالا موتیون کا دود کلغی شعلہ تاج | رکھتی ہی تختِ لگن مین شوکتِ شاہانہ شمع

کیون نہین ہوتا تجھے غم عاشقِ جانباز کا | دیکھ روتی ہی بروئے لاشۂ پروانہ شمع

ہون وہ پروانہ کہ در تک باوجودِ عذرِ لنگ ۵ | نکلی استقبال کو محفل سے بیتابانہ شمع

سر پہ سوزان داغِ سودا پاؤن مین زنجیرِ اشک | تیری محفل مین کھڑی ہی صورتِ دیوانہ شمع

کچھ فقط تو ہی نہین ناسخ دل و جان سے نثار | بزم مین پروانہ ہین سب اور صاحبخانہ شمع

کیا بحرِ حسن کی ہی کمر پیچ و تاب مین | یہ پیچ و تاب کب ہین بھلا موجِ آب مین؟

سب سے زیادہ صبح ہماری ہوئی سیاہ | جو شیب مین کیا نہ کیا تھا شباب مین

ہی جی مین آفتاب پرستون سے پوچھیے | تصویر کسکی ہی ورقِ آفتاب مین

طائرِ روح کو کر دیتے ہین کیونکر بسمل؟ | تیر رکھتے ہین پری رو نہ کمان رکھتے ہین

بھا گئی کون سی وہ بات بتون کی ورنہ | نہ کمر رکھتے ہین کافر نہ دہان رکھتے ہین

عوضِ مُلکِ جہان مُلکِ سخن ہی ناسخ | گو نہین حکم روان طبعِ روان رکھتے ہین

زندگی زندہ دلی کا ہے نام | مُردہ دل خاک جیا کرتے ہین

دھیان آتا ہے کفن کا مجکو | کپڑے جب قطع کیا کرتے ہین

نیک و بد کیا ہون ہمیشہ باہم | پھول کانٹون سے جدا کرتے ہین

اے تصور کیون بتون کو جمع کرتا ہی یہان | دل مرا کعبہ ہی کچھ بُت خانۂ آذر نہین

شکوہ جب سے نوکری کا کرتے ہین نادان ہین ۶ | آپ آقا ہی کسی کا جو کوئی نوکر نہین

طفل چلتے ہین جب اپنے پاؤن کہتی ہی قضا ۷ | غیر آغوشِ لحد اب دامنِ مادر نہین

ہی خرابات جہان مین بھی وہ ساقی سے نفور | جبکہ اے ناسخ غلامِ ساقیِ کوثر نہین

ہے عجب رنگ کی وحشت ترے دیوانے مین | جی نہ آبادی مین لگتا ہے نہ ویرانے مین

یان تجلی بھی سنبھل جاتی ہی گرتے گرتے — شمع کے ٹھہرین قدم کیا مرے ویرانے مین
نوش کر شوق سے جی کھول کے صرفہ کیا ہی — خوف بدہضمی کا ناسخ نہین غم کھانے مین

ماہ نو ہی مثل ابرو لیکن اُسکے رو نہین — ماہِ کامل صورتِ رو ہی مگر ابرو نہین
مشک مین خوشبو ہی پیچ و تاب مثلِ مو نہین — پیچ ہین سنبل مین مثلِ مو مگر خوشبو نہین

سوا ے مکر زمانے مین رسم و راہ نہین — وہ کون جا ہی جہان چاہ زیرِ کاہ نہین
مین گو کہ حسن سے ظاہر مین مثلِ ماہ نہین — ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہین

غمِ شبیر مین رو رو کے کرون تر دامن — جاؤن تا حشر کے میدان مین بھی تر دامن
طمع خام سے پھیلے جو کسی کے آگے — یارب ایسا تو مجھے ہو نہ میسّر دامن

یہی کہتی ہوئی جاتی ہی چلی عمرِ روان ۸ میرے دامن سے نہ باندھے کبھی صرصر دامن
صبحِ محشر یہی کہتا مین اُٹھون گا ناسخ — دے مرے ہاتھ مین یا سبطِ پیمبر دامن

منعم کے شکر مین بھی ہلائین کبھی کبھی — تنہا براے لذتِ دنیا زبان نہین
دھوکا نہ کھا ظروفِ وضو کو تو دیکھ کر — مسجد ہی مے فروش کی ناسخ دکان نہین

کسی مین زر کسی مین سنگ یہ ہی پھیر قسمت کا — برابر گرچہ ناسخ دونون پلے ہین ترازو مین
تری آنکھین نہین یہ دونون پلے ہین ترازو کے — ہمیشہ نیک بد کو تول ناسخ اس ترازو مین

ہے اثر کسکی نگاہِ تفرقہ انداز کا؟ — بلبلین ہین دام مین آوارہ گل بازار مین
کسقدر اعمال سے خفت اُٹھائی بعدِ مرگ — کیا عجب ترتا پھرے گر سنگِ مدفن آب مین

وہ بتِ شیرین ادا کرتا ہی مجکو سنگسار — یہ شکر پارے برستے ہین جنون پتھر نہین

اے جنون یان کوئی جز ضعف گلوگیر نہین — طوق گردن مین نہین پاؤن مین زنجیر نہین
کیون دلا پیری مین بھی مرنے کی تدبیر نہین؟ — ہو چکی صبح بس اب کوچ مین تاخیر نہین
شبہ ناسخ نہین کچھ میر کی اُستادی مین — آپ بے بہرہ ہی جو معتقدِ میر نہین

دل مین پوشیدہ غمِ عشقِ بتان رکھتے ہین ۹ آگ ہم سنگ کے مانند نہان رکھتے ہین

گدائے میکدہ کس چین سے ہین خاک نشین　　یہ عیش تخت پہ کب پادشاہ کرتے ہین

دور وز ایک وضع پہ رنگِ جہان نہین　　وہ کون سا چمن ہی کہ جسکو خزان نہین؟

کان دیتا گل کو بھی بلبل کو گر نالہ دیا　　تھا یہ لازم نخلبندِ گلشن ایجاد کو

ہین اشک مری آنکھون مین قلزم سے زیادہ　　ہین داغ مرے سینہ مین انجم سے زیادہ

سو رمز کی کرتا ہی اشارہ مین وہ باتین　　ہے لطف خموشی مین تکلّم سے زیادہ

معشوق سے امید وفا رکھتے ہو ناسخ　　نادان نہین دنیا مین کوئی تم سے زیادہ

آئینہ مین زلفِ پُرشکن مین آئینہ　　یہ حلب مین مشک ہی اور وہ ختن مین آئینہ

خاک ہوکر صورتِ اصلی کو بھی وہ دیکھتا　　۱۰　　رکھدیا ہوتا سکندر کے کفن مین آئینہ

ہنسنے مین کھلتے ہین جسدم صاف پڑ جاتا ہی عکس　　اے پری ہر دانت ہی گویا دہن مین آئینہ

اسقدر ہی تیرگی اک دم مین ہوجائے توا　　کوئی گر لائے مرے بیت الحزن مین آئینہ

یہ جسمِ زار بے حرکت پیرہن مین ہی　　سب مجکو جانتے ہین کہ مردہ کفن مین ہی

فرقت قبول رشک کے صدمے نہین قبول　　کیا آئین ہم رقیب تری انجمن مین ہے

ہین بے نصیب صحبتِ جانان سے ایک ہم　　پروانہ بزم مین ہی تو بلبل چمن مین ہے

دونون کا کرچکا ہون مین اے ناسخ امتحان　　سیدمین مہر ہے نہ وفا برہمن مین ہے

پہ پیر و جیسے اس سوچ مین سارا زمانہ ہی　　وہان بارمین ہین دانت یا زلفون مین شانہ ہی؟

اجل سر پہ کھڑی ہی خوابِ غفلت مین پڑا ہی　　۱۱　　چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازہ کا بنانا ہی

بگڑتے جاتے ہین لاکھون ہزارون بنتے جاتے ہین　　۱۲　　جہان مین رات دن جاری خدا کا کارخانہ ہی

نکلتا ہی جو ہر گل زر بکف گلزار عالم مین　　خدا جانے زمین مین دفن یہ کسکا خزانہ ہی

کمی ہوتی نہین نقدِ سخن کی یان کبھی ناسخ　　ازل سے اپنے قابو مین معانی کا خزانہ ہی

دیکھتے تھے کل جنھین آنکھون سے ہم اے غافلو　　آج انکا اپنے کانون کے لیے افسانہ ہی

[illegible]ل گرتا ہی کبھی اور لاش گرتی ہے کبھی　　۱۳　　جو زچہ خانہ ہی وہ اک روز ماتم خانہ ہی

اپنے کامون مین رہو مشغول تم ای غافلو — اسکی باتون پر نہ جاؤ ناسخ اک دیوانہ ہی

لالہ و گل کا جوش ہی بلبلون کا خروش ہی — فصلِ وداعِ ہوش ہی موسمِ نائے و نوش ہی

صدقہ ہو تیری چال پر کیون نہ نسیمِ ہر سحر — نقشِ قدم سے رہگذر دامنِ گلفروش ہی

ناسخ یہ قول ہی بجا حضرتِ میر درد کا ۱۴ — حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ہی

چشمِ جانان اور ہی چشمِ غزالان اور ہی — وضعِ انسان اور ہی ترکیبِ حیوان اور ہی

سیرِ مقتل مت سمجھ گلگشت ای نازک مزاج — باغ و بستان اور ہی گنجِ شہیدان اور ہی

فرق ہی شاہ و گدا مین قولِ شاعر ہی یہی — شیرِ قالین اور ہی شیرِ نیستان اور ہی

مسی مالیدہ لب پر رنگِ پان ہی — تماشا ہے تہِ آتش دھوان ہے

ہمارا ہر نفس اک بادبان ہے — روانہ کشتیِ عمرِ روان ہے

اسکی ہر دم کی نصیحت سے مین تنگ آیا ہون — کاش ناصح سے کبھی آنکھ اسنے لڑائی ہوتی

ابرِ رحمت سے تو محروم رہی کشت مری — کوئی بجلی ہی فلک تو نے گرائی ہوتی

خاک ہو جاتے ہین دونون خاک مین ملنے کے بعد ۱۵ — چار دن کوئی گدا ہی کوئی کیکاؤس ہی

رزق کا کیا غم کہ ہوتا ہی تولد بعد طفل ۱۶ — پہلے بھرتا ہی خدا پستانِ مادر شیر سے

گو مرا تابوت یارون کو وبالِ دوش ہی ۱۷ — گور تو میرے لیے کھولے ہوئے آغوش ہی

اے شیخ و گبر سبحہ و زنار توڑ دئے — پر دل کسی بشر کا نہ زنہار توڑ لے

یہ آدمی ہی کہ برسون جمال رہتا ہی — وگرنہ ماہ کو اک شب کمال رہتا ہی

داغِ فرقت زیست بھر جورِ جہنم بعدِ مرگ — ان بتون کو کس توقع پر خدایا چاہیے

تمام شد

مؤلفات علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

ترجمہ قرآن مجید

علامۂ موصوف نے سب سے پہلے یہ ضرورت محسوس کی کہ مسلمانان ہند کی موجودہ زبان مین جب تک قرآن مجید کا ترجمہ نہ ہو ہندوستان کی اسلامیت ادھوری ہی- اس غرض سے علامہ موصوف نے قرآن مجید کا ترجمہ شروع کیا اس طور پر کہ ایک کالم مین قرآن مجید اور دوسرے کالم مین اُسکا بامحاورہ اُردو ترجمہ رکھا- ذیل مین ضروری توضیح اور شان نزول بیان کی جو مختصر سی تفسیر کا کام دے سکے- ترجمہ چھپنا شروع ہوا اور ڈھائی ڈھائی پارے کے حصّے شایع ہونے لگے- ساڑھے آٹھ پارے کی تفسیر چھپ چکی تھی کہ مولانا نذیر احمد کا ترجمہ قرآن پورا چھپ کر شایع ہوگیا-

پہلا حصہ ترجمہ قرآن دیکھ کر مولانا موصوف نے اختلاف کیا تھا- دیر تک علامہ اور مولانا مین گفتگو رہی لیکن کوئی بات طے نہین پائی- اسکے بعد ہی مولانا نذیر احمد کے خیالات نے پلٹا کھایا اور بہت سے عالمون کو جمع کرکے اس سرعت سے اُنھون نے ترجمے کا کام جاری کیا کہ علامہ ساڑھے آٹھ پارے تک پہنچے تھے کہ مولانا کا پورا ترجمہ قرآن بازارون مین ہدیہ ہونے لگا- علامہ نے ضرورت قومی کی تکمیل دیکھ کر اپنے ترجمے کی اشاعت روک دی- یہان یہ لکھنا بیموقع نہین ہی کہ مولانا نذیر احمد نے جو اپنے دیباچہ ترجمہ قرآن مین اپنے خیال کے بدلنے کا ذکر کیا ہی شاید وہ مفصلہ بالا واقعہ کی طرف اشارہ ہو-

علامہ موصوف کے ترجمۂ قرآن مین ایک خاص وصف یہ ہی کہ زبان بالکل فصحاے

اُردو کی زبان ہی اور اُنھون نے یہ ثابت کردیا ہی کہ زبان اُردو قرآن کے لفظی ترجمہ کے لیے
بالکل کافی ہی - دیگر ترجمون کی طرح الفاظ زائد کا اضافہ اظہار مطلب کے لیے اس ترجمہ مین
نسبتاً نہایت کم یا ایک اعتبار سے کہیے تو بالکل نہین ہی - جن باکمال لوگون نے ترجمہ علامۂ عباسی
دیکھا اُنھون نے بار بار تقاضا کیا کہ ترجمہ پورا ہو جائے لیکن دیگر تصانیف کے مشاغل نے
علامہ کو فرصت نہ دی کہ وہ اس ترجمے کی تکمیل کرتے - لیکن لوگون کے تقاضا سے
پارہ عم کا ترجمہ علیحدہ شایع کیا جسمین ایک صفحہ پر عبارت قرآن اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہی -

(ترجمہ سورۂ فاتحہ بطور نمونہ)

"سب تعریف اللہ کے واسطے ہی جو پروردگار عالمین ہی - بڑا مہربان ہی نہایت رحم
والا ہی - قیامت کے دن کا مالک ہی - اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہین اور تجھی
سے مدد چاہتے ہین - ہمکو سیدھی راہ چلا جنپر تیرا فضل ہی اُنکی راہ - نہ ایسی راہ جس پر
تیرے غضب کے مارے گمراہ لوگ چلتے ہین -"

یہ ساڑھے آٹھ پارے یکجا مجلد ہین پہلے ۶ روپیہ ہدیہ ہوتے تھے اب ۱۲ روپیہ مین ہدیہ ہوتے ہین
اور پارۂ عم ۸ر مین ہدیہ ہوتا تھا اور اب بھی اُتنے ہی پر ہدیہ ہوتا ہی -

تاریخ الاسلام

ترجمہ قرآن لکھتے ہوئے کتب سیر کی ضرورت علامہ موصوف کو محسوس ہوئی
اور اُنھون نے کتب سیر کا وہ حصہ جو پیغمبر خدا کے زمانے کی تاریخ ہی نہایت اہتمام
سے پڑھا - اُسوقت علامہ موصوف کو معلوم ہوا کہ کوئی تاریخ پیغمبر خدا اور اُنکے جانشینون
کی زبان اُردو مین ایسی نہین ہی کہ سب حالات یکجا معلوم ہو جائین - بیان حشو و زوائد سے
پاک ہو اور مذہبی تعصبات سے مبرا ہو - سُنی - شیعہ - اہل حدیث - صوفی سب کے لیے یکسان
ہو - اس خیال سے تاریخ الاسلام کا لکھنا مولف نے شروع کیا - عرب کے مختصر حالات
لکھ کر پیغمبر خدا کا زمانہ اور اُنکے بعد خلفاے اربعہ اور سلاطین مابعد کے حالات عبد الملک

ابن مروان تک بالاستیعاب لکھا اور پھر اسکے بعد مختصر حالات تمام دنیا کی اسلامی سلطنتون کے زمانۂ حال تک لکھ کر سلسلہ ملا دیا اور اخیر مین مشاہیر اسلام کے حالات بھی درج کیے - اس کتاب کے ابواب اور فصول حسب ذیل ہین

باب ۸ - مسلمانونکی موجودہ سلطنتین
ف ۱ - سلطنت عثمانیہ یعنی سلطنت ٹرکی ف ۲ - سلطنت ایران - ف ۳ - مصر - ف ۴ - مسلمانون کی چھوٹی چھوٹی ریاستین -

باب ۹ - محض واعظان اسلام کے ذریعہ سے اشاعت دین

ف ۱ - مسلمانان چین - ف ۲ - مسلمانان مجمع الجزائر - ف ۳ - یورپ اور امریکا مین اسلام

باب ۱۰ - مشاہیر اسلام
ف ۱ - الرجال - ف ۲ - خواتین

قیمت اصلی ۶ روپے تھی اب للعہ کردیگئی ہے

تاریخ الاسلام کی نسبت اہل ملک کی رایون کا خلاصہ

رائٹ آنریبل سر سید امیر علی صاحب رضوی سابق جج ہائیکورٹ کلکتہ حال ممبر جوڈیشل کمیٹی لندن - مین نے بغور د تامل تاریخ الاسلام کو ملاحظہ کیا اسکے طرز جدید او رعمدگی ترتیب پر بہت ہی خوش ہوا تمام تر واقعات اہل اسلام ابتدا سے انتہا تک بصورت اختصار اچھی طرح سے بیان کیے گئے ہین گویا دریا کو کوزے مین بھر دیا ہے -

آنریبل مسٹر جسٹس بدرالدین طیب جی صاحب سابق جج ہائیکورٹ بمبئی - ہمارے اردو لٹریچر مین ایک بڑی حاجت تھی جو اس کتاب سے پوری ہوئی - اس غیر نمائشی نہایت مفید کام کرنے سے مولف نے بڑی خدمت انجام دی ہے - یہ کتاب مسلمانون کی تاریخ کے لیے بطور ٹیکسٹ بک کے اسکولون مین داخل ہو اور ہماری قوم کے نوجوانون کے ہاتھ مین یہ کتاب آئے تو ہم دیکھ کر بہت خوش ہونگے -

آنریبل حاجی مولوی محمد سمیع خان صاحب سابق ممبر لیجسلیٹو کونسل ممالک متحدہ - مین خیال کرتا ہون کہ یہ ضروری کتاب ہے جو اردو مین شایع کی گئی ہے کیونکہ مین نے قبل ازین اپنی زبان مین کوئی ایسی کتاب نہین دیکھی جیسی تاریخ الاسلام ہے -

مولانا محمد اصغر صاحب جسٹس جج سابق ریاست رامپور - کوئی شک نہین کہ اس زمانے مین ایک ایسی اردو کتاب کی سخت ضرورت تھی -

استاد وقت جناب مولانا محمد فاروق صاحب سابق مدرس اعلی ندوۃ العلما لکھنؤ - ہمارا نسخہ کشکول فی ست د

و نادرہ حرفے از اوساط مردم را باب ادراک حالات ائمہ اسلام بس مفید طلبہ کاتب الحروف ندید او کتابے بدین گرانمایگی و خجستگی ندید۔

مولوی محمد مظہر الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا بہار کلکتہ ہائیکورٹ - عبارت اس کتاب کی نہایت صاف سلیس اور عام فہم ہے اُردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔

الاسلام

ترجمہ قرآن شریف اور تاریخ الاسلام لکھتے وقت علامہ کو نئے تعلیم یافتون کے مذاق کا خیال آیا تو ایک ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اسلام کو فلسفہ جدید کے خلاف نہ ہونے دے - جس طرح خلفاے عباسیہ کے زمانہ میں متکلمین نے یونانی فلسفہ کے حملون سے اسلام کو بچایا تھا اسی طرح علامہ نے جدید فلسفہ کا مقابلہ اس کتاب مین کیا ہے اور یہ دکھایا ہے کہ اسلام کا یہ ایک بڑا اعجاز ہے کہ وہ عالم جاہل فیلسوف سب کی تشفی کر سکتا ہے - اس کتاب مین علاوہ اس خدمت کے جو اوپر بیان ہوئی تمام مسائل اسلام آجکل کے مہذب ممالک کے مذہبی خیالات سے مقابلہ کیے گئے ہین اور اسلام کی برتری دکھائی گئی ہے - دیگر اقوام کے جتنے اعتراضات فلسفہ اسلام اور اچھے مسلمانون کے گزشتہ اعمال و افعال پر تھے سب کے جواب دیے گئے ہین - اس کتاب مین مذہب اسلام کے اصول بتائے گئے ہین اور اسکی خوبیان اس طرح دکھائی گئی ہین کہ علوم جدیدہ کی تعلیم اور فلسفہ کی تحصیل سے جو کمزوری مسلمانون کے عقائد مین پیدا ہوتی جاتی ہے اسکی روک تھام پورے طور پر ہو جاے اور غیر قوم کو مذہب اسلام کی طرف رغبت ہو علامہ ممدوح کی اکثر کتابین مذہبی خیالات کی اشاعت اور اُنکی اصلاح کے متعلق ہین اور ممدوح نے اپنی تمام کتابون مین غیر قومون کے اعتراضات کے جواب دینے کی طرف توجہ کی ہے اور مذہب کو فلسفہ کے ساتھ ساتھ رکھنے کی کوشش کی ہے لیکن بیچ بیچ کا بیان ضرورت کے لحاظ سے کافی نہ تھا اور ایک مستقل کتاب کی اشد ضرورت تھی کیونکہ اس زمانے مین اشاعت مذہب زبان سے تعلق نہین رکھتی قلم سے تعلق رکھتی ہے ہم

قوم میں جتنا ہی علم ہو اُتنا ہی وہ اپنے مذہب کو دیگر مذاہب پر فوق دینے میں کوشاں ہو
اس جہاد فی سبیل اللہ میں مسلمان پیچھے ہوتے جاتے ہیں اسلیے انکو گزند پہنچا چاہتا ہے - الاسلام میں
مذہب اسلام کی فلاسفی اتنے عمدہ طور پر دکھائی گئی ہے کہ تحریر کا اس سے بہتر طریقہ ذہن میں نہیں آتا
اس کتاب کی ترتیب یوں ہے کہ تمام اہم مسائل اور اہم امور مضامین (آرٹیکل) کی صورت میں
لکھے گئے ہیں - زبان شستہ طرز ادا پسندیدہ - عبارت سلیس - قرآن حدیث اور فقہ کی کتابیں
سامنے رکھ کر ایک سمجھ دار ذی علم جتنی سرخیاں پیدا کر سکتا ہے اُتنی ہی سرخیاں اُن مضامین کی
ہیں اور کتاب کا حجم بھی زیادہ ہے - ابواب اور فصول حسب ذیل ہیں -

ف ۴۶۔حقیقت اسلام۔ف ۴۷۔کارخانۂ قدرت
پر نصوص قرآنی۔ف ۴۸۔حکمت اور فلسفہ کے
متعلق آیات قرآنی۔ف ۴۹۔اسلام اور فلسفہ۔
ف ۵۰۔آفرینش ارض وسما۔ف ۵۱۔سحر (جادو) ف
۵۲۔مسئلہ جبر واختیار قضا وقدر۔ف ۵۳۔قصص قرآنی
ف ۵۴۔شیطان اور جن۔ف ۵۵۔قومی ترقی
ف ۵۶۔ضعف اسلام۔ف ۵۷۔مذہبی نفاق۔
ف ۵۸۔دنیا خوش رہنے کی جگہ نہین ہے۔ف
۵۹۔لیت الشباب یعود۔ف ۶۰۔موت۔ف ۶۱
لذات دنیا۔ف ۶۲۔اچھا برا۔ف ۶۳۔حرص

ف ۶۴۔خلق الانسان ضعیفا۔ف ۶۵۔عقل
اور دل ودماغ سے اسکا تعلق۔ف ۶۶۔ترک
حیوانات۔ف ۶۷۔آب زمزم۔ف ۶۸۔ہند
کے مسلمان۔ف ۶۹۔جھاڑ پھونک۔دعا
تعویذ۔ف ۷۰۔اسلام اور غلامی۔ف ۷۱
سود خواری۔ف ۷۲۔رسم پردہ۔ف ۷۳
روح اور مسئلہ تناسخ۔ف ۷۴۔تجہیز وتکفین
ف ۷۵۔مختلف مباحث پر نصوص قرآنی۔
ف ۷۶۔مسلمانان ہند کی حالت زار۔

قیمت اصلی ۸؍ ہے اب ۶؍ کردی گئی ہے

زاہدہ

جب بہت سی کتابین مذہبی علامہ نے شایع کین تو ایک مایوسانہ خیال یہ پیدا ہوا کہ ان کتابون کو پڑھے گا کون؟۔ زمانے کی جو روش ہے اُس سے یہ امید نہین کہ نئے خیالات والے ان کتابون کو پڑھین گے۔پُرانے خیال کے لوگون نے اگر پڑھا تو وہ تحصیل حاصل ہوئی۔ان کتابون سے تعلیم مذہب کا کام نہ نکلے گا جو اصل غرض مولف کی ہے۔اس خیال نے ایک فرضی قصہ حسن وعشق کا مولف سے لکھوایا اور اُسمین تمام مسائل مذہبی جابجا اس طرح درج ہوئے کہ قصہ کا لطف جانے نہ پائے جس طرح بچون کی دوا کی تلخ گولیون پر شکر چڑھائی جاتی ہے اُسی طرح آوارہ مزاج مسلمان بچون کے لیے مذہبی مسائل پڑھانے کا یہ نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔مولف کی زبان سے سنی ہوئی ایک نقل مین لکھتا ہون "ایک مرتبہ دلی کے سفر مین مولف جس ہوٹل مین مقیم تھا اُسی مین ایک نوجوان مسلمان لڑکا اٹھارہ اُنیس برس عمر کا مقیم تھا جو اپنی بداحتیاطیون کی وجہ

سے مختلف امراض مین مبتلا ہوکر حکیم حاذق الملک کے پاس علاج کی غرض سے آیا تھا
ایک روز اُسنے کسی ضرورت سے داہنے ہاتھ کی آستین اُلٹی تو ہاتھ پر ایک مرد اور ایک
عورت کی تصویر اس طرح بنی ہوئی تھی گویا ایک دوسرے کا بوسہ لے رہے ہین - اور تصویر
بھی اُسی مصالحہ سے تھی جس سے ہندو عورتین گُدنا گُدواتی ہین - اور انگلستان کے دیہاتون
مین بھی اسی قسم کے گُدنے کی رسم ہے اور فوجی گورون کے ہاتھون پر چڑیان یا پھل پھول
کی تصویرین یا اور نشانات و علامات بنائے جاتے ہین جو آخر عمر تک قایم رہتے
ہین - علامہ کو اس لڑکے کے ہاتھ پر وہ تصویر دیکھ کر سخت حیرت ہوئی - اول تو
ایک مسلمان کے ہاتھ پر انسانی تصویر کا ہونا بے موقع - دوسرے یہ کہ تصویر ایسی کہ گھر کی بہو
بیٹیون اور بڑے بوڑھون کے سامنے کسی طرح دکھانے کے لایق نہین - علامہ
اسی حیرت مین تھے کہ اُس نوجوان لڑکے کا بایان ہاتھ نظر آیا اور اُسپر اُسی پائدار رنگ سے
جسکا ذکر اوپر ہوا ہے ایک نوجوان عورت کی برہنہ تصویر بنی ہوئی نظر آئی - علامہ کو دریافت
سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکا کسی بڑے متمول مسلمان کا ہے - مان زندہ ہے - بوڑھا باپ بھی
موجود ہے - اور وہی کفیل ہے - اُسوقت علامہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس لڑکے کے گھر مین
کبھی بھولے سے بھی مذہبی چرچا نہ ہوتا ہوگا - وہ باپ بیٹے سے بھی بڑھ کر وارستہ مزاج
ہوگا جس نے بیٹے کی یہ آزادی روا رکھی - علامہ نے دوسرے دن زاہدہ اُس لڑکے
کے ہاتھ مین دی - ۳۲ گھنٹہ مین صرف چھ گھنٹہ وہ لڑکا سویا اور ۴ گھنٹہ اور حوائج ضروری
مین اُسنے صرف کیے بقیہ ۲۶ گھنٹے مین اُسنے شروع سے آخر تک زاہدہ پڑھی جسمین
عشق کا بھی تذکرہ جابجا تھا اسلیے اُس لڑکے نے کتاب ختم کیے بغیر چین نہین لیا اور آخر
مین وہ کہنے لگا کہ ایسی عمدہ کتاب کبھی اُسکی نظر سے نہین گزری تھی - اور اُسنے یہ بھی کہا
کہ اگر ابتداے عمر مین اس قسم کے چرچے میرے گھر مین ہوتے اور وہ باتین بتائی
جاتین جو اس کتاب مین ہین تو آج مین ان مصائب کا شکار نہ ہوتا جنمین کہ مبتلا ہون

اسوقت علامہ کے خیالات کی پوری تائید ہوئی اور انکو یقین ہوا کہ اس زمانے کے وارستہ مزاج نوجوانوں کو مذہب سکھانے کے لیے زاہدہ ایک بہترین ذریعہ ہے۔ حکایت اور قصہ کے پیرایہ میں عمدہ باتوں کا سبق دینا کچھ نئی بات نہیں ہے۔ دیگر اقوام کے علاوہ خود اکابر اسلام کی بہت سی تصانیف اسکی شاہد ہیں۔ لیکن جو جدت اس کتاب میں ہے وہ یہ ہے کہ قصہ حد سے زیادہ دلچسپ ہے اور مذہب اور اخلاق کی تمام اہم باتیں موجودہ زمانے کی ضرورتوں کے لحاظ سے اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ دل پر اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ مذہب اسلام کے تمام ضروری مسائل اس اٹھارہ جزو کی کتاب میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اور پھر ہم لکھتے ہیں کہ مذہبی مسائل کے ساتھ قصہ کا از حد دلچسپ ہونا اس کتاب کا حصہ ہے۔ مضامین کتاب حسب ذیل ہیں۔

وضعداری۔ احسان کا بدلا۔ حمیت۔ ماں کی نصیحت۔ ماں کی محبت۔ بے ثباتی عالم۔ موت۔ عادت طبیعت ثانی ہے۔ رسم پردہ۔ عمر بے ثبات۔ نئی تہذیب کا اثر۔ وعظ و نصیحت۔ مشن اسکول۔ نئی تعلیم۔ رسالت کی ضرورت۔ توکل۔ راستی۔ السلام علیکم معانقہ۔ حیا۔ سحر خیزی۔ نماز صبح۔ مذہبی تعلیم۔ ہندوؤں کی عبادت۔ حضور قلب۔ حسن صوت سماع۔ اثر صحبت۔ ضرورت مذہب۔ عبادت اہل اسلام۔ کرشمۂ قدرت۔ چھپ کے بات سننا۔ شرعی پابندی۔ بچپنے کی شادی۔ عقد بیوگان۔ رنڈاپا۔ بیاہ کے لیے کفو۔ مسلمانی کیا شئی ہے۔ الوہیت میں شرک۔ نبوت میں شرک۔ پیغمبر کی بیبیاں۔ ملکی رسم و رواج۔ خدا کا عدل و حکمت کسی کو ذلیل نہ بناؤ۔ عورتوں کے حقوق دو۔ خدا سے ڈرو۔ حکمت عملی۔ دور اندیشی۔ ارکان مذہب کی توہین نہ کرو۔ مذہب میں نیا ایجاد نہ کرو۔ شعار اسلام کیا ہیں۔ وطن کی محبت۔ تبدیل وضع۔ بے ثباتی حسن۔ مصلحان قوم کا ضعف۔ قومی تفرقہ۔ ہندوؤں کی رسم نہ سیکھو۔ طلسم محجنین۔ حب دولت۔ شرم بیجا۔ فرائض والدین۔ فرائض اولاد۔ کشش عشق۔ اثر دعا۔ تصوف۔ کثرت ازدواج۔ زنا۔ مہر۔ طلاق۔ توریث۔ مذاہب کا مقابلہ۔ وضو۔ نماز۔ تجہیز و تکفین۔ اجتہاد حقیقت اسلام۔ تمدن۔ توحید۔ معاد۔ روح۔ دوزخ۔ بہشت۔ لباس زنان۔ نتائج

بدکاری - معاصی - توبہ - سجدہ - شکر - ایمانداری - نفقہ زوجہ - ارواح - نظر کا دھوکا - مصالح نکاح
مذہب - فلسفہ - جبر و اختیار - قرآن موافق عقل - قمار بازی - سود خواری - بہنون کے حق غصب نکرو
کرامات اولیا - اوقات نماز جمعہ - عیدین - حج - زکوٰۃ - اخوت اسلامی" غرضکہ شروع سے
آخر تک یہ کتاب نصیحت ہی نصیحت ہی - لیکن پھر ہم اس کتاب کی جدت کی طرف ناظرین کو متوجہ
کرتے ہین کہ حسن و عشق کی دلفریب حکایت مین یہ باتین اس طرح موقع موقع سے بیان کی
گئی ہین کہ قصہ کی دلچسپی مین ذرا فرق نہین آتا -

زاہدہ کی نسبت معزز اڈیٹران اخبار کی رائین درج ذیل ہین

"جامع العلوم" زاہدہ کا پلاٹ بالکل ہی نیا ہی - ہماری زبان مین مسلمانون کے مذہب کی تعلیم
دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہین سکتا -

"معین الہند" اتنا موثر قصہ جسمین وعظ و نصیحت ظاہر کرنے کا لحاظ کیا گیا ہو ہماری نظر سے نہین گزرا
یہ محض ایک دلچسپ کہانی نہین ہی بلکہ اسکا ہر ہر فقرہ تہذیب اور شائستگی خیالات سے لبریز ہی - مذہبی
لطف انگیز تقریرین نہایت متانت سے ادا کی گئی ہین -

"سول اینڈ ملٹری نیوز" نہایت ہی دلچسپ قصہ ہی مسلمانون کو قصہ کے پیرایہ مین دینی مسائل
کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہین سکتا - انصاف کی بات یہ ہی کہ ایسا دلچسپ او نتیجہ خیز ناول
آج کل کی تصانیف مین ہماری نظر سے نہین گزرا مصنف نے بڑے ادق مسائل کو کہانیون
مین حل کیا ہی -

"صداے ہند" اگر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی کتابون مین مذہبی مسائل کو ناول
کے پیرایہ مین بیان کرنے کا کمال دکھایا ہی تو زاہدہ کے مصنف نے بھی دو ہاتھ بڑھکر بازی لی ہی
اور اس خوبصورتی سے کتاب ختم کی ہی جیسا کہ ایک مشاق اور قابل مصنف سے امید ہوسکتی ہی
کوئی شک نہین کہ یہ کتاب جادو کی پوڑیہ ہی پڑھنے والے پر اثر کیے بغیر نہین رہسکتی - فسانے
کی دلچسپی کتاب ختم کیے بغیر چھوڑنے نہین دیتی -

"اخبار وکیل" قومی معاملات کی اصلاح کو ایسے دلچسپ طور پر بیان کیا ہے کہ جو اثر ایک فصیح البیان لکچرار کی تقریرون سے بڑی جانکاہی کے بعد ہو وہ باتون باتون مین اس قصہ کے دیکھنے سے ناظرین کے طبایع پر ہو جائیگا۔

"شحنۂ ہند" ہم اس ناول کی جسقدر تعریف کرین بجا ہے۔ نہایت سیدھا سادا اسٹین سلیس اور مہذب ناول ہے اور باایں ہمہ اسقدر دلکش ہے کہ جسقدر مطالعہ کرتے جائیے گا اُسی قدر مطالعہ کا شوق بڑھے گا۔

"گیا پنچ" یہ کتاب ناول کے پیرایہ مین لکھی گئی ہے تاکہ مذہب اسلام کی خوبیان نوجوان مسلمانون کے دلون مین متاثر ہون۔ مذہب اور اخلاق کی باتین اس خوبی سے بیان کیگئی ہین کہ ضرور دل اسکو قبول کرلے۔

"مفید عام" کتاب کی عمدگی عبارت کی شستگی۔ مضامین کی دلبستگی کی تعریف مین صرف اسقدر بیان کردینا کافی ہے کہ نادر الوجود ناول ہے بلکہ اُسکو درستگی خصائل و آراستگی اخلاق کے لیے ایک مفید و کارآمد رسالہ تصور کرنا چاہیے۔

"اخبار اسلام" کوئی متنفس ایسا نہ ہوگا جو اس کتاب کی خوبیان معلوم ہونے پر اپنے دل کو بے اختیارانہ مشتاق نہ پائے۔

"انڈیا گزٹ" زاہدہ کو ہم دل سے پسند کرتے ہین اور اُسکی خوبیون کے معترف ہو کر نوجوانان اور نوتعلیم یافتہ مسلمانون کو اسکی خریداری کی طرف توجہ دلاتے ہین۔

"کارنامہ" یہ کتاب زمانہ موجودہ کی روش کے مطابق لکھی گئی ہے۔ مذہبی رعایت سے اخلاق و تمدن کا ذکر کیا گیا ہے۔

"مشیر ہند" ایک طرف حسن عشق کے راز و نیاز اور دوسری طرف تمام اہم اسلامی مسائل اس خوبصورتی سے بیان کردیے ہین کہ باید و شاید۔ مولوی احسان اللہ جیسے چند ناولسٹ اگر ہندوستان مین اور خصوصاً مسلمانون مین پیدا ہوجائین تو اسکو فال نیک سمجھنا چاہیے۔

" ہمدرد " ایک فرضی قصّہ کے پیرایہ مین مذہبی مسائل کی عمدگی ظاہر کی گئی ہو اور بہت کافی طور پر مہذبانہ الفاظ اور معقول خیالات اور شائستہ فقرے استعمال کیے گئے ہین - بانیہمہ نفس قصّہ بجاے خود ایک نہایت پُر اثر اور دلکش ناول ہو -

قیمت سابق عہ قیمت حال ۱۰/ -

المجاہد

یہ کتاب بھی با اثر قصّہ کے پیرایہ مین ہو - زوال سلطنت کے بعد مسلمانون مین جو پست حوصلگیان پیدا ہوئین اور جسکے ذریعہ سے عورتون کے حقوق جائز پر اُنھون نے دست اندازیان شروع کین اُسکا نقشہ نہایت صحیح اور دردناک صورت مین دکھایا گیا ہو

معززرائین

" مولوی سمیع اللہ خان صاحب سی - ایم جی پنشنر سشن جج " آپ کا المجاہد تو زاہدہ سے بھی عمدہ ہو

" مولوی محمد اصغر صاحب سابق سشن جج ریاست رام پور حیدرآباد پراونشیل سروس وغیرہ " مین نے المجاہد کو اول سے آخر تک بغور پڑھا مین اُسکے روشن دماغ مصنف کو مبارکباد دیتا ہون کہ اُنھون نے بے زبان لڑکیون کے حقوق کی طرف جو خلاف کتاب اللہ اور کتاب الرسول پامال ہورہے ہین - ایک نہایت با اثر اور دلکش پیرایہ مین قوم کو توجہ دلا کر اُنکی پوری وکالت کی ہو - اللھم اجعل سعیہ مشکورا -

" مولوی محمد فصیح الدین صاحب بی اے پراونشیل سروس ممالک متحدہ " ایک خوشحال مسلمان کی خاندانی پیچیدگیون کا دلکش فوٹو ہو - المجاہد محض ناول ہی نہین ہو بلکہ بے زبان لڑکیون کے حقوق پر ایک پُر زور لکچر ہو - اے خدا تو اپنے سب بندون پر مجاہد ایسا فرشتہ خصلت محافظ تعینات کر - راستبازی پاک طبیعت ستھرے سلجھے ہوئے خیالات یہی ناول کا جوہر ہو - زبان صاف شُستہ -

" ادلپنچ " المجاہد ایک نہایت قابل قدر اور نہایت ہی مفید کتاب ہو قصّہ کا قصہ ناول کا

ناول ہے۔ پھر اس پر دینیات کی تعلیم۔ سبحان اللہ۔ جزاک اللہ۔ قصہ کے پیرایہ مین عورتون کے حقوق جو وراثت کے متعلق ہین بہت اچھی طرح دکھائے گئے ہین اور پھر جابجا آیات قرآنی اور احادیث کا انضمام سونے مین سوہاگہ ہے۔

"اخبار دار السلطنت" ایک نئی طرز کا ناول ہے۔ المجاہد ایسے ناول کی قوم کو اشد ضرورت تھی اور ہے اسلیے کہ مسلمانون مین ایک ایسا مرض پھیل پڑا ہے جو ہزارہا خرابیون کا موجد ہے یعنے نا دہندی ترکہ دختران۔ اسمین لڑکیون کا حق پورے طور پر اپنے والدین کی جائداد مین ثابت کر دیا گیا ہے اور نیز ترکہ ندینے کے نقصانات ظاہر کر دیے گئے ہین۔

"ڈاکٹر مظہر السبحان رئیس بردوان" واقعی المجاہد نہایت مفید کتاب ہے اور بہت ہی باثر ہے جس غرض کے لیے ہے اکسیر ہے۔ اور مظلومین کے لیے پوری وکالت کرتی ہے۔ میرے وطن میں ایک رئیس نے اپنی جائداد عورتون کو محروم کرکے تقسیم کی تھی۔ یہ کتاب دیکھ کر وہ راہ راست پر آ گئے اور لکھا ہوا قبالہ چاک کر ڈالا۔ اسوقت سے اس کتاب کا مین بیحد قائل ہون۔

"اخبار جام جمشید" المجاہد کی سلاست عبارت اور وسعت بیان دیکھنے کے قابل ہے۔ محمد مجاہد حصیروی الملقب المجاہد کے کارنامون کا تذکرہ بطرز ناول ہے۔ مصنف نے اس کتاب مین کمال خوبصورتی سے عورتون کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور دلچسپ قصہ کے پیرایہ مین بہت مفید باتین احادیث نبوی و آیات قرآنی کے ساتھ ظاہر فرمائی ہین۔ مصنف صاحب کی لیاقت اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے۔ اس زمانہ مین مصنف موصوف بڑے روشن خیال و عالی دماغ و طباع آدمی ہین جنھون نے اپنی تصانیف سے ملک و قوم کو ممنون کیا ہے۔

محسنۃ الارامل

ایک بڑا عیب مسلمانون مین یہ آگیا ہے (اور بظاہر مسلمانون کی نکبتون کے بڑے اسباب مین اسے سمجھنا چاہیے) کہ مسلمانون مین عقد بیوگان کو باعث ننگ سمجھتے ہین ایک موقع پر علامۂ عباسی نے ایک بہت بڑا لکچر دیا تھا جسمین اُنھون نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا

ذکر کیا اور پیغمبرؐ کے افعال اور اقوال سے سند لیکر دکھایا کہ عقد بیوگان کس درجہ ضروری چیز ہے
یہ لکچر محسنۃ الارامل کے نام سے علیحدہ شایع کیا گیا ہے۔ دلون پر یہ سحر کا کام کرتا ہے۔ کتنا ہی
کوئی عقد بیوگان کے خلاف ہو لیکن اس لکچر کے پڑھنے سے اُسکے قلب کی حالت بالکل
بدلجاتی ہے۔ قیمت اسکی ڈیڑھ آنہ فی رسالہ ہے۔

فسانۂ دلپذیر

زمانہ طالب علمی مین علامہ نے کئی کتابین لکھی تھین۔ چند کتابین علم ریاضی مین تھین
لیکن وہ کسی قدردان کے ہاتھ نہ پڑین اور ضایع ہوگئین اُسی زمانہ مین لیمس ٹیلس ایک انگریزی
کتاب کا ترجمہ علامہ نے اُردو مین کیا تھا اِس ترجمہ پر منشی نولکشور کی نظر پڑی جو زبان اُردو کے بڑے
سرپرست تھے اُنھون نے علامہ سے حق تالیف خریدا اور اپنے طور پر اُسے شایع کیا کئی مرتبہ
اسکی اشاعت کی نوبت آچکی ہے۔ منشی نولکشور نے جب یہ ترجمہ شایع کیا تو علامۃ الدہر کا لفظ مولف
کے نام کے قبل بڑھایا اور پھر اسی کی پیروی دیگر مطابع نے بھی کی جس سے مولف کے نام
کے قبل لفظ علامہ اسقدر عام طور پر مشہور ہوگیا کہ گویا نام کا جزو ہوگیا۔ فسانہ دلپذیر کا مین شایع
کنندہ نہین ہون یہ کتاب مطبع نول کشور مین ملتی ہے۔ یہان ضمناً اسکا ذکر کیا گیا ہے اسی کتاب نے
ممدوح کا حوصلہ بڑھا کر ممدوح سے مختلف علوم و فنون اور مختلف زبانون مین متعدد کتابین لکھوائین
اور ممدوح کو فی الواقع علامہ بنا دیا۔

نشتر سخن

یہ کتاب انتخاب کلام آتش[1] - اسیر[2] - انشا[3] - انیس[4] - حافظ[5] - داغ[6] - دبیر[7] - ذوق[8]
سعدی[9] - سودا[10] - صائب[11] - ظفر[12] - عمر خیام[13] - غالب[14] - غنی[15] - منیر[16] - مومن[17] - میر[18] - ناسخ[19]
ہے اور انتخاب ایسے لطف اور جدت کا ہے کہ قابل دید ہے۔ انتخاب در انتخاب ہو کر نشترون پر نمبر
لگائے گئے ہین۔ ہر ایک شاعر کے مختصر حالات اُسکے کلام کے قبل لکھے گئے ہین شروع کتاب
مین زبان فارسی اور اُردو اور اُنکی شاعری کے متعلق ایک نہایت دلچسپ مضمون کا دیباچہ ہے

جسکی سرخیان یہ ہین۔ وجہ تالیف۔ ایشیائی شاعری۔ ایشیائی شاعری کا یورپ سے مقابلہ زبان اردو اور اسکی شاعری۔ دلی اور لکھنو کے شعرا۔ زبان فارسی اور اسکی شاعری۔ شاعری کی بھلائیان اور برائیان۔ قیمت ۵ تجویز کی گئی تھی لیکن نظر بحالات ملک ۴ رکھی گئی

فکر دنیا

یہ کتاب بھی ناول کا پیرایہ رکھتی ہے۔ اسمین علامہ نے ہندوستان کے نوجوانون کو یہ بتایا ہے کہ ہوش سنبھالنے پر جسے فکر دنیا لاحق ہو اُسے کیا کرنا چاہیے۔ معاملات ملکی سے بھی بحث کی گئی ہے صنعت۔ حرفت اور تجارت کی ترغیب دی گئی ہے کسب معاش کے طریقے بتائے گئے ہین۔ کتاب زیر ترتیب ہے۔ قیمت ۴

تاریخ حکمائے یونان

یہ کتاب بھی علامہ کے زمانہ طالب العلمی کی یادگار ہے بمشکل سے ایک نسخہ دستیاب ہوا جسکی طبع ثانی کا ارادہ ہے۔ قیمت سابق ۸ حال ۴

زبان اردو

علامہ نے زبان اردو کی طرف سے قوم کے سامنے اپیل پیش کیا ہے۔ قیمت ۲

انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ۔ دی فیوچر آف انڈیا

پہلی کتاب خلفشار لکھنو اور دوسری خلفشار بنگالہ کے بعد معاملات ملکی پر بزبان انگریزی علامہ نے لکھی یہ کتابین وہ لوگ ضرور پڑھین جو معاملات ملکی مین دخل دینا چاہتے ہین قیمت سابق فی جلد ۸ حال ۴

شرح اکیٹہائے قبضہ آراضی و مالگزاری (اردو) عباسیز لا آف پرمشن (انگریزی) عباسیز ریونیو کورٹ مینول (انگریزی) عباسیز سول پروسیجر کورٹ (انگریزی)

یہ قانونی کتابین بھی علامہ عباسی کی تصانیف سے ہین قیمتین آیندہ صفحہ مین درج ہین مختلف ہائیکورٹون کے اٹھارہ ججون کی رائین انکی بابت علیحدہ شایع ہوئی ہین۔

المشتہر ستیلا بخش شایق محلہ گھاسی کٹرہ گورکھپور۔ ممالک متحدہ

جملہ تالیفات و تصنیفات

علامہ ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت
۱	ترجمہ قرآن مجید	عربی و اردو	مذہب اسلام	۲۶۶	عکار؍	۱۲؍	
۲	پارہ عم مترجم	عربی و اردو	مذہب اسلام	۶۸	۴؍	۴؍	
۳	تاریخ الاسلام	اردو	تاریخ اسلام	۶۸۰	؎؍	للعہ؍	مجلد طبع ثانی
۴	الاسلام	اردو	فلسفہ اسلام	۸۰۰	؎؍	عکار؍	مجلد طبع اول
۵	زاہدہ	اردو	مذہب اسلام	۲۷۸	۴عہ؍	۱۰؍	طبع ثانی
۶	المجاہد	اردو	حقوق زنان	۱۸۰	عہ؍	عہ؍	
۷	محسنۃ الارامل	اردو	عقد بیوگان	۳۰	۱؍	۱؍	
۸	فسانہ دلپذیر	اردو	لٹریچر	•	•	•	•
۹	نشتر سخن	فارسی و اردو	شاعری	۵۰۸	صہ؍	عکار؍	
۱۰	محکر دنیا	اردو	پالیٹکس	•	عہ؍	عہ؍	زیر ترتیب
۱۱	حکمائے یونان	اردو	فلسفہ یونان	•	۸؍	۴ہ؍	طبع ثانی زیر طبع
۱۲	زبان اردو	اردو	پالیٹکس	۳۲	۲؍	۲؍	
۱۳	انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ	انگریزی	پالیٹکس	۱۸	۴؍	۲؍	
۱۴	دی فیوچر آف انڈیا	انگریزی	پالیٹکس	۳۴	۴؍	۲؍	
۱۵	شرح ایکٹہای قبضہ اراضی و مالگزاری	اردو	قانون	۳۸۴	[illegible]	[illegible]	مجلد
۱۶	عباسیز لا آف پریمشن	انگریزی	قانون	۵۴۰	عـہ	۸عکار؍	مجلد
۱۷	عباسیز ریونیو کورٹ مینول	انگریزی	قانون	۳۸۴	؎؍	۴عہ؍	مجلد
۱۸	عباسیز سول پروسیجر کوڈ	انگریزی	قانون	۹۵۲	عـہ	صہ؍	مجلد

المشتہر ستیلا بخش شایق۔ محلہ گھاسی کٹرہ شہر گورکھپور ممالک متحدہ